فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۴

رضا فاؤنڈیشنؒ

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

اجمالی فہرست ... 4
رموز ... 5
پیش لفظ ... 6
فتاوٰی رضویہ، کتاب الطہارۃ پر ایک نظر ... 6
فوائد جلیلہ ... 8
فہرست جلد چہارم ... 10
ابواب و مسائل ... 10
فہرست ضمنی مسائل ... 22
رسالہ الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت) ... 190
رسالہ مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ (حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز) ... 284
ذیل باب الوضوء ... 322
ذیل باب الغسل ... 324
ذیل باب المیاہ ... 328
فصل فی البئر ... 340
باب المسح علی الخفین ... 346
باب الحیض ... 350
فصل فی المعذور ... 368
باب الانجاس (نجاستوں کا بیان) ... 378
رسالہ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب ۱۳۱۲ھ کتّے کی طہارتِ عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان ... 400
رسالہ الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ (یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کیلئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے) ... 474
تمّت المقدمات (مقدمات پورے ہوگئے۔ت) ... 536
وضع ضابطہ کلیہ دریں باب وتفرقہ درحکم عظام وشراب اس باب میں ضابطہ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان ... 536
خاتمہ: ... 547
رزقنا اللہ حسنہا آمین ... 547

بابُ الاِسْتِنْجَاء (یہ باب استنجا کے بیان میں ہے) 576
مآخذ ومراجع 748

فتاوٰی رِضویّه

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد چہارم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۲۵۷۳۱۴

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب ______ فتاوی رضویہ جلد چہارم
تصنیف ______ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات ______ مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا محمد صدیق ہزاروی
پیش لفظ ______ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
فوائد جلیلہ (ترتیب و تبویب) ______ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
تخریج و تصحیح ______ ۱_ مولانا نظیر احمد سعیدی ۲_ مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی ______ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ناظم اعلی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیبِ فہرست ______ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
کتابت ______ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ ______ مولانا سردار احمد حسن سعیدی
اشاعت ______ جنوری ۱۹۹۳ء
صفحات ______ ۷۶۰
مطبع ______
ناشر ______ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
قیمت ______ ۲۵۰

ملنے کے پتے

*رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰
*مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
*ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
*شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

پیش لفظ ۵
تیمّم کا بیان ۳۱
موزوں پر مسح کا بیان ۳۴۵
حیض کا بیان ۳۴۹
نجاستوں کا بیان ۳۷۷
استنجاء کا بیان ۵۷۵
فوائد جلیلہ ۶۱۱
مآخذ و مراجع ۷۴۷

فہرست رسائل

- حسن التعمم از ۳۱۱ جلد سوم تا ۳۲۰ جلد چہارم
- قوانین العلماء ۳۱ تا ۱۸۷
- الطلبة البديعة ۱۸۹ تا ۲۸۲
- مجلی الشمعة ۲۸۳ تا ۳۲۰
- سلب الثلب ۳۹۹ تا ۴۶۴
- الاحلی من السکر ۴۷۳ تا ۵۵۳

رموز

محقق :علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیہ المستملی

ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ ردالمحتار

ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحبِ حاشیۃ الدرالمختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر: الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر: الدرر شرح الغرر، ملاخسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر: البحرالرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علماء احناف

نہر: النہرالفائق، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح: فتح الدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیّہ: غنیہ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن اسیر الحاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

چند سال قبل محسن اہلسنّت مفتی اعظم پاکستان ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت) شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی سرپرستی اور نگرانی میں فتاوٰی رضویہ کی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا جو عظیم منصوبہ رضافاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا گیا تھا بفضلہٖ تعالیٰ پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے، اب تک فتاوٰی رضویہ کی کتاب الطھارۃ (مکمل) چار جلدوں میں زیورِ طباعت سے مزیّن ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ کتاب الطھارت بارہ ۱۲ قدیم مجلدات میں سے جلد اول مکمل اور جلد دوم کے تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔

فتاوٰی رضویہ، کتاب الطھارۃ پر ایک نظر

عام طور پر فقہ وفتاوٰی کی کتابوں میں کتاب الطھارت کے تحت مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق مسائل مندرج ہوتے ہیں:

(۱) وضو (۲) نواقضِ وضو (۳) غسل (۴) پانیوں کا بیان (۵) کنویں کا بیان (۶) تیمّم (۷) مسحِ خفین (۸) حیض (۹) انجاس (۱۰) استنجاء۔

لیکن فتاوٰی رضویہ کا انداز واسلوب کتبِ فتاوٰی میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عظیم فقہی وعلمی شاہکار میں کتاب الطھارۃ کے تحت مذکورۃ الصدر دس ۱۰ ابواب سے متعلق مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل بیالیس ۴۲ ابواب سے متعلق بھی ضمناً ہزاروں مسائل مذکور ہیں: ۱ نماز، ۲ احکام مسجد، ۳ جنائز، ۴ زکوٰۃ، ۵ روزہ، ۶ حج، ۷ نکاح، ۸ طلاق، ۹ عتق، ۱۰ قسم، ۱۱ حدود، ۱۲ سیر، ۱۳ شرکت، ۱۴ وقف، ۱۵ بیوع، ۱۶ شہادت، ۱۷ وکالت، ۱۸ دعوٰی، ۱۹ ہبہ، ۲۰ اجارہ، ۲۱ حجر، ۲۲ غصب، ۲۳ قسمت، ۲۴ شکاروذبیحہ وقربانی، ۲۵ حظرو اباحت، ۲۶ احیاءِ موات، ۲۷ شرب، ۲۸ دیت، ۲۹ مداینات، ۳۰ وصی، ۳۱ فرائض، ۳۲ فوائد فقہیہ، ۳۳ رسم المفتی، ۳۴ عقائد، ۳۵ کلام، ۳۶ رَدِّمذہباں، ۳۷ فوائد حدیثیہ، ۳۸ اسماء الرجال، ۳۹ فضائل ومناقب، ۴۰ فوائد اصولیہ، ۴۱ طبعیات، ۴۲ ہندسہ وریاضی۔ فتاوٰی رضویہ کی کتاب الطھارۃ ۲۴۶ استفتاءات کے جوابات، **اقول اور قُلت** وغیرہ کے عنوان سے ۳۶۴۱ تحقیقات

وتدقیقاتِ مصنّف رحمہ اللہ تعالٰی، ۱۹۴۵معروضات وتطفلات اور ۳۰رسائل پر مشتمل ہے جن میں سے ایک رسالہ "باب العقائد والکلام "جو جلداول قدیم کے صفحہ ۷۳۵ تا۷۹۴ پر تھاکتاب الطہارۃ سے خارج کر دیاگیاہے جدید ایڈیشن میں اسے عقائد وکلام والی جلد میں شامل کیاجائے گا۔

فتاوی رضویہ جلد چہارم

پیش نظر جلد، جلدِاول قدیم کے صفحہ ۷۹۴ رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عندزید ماء" سے آخر یعنی صفحہ ۸۴۹ تک اور جلد دوم قدیم کے شروع سے صفحہ ۱۴۵ یعنی کتاب الطہارۃ کے آخر تک ہے۔یہ جلد ۱۳۲ سوالوں کے جوابات، اقول اور قلّت کے عنوان سے ۴۹۵ تحقیقی نِکات، ۱۴۵ تطفلات ومعروضات اور انتہائی نفیس ودقیق مباحث جلیلہ کے حامل مندرجہ ذیل پانچ عظیم الشان رسائل پر مشتمل ہے،

(۱) قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاءِ فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاءً۔

اس تیمّم کرنے والے کاحکم جس کو علم ہو کہ دوسرے کے پاس پانی ہے۔

(۲) اَلطِّلْبَۃُ الْبَدِیْعَۃُ فِیْ قَوْلِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ۔

امام صدرالشریعۃ صاحب شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث

(۳) مُجَلِّی الشَّمْعَۃِ لِجَامِعِ حَدَثٍ وَّلُمْعَۃٍ۔

جنابت وحدث دونوں کے جمع ہونے کی ۹۸ صورتوں کابیان۔

(۴) سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنَ بِطَھَارَۃِ الْکَلْبِ۔

کتّے کے نجس ہونے کابیان۔

(۵) اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رَوْسَرْ۔

جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کابیان۔

اس جلد میں متعدد ضمنی مسائل کے علاوہ پانچ مستقل ابواب پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے:

(۱) تیمّم (اس کی بحث جلد سوم کے صفحہ ۲۹۷ سے چلی آرہی ہے)

(۲) مسحِ خفین (موزوں پر مسح کابیان)

(۳) حیض (حائضہ عورت کے احکام کابیان)

(۴) اَنجاس (نجاستوں کابیان)

(۵) استنجاء (استنجاء کرنے کامشروع طریقہ)

فوائد جلیلہ

فتاوٰی رضویہ جلد اول قدیم کے حاشیہ پر اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف فقہی، کلامی، اخلاقی، اصلاحی، معاشرتی اور معاملاتی ابواب سے متعلق متعدد مستقل مسائل ذکر فرمائے جن میں سے بعض کی طرف کتاب کے اندر اشارہ موجود ہوتا ہے اور بعض بالکل مستقل حیثیت میں کتاب سے علاوہ فائدے کے طور پر مذکور ہیں جن کا ذکر فہرست میں ہے لیکن وہ کتاب کے اندر موجود نہیں بلکہ حاشیہ پر موجود ہیں۔ نئی طباعت میں چونکہ صرف متنِ کتاب یا اس سے متعلق حواشی ہی دیئے گئے ہیں حاشیہ پر موجود مستقل مسائل نہیں دیئے گئے لہٰذا ان کی علیحدہ کتابت کرواکے "فوائد جلیلہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں پیش نظر جلد کے آخر میں لگادیئے گئے ہیں جن کی ترتیب و تبویب کا فریضہ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر راقم نے سرانجام دیا ہے۔ ان فوائد کی مجموعی تعداد ۱۱۳۸ ہے۔ قارئین کی سہولت کیلئے ہر مسئلہ کے آخر میں پرانی جلد اول مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا صفحہ اور فائدہ نمبر بھی درج کردیا گیا ہے۔ ان فوائد جلیلہ کو نقل کرنے میں مولانا حافظ محمد سلیمان سعیدی اور مولانا محمد یونس نے بھرپور تعاون فرمایا۔

اس جلد میں شامل جلد اول (قدیم) کی عربی عبارات کا ترجمہ بھی محققِ جلیل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الادب دارالعلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہندوستان نے فرمایا جن کا مختصر تعارف جلد سوم کے پیش لفظ میں گزر چکا ہے، جبکہ جلد دوم (قدیم) کے ۱۴۵ صفحات کی عربی عبارات کے ترجمہ کے فرائض فاضل شہیر، سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور زید مجدہ، نے سرانجام دیئے ہیں۔ مولانا ہزاروی کا شمار سریع القلم اور کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے اب تک متعدد کتب کے تراجم و تلخیصات کے علاوہ بیسیوں مستقل تصانیف تحریر فرماچکے ہیں۔ اخبارات و رسائل میں آپ کے بہت سے تحقیقی مضامین شائع ہوچکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور ان کی سرپرستی میں فتاوٰی رضویہ شریفہ کو نافعِ عام بنانے کیلئے اس عظیم اشاعتی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین!

O حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۱ جمادی الاولٰی ۱۴۱۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۹۲ء

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

فہرست جلد چہارم

ابواب و مسائل

باب التیمم		تیمّم سے نماز پڑھتا تھا نماز میں سراب پر نظر پڑی تو کیا کرے۔	۳۴، ۶۷۱
تیمّم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا نماز ہو گئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لیے تیمّم ٹوٹے گا۔	۳۲، ۶۷۱	گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑنا واجب ہے۔	۳۵، ۶۷۲
سو۱۰۰ آدمی نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے اسی کی گئی اور اگر وہ امام ہو تو سب کی گئی۔	۶۷۱	تیمّم سے نماز نماز کامل ہے تیمّم طہارت کاملہ ہے۔	۳۵، ۶۷۲
نماز میں کافر کہے کہ پانی لے تو اس کا اعتبار نہیں پوری کرکے پانی مانگے دے دے تو پھیرے۔	۳۳، ۶۷۱	نماز میں پانی دیکھا اور پوری کر لی اگر دینے میں شک ہو تو مانگنا مستحب ہے اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔	۳۶، ۶۷۲
اگر کسی وجہ سے معلوم ہو کہ کافر تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	۳۳، ۶۷۱	اگر ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل سے کم ہے تو تلاش واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۳۶،۳۷، ۶۷۲
اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ براہِ تمسخر کہتا ہے تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔	۳۳، ۶۷۱	نماز میں دوسرے کے پاس پانی دیکھا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب ہے لیکن اگر نماز پوری کرکے مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمّم باقی ہے۔	۳۷، ۶۷۲
نماز میں معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔	۳۴، ۶۷۱		

ایک شخص نے چند آدمیوں کو پانی مشترکاً ہبہ کیا اور انہوں نے قبضہ کرلیا جب بھی تیمّم کسی کا نہ جائے گا۔	۳۹، ۶۷۲	جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے سے پوچھا اس نے نہ بتایا تیمّم سے پڑھ لی نماز ہوگئی۔	۶، ۷۳، ۷۳
اگر ان میں صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اسی کا تیمّم جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمّم نہ گیا۔	۴۰، ۶۷۲	بتانے والا موجود تھا اور اس نے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی۔	۷۴، ۶۷۴
تیمّم سے جماعت ہورہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا، بعد سلام امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۴۰، ۶۷۲	اس نے پوچھا اور اس نے سنا اور کچھ نہ بولا بعد نماز پانی بتایا نماز ہوگئی۔	۷۴، ۶۷۴
شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب، شک ہے تو مستحب، ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۴۲، ۶۷۳	گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمّم سے نماز پڑھ لی اتنے میں اس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دے دیا تو کیا حکم ہے۔	۶۷۴
آب طہارت سفر میں مبذول نہیں کہ اس کے دینے میں بہت تکلف ہوتا ہے۔	۵۸، ۶۷۳	گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اس نے انکار کردیا اس لیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے۔	۶۷۴
دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے	۵۹، ۶۷۳	پانی پر قدرت جس سے تیمّم ناجائز ہو پانچ طرح حاصل ہوتی ہے۔	۷۶
جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمّم نہ ہوسکتا ہو تیمّم کی حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔	۶۹، ۶۷۳	کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اس نے کہا خرچ ہوگیا پہلے مانگتے تو دے دیتا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پانی جس کے پاس ہے اس نے غلط حیلہ کردیا کہ خرچ ہوگیا تو اس کا کچھ اثر نہیں۔	۷۷، ۶۷۴
یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے گمان کچھ ہو۔ ہاں اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اس کے گمان پر مدار ہے۔	۷۲، ۶۷۳	پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اسی وقت کیلئے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اس کا اثر نہ ہوگا۔	۷۹، ۶۷۴

وقت وعدہ سے قدرت ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔	٨٠، ٦٧۴	مانگنے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ خلاف پر نہ ہو۔	١١٨، ٦٧٧
اول وقت ہے اور پانی ایک میل فاصلہ پر ہے اگرچہ وسط وقت میں وہاں تک پہنچ جانے کا گمان ہو تاخیر واجب نہیں صرف مستحب ہے۔	٨٢، ٦٧۴	اس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	١١٩، ٦٧٧
پانی پر قدرت کے معنی	٨۴، ٦٧۵	اُن قرینوں کا بیان جن کے سبب انکار ثابت نہیں ہوتا۔	١٢٠
آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ ١۴ صورتیں ہیں جن میں حکم ہے کہ وقتِ کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے۔	٩٨، ٦٧۵	پانی مانگنے پر سکوت کی چھ ٦ صورتیں اور ان کے احکام کی تفصیل تحقیق مصنف سے۔	١٢١
جنگل میں معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دور ہے یا کم، تیمّم کرکے نماز پڑھ لی، ہوگئی، اس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم کا ظن نہ ہو۔	١٠٧، ٦٧٦	پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد اور اسے وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز پھیرنا چاہیے۔	١٢٣، ٦٧٧
معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقتِ مستحب میں اس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمّم کرکے پڑھ لے پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہوگئی، ہاں اگر یہ ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمّم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دور ہونا ظاہر ہو۔	١٠٧، ٦٧٦	پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہرًا اب بھی اعادہ نماز چاہیے۔	١٢٣، ٦٧٧
یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دوں گا کچھ مؤثر نہیں۔ وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہو امطلقًا مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	١١۴، ٦٧٧	نماز کے بعد پانی دینے میں ضابطہ احکام۔	١٢۵
وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو تو کیا حکم ہے۔	١١۴، ٦٧٧	انکار کے بعد دینا مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے پہلے دے دے۔	٢۵ ٦٧٧،ا
دینے سے دلالۃً انکار کی صورتیں۔	١١٧، ٦٧٧	پانی دیا اور استعمال سے منع کردیا تو یہ منع کہاں تک مؤثر ہے اس کی صورتیں تحقیق مصنّف سے۔	١٢٦
اس نے مانگا اس نے پانی دوسرے کو دے دیا تو کیا حکم ہے۔	١١٨، ٦٧٧	پچیس ٢۵ صورتیں جن میں پانی ہوتے ہوئے تیمّم کا حکم ہے۔	١٢٧

اس کی تحقیق کہ پانی دینے کا ظن غالب ہو تو بے مانگے تیمّم سے پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں۔	۱۲۸	جنب کے صرف وضو کے قابل پانی تھا اس نے فقط تیمّم کیا اب حدث ہوا تو وضو کرے۔	۱۹۷، ۶۸۲
جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جاتا ہے موجود ہے اور بے پوچھے پڑھ لی تو کیا حکم ہے۔	۱۵۵، ۶۷۸	نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمّم کرے اس کے بعد حدث ہو تو دوسرا تیمّم کرے۔	۱۹۹، ۶۸۲
پانی مانگنے اور دینے نہ دینے کے مسائل میں ۱۹ قاعدے تحقیقاتِ مصنف سے۔	۶۷۸	نہانے میں کچھ بدن باقی رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا اب جتنا پانی پائے، اس جگہ پر بہالے کہ جنابت کم ہو جائے۔	۲۰۳، ۶۸۲
جنابت کے ساتھ حدث بھی ہے اور نہا نہیں سکتا وضو کرسکتا ہے تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمّم کافی ہے۔	۹۰، ۶۸۱	نہانے میں اعضائے وضو اور کچھ اور بدن باقی رہ گیا پھر اتنا پانی ملا کہ اُن میں ایک کو کافی ہے تو جس میں چاہے خرچ کرے اور وضو بہتر۔	۲۰۳، ۶۸۲
تنگیِ وقت کے لیے تیمّم کی تائید مزید۔	۱۹۰	جنب نے وضو کرلیا اور پانی نہ رہا تیمّم کیا اب جو پانی ملے تو اعضائے وضو دھونے کی اسے حاجت نہیں بقیہ بدن دھولے غسل اُتر جائے گا۔ جو اعضا پہلے دھولیے ان کی طہارت اسی معنی پر ہو چکی کہ دوبارہ اُن کے دھونے کی حاجت نہیں نہ یہ کہ ان سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے۔	۲۳۱، ۶۸۲
ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے۔	۱۹۱، ۶۸۱	جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا پھر حدث ہوا دونوں کیلئے ایک تیمّم کرے پانی اُن میں سے جس کیلئے کافی ملے گا تیمّم اس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے حق میں باقی رہے گا اور اگر ایک کو کافی ہے دونوں نہ ہوسکیں تو جنابت دھوئے اور مذہب راجح میں حدث کا تیمّم پھر کرلے۔	۲۵۸، ۶۸۲
ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ، جاتا ہے تو ایک ساتھ، اس میں ٹکڑے نہیں۔	۱۹۱، ۶۸۱	اسی صورت میں اگر جنابت نہ دھوئی بلکہ وضو کرلیا تو جنابت کا تیمّم بالاتفاق پھر کرنا ہوگا۔	۲۶۲، ۶۸۲
اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں تو صرف تیمّم کرے یوں ہی اکثر بدن زخمی ہے تو فقط تیمّم کرے۔	۱۹۱، ۶۸۱	جنابت کیلئے غسل و تیمّم سے پہلے جو حدث ہوگا وہ غسل یا تیمّم اسے بھی زائل کردے گا لیکن جنب نے اعضائے وضو دھولیے اس کے بعد حدث ہو تو بقیہ بدن دھونے سے اس کا غسل اُتر جائے گا یہ حدث نہ جائے گا اس کیلئے وضو یا تیمّم ضرور ہے۔	۲۶۶، ۶۸۳
وضو یا غسل میں اگر ناخن بھر جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تیمّم کرے اُتنا جسم دھونا کافی نہ ہوا مگر جب اتنا پانی ملے کہ اس ناخن بھر جگہ پر بہنے کو کافی ہو تیمّم ٹوٹ جائے گا اسی پر بہانے سے غسل اُتر جائے گا۔	۱۹۱، ۶۸۱	پانی اُتنی ہی جگہ کو پاک کرتا ہے جہاں گزرے اور مٹی چہرہ و دست پر گزر کر سارے بدن کو۔	۲۶۶، ۶۸۳

جنابت کیلئے تیمّم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔	۲۶۷، ۶۸۳	اس کی تحقیق کہ حدث وجنابت جمع ہونے کی دو قسمیں ہیں اور ان کے احکام کا بیان۔	۲۷۵
صورت مذکورہ میں اگر جنابت لوٹ آنے کے بعد پھر حدث ہوا اور قابلِ وضو پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا۔	۲۶۸،۶۸۳	حدث مندرج یعنی تابعِ جنابت کی بارہ ۱۲ صورتیں ہیں۔ حدث مستقل کہ تابعِ جنابت نہ ہو اس کی دس صورتیں ہیں۔	۲۷۶
اسی صورت میں اگر قابلِ وضو پانی نہ تھا اور جنابت کیلئے تیمّم کیا تو حدث بھی اُٹھ جائے گا مگر صرف اس وقت تک کہ وضو کے قابل پانی پائے۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مستقل ہونے کا ضابطہ کلیہ۔	۲۷۶
حدث تابع ومستقل کا بیان اور حدث مستقل کے احکام۔		حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اس کی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افاداتِ مصنّف سے۔	۲۷۷
حدث تابع کے احکام۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اس کی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افاداتِ مصنّف سے۔	۲۷۷
جنب نے تیمّم کیا پھر حدث ہوا اور اس کے لئے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کرکے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔	۲۶۸، ۶۸۴	حدث مستقل کی صوتیں اور ان کے احکام۔	۲۸۰
صورت مذکورہ میں عود جنابت کے بعد جتنے حدث ہوں گے ان کے لئے وہی تیمّم جنابت کافی ہے، ہاں اگر تیمّم یا وضو کے بعد پھر حدث ہو تو وضو لازم ہے۔	۲۷۰،۶۸۴	جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کیلئے تیمّم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمّم کافی نہ ہوگا۔	۲۸۰، ۶۸۵
جنب نے تیمّم سے نماز پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کرکے موزے پہنے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے ایک میل چلا گیا اور نماز کا وقت آیا وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کا تیمّم کرے، ہاں اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے اور اس میں موزے اتار کر پاؤں دھوئے کہ جنب کیلئے موزوں کا مسح نہیں۔	۲۷۰، ۶۸۴	محدث نے اگر صرف ایک ایک بار اعضاء دھونے کے لائق پانی پایا تیمّم نہیں کرسکتا اور تیمّم تھا اور اتنا پانی ملا ٹوٹ گیا۔	۲۸۴، ۶۸۵
اس کی تحقیق کہ حدث کبھی جنابت سے پہلے ہوتا ہے کبھی ساتھ، کبھی بعد اور اس کی صورتوں کا بیان۔	۲۷۴	حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمّم اُن میں سے جس کی نیت سے چاہے کرلے کافی ہے۔	۶۸۵

سفر میں ہے وضو کی حاجت ہے اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست اور پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے اس پر لازم ہے کہ نجاست دھوئے اور حدث کیلئے تیمّم کرلے۔	۳۰۹، ۶۸۵	حیض والی کے ہاتھ کی پکی روٹی اور اس کو اپنے ساتھ کھلانے کا حکم۔	۳۵۵
اللہ عزّوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کالحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمّم کرو دھیلے کا پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمّم کرلو۔	۳۱۷، ۶۸۵	عورت اگر نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوجائے تو اس کا حکم۔	۳۵۶
افضل یہ ہے کہ نجاست دھونے کے بعد تیمّم کرے اور پہلے کرچکا ہو تو دوبارہ کرلے۔	۳۱۷، ۶۸۵	بحالتِ حیض ونفاس صحبت کرنے کا کفارہ۔	۳۵۶
اگر جنابت کا بقیہ باقی ہے اور حدث بھی اور پانی ایک ہی کے قابل ملا تو لازم ہے کہ پہلے بقیہ جنابت دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمّم کرے اگر پہلے تیمّم کرلیا تو پانی اس دھونے میں خرچ ہوجانے کے بعد دوبارہ تیمّم لازم ہے۔	۳۱۸، ۶۸۶	دربارۂ کفارہ مذکور مختلف روایات اور اُن کے محامل کا بیان۔	۳۵۶
مسح خفین		دینار شرعی اور درم شرعی کی مقدار۔	۳۶۴
موزہ اتارنے سے موزہ کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث نہ ہوا اور موزہ خود ہی اُتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔	۶۸۵	حالتِ حیض میں ضرورت کو پورا کرنا کس طرح جائز ہے۔	۳۶۵
سُوتی موزوں پر مسح کا حکم۔	۳۴۵	بحالتِ جنابت جوابِ سلام کا طریقہ۔	۳۶۵
بُوٹ پر مسح کا حکم۔	۳۴۷	اخبار یا کتاب میں آیت قرآنِ کریم لکھی ہو تو اس کا چھونا بے وضو کیلئے جائز ہے یا نہیں؟	۳۶۶
حیض کا بیان		**معذور کا بیان**	
نماز میں حیض آجانے کا حکم۔	۳۴۹	بواسیر والے کے احکام	۳۷۱
عورت بحالتِ حیض مراقبہ کرسکتی ہے۔	۳۵۱	معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔	۳۷۴
دس [۱۰] دن سے کم حیض آنے کی صورت میں صحبت کب جائز ہوگی؟	۳۵۲	**نجاستوں کا بیان**	
عورت کے پیٹ یا ران وغیرہ اعضاء پر فراغت حاصل کرنے کا حکم۔	۳۵۳	ہاتھی دانت کا استعمال جائز ہے۔	۳۷۷

چوہا راب میں گر جائے تو اُس کا حکم اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے	۳۷۸	کُتا نجس العین نہیں، یہی راجح ہے اور اس کی وجوہ ترجیح، اول۔	۴۳۱
بحالتِ جنابت پسینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو ناپاک ہوں گے یا نہیں۔	۳۸۰	دوم، سوم، چہارم،	۴۳۷، ۴۸۳
رنگوں کے پاک ہونے کا بیان۔	۳۸۱	پنجم، ششم، ہفتم۔	۴۴۰، ۴۴۱
عموم بلوی نجاست متفق علیہا میں بلکہ موضع نص قطعی میں بھی باعث تخفیف ہوتا ہے۔	۳۸۱	کتّے کے نجس العین ہونے کے دلائل کی تضعیف بچند وجوہ۔	۴۴۴
ناپاک مصری کا پھینک دینا روانہیں اور اس کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۳۸۲	وجہ اول۔	۴۴۴
روسر کی شکر کا حکم۔	۳۸۲	وجہ دوم، سوم۔	۴۴۶
چھپکلی سرکہ میں گر گئی اور زندہ نکال لی گئی تو ایسے سرکہ کا کیا حکم ہے؟	۳۸۳	چہارم۔	۴۴۷
بہتی چیز ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۳۸۴	پنجم۔	۴۵۱
پُڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔	۳۸۹	التنبیہ علی الطیبی و مجمع البحار۔	۴۴۹
مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک؟	۳۹۰	قاعدہ کلیہ کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکمِ نجاست نہیں پاتی۔	۴۵۵
نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہو جاتی ہے یا نہیں۔	۳۹۲	کسی شے پر ابتنا کے دو معنی ہیں۔	۴۵۵
جُوتے پر اگر پیشاب پڑ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۳۹۵	اس رسالے کا نام سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب۔	۴۶۳
شُبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔	۳۹۶	داد یا پھنسی سے اگر کچھ لہو نکلے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۴۶۴
پکی ہوئی کھچڑی یا چاول یا چونے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے؟	۳۹۸	التنبیہ علی ردّالمحتار۔	۴۷۰
کُتّے کے نجس العین ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق۔	۳۹۹	ہر جانور کی ہڈّی کا حکم۔	۴۷۱
التنبیہُ علی البحر والدرر وغیرہما۔	۴۲۳	مسواک میں ہاتھی دانت ہڈی ہو تو اس کا حکم۔ رعایت خلاف بالاجماع معتبر ہے۔	۴۷۱، ۴۷۱
التنبیہ علی ردّالمحتار۔	۴۲۴	چھت پر گوبر سے لِھسائی کی گئی پھر وہ چھت ٹپکی اور پانی کپڑے وغیرہ کسی چیز کو لگا تو اس کا حکم۔	۴۷۱
التنبیہ علی ابی السعود۔	۴۲۷		

چینی جو ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے نہ معلوم وہ ہڈیاں کس جانور کی ہوتی ہیں اس کے حکم کی کامل تفصیل۔	۴۷۳	ظنِ غالب کی دو صورتیں۔ پہلی صورت۔	۴۹۳
مقدمہ اولٰی کہ بجز خنزیر ہر جانور کی ہڈیاں خواہ ماکول ومذبوح ہو یا غیر ماکول اور نامذبوح پاک ہیں۔	۴۷۵	شک، ظن، وہم کی تعریفیں اور ان پر ایرادات لطیفہ	۴۹۷
مقدمہ ثانیہ کہ شریعت میں طہارت وحلّت اصل ہیں کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حُرمت ونجاست عارضی ہیں کہ اپنے ثبوت میں محتاج دلیل خاص۔	۴۷۶	ہر ایک کی بے غبار تعریف رضوی۔	۴۹۷
دماء، فروج، مضار میں حرمت اصل ہے۔	۴۷۶	ظن غالب کی دوسری صورت۔	۴۹۸
ظنِ لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا۔ ۱۴/۳ سے زائد فقہ اس ضابطے پر مبنی ہے۔	۴۷۷	اس صورت کا حکم۔	۴۹۸
مقدمہ ثالثہ کہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن۔	۴۷۸	مجوس کا ذبیحہ حرام ہے دوسرے کھانوں میں حرج نہیں۔	۵۰۱
مقدمہ رابعہ کو بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط ومدار نہیں۔	۴۷۹	فائدہ جلیلہ کہ مکروہ تنزیہی نہ گناہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ۔ اس کا مرتکب اصلا عقاب کا مستحق نہیں۔	۵۰۵
مقدمہ خامسہ کہ حلت حرمت طہارت نجاست احکام دینی ہیں اور احکامِ دینی میں فرق کی خبر محض نامعتبر۔	۴۸۱	مقدمہ ثامنہ کہ کسی شے کی نوع یا صنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحُرمت کا تیقن اس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب ہوسکتا ہے جب معلوم ہو کہ یہ ملاقات بروجہ عموم وشمول ہے۔	۵۰۷
مقدمہ سادسہ کہ کسی شے کا محلِ احتیاط سے دور ہونا یا کسی قوم کا بے احتیاط ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے مطلقًا ناپاک یا حرام قرار پائے یا اُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں ناپاک یا حرام قرار پائیں۔	۴۸۳	مقدمہ تاسعہ کہ جب بازار میں حلال وحرام مطلقًا یا کسی جنس میں مختلط ہوں اور کوئی علامت فارقہ نہ ملے تو شریعت خریداری سے منع نہیں کرتی۔	۵۱۱
جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔	۴۸۶	مقدمہ عاشرہ کہ حق جل مجدہ، نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیزیں استعمال کریں جو نفس الامر میں طاہر وحلال ہوں کہ اس کا یقین ہماری قدرت سے باہر ہے۔	۵۱۲
کفار کے تیار کردہ کھانوں اور ان کی بنائی ہوئی مٹھائیوں کا حکم۔	۴۸۷	بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اسے مانع نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو۔	۵۱۴
کفار وفساق کے کپڑوں کا حکم۔	۴۹۰	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک حوض پر گزرنا اور ہمراہیوں سے حضرت عمرو بن عاص کا صاحبِ حوض سے دریافت کرنا کہ اس حوض پر درندے آتے ہیں یا نہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا صاحبِ حوض کو بتانے سے منع فرمادینے کا واقعہ اور منع کرنے کے وجوہ۔	۵۱۵
مقدمہ سابعہ کہ شدت بے احتیاطی باعثِ ظنِ غالب ہے اور ظنِ غالب شرعًا معتبر۔	۴۹۳		

واقعہ مذکورہ میں حوض صغیر تھا یا کبیر۔	۵۱۶	ٹنچر کا حکم۔(انگریزی دوا)	۵۴۲
ایک مجتہد کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید پر آمادہ کرے۔	۵۱۹	خاتمہ	۵۴۶
امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ہارون رشید کی گفتگو درباره مؤطا شریف۔	۵۱۹	جلب تیسیر قواعدِ مسلّمہ ہے۔	۵۴۷
مجتہد بلکہ عامی کو بھی ظنِ غیر کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے گا اُن امور میں جو مبتلی کی رائے پر مفوض ہوتے ہیں۔	۵۱۹	حدیث انکم فی زمان من ترك منکم عشر ما امربه الخ اخرجه الترمذی وغیرہ۔	۵۴۸
شریعت مطہرہ میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔مثلاً مسلمان نے دعوت کی الخ	۵۲۵	تنبیہ	۵۵۲
دو حدیث بابت مدارات خلق۔	۵۲۷	عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں۔	۵۵۳
ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے اور اتیان مستحب وترک غیر اولٰی پر مدارات ومراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔	۵۲۸	نصارٰی کے مذہب میں خُونِ حیض کے سوا کوئی چیز ناپاک نہیں۔	۵۵۴
وضع ضابطہ کلیہ دریں باب وتفرقہ درحکم عظام وشراب۔	۵۳۵	عیسائی کی چھوئی ہوئی چیز کا استعمال شرعًا مکروہ ہے۔	۵۵۴
واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے: اول شخصی، دوم نوعی پھر نوعی دو قسم ہے اول اجمالی، دوم کلی۔	۵۳۵	زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو پاک کرکے رکھو تو چاقو مار دوں گا۔اس کا حکم کیا ہے؟	۵۵۵
اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سنا جانا موجبِ تردّد وتشویش وباعثِ سوال وتفتیش ہو۔ دو قسم ہیں: اول مامنہ محذور۔دوم ماہو محذور۔	۵۳۵	شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے ناپاک۔	۵۵۶
خلاصہ ضابطہ مذکورہ۔	۵۳۶	اگر جسم پر نجاست لگ جائے اور وہاں وَرم ہو تو کیا حکم۔	۵۵۶
الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب۔	۵۳۷	لحاف،توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو پاک کس طرح ہوں گے۔	۵۵۶
خبر متواتر کے مخبرین مین جمہور کے نزدیک اسلام شرط نہیں۔	۵۳۷		

ناپاک سوت کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۵۵۶	غسل خانہ کا گھڑا زمین پر رکھ دینے سے ناپاک ہوگا یا نہیں۔اور جو شخص اپنے کو مولوی کہلوائے اُس کا حکم۔	۵۶۷
غسل خانے کے جو بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا پھر اُس گھڑے کو دھو کر اسعمال کرنا مکروہ ہے یا نہیں۔	۵۵۷	کھانے کے پاس کُتّا کھڑا تھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا لیکن کچھ نشانات ہیں الخ تو کیا حکم ہے؟	۵۶۸
ناپاکی دھونے کے بعد تہبند باندھ کر غسل کرے تو تہبند پاک رہے گا یا نہیں۔	۵۵۸	سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے جو پانی حوضوں میں جمع کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔	۵۶۸
جن حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتّے چاٹتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا نہیں۔	۵۵۸	کفار کی نفریں اور آفریں معتبر نہیں۔	۵۶۸
مٹی کے برتن ناپاک ہوجائیں تو اُن کے پاک کرنے کا طریقہ۔	۵۵۸	خاکروب اگر سقّے کی تر مشک چھوئے تو کیا حکم ہے؟	۵۶۹
کفار کا استعمال کیا ہوا ڈول چرمی دھو کر مسلمان استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔	۵۵۹	جس گھی میں کُتّا منہ ڈال دے اُس کا حکم۔	۵۶۹
بدن پاک کرنے میں کیا ضروری ہے۔	۵۶۰	بھنگی کی چھوئی چیز کا حکم۔	۵۶۹
اگر کپڑے پر بیلوں کے پیشاب کی چھینٹیں پڑی ہوں تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۵۶۳	ہاتھی کے پیئے ہوئے پانی کا حکم۔	۵۷۰
ناپاک گھی کو پاک کرنے کے تین طریقے۔	۵۶۳	منی مطلقًا ناپاک ہے مگر انبیاء کرام کی تخلیق جس نطفے سے ہوئی وہ اور خود انبیائے کرام کی منی بلکہ تمام فضلات پاک ہیں۔	۵۷۰
انگلی پر نجاست لگ جائے تو چاٹ کر پاک ہوجائے گی یا نہیں۔	۵۶۵	بیلوں کے پیشاب کی چھینٹوں کا حکم۔	۵۷۰
ہنود کے یہاں کی اشیائے تر وخشک کا حکم شرعی۔	۵۶۵	نیا کپڑا بغیر دھوئے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔	۵۷۲
ناپاک زمین دھوپ سے پاک ہوجائے پھر گیلا پیر رکھنے سے پیر ناپاک ہوگا یا نہیں۔	۵۶۶	دیسی اور ولایتی صابون کا حکم۔	۵۷۲
جس زمین پر بچے پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اُس پر راب گر گئی پھر اس کی شکر بنائی گئی وہ پاک ہے یا ناپاک۔	۵۶۷	باب الاستنجاء	
چوہے کی مینگنی یا اُپلے کی کرسی کھانے میں نکل آئے تو کیا حکم ہے؟	۵۶۷	وضو کے بچے ہوئے پانی سے بڑا یا چھوٹا استنجاء کرنے کا حکم۔	۵۷۵
		بقیہ وضو کا پینا ستّر مرض سے شفاء ہے۔	۵۷۵

ایسے شخص کی نماز وامامت کاحکم جوبوجہ عذر بائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرسکے۔	۵۷۶	حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آٹھ جواب جس میں وارد کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔	۵۸۹
بعد پیشاب در بارہ استنجاء نبوی عادت اور صحابہ کرام کی عادت کا بیان۔	۵۷۸	اول جواب یہ کہ منسوخ ہے۔اس پر علامہ عسقلانی وعلامہ عینی کا تعقب اور تعقب کاجواب رضوی۔	۵۹۰
ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا کرنا افضل ہے۔	۵۷۹	جواب دوم	۵۹۱
استنجا کن کن چیزوں سے خشک کرنا چاہیے، اور کن کن سے خشک نہ کیا جائے۔	۵۷۹	جواب سوم بیان کردہ امام منذری اور اس کی اصلاح رضوی۔	۵۹۱
کتاب منیۃ المصلّی کی ایک عبارت کا حل۔	۵۸۰	علامہ ابہری کاجواب چہارم اور اس کی اصلاح رضوی۔	۵۹۲
لفظ مخرج کے معنی لغوی واصطلاحی کا بیان۔	۵۸۱	جواب پنجم کی ایضاح پر قدح رضوی۔	۵۹۴
مہلک بیاباں کو مفازہ کہنے کی وجہ۔	۵۸۱	جواب ششم پر رضوی ناپسندیدگی۔	۵۹۴
انگوٹھی پر اگر قرآن یا اسمائے معظمین لکھے ہوں تو اُس کو اتار کر بیت الخلا جانا افضل ہے۔	۵۸۱	جواب ہفتم پر اعتراض رضوی پھر اس کی اصلاح	۵۹۵
بعد پیشاب صرف پانی سے استنجا کرے تو پاجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور اس کی امامت کیسی ہے۔	۵۸۳	جواب ہشتم	۵۹۶
ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت کا سبب۔	۵۸۴	مذکورہ بالا چار احادیث کو حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بہ طریق ترجیح رضوی۔	۵۹۶
قوم جن اور اُن کے جانوروں کی خوراک کا بیان۔	۵۸۴	ایک لوٹے پانی سے استنجا اور وضو درست ہے یا نہیں۔	۵۹۷
کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم اور یہ کہ اس میں چار حرج ہیں۔	۵۸۵	دیوبندی عقائد کی کتابیں ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں اور فقہائے کرام کا یہ تحریر کرنا کہ "یجوز الاستنجاء بأوراق المنطق" درست نہیں۔	۵۹۸
ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد دوبارہ بغیر غسل آلہ جماع کرنا مکروہ ہے۔	۵۸۵	بعد پیشاب بحالت کلوخ سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے۔	۵۹۸
اُس اشکال کادفع رضوی جو صاحب فتح الباری اور صاحب عمدۃ القاری کو حدیث صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں پیش آیا۔	۵۸۷	مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۵۹۹
چار احادیثِ صحیحہ اس بارہ میں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع، بے ادبی، خلاف سنت ہے۔	۵۸۷	اور بعد فراغت مبرز کو کاغذ سے پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۵۹۹
		کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو۔	۵۹۹

حروف ہجا قرآن ہیں، حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے تھے۔	۶۰۰	خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک ہوا کہ قطرہ اُترا یا بعد خطبہ آلہ تناسل کو چھوا تو تری معلوم نہ ہوئی اور نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے۔	۶۰۵
پیشاب کے بعد کلوخ لیا اور پانی سے پاک کرنا بھول گیا اور نماز ادا کرلی یا نماز میں یاد آیا تو نماز ہوگئی یا نہیں۔	۶۰۰	حدیث میں وارد کہ شیطان دھوکا دینے کو تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہ ہوتا ہے۔	۶۰۵
پیشاب کرکے اسی جلسہ میں صرف پانی سے استنجا کرنا درست ہے یانہیں یا کلوخ لینا شرط ہے۔	۶۰۰	جب لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہوجاتا ہے تو اس کا باندھنا واجب ہے۔	۶۰۶
استبراواجب ہے اور اس کی تعریف۔	۶۰۱	پختہ اینٹ سے استنجا منع ومکروہ ہے جس ڈھیلے سے چھوٹا استنجا کیا، بعد خشکی دوبارہ اس سے استنجا کرسکتے ہیں۔	۶۰۷
مسجد کے پیشاب خانوں کا رخ اگر بسوئے مشرق یا مغرب ہو اور اہل محلّہ باوجود ممانعت علماء بدلنے کی کوشش نہ کریں تو اُن کا کیا حکم ہے نیز اس شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں جو ان میں پیشاب وغیرہ کرتا ہو۔	۶۰۱	ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔	۶۰۷
جو شخص استنجاء خشک کرتا ہو اگر اس کو کوئی شخص سلام کرے تو وہ جواب دے یا نہیں۔	۶۰۱	بروقت پیشاب یا پاخانہ رُو بشمال کرنا کیسا ہے۔	۶۰۷
صحن مسجد کے بارے میں ایک سوال کا جواب۔	۶۰۲	یہاں سے بیت المقدس اور بغداد شریف کی سمت ابھی شمال ہے۔	۶۰۷
جاذب یعنی بلاٹنگ سے استنجاء کرنے کا حکم۔	۶۰۳	چھوٹی حمائل شریف ٹین کے ڈبے میں رکھ کر پھر کپڑے میں سی کر بچوں کے گلے میں ڈالنے کا حکم۔	۶۰۸
بڑا یا چھوٹا استنجاء محض پانی سے کرنے والے کا حکم۔	۶۰۴	قرآن چھوٹی تقطیع پر لکھنا، حمائل بنانا شرعًا مکروہ وناپسند ہے۔	۶۱۰
پاخانہ میں تھوکنے کا حکم۔	۶۰۴		

فہرست ضمنی مسائل

باب الوضو		باب الغسل	
مسح کہ وضو میں ہے اس سے مراد تری پہنچانا ہے کسی طرح ہو اگرچہ مینہ پڑنے یا غوطہ لگانے سے۔	۲۳۷، ۶۲۲	چونا کتھا اگر دانتوں پر جم جائے تو بغیر چھڑائے غسل ہوگا یا نہیں۔	۳۲۳
وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا خلاف سنت ہے۔	۲۳۷، ۶۲۲	ہر انزال میں پیشاب کے بعد نہانا چاہیے۔	۱۹۶، ۶۳۴
آنکھ سے پانی نکلنا ناقضِ وضو ہے یا نہیں۔	۳۲۱	بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہالیا اب بقیہ نکلا دوبارہ نہانا ہوگا اگرچہ بے شہوت نکلے۔	۱۹۶، ۶۳۴
فصل فی النواقض		ہر منی کہ شہوت سے نکلے اُس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔	۲۳۴، ۶۳۴
کئی حدث ہوئے وضو کیا وہ سب سے ہے نہ فقط اول سے۔	۲۹۹	اگر حیض واحتلام وجماع وانزال سب جمع ہوں تو سب کو ایک ہی غسل کافی ہے۔	۲۵۲، ۶۳۴
حدث اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	۲۳۵	غسل میں نیت کیا ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟	۳۲۳
اس کی تحقیق کہ ہر موجب غسل موجب وضو ہے۔	۲۳۶	پردے کی جگہ برہنہ غسل کرنے کا حکم۔	۳۲۳
تحقیق المصنف ان الحدث المتجزی علی قسمین شامل ومقتصر۔ (مصنف کی تحقیق کہ حدث متجزی دو۲ قسم پر ہے (۱) شامل، (۲) مقتصر)	۲۶۵		

بغیر دفق وشہوت احتلام کا حکم۔	۳۲۴	کنویں کے احکام۔	۳۳۹
زانی کے ذبیحہ کا حکم۔	۳۲۴	ناپاک پانی سے وضو یا غسل کیا، تو معلوم ہونے پر کب تک نمازیں دُہرائی جائیں۔	۳۴۰
اگر کافر اسلام لائے تو غسل کا حکم دیا جائے گا۔	۳۲۵	آب کنواں دَہ در دَہ کب ہوگا۔	۳۴۲
غسل خانہ میں ننگے نہانے کا حکم۔	۳۲۶	کتا اگر کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟	۳۴۲
پانی کا بیان		**مسائل نماز**	
کافر کے جُوٹھے پانی کا حکم۔	۳۲۷	تیمّم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۳۲، ۷۰۵
دَہ در دہ حوض کا حکم جبکہ پانی دہ در دہ نہ ہو۔	۳۲۸	ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	۳۲، ۷۰۵
دَہ در دہ حوض میں عمق، طول و عرض کتنا لازم ہے، اور اس کا حکم جاری کا ہے یا نہیں۔	۳۲۸	صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد تھی اور وقت میں گنجائش اور اس سے خلاف حکم وقت کی پڑھی تو اس وقتیہ کو صحیح کہیں گے یا کیا۔	۱۳۱
مینہ کے پانی کا حکم۔	۳۳۱	محل اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دو پڑھ کر چلا گیا اور مقتدیوں کو اُس کا حال نہ معلوم ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر اُن کی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہوں، ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا تو ان کی بھی ہو گئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرلے۔	۷۰۵
حرام پیسے سے بنوائے گئے حوض کے پانی کا حکم۔	۳۳۳	التحقیق ان العلم المذکور بحال الامام شرط الحکم بصحة الاقتداء لا شرط نفس الاقتدا۔	۱۴۵ (حاشیہ)
مستعمل پانی کے بارے میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب محقق۔	۳۳۵	**جنائز**	
آبِ وضو کے قطرے کپڑے پر گرنے یا مسجد میں گرانے کا حکم۔	۳۳۶	جنب یا حائضہ جس پر نہانا لازم تھا اُسی حالت میں مرجائے تو ایک ہی غسل میّت سب کو ادا کردے گا۔	۲۵۲
حُقّہ کے پانی کا حکم۔	۳۳۷	**مسائل طلاق**	
کنویں کا بیان		کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے کہا میں نے طلاق دی طلاق ہو گئی اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہو گی۔	۱۱۹، ۷۱۲

عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اس نے پھر کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم آواز سے کہا تو ہو گئی۔	۱۱۹، ۱۲ے	**مسائل دعوی**	
تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی در کنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔	۱۲ے	حاکم نے مدعٰی علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا، یہ بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔	۱۱۸، ۱۹ے
مسائل قسم		اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے۔	۱۱۸، ۱۹ے
قسم کھائی فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس نے مانگی، اس نے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔	۱۱۴، ۱۳ے	**مسائل ہبہ**	
قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی اس نے وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں۔	۱۱۵، ۱۳ے	عورت سے کہا تو نے مہر بخشا، اس نے کہا بخشا بخشا، گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں، کہا ہو جاؤ ہو جاؤ، قرینہ سے معلوم ہو گا کہ اس کا یہ کہنا واقعی ہے یا طنز سے، طنز سے ہے تو نہ بخشا گیا۔	۱۱۹، ۱۹ے
قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پانچ کو دے سکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔	۲۰۰، ۱۳ے	مسائل اجارہ	
قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا، پھر پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا حانث ہو جائے گا۔	۲۲۹، ۳۷ے	کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں۔	۲۸ے
مسائل بیع		قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اُجرت جائز نہیں اور اس کے جواز کا حیلہ۔	۲۱ے
بائع نے بیع میں شرط کر لی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اس مدت تک مبیع اسی کی ملک رہے گی مشتری کو تصرف جائز نہ ہو گا یہ شرط انتہا درجہ تین دن کے لیے جائز ہے زیادہ کیلئے حرام ومفسد بیع۔	۱۲۶، ۱۷ے	**مسائل حظر واباحت**	
کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے کے آزاد کر دے، اس نے کر دیا یہ بیع تو ہوئی مگر اسے نہ ایجاب وقبول درکار نہ بیع کے شرائط۔	۲۵۷، ۱۷ے (حاشیہ)	مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے کو ذلت میں ڈالے۔	۴۷، ۲۸ے

اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔	۴۸، ۷۲۸	فقہائے کرام احکام میں اکثر نادر صورتوں کا لحاظ نہیں فرماتے۔	۱۹۶
پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۲۰۰، ۷۲۸	الشروح مقدمة علی الفتاوٰی۔	۲۰۷
مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۲۰۲، ۷۲۸	ذکرا کثر المتون المعتمدة فی المذھب۔	۲۰۸
فوائد فقہیہ		المنیة لیست من المتون بل عدادھا فی الفتاوٰی۔	۲۰۸
دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو معتبر نہیں۔	۱۲۱	لیس التنویر من تلك المتون۔	۲۰۸
متجانسان لایختلف مقصودھما اذا اجتمعا تداخلا۔	۲۵۶	الاشباہ والنظائر لیست من المتون بل مرتبتھا فی الفتاوٰی او فی الشروح۔	۲۰۸
لایفرد التابع بحکم۔	۲۵۷	الھدایة مع انھا شرح معدودة فی المتون۔	۲۰۸
بسقوط المتبوع یسقط التابع	۲۵۷	ذکر کثیر من الشروح المعتمدة۔	۲۰۹
اذا بطل شیئ بطل مافی ضمنه۔	۲۵۷	ذکر بعض مالایعتمد۔	۲۰۹
تراعی شروط المتضمن بالکسر دون المتضمن۔	۲۵۷	ذکر کثیر من الفتاوٰی المعتمدة۔	۲۰۹
رسم الفتی		ذکر بعض مالایعتمد۔	۲۱۰
کثیرا مایشیرون بالمثال الی المراد۔	۳۳	ذکر المعروضات۔	۲۱۰
ربما یقال باطل بمعنی سیبطل۔	۳۹	ذکر ماقالوا انه لایعتمد۔	۲۱۰
کون روایة ظاھرة لایقضی بکون خلافھا نادرة۔	۵۳	قد یطلق لفظ الشیخین علی الصاحبین۔	۲۱۰
عادة محمد الاستشھاد علی خلافیة بخلافیة ایضاحا۔	۹۴	افادات علما میں تکرار مسائل معیوب نہیں۔	۲۵۱، ۷۳۶
المفاھیم توخذ من قیود تذکر فی الحکم لافی التعلیل الااذادل الدلیل۔	۱۴۸	کل نقل ذیله فی الھندیة بقوله کذا فھو نقل عنه بلفظه وماذیله بقوله ھکذا فنقل عنه بالمعنی۔	۳۰۷

الامام الحلبی صاحب الحلیۃ لیس من ارباب الترجیح۔	۳۱۶	**فوائد اصولیہ**	
عقائد		صیغۃ الاخبار آکد من الامر۔	۳۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔	۴۷، ۴۳۸	صیغۃ الاخبار وانکان ظاھرھا الوجوب ربما تاتی للندب۔	۵۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی جان ومال کے مالک ہیں۔	۴۷، ۴۳۸	الاحتمال اذا لم یکن عن دلیل لم یعارض الظاھر۔	۷۰
اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذاللہ سوال نہیں بلکہ یقینا ایسا ہے جیسے مولٰی اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ لے کر غلام اور اس کی کمائی سب مِلک مولٰی ہے۔	۴۸، ۴۳۸	جب تک دلیل قطعی بآسانی ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں	۱۳۲، ۴۴۴
مسائل کلامیہ		قد تکون مع بمعنی بعد۔	۲۲۷
احتمال بلادلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم۔	۷۰	یجوز اجتماع علل شرعیۃ علی معلول	۲۲۹
رَدِّ بدمذہباں		اختصاص شیئ بشیئ علی وجھین۔	۲۴۹
غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ چھوڑ کر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں دلیل قطعی چھوڑ کر ظنی کی طرف جاتے ہیں اور یہ حرام ہے۔	۱۳۲	القبلیۃ لاتقتضی وجود مدخولھا	۲۹۲ (حاشیہ)
فوائد حدیثیہ		التخییر لاینافی الوجوب۔	۲۹۴
ذکر بعض الصّحاح من کتب الحدیث ومالایعد منھا۔	۲۱۰	الاسائۃ دون کراھۃ التحریم وفوق کراھۃ التنزیہ۔	۳۱۴
ذکر السنن۔	۲۱۰	قد یطلق الاولٰی علی الواجب بل علی الفرض۔	۳۱۴
ذکر بعض تصانیف ائمتنا فی الحدیث وانھا لیست بدون السنن بل فوق بعضھا۔	۲۱۰	لاغرو فی اطلاق الاساءۃ علی ترک الواجب۔	۳۱۵
ذکر المسانید۔	۲۱۱	قد یطلق الوجوب بمعنی التأکد بل مجرد الثبوت۔	۳۱۶

مجمل فہرست رسائل

رسالہ ۱: قوانین العلماء فی متیمم عند زید ماء تیمّم کرنے والا نماز میں یا اس سے پہلے یا بعد دوسرے کے پانی پر مطلع ہو اس کی تفاصیل احکام میں بے **نظیر تحقیقات مصنّف** علماء کے قانون کا ذکر پھر مصنّف کا اس کیلئے قانون وضع کرنا۔	۳۱	بحث متی العبرة بظنه المنع اوالعطاء والکلام مع البدائع والحلیة۔	۷۵
اظہارِ حکم کے لئے بارہ ۱۲ مسائل کی تمہید بے ندید والکلام مع النھر والشامی والفتح وغیرھم۔	۳۲	**بحث** حصول القدرة علی الماء بالوعد وفیه خمس تنبیھات و**تحقیق** احکام لم توجد فی الکتب۔	۷۷
بحث ھل یجب الطلب اذا علمه قبل الصلاة والکلام مع الغنیة والمبسوط وفیه مقامان۔	۴۲	**اشکال للمصنّف** علی مسألة الوعد۔	۸۲
المقام ۱: کلمات العلماء ھھنا علی ثلثة مسالك **والکلام** مع النھایة والبحر والشامی والمبسوط وکثیرین والمفصلین والموجبین والحلیة وصدر الشریعة۔	۵۰	بحث مسألة رجاء الماء اُخر الوقت والکلام مع الامام العینی بخمسة عشر وجھا ومع الامام ملك العلماء والائمة الجلة البخاری والکاکی والاکمل والکمال۔	۸۹
المقام ۲: ھل الشك ملحق بطن العطاء والمنع والکلام مع الجوھرة بخمسة وجوہ مع صدر الشریعة۔	۶۲	**تقسیم** المصنّف الوعد الی الابائی والرجائی وتحقیق الحکم فیه۔	۱۱۴

منع دلالۃ میں مصنف کی تحقیق اور وہ تفصیل کہ کتابوں میں نہ ملے گی۔	۱۱۷	مدعا پر نصوص۔	۲۱۳
بحث هل وجوب الطلب بمعنی الاشتراط لحصة التیمم وتحقیق المصنّف فیه والکلام مع السادات الازهری و ط و ش۔	۱۲۸	کلام الامام صدر الشریعة واعتراضات النظار علیه۔	۲۱۶
		تاویلات العلماء لکلام صدر الشریعۃ ثنتا عشرۃ افادۃ من المصنف لتحقیق المقام والکلام مع البرجندی باربعۃ وجوہ ومع الفاضل قرہ باغی بثمانیۃ وجوہ والاعتراض علی غایۃ الحواشی بسبعۃ وجوہ والرد علی اللکنوی بخمسۃ وعشرین وجہا۔	۲۳۱
قانون الامام صدر الشریعة والکلام علیه بثلثة وجوہ ومع اخی چلپی والرد علی اللکنوی۔	۱۳۳	انظار شریفة للمصنّف	۲۵۲
قانون البحر الرائق والکلام علیه باحد عشر وجها۔	۱۴۸	کشف شبہات بالغۃ بانظار بازغۃ۔	۲۵۸
قانون العلامة الحلبی والکلام علیه بتسعة وجوہ۔	۱۶۶	تحقیق المصنّف فی من اجنب فتیمّم فاحدث فتوضأ فمر بنھر ولم یغتسل انہ اذا وجد وضوء یتوضوء یتیمم للجنابۃ والکلام مع الخانیۃ۔	۲۶۷
القانون الرضوی ۴۲۶ قسموں کو دس [10] میں جمع کردینا اور انیس [19] قاعدوں کا بیان۔	۱۷۱	تاویل المصنّف کلام صدر الشریعۃ۔	۲۷۱
۱۳۸ قسموں کا بیان اور ان کے احکام کا احاطہ اور بے شمار قسموں کا اشارہ اور ان کے احکام کا احاطہ۔	۱۸۵	شرح المصنف کلام صدر الشریعة۔	۲۷۲
رسالہ ۲: الطلبة البدیعة فی قول صدر الشریعة۔ شروع باب التیمم شرح عقائد میں امام صدر الشریعۃ کی عبارت کہ اس روز سے آج تک معرکۃ الآرا رہی اُس کی نفیس **تحقیق افادات خاصہ مصنّف** سے۔	۱۸۹	**رسالہ ۳:** مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ جنابت وحدث دونوں جمع ہونے کی ۹۸ صورتیں اور اُن کے احکام میں جلیل تحقیقیں	۲۸۳
مصنّف کا اس مدعا پر سات دلیلیں قائم کرنا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کرسکے وضو کرسکتا ہو تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمّم کرے والکلام مع البدائع والحلبی والشامی وملك العلماء والکافی و الزیلعی والفتح والحلیة والبحر والشرنبلالی وچلپی و الطحطاوی والرد علی الکنکوهی۔	۱۹۱		

مسئلہ کی تین تقسیمیں **والکلام** مع شرح الطحاوی و الخلاصة والکافی والهندیة وشرح الوقایة۔	۲۸۴	بحث اجتماع النجاسة الحقیقة والحکمیة والماء یکفی لاحدهما والکلام مع السراج الوهاج والحلیة وکثیرین۔	۳۰۹
نقل عباراتِ علماء۔	۲۸۹	ترجیح قول محمد فیما اذا اجتمع الحدثان الاکبر والاصغر والماء کاف لاحدهما۔	۳۱۷
توضیحات مصنّف۔	۲۹۲	حاصل التحقیق* والحمد للرب الرحیم الرفیق* والصلوٰة والسلام علی هادی الطریق* واٰله وصحبه اولی التوفیق* والحمد لله ربّ العٰلمین۔	۳۱۷
فہرست احکام۔	۲۹۷	**رسالہ ۴:** سلب الثلب عن القائلین بطهارة الکلب۔ کتّے کے طاہر العین یا نجس العین ہونے کی مفصل بحث۔	۳۹۹
مصنف کا **ضابطہ کلیہ**۔	۳۰۰	**رسالہ ۵:** الاحلی من السکر الطلبة سکرر و سر۔ جانوروں کی ہڈیوں سے حاصل شدہ چینی کا حکم اور اس کی کامل بحث۔	۴۷۳
ذکر اختلافات واضطرابات **والکلام** مع شرح الطحاوی والشامی والغنیة۔	۳۰۱		

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ

قوانین العلماء فی متیمم عـــہ علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ

عُلماء کے قوانین اس تیمّم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہُوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی ارسل من بحر نداہ* ماء ھداہ* مع مصطفاہ* فاعطانا بلا سؤال* وطھرنا بہ من دنس	تمام تعریف خدا کیلئے جس نے اپنے بحرِ سخا سے، آبِ ہدٰی، اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

عـــہ: **اقول:** جو تیمّم سے ہو اور جو تیمّم کرنا چاہتا ہو متیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا رأی نہ کہا کما قالوا کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کما قالوا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲منہ غفرلہ۔ (م)

الضلال* صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم *وبارك وشرف ومجدوكرم *علی التوالی والتواتر والاتصال* الی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال* وعلٰی اٰله وصحبه خیر صحب واٰل*	پاک کیا۔خدائے برتر ان پر درود وسلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت،بزرگی وکرامت بخشے۔پے بہ پے لگاتار اور پیہم،ابدوں کے ابد تک،ازلوں کے ازل سے۔اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔(ت)

تیمّم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ت) اُس کیلئے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اوّلاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علماء اور مالہا وماعلیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہُوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیه التکلان (اور خدا ہی کیلئے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ت)

مسئلہ ۱: اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہو نا کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہو گئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرة الا بالعلم حتی لووضع فی رحله ماء ونسیه وصلی تمت وان تذکر بعدھا لم یعد کماتقدم مفصلا فی نمرة۔	اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پوری ہو گئی۔اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔(ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذاوجد الماء بعد الفراغ من الصلاة لاتلزمه الاعادة ولووجد فی خلال الصلاة فسدت وکذا (۲) لووجد بعد التشھد قبل السلام وان (۳) وجد بعد	تیمّم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہو گئی۔اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔اگر ایک سلام

ماسلم تسلیمة واحدة لم تفسد[1]۔	پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہُوئی۔(ت)

مسئلہ ۲: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمّم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمناً نمبر ۱۶۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثناء نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا[۲] اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو، ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔ خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا قال له نصرانی خذ الماء فانه یمضی علی صلاته ولایقطع لان کلامه قد یکون علی وجه الاستهزاء فلایقطع بالشك فاذافرغ من الصلاة سأله ان اعطاه اعاد الصلاة والافلا[2]۔	تیمّم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لئے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔(ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات وفتاوٰی رزین سے ہے **اقول:** علمائے[۳] کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفاء فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی[۴] یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمّم باقی ہے **وذلك لظهور القدرة علی الماء ظنا مع عدم مایعارضه** (وہ اس لئے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہو گئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ت) اور اگر کوئی[۵] فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرة بقول مثله من المستهزئین اللئام۔	اس لئے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔(ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہو گئی اور تیمّم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خان، فصل فیما به التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰

مسئلہ ۳: اگر اس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا اقول: اگرچہ تذکّر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمّم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے۔ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا۔ تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبہ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے:

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلایقطع بالشك وان غلب علی ظنہانہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء [1]۔	تیمّم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لئے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے:

غیرانہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا و انمادل علی القطع فیہ بالمفھوم۔	مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا [2]۔	اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی (۲) بالتیمم اذا رأی سرابًا ان کان	تیمّم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

[1] شرح الوقایہ فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

[2] فتاوٰی بزازیہ مع عالمگیری، فصل الخامس فی التیمم، مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۶

اکبر رأیہ انہ ماء یباح لہ ان ینصرف وان استوی الظنان لایحل لہ قطع الصلاۃ واذافرغ من الصلاۃ ان ظہر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ والافلا[1]۔	میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کیلئے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔(ت)

تنبیہ۔اقول: ظاہراً عبارات بحالت ظن غالب عطاوجوب قطع ہے،

لان (۲) صیغۃ الاخبار اکد من صیغۃ الامر ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبہۃ قویۃ فی بقائہ فلایحل المضی علیہ حتی یظہر بطلانہا ولان الصلاۃ بالتیمم (۳) کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا (۴) صح اقتداء المتوضیئ بالمتیمم بل جاز بلاکراھۃ وان کان العکس افضل فہذا القطع لیس ؏ للاکمال بل للابطال و	اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لئے کہ صیغہ خبر صیغہ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لئے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہو گئی کہ اس کا تیمّم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمّم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہ ضرور پیدا ہو گیا تو اس تیمّم پر برقرار رہنا حلال نہ ہو گا جب تک کہ اس شبہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لئے کہ ہمارے نزدیک تیمّم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لئے یہ درست بلکہ بلاکراہت جائز ہے کہ وضو والا

؏ فان قلت الیس قدقالواندب لراجی الماء تأخیر الصلاۃ الی اٰخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطہارتین اقول الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لاللزیادۃ بعد الکمال قال فی البنایۃ علی قول	اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے **اقول:** (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کیلئے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کیلئے نہیں ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

لیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لولم یجب لم یجزلقولہ تعالٰی ولاتبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم۔	تیمّم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تواس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کیلئے نہیں بلکہ باطل کرنے کیلئے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لئے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: "اور تم اپنے عملوں کا باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۴: یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہکہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں **اقول:** بحال ظن عطا تو وجوب میں شبہ نہیں کہ اسی کیلئے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو۲ حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل لکھ کر فرمایا:

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولوشرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیران علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ[1]۔	یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمّم سے نماز شروع کردی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔(ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے **غیرانہ لم یذکر ظن المنع**[2] (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ت) اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الھدایۃ باکمل الطھارتین وھو الوضو وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طھارۃ کاملۃ ولکن الوضؤ اکمل منھا[3] اھ منہ غفرلہ (م)	ہدایہ کی عبارت "باکمل الطھارتین" (دونوں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتارہا ہے کہ تیمّم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ۔ ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳
[2] فتاوٰی ہندیہ آخر فصل اول مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹
[3] البنایہ فی شرح الھدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۶

پُوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایاکہ مانگنا واجب ہے یا مستحب اقول مگر مسئلہ (۱) ظن قرب آب میں تصریح ہے کہ اگر قُرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

الا یغلب علی ظنه قربه لایجب بل یندب ان رجاوالالا [1]۔	اگر قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔(ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے: **اذاشك یستحب له الطلب** [2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ت)

اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذالم یغلب علی ظنه قربه لایجب بل یستحب اذاکان علی طمع من وجود الماء [3]۔	قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔(ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں اِن شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحال شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲: ۵: صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبہ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبہ ظن سے نہ تیمّم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمّم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ **اقول:** یہ حکم خود انہیں عبارات مذکورہ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو بحر میں ہے:

اذاکان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذااتمہاسأله ولم یعطه تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطأ کذافی شرح الوقایة	جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئی اس لئے کہ ظاہر ہوگیا

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[2] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/۲۸

[3] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

فعلم منه ان مافی فتح القدیر من بطلانها بمجرد غلبة ظن الاعطاء لیس بظاهر الا ان قاضیخان فی فتاواه ذکر البطلان فی هذه الصورة بمجرد الظن عن محمد[1]۔	کہ اس کا گمان غلط تھا۔ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبہ ظن عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے۔(ت)

اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے:

قال لاتبطل کماجزم به الزیلعی وغیره فما فی الفتح فیه نظر نعم فی الخانیة عن محمد انها تبطل بمجرد الظن فمع غلبته اولی وعلیه یحمل مافی الفتح[2]اھ **اقول:**(۱)عبارة الخانیة المسافراذاشرع فی الصلاة بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته فاذاسلم فسأله ان منع جازت صلاته وان اعطاه بطلت وعن محمد رحمه الله تعالٰی اذارأی فی الصلاة مع غیره ماء وفی غالب ظنه انه یعطیه بطلت صلاته[3] اھ فلیس فیها عن محمد بطلانها	انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبہ ظن سے بدرجہ اولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔(ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمّم سے نماز شروع کردے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیرلے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "جب اندرون نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی"۔اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

[2] ردالمحتار باب التیمم، مطبع مصطفی البابی مصر،۱/۸۵

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

بمجرد الظن بالمعنی الذی ارادالنهر بل قدقید صریحاً بغلبة الظن ولولم یقید لکان هوالمراد اذالظن الضعیف ملتحق بالشك کماصرحوا به فکیف تبطل بالشك صلاة صح الشروع فیها بیقین وکأنه لم یراجع الخانیة واعتمد قول اخیه ذکر البطلان بمجرد الظن فحمله علی تجرید الظن عن الغلبة ولیس کذلك وانما مراده بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظهر تحقیق ظنه اوخیبته۔

ثمّ اقول: ماروی عن محمد رحمه الله تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت(۱) بمعنی ستبطل کماهو معروف فی کلماتهم فی غیرمامقام وقد بیناه فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء الثانی ان المعنی ان حکم نفس هذه الصورة هوالبطلان حتی لولم یزد علی هذا ومضی علی صلاته ولم یسأل بعدهاحکم ببطلانهاسواء اعطاه صاحب الماء بدون سؤال اولاوعبارة الفتح هکذا جماعة (۲)من المتیممین وهب لهم صاحب الماء فقبضوه لاینتقض تیمم احد منهم لانه لایصیب کلامنهم مایکفیه علی قولهما وعلی قول ابی حنیفة رضی الله

اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلان نماز کا ذکر نہیں جو صاحبِ النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبہ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبہ ظن ہی مراد ہوتا اس لئے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہو جائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحب بحر) کی عبارت "ذکر البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہو۔ یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی وکامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔ (ت)

ثم اقول: امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت آئی ہے اس میں دو۲ تاویلیں ہو سکتی ہیں: اول یہ کہ "باطل ہوئی" کا معنٰی یہ ہے کہ ابھی باطل ہو جائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم ومعروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہو گئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمّم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کردیا جس پر وہ قابض

تعالٰی عنھم لاتصح ھذہ الھبۃ للشیوع ولو(۱) عین الواھب واحدا منھم یبطل تیممہ دونھم حتی لوکان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا(۲) لوکان غیرامام الا انہ لمافرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء واعلم انھم فرعوا الوصلی بتیمم فطلع علیہ رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ بطلت قبل السؤال وان غلب ان لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی ثم یسألہ فان اعطاہ ولو بیعا بثمن المثل ونحوہ اعاد والافھی تامۃ وکذالواعطاہ بعد المنع الا انہ یتوضّأ ھنالصلاۃ اخری وعلی ھذافاطلاق فسادالصلاۃ فی صورۃ سؤال الامام امان یکون محمولا علی حالۃ الاشکال اوان عدم الفساد عند غلبۃ ظن عدم الاعطاء مقید بمااذالم یظھر لہ بعدُ اعطاؤہ[1] اھ

وانت تعلم ان(۳)ھذہ العبارۃ بعیدۃ عن ذینك التاویلین امّاالاول فظاھرواما الثانی فلان مفاد ماحکاہ عندہ ان عند ظن العطاء اوالمنع لاتوقف علی السؤال بل صحت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشك والاشکال ولذا فھم

بھی ہوگئے تو ان میں سے کسی کا تیمّم نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں،اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کردیا تو اس کا تیمّم باطل ہوجائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہوگئی۔اسی طرح اگر غیر امام ہو۔مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمّم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دے گا تو نماز پُوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اِس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقًا کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہُوا ہو اھ، ناظر کو

[1] فتح القدیر، باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

المخالفة بينه وبين فرع سؤال الامام حيث حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا اعطاه وهو باطلاقه يشمل ماذاكان الامام ظن فی صلاته عطاء اومنعا اوشك فتوقفت الصحة فی ظن المنع ايضا علی مايتبين من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع بصورة الشك فيصح التوقف علی السؤال اويقال ان فی ظن المنع ايضا يزول حكم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا مافهمه ورامه رحمه الله تعالٰی وهو غيرمنسوج علی منوال ماروی عن الامام الربانی رحمه الله تعالٰی كيف وقد نسبه الی المشايخ انهم هم الذين فرعوه(۱) وانت تعلم ان ماحكاه عين مافی الخلاصة سوی ان فيهاان علم انه يعطيه يقطع الصلاة ووقع بدله فی الفتح بطلت قبل السؤال وليس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا فی ظن المنع حتی لاتعادو ان اعطی ولا تخصيص احالة الحكم علی مايتبين بعد السؤال*بصورة الاشكال*بل هو عام يشمل جميع الاشكال*كما يتجلی فی كل ذلك حقيقة الحال*بعون المولی ذی الجلال*والظاهر (۲) والله تعالٰی اعلم انه رحمه الله تعالٰی اعتمد	معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں تاویلوں سے بعید ہے۔پہلی تاویل کا بعد توظاہر ہے دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دینے یانہ دینے کا ظن ہونے کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلاالکہ حکم یہ ہے کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو باطل ہوگئی مانگے یا نہ مانگے۔صرف شک واشکال کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا پانی دے دے۔اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف رہی اور اسی لئے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہوجانے سے صحتِ نماز کا حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہوجاتا ہے۔یہ وہ ہے جو صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے سمجھا اور مراد لیا۔ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل شدہ روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرمارہے ہیں کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔یہ بھی معلوم ہے

ھھنا علی مافی صدرہ ولم یراجع کلماتھم ولذاردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر(ا) ھو المنصوص علیہ فی کتب المذھب کماسیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔	کہ صاحبِ فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے"اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑدے"۔اس کے بدلہ فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی،نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقًا صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادہ نماز نہ ہو،نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حقیقتِ حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ظاہر یہ ہے اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے کہ صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلمات علماء کی مراجعت نہ فرمائی اسی لئے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالانکہ شق اول کی تو کوئی گنجایش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔(ت)

مسئلہ[۲] ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایت تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ مطالعہ کتب ونظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۴ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمّم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلاسوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلہ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق وتوفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دو[۲] مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم)لعدم المنع غالبا(ولوتیمم قبل الطلب اجزأہ عندابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ)لانہ لایلزمہ الطلب من ملك الغیروقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ[1]۔	اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمّم اس سے طلب کرے کیونکہ عمومًا اس سے انکار نہیں ہوتا۔اور اگر بغیر مانگے تیمّم کرلیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہوجائے گا۔اس لئے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔اور صاحبین نے فرمایا تیمّم نہ ہوگا اس لئے کہ پانی عمومًا خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔(ت)

[1] ہدایہ مع الفتح، باب التیمم، مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

عنایہ وبنایہ میں ہے:

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وشرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کماذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الاعلی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وماشرع التیمم الالدفع الحرج[1]۔	ایضاح، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے۔اور مبسوط میں فرمایا: اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلّت کاکام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمّم کی مشروعیت دفع حرج ہی کیلئے ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

القدرۃ علی الماء بملکہ اوبملك بدلہ اذاکان یباع اوبالاباحۃ امامع ملك الرفیق فلا لان الملك حاجز فثبت العجز[2]۔	پانی پر قدرت یُوں ہوتی ہے کہ خود اس کامالک ہو یافروخت ہورہا ہو تو اس کے بدل کامالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لئے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہوگیا۔(ت)

اس میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

عن الجصاص لاخلاف بینھم فمراد ابی حنیفۃ اذاغلب علی ظنہ منعہ ومرادھما اذاظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لافی غیرہ عندہ[3]۔	جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کاہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لئے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں۔(ت)

[1] العنایہ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[2] فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[3] فتح القدیر، باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی وذخیرہ اخی چلپی میں ہے:

لم یذکر فی عامة النسخ قول ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی هذا الموضع بل قیل لایجوز التیمم قبل الطلب اذاکان غالب ظنه ان یعطیه مطلقامن غیرذکرالخلاف بین علمائناالثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم الافی الایضاح [1] اه هذا نقل الذخیرة ولم یذکر فی البنایة قوله الا فی الایضاح وذکر مکانه الاعلی قول الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذلة وفیه ضرر [2]۔	اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمّم جائز نہیں جبکہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقاً مذکور ہے۔ مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں اس کی جگہ یہ ہے: مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔(ت)

نیز عینی میں ہے:

ذکر الزوزنی وغیره لوتیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة فی روایة الحسن عنه [3]۔	زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمّم کرلیا توامام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمّم ہوجائے گا۔(ت)

بحر میں ہے:

اعلم ان ظاهر الروایة عن اصحابنا الثلثة وجوب السؤال من الرفیق کمایفیده مافی المبسوط قال واذا کان مع رفیقه ماء فعلیه ان یسأله الا علی قول الحسن بن زیاد فانه کان یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وماشرع التیمم الالدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطهارة مبذول	معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جبکہ تیمّم کی مشروعیت دفع حرج

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۸۰
[2] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

عادة بين الناس وليس فى سؤال مايحتاج اليه مذلة فقد سأل رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بعض حوائجه من غيره اھ فاندفع بهذا ماوقع فى الهداية وشرح الاقطع من الخلاف بين ابى حنيفة وصاحبيه فعنده لايلزمه الطلب وعندهما يلزمه واندفع مافى غاية البيان من ان قول الحسن حسن وفى الذخيرة نقلا عن الجصّاص انه لاخلاف بين ابى حنيفة وصاحبيه فمراده فيما اذاغلب على ظنه منعه اياه ومرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع وفى المجتبى الغالب عدم الظنة بالماء حتى لوكان فى موضع تجرى الظنة عليه لايجب الطلب منه [1] اھ۔	ہی کیلئے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلّت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں۔اھ اس سے وہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصّاص سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبٰی میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ۔(ت)

غنیہ میں ہے:

اذاتيمم وصلى ولم يسأل فعلى قول ابى حنيفة رضى الله تعالٰى عنه صلاته صحيحة فى الوجوه كلها (اى سواء ظن منحا اومنعا اوشك) وقالا لا يجزئه والوجه هو التفصيل كما قال ابونصر الصفار انه انما يجب السؤال فى غيرموضع عزة الماء فانه	جب تیمّم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز نہ ہوگی۔اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

حینئذ یتحقق ماقالاہ من انه مبذول والا فکونه مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاھر المنع علی مایشھد به کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب الطلب ولاتصح الصلاۃ بدونه فیما اذاظن الاعطاء لظھور دلیلھما دون مااذا ظن عدمه لکونه فی موضع عزۃ الماء[1] اھ۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیادیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیادیا جانا) کھلے طور پر قابلِ رد و منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والاہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جبکہ نہ دینے کا گمان ہو اس لئے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

اقول: الصفار(۱) لم یحدث قولا خلاف اقوالھم بل ھو کالشرح لھا کما فعل الامام الجصاص فلولاحظ ھذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمة المذھب جمیعا بالتوزیع والتلفیق قال اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء اوظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعة فی قوله لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال مایحتاج الیه ممنوع[2] اھ۔

اقول: صفار نے اقوالِ ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحبِ غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو انہیں توزیع و تلفیق کرکے ائمہ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں: "لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لئے کہ مانگنے میں ایک ذلّت ضرور ہے اور یہ بات ہمیں تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں" اھ (ت)

اقول: فاذن(۲) یؤل الامر الی ترجیح قول الامام مطلقاویذھب اختیار قولھماعندظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقاوقدثبت فی

اقول: تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقًا ترجیح ہے اور ظن عطا کی صورت میں صاحبین کا قول مختار نہ رہ جائے گا اس لئے کہ ذلّت مطلقًا پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص۶۹
[2] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص۶۹

الحدیث عــہ۱ نھی (۱) المؤمن عن ان یذل نفسه الا ان یقال انما یذل عــہ۲ بالسؤال حیث یعز لانه اذن شیئ مضنون به فالمسئول منه ان منع فھذا ذل ظاھر وان دفع من وتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لایعز فیه فانھم یتباذلون به فیه ولایتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن ھذاقال فیه لظھور دلیلھما قال واستدلاله بانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قدسأل بعض حوائجه من غیرہ مستدرك لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان بالمؤمنین (۲) اولی من انفسھم فلایقاس غیرہ علیه لانه اذاسال افترض علی المسؤل البذل ولا کذلك غیرہ [1] اھ۔	حدیث میں بھی اس بات سے ممانعت آئی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لئے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل وانکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے۔ بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کمیاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار ومنع متوقع نہ ہوگا اور دے دینے میں احسان جتلانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لئے صاحبِ غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے۔ مزید لکھتے ہیں: "اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عــہ۱ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من اعطی الذلة من نفسه طائعا غیرمکرہ فلیس منا [2] ۱۲منه غفرله (م)	امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلّت بخوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عــہ۲ ظھرلی ھذا ثم رأیت العلامة الشرنبلالی اشار الی ھذا الفرق کمایاتی اٰنفا فی عبارات القول الثالث ۱۲منه غفرله (م)	یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرماچکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی ۸/۱۰ ۲۴ الترغیب والترھیب بحوالہ طبرانی ۱۷۹/۴

اقول: لیس (۱) کمثله صلی الله تعالٰی علیه وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنها الغیرۃ فهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم اغیر خلق الله والله تعالٰی اغیر منه ومحال من نفس کریمة غیراء ان تتعرض لشیئ ما یعد ذلا فثبت ان من سؤال الحاجة مالیس بذل والالما وقع منه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولادخل (۲) فی هذا لافتراض البذل وعدمه وقد یفترض (۳) فی حق غیرہ صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایضا کاطعام (۴) ذی مخمصة فهذا قد ینتفع به لمافی المبسوط۔

وانا اقول: انما (۵) الجواب فی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اولی بالمؤمنین من انفسهم علی منزع اٰخر دقیق وهو ان (۶) املاکهم املاکه اذهم انفسهم املاکه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولااحتمال لذل فی سؤال المولی بعض عبیدہ مافی یدہ فانه وما

اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں قابل استدراک ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی اور کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

اقول: کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرت مند ہیں اور خدائے برتر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اور کسی بھی باعزّت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلّت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلّت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا ــــ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں فرض تو کبھی غیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے، جیسے بُھوک کی شدّت والے کو کھانا دینا اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور **میں کہتا ہوں** (اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی مِلک ہیں اس لئے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مِلک ہیں اور اس میں کسی ذلّت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لئے کہ خود غلام اور جو کچھ

فی یدہ ملك مولاہ فلیس من السؤال فی شیئ بل استخدام فبھذا یتجه مرامه ویتضح کلامه ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبه صاحب الھدایة وصاحب الایضاح الی ابی حنیفة کماتقدم واماشمس الائمة فی المبسوط فانه نسبه الی الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وربمایوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفة فی غیرظاھرالروایة واخذھوبه فاعتمد فی المبسوط ظاھرالروایة واعتبرصاحب الھدایة والایضاح روایة الحسن لکونھا انسب بمذھب ابی حنیفة فی عدم اعتبار القدرة بالغیروفی اعتبار العجز للحال واللہ سبحنه تعالٰی اعلم [1] اھ۔	اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے۔اس بیان سے صاحبِ غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہو جاتی ہے۔پھر لکھتے ہیں: "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ایضاح نے امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہی یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلّت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے تطبیق یُوں دی جاسکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابو حنیفہ سے غیر ظاہر الروایہ میں روایت کیا اور خود حسن نے اسی کو لیا۔تو مبسوط میں ظاہر الروایہ پر اعتماد کیا اور صاحبِ ہدایہ وصاحبِ ایضاح نے روایت حسن کا اعتبار کیا اس لئے کہ وہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کا اعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو عجز ہے اسی کا اعتبار ہے۔اور خدائے پاک ہی خُوب جاننے والا ہے اھ (ت)

اقول: ولی(۱) فیه کلام سیاتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار جاز(ای التیمم قبل الطلب)عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر عــه محمدا وانماذکران قیاس قوله	اختیار میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمّم) جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں۔امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عــه ای صاحب الاختیار (یعنی صاحبِ اختیار نے ۱۲۔ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص۶۹

ان غلب علی ظنه انه یعطیه لایجوز والا یجوز[1] اھ

اقول: ھکذاجری القیل والقال* ولاحاجة الی استکثار الاقوال* بل نأتی علی المقامین لفصل المقال* بتوفیق ربنا المھیمن المتعال*

المقام الاول: تظافرت ھھنا کلمات العلماء علی ثلثة مسالک:

اولھا: لایجب الطلب مطلقاوانه قول سیدنا الامام خلافالصاحبیه اوقول الطرفین خلافا للثانی رضی الله تعالٰی عنھم۔

ودخل فی قولی مطلقامن صرح بالاطلاق کمافی جامع الرموزعن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کماقال ابوحنیفة خلافا لابی یوسف[2] اھ۔

ویقرب منه قول الاختیار حیث اطلق الجوازعند الامام وقابله بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھا عبارة الجوھرة الاٰتیة ومن

قول کے قیاس کا اقتضا یہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اھ (ت)

اقول: اسی طرح قیل وقال جاری ہے۔اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے برتر نگہبان پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کیلئے اُن دو ۲ مقاموں پر آتے ہیں:

مقامِ اوّل: یہاں کلماتِ علماء تین مسالک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں: **مسلک اوّل:** مطلقًا مانگنا واجب نہیں۔اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین۔یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

میرے "مطلقًا" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلاقید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں۔اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالہ سے ہے کہ رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمّم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابویوسف"۔اھ اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے

[1] الاختیار لتعلیل المختار، باب التیمم، دارفراس للنشر والتوزیع بیروت ۲۲/۱

[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۷۵/۱

ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون ففی الوقایۃ قبل طلبہ جاز خلافالھما [1] اھ وفی النقایۃ یصح قبل الطلب [2] اھ ومرعن الھدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عندا بیحنیفۃ [3]، وفی بدائع ملك العلماء لوکان مع رفیقہ ماء ولم یعلم بہ لایجب الطلب عندنا وان علم بہ ولکن لاثمن لہ فکذلك عندا بی حنیفۃ وقال ابویوسف علیہ السؤال وجہ قولہ ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق والقدرۃ موھومۃ لان الماء من اعزالاشیاء فی السفر [4] اھ وفی الخانیۃ لورأی مع رفیقہ ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز [5] اھ وفی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقہ ماء فانہ یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عندابی حنیفۃ وقال ابویوسف واجب [6] اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عندابی حنیفۃ و

بلاقید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔وقایہ میں ہے:"مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین اھ"۔نقایہ میں ہے:"قبل طلب صحیح ہے"اھ۔اور ہدایہ کی عبارت گزر چکی:"مانگنے سے پہلے تیمّم کیاتوامام ابوحنیفہ کے نزدیک ہوگیا"۔ بدائع ملک العلماء میں ہے:"اگراس کے رفیق سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم نہ ہواتو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر اسے علم ہوا لیکن اس کا دام نہیں رکھتا تو بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہی ہے اور امام ابویوسف کا قول ہے کہ اس پر مانگنا ہے۔ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز متحقق ہے اور قدرت موہوم ہے اس لئے کہ سفر میں پانی سب سے کم یاب شَے ہے اھ۔ خانیہ میں ہے:"اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا پھر مانگنے سے پہلے تیمّم کیااور نماز پڑھ لی تو جائز ہے"اھ خلاصہ میں ہے:"اصل(مبسوط)میں ہے:اگررفیق سفر کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔تجرید میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابویوسف کا

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] نقایہ مختصر الوقایہ کتاب الطہارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۶
[3] الہدایۃ مع العینی کتاب الطہارۃ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[4] بدائع الصنائع کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۸
[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[6] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

محمد خلافا لابی یوسف رحمھم اللہ تعالٰی [1] اھ وفی ملتقی الابحران تیمم قبل الطلب اجزأہ [2] اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبہ من رفیق لہ ماء خلافالھما [3] اھ قال ش وبقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایۃ وابن الکمال اھ وقال العلامۃ الوزیرفی الایضاح ھذا علی وفق مافی الھدایۃ والایضاح والتقریب وغیرھا(ای کشرح الاقطع کماتقدم عن العنایۃ والبنایۃ والبحرقال) وفی التجرید ذکر محمدا مع ابی حنیفۃ [4] اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المارفی عبارۃ العنایۃ والبحر ثم اعقبہ بکلام البدائع المار۔	قول ہے کہ واجب ہے"اھ تجرید کا حوالہ دیتے ہُوئے بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: "رفیق سے مانگنا امام ابوحنیفہ وامام محمد کے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام ابویوسف۔ رحمہم اللہ تعالٰی اھ۔ ملتقی الابحر میں ہے: "اگر مانگنے سے پہلے تیمّم کرلیا تو ہوگیا"اھ۔ اصلاح میں ہے: "اپنے کسی رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمّم کرلینا صحیح ہے بخلاف صاحبین"اھ۔علّامہ شامی لکھتے ہیں: "امام صاحب ہی کے قول پر مجمع، ملتقی، وقایہ اور ابن الکمال کا جزم ہے"اھ علامہ وزیر ایضاح میں رقمطراز ہیں: "یہ اس کے مطابق ہے جو ہدایہ، ایضاح، تقریب اور ان کے علاوہ (یعنی جیسے شرح اقطع جیسا کہ عنایہ، بنایہ اور بحر کے حوالوں سے گزرا) میں ہے۔اور تجرید میں امام محمد کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے"اھ پھر امام جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے پھر مبسوط کا کلام جو عنایہ وبحر کی عبارتوں میں گزرا اس کے بعد بدائع کی عبارت لکھی ہے جو ابھی گزری۔(ت)
اقول: (۱) وبھذہ النصوص ظھر مافی قول النھایۃ لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح وکذلک یقال للعلامۃ البحر ھٰؤلاء المتون والعمائد البدایۃ و الوقایۃ والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب و	**اقول:** ان ہی نصوص سے نہایہ کے اس قول کی خامی ظاہر ہوگئی کہ "صرف ایضاح میں اختلاف کا ذکر آیا ہے۔اسی طرح علامہ بحر سے بھی عرض کیا جائے گا کہ یہ متون وعمائد بدایہ، وقایہ، اصلاح، مجمع، تجرید، ایضاح، تقریب،

---
[1] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[2] ملتقی الابحر باب التیمم مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱/۳۲
[3] اصلاح ایضاح
[4] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

شرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختیار والجوھرۃ کلھم ناصون بالخلاف بین الامام وصاحبیه والامام الاجل ابوبکر الجصاص یوفق بین قول الامام وصاحبیه وقال فی البرھان شرح مواھب الرحمٰن الاظھر قولھما ثم ذکر توفیق الجصاص وایدہ بقوله ولھذا لم یحك الکافی خلافا[1] اھ نقله العلامة الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام کیف یرد قولھم جمیعا بمجرد ان فی المبسوط لم ینسب الخلاف الا الی الحسن الیس المثبتون وھم عصبة مقدمین علی ناف واحد الیس ان ظاھر (۱) الروایة ربما (۲) تتعدد فی مسألة واحدۃ وقولی ھذا اولی من توفیق الغنیة المار فی عبارتھا ان ھؤلاء اعتبروا الروایة النادرۃ لکونھا انسب بمذھب الامام فاعتبارھا لھذا شیئ وجعلھا قول الامام ونصب الخلاف بینه وبین صاحبیه فی المذھب شیئ اٰخروان(۳) اقرہ فی ردالمحتار ومنحة الخالق واللّٰه سبحٰنه الموفق۔

وثانیھا: یجب مطلقا وانه ظاھر الروایة عن ائمتنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنھم وذلك مامر عن المبسوط

شرح اقطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کررہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قولِ صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ اسی لئے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی اھ، اسے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں نقل کیا۔ ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کردیا جائے گا کہ "مبسوط نے محض حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے" کیا اثبات کرنے والے جبکہ وہ طاقتور بھی ہیں ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں؟ کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر الروایۃ متعدد بھی ہوتی ہے۔ میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لئے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے"۔ اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے۔ اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے۔ اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھا ہے، اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (ت)

مسلک دوم: مانگنا مطلقًا واجب ہے اور یہ کہ یہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایۃ ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالہ سے

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۱/ ۳۲

واعتمده تبعا لشيخه في التنوير فقال قبل طلبه لاتيمم على الظاهر اه قال في المدراي ظاهر الرواية عن اصحابنا لانه مبذول عادة وعليه الفتوٰی [1] اھ۔	گزرا۔اور تنویر میں اپنے شیخ کا اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا تو یہ لکھا کہ "اس سے مانگنے سے پہلے ظاہر کی بنیاد پر تیمّم نہیں کرے گا" اھ۔ در مختار میں فرمایا: "ظاہر سے مراد ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ،اس لئے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے" اھ (ت)
اقول: ولم ارهذه اللفظة لغيره ولاعزاه محشوه لاحد وفي التبيين لوعلم به خارج الصلاة وصلى بالتيمم قبل الطلب لايجزئه [2] اه ثم ذكر رواية الحسن ثم توفيق الجصاص، و في جواهر الاخلاطي مع رفيقه ماء وشرع في الصلاة قبل الطلب لايجوز وقيل يجوز على قياس قول الامام خلافا للقاضي [3] اھ۔	**اقول:** یہ لفظ میں نے کسی اور کے یہاں نہ دیکھا،اور نہ ہی در مختار کے محشّٰی حضرات نے اس پر کسی کا حوالہ دیا۔ تبیین میں ہے: اگر خارج نماز اسے اس کا علم ہوگیا پھر بھی مانگنے سے پہلے تیمّم سے نماز پڑھ لی تو یہ اس کیلئے کفایت نہیں کرسکتا" اھ۔ پھر انہوں نے حسن کی روایت اور جصاص کی تطبیق ذکر کی۔ جواہر الاخلاطی میں ہے: "اس کے رفیق کے پاس پانی ہے اور مانگنے سے پہلے نماز شروع کردی تو جائز نہیں اور کہا گیا کہ قول امام کے قیاس پر جائز ہے۔بخلاف قاضی کے۔اھ (ت)
اقول: وهنا عبارات اُخر ليست صرائح كما تقدم عن الخلاصة عن الاصل انه يسأل فان (۱) الصيغة وان كان ظاهرها الوجوب كثيرا ماتأتى للندب كمالايخفى على من خدم كلماتهم ويقرب منه قول القدوري ان كان مع رفيقه ماء طلب منه قبل ان يتيمم فان منعه منه تيمم [4] اه والسراجية	**اقول:** یہاں کچھ اور عبارتیں بھی ہیں جو صریح نہیں جیسے خلاصہ سے بحوالہ اصل گزرا کہ "وہ مانگے گا" اس لئے کہ صیغہ خبر اگرچہ وجوب میں ظاہر ہے لیکن ندب واستحباب کے لئے بھی کثرت سے آتا ہے جیسا کہ کلمات علماء کے خدمت گزاروں پر مخفی نہیں۔اس سے قریب یہ عبارتیں بھی ہیں (۱) اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو تیمّم کرنے سے پہلے اس سے

---

[1] در مختار، باب التیمم، مطبع دہلی، ۴۴/۱

[2] تبیین الحقائق باب التیمم مطبع الازہریہ مصر ۴۴/۱

[3] جواہر الاخلاطی فصل فی التیمم (قلمی نسخہ) ۱۳/۱

[4] قدوری باب التیمم مطبع کانپور ص ۱۲

اذاوجد مع رفیقه ماء فانه یسأله فان لم یعطه تیمم وصلی[1] اھ، والکنز یطلبه من رفیقه فان منعه تیمم[2] اھ کیف وقد قال مثله فی الملتقی واعتمد مذھب الامام وھذا نصه ان کان مع رفیقه ماء طلبه وان منعه تیمم وان تیمم قبل الطلب اجزأه[3] اھ۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمّم کرے" اھ قدوری۔(۲) "اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمّم کرے اور نماز پڑھے" اھ سراجیہ۔(۳) "اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمّم کرے" اھ کنزالدقائق۔ یہ صیغہ ہاں وجوب کیلئے کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے، ان کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے، اگر نہ دے تو تیمّم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمّم کرلیا تو بھی ہوگیا"۔ اھ (ت)

تنبیه: قولی ھھنا یجب مطلقا المراد به انھم ذکروھا مرسلة ولم یقیدوھا بمایاتی فی القول الثالث اذ ھذا ھو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشریعة علی صریح التعمیم کماسیاتی فی ذکر قانونه مع تضعیفه ان شاء الله تعالٰی ویقرب منه مامر عن الغنیة من حمل کل من قولی الامام وصاحبیه علی التعمیم حتی تأتی له التلفیق وقد تقدم انه لیس بتحقیق۔

تنبیہ: میرے "مطلقًا واجب" کہنے سے مراد یہ ہے کہ علما نے اسے مرسل ذکر کیا ہے اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے۔ اس لئے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ ہاں امام صدر الشریعۃ نے اسے صریح تعمیم پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قانون کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔ اور اس سے قریب وہ بھی ہے جو غنیہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کیلئے تلفیق کی گنجائش نکل آئی وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں۔ (ت)

وثالثھا: ادارة الامر علی ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم یجز

مسلک سوم: معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

[1] فتاوٰی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲
[2] کنزالدقائق مع التبیین باب التیمم المطبعۃ الازہریہ بولاق مصر ۱/۴۴
[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم داراحیاء التراث العربی ۱/۴۴

التیمم قبله تقدم فیه نص النهایة وستأتی نصوص البحر المحیط والمنیة والخزانة والبرجندی وفی الخانیة وخزانة المفتین رأی مع رفیقه ماء ان کان غالب ظنه انه یطیه لایجوزله ان یتیمم بل یسأله[1] اھ وفی الکافی مع رفیقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم یجز التیمم وان کان عنده انه لایعطیه تیمم وان شك وتیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ وفی الهندیه بعد نقله وهکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ، وفی البرجندی نقل عن القاضی الامام ابی زید رحمه الله تعالٰی انه یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیه لافی موضع یعز[4] اھ، وفی المنیة وشرح مسکین للکنز وعن ابی نصر الصفار رحمه الله تعالٰی اذاکان فی موضع یعز فیه الماء فالافضل ان یسأل من رفیقه وان لم یسأل اجزأه فان کان فی موضع لایعز الماء فیه لایجزئه قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیة کمافی عمرانات[6]۔ واعتمده الشرنبلالی فی متنه وشرحه فقال یجب طلبه ممن هو معه

اور اس سے پہلے تیمّم جائز نہیں۔اس بارے میں نہایہ کی عبارت گزرچکی اور بحر محیط،منیہ،خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔خانیہ اور خزانۃالمفتین میں ہے: "اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمّم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے" اھ اور کافی میں ہے اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دے گا تو تیمّم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دے گا تو تیمّم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو اعادہ کرے" اھ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے" اھ۔برجندی میں قاضی امام ابوزید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ "مانگنا ایسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کمیاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کمیاب ہو" اھ۔منیہ اور شرح مسکین للکنز میں ہے کہ ابو نصر صفار سے ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا:

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹
[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹
[4] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[5] شرح مسکین للکنز علٰی حاشیۃ فتح المعین فصل فی التیمم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷
[6] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ۵۰

لانه مبذول عادة فلاذل فی طلبه انکان فی محل لاتشح به النفوس[1]اھ ومنها العبارات التی قدمنا فی المسألة الثالثة والرابعة عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیة والخلاصة والبزازیة وصدر الشریعة والبحر والهندیة تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیة مفهوما من الامر بقطع الصلاۃ عندظن الاعطاء فانه یوجب الوجوب اذ لولاہ عــه لماحل القطع ویقابلها اطلاق نص الخانیة وخزانة المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته[2]اھ

"جیسے آبادیوں میں" اھ۔اور شرنبلالی نے اپنے متن وشرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لئے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملہ میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا"۔اھ ان ہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو پہلے ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعۃ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہومًا بیان کیں کہ ظنِّ عطاکے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لئے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ان عبارتوں کے مقابلہ میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے: "تیمّم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے" اھ (ت)

اقول: وقدعلمت انهم یرمون عن قوس واحدة وهو وجوب الطلب فی مظنة الاعطاء لا غیرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء هل هو مبذول عادة فی السفر کالحضر اولا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لاقال لاومن فصل فصل فلم یبق فی الوصول

اقول: معلوم ہوچکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلا رہے ہیں۔وہ یہ ظنِ عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہُوا کہ کیا پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً لیا دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ جنہوں نے کہا ہاں، وہ مطلقًا وجوب کے قائل ہوئے۔اور جنہوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں، اور

عــه کما یستفاد ماقدمنا عن تقریر وجوب القطع فی المسألة الثالثة ۱۲ منه غفرله (م)

جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو ہم نے مسئلہ سوم میں پیش کی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی مطبعۃ الازہریۃ مصر ص ۷۱

[2] فتاوٰی خانیہ فصل فیما یجوزلہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

الی الصواب الا انحلال عقدۃ ھذا المبنی فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وھی الجادۃ الواضحۃ واما المثبتون فنظروا الی حال الحضر والسفر فی منازل ذات مناھل وماء الشرب واما النافون فالی حال السفر فی منازل قلیلۃ المیاہ وماء الطھر۔

جنھوں نے اُس میں تفصیل کی،اس میں بھی تفصیل کی تو صواب ودرستی تک رسائی کی راہ میں صرف اس مبنی کی گرہ کشائی حاصل رہی۔ تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا۔یہ صاف راستہ ہے۔اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور پنگھٹ اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آب طہارت کی قلّت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔(ت)

وانا اقول: وباللہ التوفیق انما(۱) المبذول عادۃ ماء الشرب لاسیمافی الحضر واما(۲) ماء الطھر خصوصا الغسل فکثیرمن الناس یضنون بہ فی الحضر علی الاجانب حذاران ینفدما عندھم فیتحرجوا الیٰ ان یاتی السقاء اویحتاجوا الی کلفۃ الاستقاء بل ان کان احدھم علی رأس رکیۃ وسألہ غریب اوعابر سبیل ماعندہ من الماء للغسل بل للوضوء یقول امالك یدان الست علی البئر فکیف بالسفر۔

اور **میں کہتا ہوں**: اور خدا ہی سے توفیق ہے۔جو عادۃً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے، خصوصًا حضر میں رہا طہارت خصوصًا غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی اجنبی لوگوں پر بخل کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ ان کا پانی ختم ہوجائے گا تو انہیں بہشتی کے آنے تک زحمت ومشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یا راہ گیر اس کا پانی غسل بلکہ وضو کیلئے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا؟ (ت)

ثمّ (۳)لایحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصرہ یتحفظ علی الماء تحفظہ علی الطعام اذا بعد الماء عنہ بھذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب ھی الضنۃ وما

پھر یہ دیکھئے کہ تیمّم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعًا معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

لکونه مبذولا فیه من مظنة الاقی خصوص صور(۱) عدیدة کأن(۱) یکون من له الماء ولم هذا او(۲) شقیقه او(۳) صدیقه او(۴) اجیره او(۵) رعیته او(۶) یهاَ به او(۷) له فیه طمع یریده او(۸) یعلم هذا ان الرجل غیرشحیح و لالئیم ولامناوٍ له وان عنده من الماء ماان اعطانی منه فضل له مایبلغه المنزل وافیاً بحاجاته من دون تقصیرولاتقتیراو(۹) یکون هذا مریضاً مقعدا اشل مثلا وهو علی رأس البئر او(۱۰) یعلم انه کریم النفس یستحیی ان یرد السائل لاسیما انکان ممن یؤثرون علی انفسهم ولوکان بهم خصاصة ففی مثل هذه الصوریصح له الظن الاعطاء المعتبر فی الشرع وهو اکبر الرأی الملتحق فی العمل بالیقین دون الظن الضعیف الملحق بالشك ولاشك ان هذه الصور اقل بکثیرمن غیرها فکیف یقال ان ماء الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبًا نعم لم تبلغ قلة هذه الصورحد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحکم بالمظنة فوجب ادارة الامر علی ظنه وهو اعلم بنفسه فلا(۲) یقید بموضع فیه الماء عزیز اوغزیرفلاشك ان الوجه هو التفصیل هذا فی الحکم۔

ہو؟ تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔اور سفر میں پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو،(۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳) یا دوست ہو،(۴) یا ملازم ہو (۵) یا رعیت ہو (۶) یا اس سے ڈرتا ہو (۷) یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸) یا جانتا ہو کہ یہ آدمی بخیل، پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی و کمی کے پُورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹) یا یہ اپاہج ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰) یا جانتا ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا ہے خصوصًا جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں سخت احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِّ عطا جس کا شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو شک میں شامل ہے بلاشبہہ یہ صورتیں دوسری صورتوں سے بہت زیادہ قلیل وکمتر ہیں۔پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آبِ طہارت عادۃً لیا دیا جاتا ہے۔بلکہ اس میں تو اکثر بُخل ہی ہوتا ہے۔ہاں ان صورتوں کی قلّت حدِّ ندرت تک نہ پہنچی کہ انہیں بالکل نظر انداز کردینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کمیاب

اما التوفیق **فاقول**: وباللہ التوفیق لاغرو فی اطلاق الحکم بالنظرالی الغالب الکثیر* وکم لہ فی الفقہ من نظیر* فکان سیدناالامام* رضی اللہ تعالٰی عنہ اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب*نظرالماغلب* ورواہ الحسن کماسمع* وتداولتہ المتون والعامۃ کماوقع * وذھب اجتھادالحسن الی اجزائہ علی اطلاقہ فقال بہ وکذلك ظن بعض ففسروا الاطلاق بالعموم وقلیل ماھم ورواہ الصاحبان عن شیخھماوقد عرفا المراد ففسراہ وقالابہ فمنھم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنھافنصب بینھم الخلاف وھومسلك الھدایۃ و کثیرین ومنھم من نظرالمرام وان التفصیل ھو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق اولم یؤم الی خلاف وھومسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنھم فی النھایۃ وھم الاکثرون علی مافیھا،ومنھم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظاونفاہ معنی فذھب الی التوفیق وھومسلك الامام الجصاص وھوالتحقیق الناصع ولذا تری الخانیۃ مشی علی کلا القولین جازمًا بہ غیرمؤم الی الخلاف فی شیئ من الموضعین کمانقلنانصوصھا فی المسلکین الاول و

یا وافر ہونے کی جگہ سے حکم مقید نہ ہوگا۔تو اس میں شک نہ رہا کہ وجہِ صواب تفصیل ہی ہے یہ تو حکم سے متعلق کلام ہوا۔ رہ گئی تطبیق **تو میں کہتا ہوں** اور خدا ہی سے توفیق ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ غالب و کثیر پر نظر کرتے ہوئے حکم مطلق بیان کردیا جائے۔فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غالب و کثیر پر نظر کرتے ہوئے مانگنے کے عدمِ وجوب کا حکم مطلق بیان فرمایا دیااور حسن نے اسے جیسا سنا روایت کردیااور متون وعامہ کتب نے جیسا وقوع میں آیا ویسا ہی پیش کردیا۔اور حسن کا اجتہاد اس طرف گیا کہ اسے اطلاق ہی پر جاری رکھا جائے تو وہ اسی کے قائل ہُوئے۔ایسے ہی کچھ اور حضرات کا بھی گمان ہوا تو انہوں نے اطلاق کی تفسیر عموم سے کردی۔اور ایسے حضرات کم ہی ہیں۔اور صاحبین نے اپنے شیخ سے مراد سمجھ کر اس کی روایت کی تو انہوں نے اس کی تفسیر کردی اور خود اسی تفسیر کے قائل ہوئے۔اب بعض حضرات نے امام کے اطلاق اور صاحبین کی تفصیل پر نظر کی اور ان ائمہ کے درمیان اختلاف پیش کردیا۔یہ صاحب ہدایہ اور بہت سے حضرات کا مسلک ہے۔اور بعض حضرات نے مقصد پر نظر کی اور یہ دیکھا کہ اطلاق سے بھی مراد تفصیل ہی ہے تو انہوں نے اتفاق کی تصریح کردی یا کسی خلاف کی جانب اشارہ نہ کیا۔یہ مبسوط،کافی اور ان حضرات کا مسلک ہے جن سے نہایہ میں حکایت کی۔اور

الثالث وتبعه فی خزانة المفتین کما علمت وکلهم علی الصواب وبعضهم اولی به من بعض الاشرذمة (۱)صرحوا بتعمیم عدم الوجوب مع اتفاقهم جمیعا علی وجوب الطلب فی مظنة القرب واخاف ان یکون هذا فی عبارة التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل القهستانی نقل بالمعنی علی ما فهم فان عبارة التجرید التی اثرها امامان جلیلان فی الخلاصة والبنایة کما مر لا اثر فیها لهذا التعمیم والله تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیره فی(۲) جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة وفی الجانبین صنیع الغنیة والله تعالٰی اعلم۔

تنبیه: جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرز قول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انه هو[عه] فانما اقام المظنة

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ اور بعض حضرات نے الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظًا اختلاف ثابت کیا اور معنًی اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے۔ یہ امام جصاص کا مسلک ہے اور یہی تحقیق خالص ہے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ خانیہ میں دونوں ہی قول پر جزم کرتے ہوئے اور دونوں جگہوں میں سے کسی خلاف کا اشارہ کئے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں اور خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا۔ اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولٰی ہیں مگر وہ گنتی کے لوگ جنہوں نے عدمِ وجوب کی تعمیم کی صراحت کی۔ جبکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے۔ اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنًی نقل کر دیا اس لئے کہ تجرید کی جو عبارت دو۲ بزرگ اماموں نے خلاصہ وبنایہ میں نقل فرمائی جیسا کہ گزری اس میں اس تعمیم کا کوئی نشان، پتا نہیں اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعۃ کا طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔ (ت) **تنبیہ:** حلیہ میں اقوال چار کر دئے اس طرح کہ صفّار کا قول، قول بالظن سے جُدا شمار کر دیا جبکہ ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے ظن

عـه **اقول:** سیعلم(۳) من احاط بنصوص مرت وتأتی ان لکلامهم ههنا وجهتین فمنهم من ردد بین نفی اثبات صریحا نحوان

اقول: گزشتہ وآئندہ نصوص وعبارات کا احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علما کے دو۲ رُخ ہیں۔ بعض حضرات نے صراحۃً نفی واثبات کے درمیان (باقی برصفحہ آئندہ)

مقام الظن کمالایخفی وقد قدمته فی حاشیة نمرة۔	کی جگہ مظنہ رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں بھی اسے بیان کرچکا ہوں۔(ت)
المقام الثانی : قد تبیناانه ان ظن العطاء وجب الطلب اوالمنع لابقی الشك فاعتری فیه الشك وجاءت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد	**مقامِ دوم**: یہ واضح ہوچکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔ شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک درآیا اور اسے ظن عطا و ظن منع کسی ایک سے ملحق کرنے سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والالا کالبحر المحیط والاختیار والمبتغی اومفهوما نحوان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنهایة والخانیة وخزانة المفتین والخزانة وغیرهم فافادوا الحاق الشك بظن المنع ومنهم من ذکر حکم الظنین واهمل ذکر الشك کالکافی والمنیة والهندیة عن العتابی والزیادات ایضا بتصریح الحلیة وقدبحث فی الحلیة فی هذا القول عن الحاق الشك باحد الظنین جعل الکل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولایخرج قول الامامین الصفار وابی زید عن هذا فلاوجه لعده علیحدة الابالنظر الی تغایرفی اللفظ ۱۲ منه غفرله (م)

تردید کی ہے مثلاً یہ کہ "اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں" جیسے بحر، محیط، اختیار اور مبتغی میں ہے۔ یا مفہوماً تردید کی ہے مثلاً یوں کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو تیمم جائز نہیں" جیسے نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے تو ان حضرات نے شک کو ظن منع سے ملحق کرنے کا افادہ فرمایا اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظنّ عطا و ظنّ منع) کا حکم بیان کردیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا، جیسے کافی، منیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے ہے اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔ اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی اور امام صفار و امام ابوزید کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔(ت)

الظنین۔	متعلق عبارتیں دو۲ طرح آئیں:
احدھما: قال صدرالشریعۃوفی الزیادات اذاکان خارج الصلاۃولم یطلب وتیمم لایحل له الشروع بالشك فان القدرۃ والعجزمشکوك فیھا[1]اھ فقدالحقه بظن العطاء فکما لایجوزالتیمم اذاظن العطاء کذلك اذاشك لکن نص فی الحلیۃ ان حکم صورۃ الشك غیرمنصوص علیه فی الزیادات [2] اھ والذی ذکرفی البحر وجعله حاصل الزیادات وغیرھا یخالف مافی شرح الوقایۃ وعبارته وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الٰی اٰخر مانقلنا فی المسألۃ الثالثۃ وقال فیھا بعد قوله فلایقطع بالشك بخلاف مااذاکان خارج الصلاۃ الٰی اٰخر مانقلناھھنافلعل قوله بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی مایقتضیه کلام الحلیۃ والبحر ولذالم یعزہ فی الحلیۃ الا الیه واللّٰه تعالٰی اعلم ھذا ووقع فی الخادمی حکایۃ ان الحاقه بظن العطاء مصحح قال فی الدرر قبل طلبه جاز التیمم اختیارہ فی الھدایۃ وقیل لااختارہ فی المبسوط [3]اھ فقال الخادمی	**اول:** صدر الشریعۃ نے فرمایا: "زیادات میں ہے کہ جب بیرونِ نماز ہو اور طلب نہ کرے اور تیمّم کرے تو شک کے ساتھ شروع کرنا اس کے لئے جائز نہیں اس لئے کہ قدرت وعجز دونوں میں شک ہے" اھ اس عبارت میں شک کو ظن عطا سے ملحق کیا ہے جیسے ظن عطا کی صورت میں تیمّم جائز نہیں۔اسی طرح شک کی صورت میں لیکن حلیہ میں تصریح ہے کہ "صورت شک کا حکم زیادات میں منصوص نہیں" اھ،اور بحر میں جو ذکر کیا ہے اسے زیادات وغیرہا کا حاصل قرار دیا ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو شرح وقایہ میں ہے شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے: "زیادات میں ہے کہ تیمّم والا مسافر اس کے آخر تک جو ہم نے مسئلہ سوم میں نقل کیا۔اس میں "فلایقطع بالشک تو شک کی وجہ سے نماز نہ توڑے گا" کے بعد یہ بھی لکھا ہے: "بخلاف اس صورت کے جب بیرونِ نماز ہو اس کے آخر تک جو ہم نے یہاں نقل کیا شاید عبارت "بخلاف الخ" امام صدر الشریعۃ کی طرف سے زیادات کے دونوں مسئلوں کے درمیان درج ہوئی ہے جیسا کہ حلیہ اور بحر کے کلام کا اقتضا ہے اسی لئے اسے حلیہ میں ان ہی کی طرف منسوب کیا۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔یہ ذہن نشین رہے۔خادمی

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] حلیۃ
[3] درر شرح الغرر باب التیمم مطبع دار السعادت کامل بیروت ۱/۳۲

المصحح ان رجا اعطاء ہ اوشك یعید والالا [1] اھ ولم یعزہ لاحد ولم ارہ لمعتمد فاللّٰہ تعالٰی اعلم۔

میں حکایۃ آیا ہے کہ شک کو ظن عطا سے لاحق کرنا تصحیح یافتہ ہے۔ درر میں فرمایا: "مانگنے سے پہلے تیمّم جائز ہے۔ اسی کو ہدایہ میں اختیار کیا اور کہا گیا: جائز نہیں۔ اس کو مبسوط میں اختیار کیا" اھ اس پر خادمی نے لکھا کہ: "تصحیح یافتہ یہ ہے کہ اگر دینے کی اُمید یا شک ہو تو اعادہ کرے ورنہ نہیں اھ"۔ اور اس پر کسی کا حوالہ نہ دیا۔ نہ ہی میں نے کسی معتمد کے کلام میں اسے پایا، تو خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

وثانیھما: قال فی المبتغی بالغین مع رفیقه ماء ظن انه یعطیه لایتیمم والاتیمم [2] اھ فقد الحقه بظن المنع وھو قضیة مافی المنیة اذقال ان کان مع رفیقه ماء لایجوزله التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه [3] اھ وفی البرجندی عن الخزانةان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوزله ان یتیمم قبل الطلب [4] اھ وفی جامع الرموزعن البحرالمحیط ان ظنه وجب الطلب والالا [5] اھ وھذا مارجحه فی الحلیة اذقال احتمال الحاق الشك بظن المنع^{عـــه} ارجح کمایظھر من توجیه ھٰذا

دوم: مبتغی (غین معجمہ سے) میں فرمایا: "ہم سفر کے پاس پانی ہے اگر گمان ہو کہ وہ دے دے گا تو تیمّم نہ کرے ورنہ تیمّم کرے"۔ اھ انہوں نے شک کو ظن منع سے لاحق کیا۔ یہی عبارت منیہ کا بھی مقتضٰی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس کیلئے اس سے مانگنے سے پہلے تیمّم جائز نہیں جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ دے دے گا"۔ اھ، برجندی میں خزانہ کے حوالہ سے یہ ہے: "اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اسے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے اس کیلئے تیمّم کرنا جائز نہیں" اھ جامع الرموز میں بحر محیط کے حوالہ سے لکھا ہے: "اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے ورنہ نہیں" اھ۔ یہی وہ ہے جسے

عـــه وقع فی نسختی الحلیة بظن العطاء اقول وھو سب قلم اومن خطأ النساخ

حلیہ کے میرے نسخے میں "بظن العطاء" لکھا ہوا ہے **اقول:** یہ سبقتِ قلم ہے یا کاتبوں کی (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] حاشیۃ علی الدرر باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ص ۲۹
[2] المبتغی
[3] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۹
[4] البرجندی فصل فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
[5] جامع الرموز فصل فی التیمم مکتبہ اسلامیہ ایران ۱/۷۰

التفصیل وان کان فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ انہ لایحل لہ الشروع بالشك فان القدرۃ والعجز مشکوك فیھما اھ ثم ذکر التوجیہ بقولہ ولایبعد القول بان الاول (ای ادارۃ الامر علٰی ظنہ) اوجہ لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبافی الاسفار وخصوصافی مواضع عزتہ فالعجز متحقق نظرًا الٰی ذلك ولان ملك الغیرحاجزعن التصرف والقدرۃموھومۃ فیصلح التمسك بھٰذاالاصل مبیحاللتیمم مالم یعارضہ مایخرجہ عن مقتضاہ وھوظن دفعہ[1] اھ وھو ماخوذ عن الفتح وقدمنا نصہ قبل المقام الاول وعن البدائع وقدمنا نصہ فیہ۔

حلیہ میں ترجیح دی۔ لکھتے ہیں: "شک کو ظن منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدر الشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کیلئے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لئے کہ قدرت وعجز میں شک ہے اھ"۔ پھر توجیہ یوں ذکر کی: "یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کیلئے نہیں دیا جاتا خصوصًا ایسی جگہوں میں جہاں پانی کم یاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک غیر، تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تو تیمّم کے جواز کیلئے اس قاعدہ سے تمسّک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضٰی سے اسے باہر لائے اور وہ یہ ہے کہ دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت مقامِ اول سے قبل ہم نقل کر آئے اور بدائع سے ماخوذ ہے۔ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانما صوابہ بظن المنع فان الحاقہ بظن العطاء ھو الذی فی صدر الشریعۃ لاخلافہ ویتضح الامر بماذکر من التوجیہ فانہ یثبت الحاقہ بظن المنع کماتری ۱۲منہ غفرلہ(م)

خطا صحیح "بظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظنِ عطا سے لاحق کرنا یہی تو صدر الشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں۔ آگے صاحبِ حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس توجیہ سے شک کو ظنِ منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] حلیہ

اقول: وھذاھوالراجح امّاً اولافلانه یشھد به نظیرہ مسألة الطلب غلوۃ فقد نصوا قاطبة فیھا انه ان غلب علی ظنه قرب الماء وجب الطلب والالا ففی مختصر الامام القدوری والھدایة لیس علی المتیمم اذالم یغلب علی ظنه ان بقربه ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنه لم یجز تیممه حتی یطلبه [1] اھ وفی الوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویرونور الایضاح یجب طلبه غلوۃ لوظنه قریباًوالافلا [2] اھ افھم النقایة وافصح الکل واقرھم الشراح والمحشون قاطبة [عـه] وقدمنافی المسألة الرابعة التنصیص به عن البدائع والسراج الوھاج

اقول: اور یہی راجح بھی ہے۔اوّلاً اس لئے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے وہ بقدر غلوہ (تیر پھینکنے کی دُوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرناواجب ہے ورنہ نہیں۔امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے:" تیمّم والے پر پانی تلاش کرنالازم نہیں جب اس کاغالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔اور اگر اس کاغالب گمان یہ ہو توجب تک تلاش نہ کرلے تیمّم جائز نہیں"اھ۔وقایہ،نقایہ،اصلاح،کنز،وافی،ملتقی،غرر،تنویراور نور الایضاح میں ہے:"غلوہ(تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری)کی مقدار پانی تلاش کرناواجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتاہو ورنہ نہیں"اھ نقایہ نے اسے مفہوماً

[عـه] غیران فی الجوھرۃ عند ابی حنیفة اذاشك وجب علیه الطلب [3] اھ اقول وھو نقل غریب متوغل فی الاغراب لاسیمابلفظة عند و الظاھر انھا تصحیف عن من عند الناسخ فلعلھا ان کانت فروایة شاذۃ فاذۃ واللّٰه تعالٰی اعلم ۱۲منه غفرله(م)

سوااس کے کہ جوہرہ میں ہے:عند ابی حنیفة اذاشك وجب علیھاالطلب (امام ابوحنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنااس پر واجب ہے"اھ **اقول:** یہ نقل غریب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصاًبلفظِ"عند"ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ"عن"کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذسب سے الگ تھلگ روایت ہوگی،اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کان پور ص ۱۲
[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۷
[3] الجوہرۃالنیرۃ باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹،۲۸

<table>
<tr>
<td>

والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية ايضاً ومثله في مالايحصى فقد اطبقوا على الحاق الشك بظن البعد

واماثانيا: فلانه هو المصرح به في غيرماكتاب جليل فقد قدمنا نصوص النهاية والخانية وخزانة المفتين والاختيار شرح المختار سالفا* وذكرنانصوص المبتغى والمنية والبحر المحيط والخزانة انفا*وخلافه لم يعرف الافي شرح الوقاية۔

بلى نسب الحاق الشك بظن العطاء في الجوهرة الى الصاحبين على خلاف قول الامام رضي الله تعالى عنهم فقال وجوب الطلب قولهماوعند ابي حنيفة لايجب لان سؤال ملك الغيرذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب على ظنه انه لايعطيه لايجب عليه الطلب ايضاً وان شك وجب وتفريع قول ابي حنيفة اذالم يجب الطلب وتيمم قبله اجزأه [1] وتفريع قولهمافي وجوب الطلب اذاشك وصلى ثم سأله

</td>
<td>

عبارت ہم نے مقامِ اوّل میں پیش کی۔(ت)
بتایا اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین و محشین نے انہیں برقرار رکھا۔اور ہم مسئلہ چہارم میں بدائع، سراج وہاج، جوہرہ نیرہ، بحر، درمختار اور ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کرآئے ہیں۔اور اسی کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظنِّ بُعد سے لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔(ت)

ثانیا: اس لئے کہ متعدد جلیلہ میں اسی کی تصریح موجود ہے۔ہم نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے پیش کرچکے اور مبتغی، منیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی بیان کیں۔اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہُوئی مگر شرح وقایہ میں۔

ہاں جوہرہ میں شک کو ظنِ عطا سے لاحق کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلافِ قولِ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔اس میں لکھا ہے:"مانگنا واجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اس لئے کہ غیر کی ملک مانگنے میں ذلّت ہے اگر وہ انکار کردے اور احسان سے زیر بار ہونا ہے اگر وہ دے دے۔اور صاحبین کے نزدیک بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا واجب نہیں۔اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے امام ابو حنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب واجب نہ ہو اور قبلِ طلب تیمّم کرلے تو ہوگیا۔اور وجوب طلب میں قولِ صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

</td>
</tr>
</table>

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۹/۱

واعطاہ وجب علیه الاعادۃ باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاته جائزۃ وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاہ توضأ واعاد وان غلب علی ظنه الدفع الیه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا[1] اھ۔	کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابویوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس نے نماز (تیمّم سے) پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں"اھ (ت)
اقول: قوله فی ظن المنع ثم اعطاہ اعاد ای باتفاقهما وان لم یعط لابالاجماع وحاصل قول محمد علی ماحکاہ انه ان ظن العطاء اوشك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاۃ اومنع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والالا ومحصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لایظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لاسواء ظن عطاء اومنع اوشک۔	**اقول:** ظنِ منع میں ان کی عبارت "پھر اس نے دے دیا تواعادہ کرے" کا معنٰی یہ ہے کہ باتفاقِ صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بالاجماع اعادہ نہیں۔اور حکایت جوہرہ کے مطابق قول امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقًا اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔اور اس کا محصول یہ ہے کہ وہ جواز تیمّم کیلئے ایسے ظن منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔اور امام ابویوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔(ت)

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

وفیه اولا(۱) قد کان حکم وجوب الطلب ان لایجزئ التیمم قبله کماقال فی تفریع قول الامام انه لمالم یجب اجزأه وقدمنا فی الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوی عن سراجه وجوهرته انه حیث وجب الطلب ولم یطلب لم یجزوان لم یجدبعدفعلی هذا انما یظهر وجوب الطلب فی الشك علی ماحکی عن محمد لاعلی قول ابی یوسف۔	جوہرہ کے بیان پر چند کلام ہے: **اول:** طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے تیمّم کفایت نہ کرے جیسا کہ قولِ امام کی تفریع میں لکھا کہ "جب طلب واجب نہ ہو تیمّم ہو جائے گا"۔ ہم تعریف رضوی کی شرح کے افادہ پنجم میں ان کی سراج اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب ہو اور طلب نہ کرے تو تیمّم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی نہ ملے۔ تو اس کے پیشِ نظر صورتِ شک میں وجوب طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام محمد سے حکایت کیا امام ابویوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔
الا ان یبنی علی التحقیق الذی نبدیه بتوفیق الله ان الوجوب ھھنا علی غیرحد الوجوب ثمه وتکون الثمرة البطلان اذاظن العطاء اوشك ولم یسأل قبل ولابعد والله تعالٰی اعلم۔	مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیق خدائے برتر اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں پر ہے۔اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمّم باطل ہوگا جب دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو نہ بعد میں۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔
وثانیا: لازم(۲)هذاالمحکی عن محمد بل صریحه کماعلمت ان لورأی فی الصلاة وظن العطاء اوشك بطلت صلاته من دون توقف علی منح اومنع بعدلان مامنع(۳)وجوده التیمم نقضه حدوثه کمافی البدائع والبحر والدر وغیرهاوهذه کماعلمت روایة نادرة عن محمد وقداسلفنا البحث علیها وانها	**دوم:** امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ صریح جیسا کہ معلوم ہوا،یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھا اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے،نہ دینے پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہو گئی۔اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمّم سے مانع ہو اس کا حدوث تیمّم کا ناقض ہوگا۔جیسا کہ بدائع،بحر،درمختار وغیرہا میں ہے۔اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا،امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس پر بحث کر چکے ہیں۔اس روایت میں یاتوتاویل

مؤولة اومهجورة۔

اقول: (۱) والتاویل لایتمشی ھنا لتصریحه بعدم الالتفات لمایظھر بعد فلم یبق الاالھجر۔

وثالثا: (۲) بل تلك النادرة ایضابمفھومھاان ھذااذاظن العطاء لا اذاشك تخالف ھذه الحکایة المسویة بین ظن الاعطاء والشك۔

ورابعا: (۳) ینافیه مامر عن الاختیار من قیاس قول محمد المعتبر فیه ظن الاعطاء فقط ویناقضه صریحامامر عن النھایة ان المذھب الغیرالمنقول فیه خلاف بین اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم الا فی الایضاح ھو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الایضاح وغیره ھو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فلیس عند احد من الفریقین تسویة ظن العطاء والشك عند محمد ولاعند ابی یوسف فتبصر ولله الحمد۔

واما ثالثا: فاقول: وبالله التوفیق وھو الحل علی وجه التحقیق اذا (۴) کان شیئ ظاھرا وخلافه محتملا لاعن

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے۔(ت)

اقول: اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لئے کہ وہ صراحت کررہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو۔

سوم: بلکہ وہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظنِ عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالفت کررہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو۔

چہارم: اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالہ سے قول امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظنِّ عطا کا اعتبار ہے۔اور صراحۃً اس کے مناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالہ سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں، یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظنِ عطا میں محدود ہے۔اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقًا وجوب نہیں۔تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظنِّ عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابویوسف کے نزدیک۔تو اسے نگاہِ بصیرت سے دیکھنا چاہئے۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔(ت)

ثالثًا: فاقول: وبالله التوفیق، (**میں کہتا ہوں**،اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے۔جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اس کے

دلیل لم یعارضه فلایقع الشك فی ذلك الظاهر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا فی علم الکلام ان الاحتمال لاعن دلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظّن والشك فی العطاء لایکون الا اذالم یترجح جانبه بدلیل فیبقی محتملا لاعن دلیل فلایورث الشك فی العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دلیل ولابد فیعارض الظاهر الظاهر ویبقی العجز مشکوکا فلایتحقق شرط التیمم وذلك کمن شك فی قرب الماء فان شکه هذا لایجعل العجز مشکوکا حتی ساغ له التیمم بلاطلب ولم یسغ لمن ظن القرب کماتقدم فظهر (۱) به الجواب الساطع عن قول صدر الشریعة ان القدرة والعجز مشکوك فیهما[1] وتبین ان مثل الشك لایعارض ظهورالعجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع لیالی رأیت تصدیق تعلیلی هذا فی کلام الامام ملك العلماء کمایاتی اواخر المسألة الثامنة ولله الحمد۔

خلاف کا احتمال بلادلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک نہ واقع ہوگا اس لئے کہ طرفین برابر نہیں۔ علما نے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ "احتمال بلادلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں" تو ظن کے منافی کیسے ہوگا۔ اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہوسکے تو جانب عطا محتمل بلادلیل رہ جائے گی تو اس سے اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لئے کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو ظاہر، ظاہر کے معارض ہوجائے گا اور عجز مشکوک رہے گا تو تیمّم کی شرط متحقق نہ ہوسکے گی۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنادیتا یہاں تک کہ پانی تلاش کئے بغیر اس کیلئے تیمّم روا ہے اور اس کیلئے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس تحقیق سے صدر الشریعۃ کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہوگیا کہ "قدرت وعجز دونوں میں شک ہے"۔ اور واضح ہوگیا کہ ایسا شک ظہورِ عجز کے معارض نہیں۔ تو اس شک کو نظر انداز کرنا اور ظنِ منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔ اور خدا ہی کیلئے حمد ہے پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلماء کے کلام میں دیکھی جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔ (ت)

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

مسئلہ ۷: شرح[1] تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمّم سے پڑھ لی بعدہ، اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ) اس کے مانگنے سے تو نماز عـــہ۱ نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز عـــہ۲ ہو گئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات قوانین میں آئیں گی اِن شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا۔

اقول: نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو البتہ اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہو گئی،

عـــہ۱ ولد عزیز مولوی مصطفٰی رضا خان سلّمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آبِ کثیر میں سے دے دینا اُس ظن وشک کو کہ قلّتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذلك عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ وللہ الحمد (اور یہ مشورہ طباعت کیلئے رسالے کی تیاری کے وقت ۱۳۳۶ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالٰی ہی کیلئے ہے۔ت)

اقول: یہ قید ضرور قابلِ لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علما نے اُسی حالتِ موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ ۲ ظنِ منع بر بنائے قلّت آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجوہ سے تھا مثلاً صاحبِ آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمانِ بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہوگی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ت) (م)

عـــہ۲ آیا اسی مشورہ ولد عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہو کر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِّ عطا کی خطا نہ بتائے گا۔

اقول: یہاں ۲صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہو جانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بے شک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہو گی ظاہراً اعادہ نماز چاہئے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اُس ظن کا رَد کرے گا کہ اتنا تو اُسے خود درکار تھا اور جو باقی رہا اُس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفرلہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ت) (م)

لانه بظن العطاء كان قادرا فی الظاهر علی الماء ولم يتبين غلط هذا الظن فيعمل به لفوت درك الحقيقة۔	اس لئے کہ وہ ظنِّ عطاکے باعث پانی پر بظاہر قادر تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہوئی تو اس کو اسی پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہوگئی۔(ت)

حلیہ میں ہے:

انما یکون الملحوظ ظنالیس غیرعند عدم الاستکشاف له فاذا وجد وظهر الامر بخلاف کان الحال علی ماظهر[1] اھ واستشهد له بعبارات البدائع والکافی ثم اطال رحمه الله تعالٰی بابداء سؤال ودفعه حاصل السؤال قدیکون ظنه مصیبا ویتبدل رأی صاحب الماء فلایظهر خطاء ظنه وحاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل والظن ربما یخطئ واستشهد فی السؤال بنصوص فی المذهب انه ان کان بحضرته من یسأله عن الماء فسأله فلم یخبره فتیمم وصلی ثم اخبره به لااعادة علیه[2] اھ ای فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سأله فلم یخبره فکذا الایکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعه وافاد الجواب انه فعل مافی	ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی حقیقت منکشف نہ کرلی ہو۔ پھر جب تحقیق ہوجائے اور معاملہ اس ظن کے برخلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر ہو اسی کے مطابق حال ہوگا اھ اس پر انہوں نے بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے پھر ایک سوال و جواب لاکر طویل گفتگو کی ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ اس کا گمان درست ہو اور پانی والے کی رائے بدل جائے تو اس کے گمان کی خطا ظاہر نہ ہوگی جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے۔ سوال میں کچھ نصوصِ مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت کرسکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا، اس نے تیمّم کیا اور نماز نہ پڑھ لی، پھر اس نے بتایا تو اِس پر اعادہ نہیں" اھ یعنی بعد میں بتانے سے وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا، واقف نہ ہوگیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

[1] حلیہ
[2] حلیہ

وسعہ قبل الفعل فیقع جائزادفعا للحرج فلاینقلب غیرجائز قال وبعبارۃ اخری انہ اذا ابی تأکد العجز فلاتعتبر القدرۃ بعد ذلك ذکرہ فی الولوالجیۃ ولانہ متعنت ولاقول للمتعنت بخلاف مانحن فیہ فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[1] اھ

میں جبکہ اسے نہ دینے کا گمان تھا، قادر نہ ہوگیا۔اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کرلیا تو دفع حرج کے پیش نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔فرماتے ہیں: بعبارت دیگر "اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا پھر اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔اور اس لئے کہ وہ تشدّد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں،بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی"۔اھ (ت)

اقول: اغفل السؤال نصوصا فی المذھب ثمہ موافقۃ فی الصورۃ لماھنا وھی انہ ان کان(۱) عندہ من یسألہ فلم یسألہ وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب بطلت صلاتہ کماقدمنا فی نمرۃ عن الحلیۃ عن المحیط ومثلہ فی البدائع والتبین والدر وغیرھا فعلمہ ان ھذا ممن یسأل ھنا عن حال الماء کظنہ العطاء فی ھذہ المسألۃ وترك السؤال کمثلہ فیھا والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاتہ کمابطلت ثم ھذا۔

اقول: وہاں کچھ نصوصِ مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے انہیں سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی، پھر اس سے پُوچھا۔اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔جیسا کہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہونا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جاسکتا ہے ایسا ہی ہے جیسے اس مسئلہ میں عطا کا ظن ہے اور سوال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال نہ کرنا اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہُوئی۔(ت)

وقولہ اذا ابی ای عن الاخبار **اقول:** یشمل(۲) مااذا سألہ

صاحبِ حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے۔**اقول:** یہ اس

---

[1] حلیہ

فسمع وسکت لانه صادق علیه قولهم لم یخبره وانما عبره عنه فی الحلیة بالاباء لان السکوت عند الحاجة اباء عرفا وقد صرحوا بمسألة الاباء ههنا ایضا انه ان سأله قبل الصلاة فابی ثم اعطاه بعدها فقد تمت ولاعبرة بالمنح بعد المنع۔ وماقال انه متعنت وقد اخذه عن البدائع **فاقول**: هذا(۱) غیرمتعین ولاثابت فقدینسی ثم یتذکر وحال المسلم تحمل علی الصلاح مهما امکن والله تعالٰی اعلم قال ثم بعد برهة من ظهور هذا للعبد الضعیف وتسطیره رأیت صدر الشریعة قدصرح بماذکرنا من الحکم فی هاتین المسألتین وبعلته فیما لواتم الصلاة مع ظن العطاء ثم سأله فاعطاه فتواردنا علی ذلك[1] اھ۔ **اقول**: (۲)هوسبق قلم بل انما ذکر العلة فیما اذاسأله فابی قال لانه ظهر ان ظنه	صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علماء کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ بتایا" اسے حلیہ میں انکار سے اس لئے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلہ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پُوری ہو گئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت) صاحبِ حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت بھُول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو جہاں تک ہوسکے مسلمان کی حالت کو صلاح ودرستی ہی پر محمول کیا جائے گا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: بندہ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اُسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کر چکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتا چکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظنِّ عطا کے باوجود نماز پُوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اِس پر ہمارا ان کا توارد ہو گیا اھ۔ (ت) **اقول**: یہ سبقتِ قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کر دیا۔ فرماتے ہیں: اس لئے

[1] حلیه

کان خطأً[1] اھ وھذا نظیر ماسبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعطاء ارجح وانما صوابه المنع کمامر۔	کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا اھ (تو عبارت حلیہ میں "ثم سأله فاعطاه" کی جگہ "ثم سأله فابی" ہونا چاہیئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو "عطا" کے غلبہ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح "منع" ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

تنبیہ: نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقًا نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸: امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین ۳ طرح ہوتی ہے:

اوّل: خود اپنی ملک میں ہو۔ **اقول:** یعنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

دوم: اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔ اقول: یعنی اُنہیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

سوم: اباحت۔ **اقول:** یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحتِ اصلیہ جیسے بارش ودریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلاوقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کیلئے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کیلئے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔ **ثمّ اقول:** دو ۲ صورتیں قدرت کی اور ہیں:

چہارم: ہبہ کہ تملیک بلاعوض ہے، بخلاف اباحت کہ شَے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

پنجم: مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہرًا قادر ہے لہٰذا تیمّم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹۰ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمّم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں گزرا۔

---
[1] شرح الوقایہ، باب التیمم ۱/۱۰۳

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں:

تنبیہ اوّل: وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہُوا نماز پُوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اُس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمّم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمّم نہ جائے گا اُسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا، شے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے:

فی المجتبٰی رأی فی صلاتہ ماء فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لوسألتنی لاعطیتك فلااعادۃ علیہ وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحۃ الشروع والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب لاتدل علی الاعطاء قبلہ[1] اھ **اقول:** ھذا الفرع یحتاج لہ الشرح وقد تبین ماصورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاقہ مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولوسألتنی قبل	مجتبٰی میں ہے: "اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا: اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا تو اعادہ کرے۔ اس لئے کہ صحتِ شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا"۔ اھ (ت) **اقول:** اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت میں پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی: قولہ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کردیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

لاعطیتك قولہ وان کانت العدۃ قبل الشروع۔

اقول: تصویرہ بصورتین ذکرناھما انہ تیمم ثم رأی اورأی ثم تیمم ثم سألہ بعد حین فقال انفقت ولوسألت لاعطیت ولیس المراد انہ رأی فسأل فأجاب فتیمم لانہ تیمم صحیح قطعا لوقوعہ بعد ظھور العجز عن الماء بخلاف تینك الصورتین ففیھما قیل لیس لہ ان یصلی بذلك التیمم بل یتیمم ثانیا ولوصلی بالاول یعید لوقوع الشك فی صحۃ الشروع بہ فی الصلاۃ لانہ ان لم یظھر بوعدہ القدرۃ فلایقعد عن ایراث الشك فی العجز فوقع الشك فی بقاء التیمم فلم یصح لہ الشروع بطھارۃ مشکوکۃ بخلاف ماإذا رأی فی الصلاۃ لان الشروع صح بالیقین فلایزول الابمثلہ والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبلہ۔

اقول: لماقررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیہ مثل ھذا الوعد فاذالم یترجح بہ جانب العطاء کان وجودہ وعدمہ سواء فلم یورث شکا فی العجز کماقدمنا تحقیقہ اٰخر المسألۃ السادسۃ فھذا مایتعلق بشرحہ ولابأس بالتنبیہ علی نکت۔

بعد مانگا۔ تو اس نے کہا: ختم ہوگیا، اور پہلے اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا۔ قولہ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا۔ **اقول:** اس کی تصویر دو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس نے تیمّم کرلیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمّم کرلیا پھر اس سے کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا: میں نے خرچ کردیا اگر تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے اب تیمّم کیا۔ اس لئے کہ یہ تیمّم تو قطعًا صحیح ہے اس لئے کہ یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے۔ بخلاف اُن دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کیلئے اس تیمّم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ دوبارہ تیمّم کرے گا۔ اور اگر پہلے تیمّم سے نماز پڑھ لی تو اعادہ کرے اس لئے کہ اس تیمّم سے نماز شروع کرنے کی صحت میں شک واقع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے وعدہ سے قدرت بروئے ظہور نہ لاسکا تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا اس طرح بقائے تیمّم میں شک واقع ہوگیا تو مشکوک طہارت سے نماز شروع کرنا اس کیلئے جائز نہ ہوا۔ بخلاف اس صورت کے جب اندرونِ نماز پانی دیکھا ہو اس لئے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا۔ اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا

اقول: اس کی وجہ وہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لئے بھی ایسا وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانب عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا، نہ ہونا

	برابر ہے اس لئے یہ عجز میں کوئی شک نہ لاسکا جیسا کہ ہم مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کرچکے ہیں۔یہ کلام تو شرح سے متعلق تھا،اب کچھ نکات پر تنبیہ کردی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(ت)
فاقول اولا: کان تسمیته وعد اللمشاکلة والا فالوعد للمستقبل۔	**فاقول:** نکتہ اولٰی: اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کیلئے ہوتا ہے۔
وثانیا: التصویر بذهاب الماء خرج وفاقا والا(۱) فالحکم کذلك لولم یذهب واحتال بهذا الجواب بل بالاولی لانه منع اشنع۔	نکتہ دوم: صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہوگیا یہ اتفاقاً ہے۔ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہُوا اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ درجہ اولٰی یہ حکم ہوگا۔اس لئے کہ یہ بدتر انکار و منع ہے۔
وثالثا: لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجهین کما فعلت لان ظن العطاء اذالم یظهر خلافه یمنع صحة التیمم والصلاة کمامر ویاتی وبهذا الوعد ان لم یظهر وفاقه لم یظهر خلافه ایضا بالاولی فتجب اعادة الصلاة واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**نکتہ سوم:** میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِّ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویرِ مسئلہ میں کہا۔اس لئے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو یہ تیمّم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئے گا اور اس وعدہ سے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجہ اولٰی ظاہر نہ ہوئی اس لئے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

تنبیہ دوم: اقول[۲] وعدہ آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہراً یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کیلئے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔خروج وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کیلئے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمّم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشایہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاہر جدا ومن خدم الفقه یری تائیدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم۔	اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوئی اسے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

تنبیہ سوم: اقول ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعد سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بہ آب سے وذلك لانه ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبله لان المسبب لایتقدم السبب (وہ اس لئے کہ یہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی، اس لئے کہ مسبَّب، سبب سے مقدّم نہیں ہوتا۔ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کیلئے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اس کے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کرے گا اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدمِ عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہرًا پانی پر قادر مانا گیا ہے،

لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا [1]۔	اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔بحر نے بدائع سے انہوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہرًا استعمال پر قادر ہُوا۔(ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر۔	یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔اور حق کا علم خدائے برتر وبزرگ ہی کو ہے۔(ت)

اقول: مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علمانے بعد نماز مانگنے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

[1] بدائع الصنائع فصل ماشرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۹/۱

کہ پہلے مانگتا جب بھی دے دیتا۔

کما یاتی فی المسألة الاٰتیة عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیة ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله [1]۔	جیسا کہ اگلے مسئلہ میں زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔(ت)

تو یوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوئی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیر قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجبِ قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیر قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولیٰ کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا (تو ظاہرًا قادر ہوا۔ت)

اقول: مگر بذل و وعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعًا موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الاتری ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء (یہ دیکھئے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ت) تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدہ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِّ قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شیئ ظن شیئ نہیں تو سابق کیلئے ظنِ قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمّم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کمالا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ثم اقول: بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلہ رجا اور اُس کا اور مسئلہ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا،

---

[1] بدائع الصنائع فصل ماشرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

واللہ المسئول لحل کل اشکال* ودفع کل اعضال* ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم المتعال*	اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل، اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر بلند باعظمت برتر خداہی سے۔(ت)
اما مسالۃ الوعد فلم ازل استشکلھا لان الوعد لایورث الارجاء فی المأل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انہ بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی(۱) الماء یستحب لہ التاخیر ولایجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلایزول حکمہ بالشك عـہ [1] اھ وفی الھدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما فی غیر روایۃ الاصول ان التأخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجہ الظاھر ان العجز ثابت حقیقۃ فلایزول حکمہ الابیقین مثلہ [2] اھ	**مسئلہ وعدہ** کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔اس لئے کہ وعدہ صرف زمانہ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ محض وعدہ سے پانی پر قادر ہوگیا۔تبیین میں ہے: پانی کی امید رکھنے والے کیلئے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے،واجب نہیں۔اس لئے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا"اھ۔ہدایہ میں ہے:"امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخّر کرنا لازم ہے اس لئے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تواس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اھ"۔

عـہ **اقول:** اراد بالشك مایقابل الیقین بدلیل مایتلوہ من نص الھدایۃ وقد قال فی البنایۃ وفی الشلبیۃ عن الدرایۃ کلیھما عن الایضاح المراد بالرجاء غلبۃ الظن ای یغلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت [3] اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ منہ غفرلہ (م)

شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔بنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے پھر بنایہ ودرایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبہ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[2] حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق باب التیمم امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[3] الہدایہ باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶

وعزاه فی الحلیة لها ولغیرها والمسألة معلومة دوّارة فی المتون والشروح والفتاوی وهی تعطی قطعا ان رجاء القدرة فی المأٰل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لایعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ وان وعد بعدها لم یبطل صلاۃ صحت بیقین کمالوحصل له رجاء الوجدان آخر الوقت بعد ماصلی فان مالا یمنع التیمم وجوده لایرفعه حدوثه حین حدث فضلا عماسبق اما الفرق بان القدرة علی الماء تثبت بالاباحة اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیره کثوب ودلو فلاتثبت عند الامام فیستحب وعندهما نعم فیجب **فاقول**: الوعد لیس اباحة فی الحال بل ایراث رجائها فی المأٰل فبون بین بین قوله اعطیب وقوله ساعطی۔

اما ان الظاهر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاهرا **فاقول**: الماء معدوم عنده بعد

حلیہ میں اس پر ہدایہ اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔اور یہ مسئلہ معلوم ومعروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے،اور اس سے قطعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید،حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے، صرف استحبابًا اسے انتظار کا حکم دیا جائے گا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا،اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بالیقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمّم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقت حدوث بھی تیمّم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تو درکنار۔یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے،دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے نزدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی قدرت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے) **فاقول**: وعدہ فی الحال اباحت نہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے میں کہ "آئندہ دوں گا" کھُلا ہوا فرق ہے۔(ت)

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو ظاہرًا پانی کے استعمال پر قادر ہوا فاقول (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

ولاقدرة علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألة من نسی الماء فی رحله هذا لانه لاقدرة بدون العلم لان القادر علی الفعل هو الذی لواراد تحصیله یتأتی له ذلك ولاتکلیف بدون القدرة [1] اھ ومعلوم ان الموعود له لیس الامر بیده حتی یتأتی له تحصیل الوضؤ بارادته بل هو بید الواعد فلم تثبت القدرة۔	اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھاہُوا پانی بُھول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے: "یہ اس لئے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں اس لئے کہ فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لاناچاہے تو لاسکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلّف نہیں ہوتا"اھ یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیاہے معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔(ت)
فان قلت الیس اذا اعطاہ بعد الصلاۃ بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسیاق التصریحبه عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیة انه ظهر انه کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله [2] اھ مع ان الماء کان معدوماعنده اذذاك والمعدوم غیرمقدور فلم لایجعل قادرابالوعدوان کان الماء معدوما عنده بعد بل هذا اولی لانه علی شرف الحصول امامامضی فلایمکن ان یجعل غیرالحاصل فیه حاصلا۔	**اگر یہ سوال ہو** کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلاانکار دے دے تو نماز باطل ہوگئی،اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر شمار کیا گیا۔اس کی تصریح زیادات،جامع کرخی،بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ "ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینااس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا"۔اھ۔باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھااور معدوم مقدور نہیں۔تووعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔بلکہ یہبدرجہ اَولیٰ ہوگا اس لئے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزرچکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔(ت)

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۶۰
[2] البدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹

اقول: وباللہ التوفیق لیست القدرۃ المانعۃ للتیمم بمعنی الاستطاعۃ فانھا لاتکون قبل الفعل وان کان الماء بکفہ بل(۱) بمعنی سلامۃ الاسباب والاٰلات بحیث لایبقی شیئ مایتوقف علیہ تحصیل الماء خارجا عن قبضتہ فیکون قادرا بمعنی ان تحصیلہ بیدہ ویشترط مع ذلك عدم الحرج فمن بعد الماء عنہ میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت لہ الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن کالیقین الاتری ان من ظن قرب الماء عدقادرا علیہ مع انہ لایعلمہ حقیقۃ والظن ربما یخطی اذاعلمت ھذا فمن اُعطی لاحقا حصل لہ الظن علی العطاء سابقالو سأل فثبت ظنا وھو کالثبوت یقینا انہ کان قادرا اذذاك علی تحصیل الماء بالسؤال فکان قادرا علی الماء لان القدرۃ الحسیۃ بالعطاء وماکان بینہ وبینالعطاء الا السؤال کماظھر بالبذل اللاحق بالسؤال وان کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال بیدہ وترکہ عالما بالماء عندہ فکان کمن یکون علی راس البئر وفیھا ماء وبیدہ الدلو والرشاد وھو قادر علی الاستقاء فترك وتیمم وبالجملۃ ظھر بالبذل اللاحق انہ لواراد تحصیلہ سابقا لتأتی	**میں اس کے جواب میں کہوں گا** اور خدا ہی سے توفیق ہے، وہ قدرت جو تیمّم سے مانع ہے بمعنی استطاعت نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامتِ اسباب وآلات ہے اس طرح کہ جتنی چیزوں پر تحصیل آب موقوف ہے ان میں سے کوئی بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہوگا اس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے ایک میل دُور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو اس کیلئے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ غالب ظن، یقین کی طرح ہے۔ دیکھیے جسے پانی قریب ہونے کا ظن ہو اسے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں۔ اور ظن تو بارہا غلط بھی ہوتا ہے۔ جب یہ سب معلوم ہوگیا تو اب دیکھئے جسے بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ گمان حاصل ہوا کہ اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظنًا ثبوت ہوا۔ اور یہ یقینا ثبوت کی طرح ہے۔ کہ وہ اس وقت کے سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔ تو وہ پانی پر قادر ہوا اس لئے کہ حسّی قدرت تو دینے ہی سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اور دینے کے درمیان صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔ جیسے اس کا قادر ہونا بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر سوال دیا ہو تو بدرجہ اولٰی۔ اور سوال اس کے

له لعدم توقفه الاعلی سؤاله المقدور له وهذا هو معنی القدرة بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا علی الوفاء ولیس الوفاء بیده فقد ظهر الفرق والحمد لله ربّ العٰلمین۔	ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کر دیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کُنویں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمّم کر لیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آ جاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنٰی بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لئے کہ یہاں موقوفی وفا پر رہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کیلئے ہیں۔ (ت)
فان قلت الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاة قبله فیما اذا کان فی العمرانات اوقربها مطلقا اوفی الفلاة وقد اخبر بقرب الماء اوظنه بوجه اٰخر من رؤیة خضرة وغیرها کما قدمته فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثمه عن الحلیة ان العلم بقرب الماء قطعا اوظاهرا ینزله منزلة کون الماء موجودا بحضرته فلا یجوز تیممه کما لایجوز مع وجوده بحضرته [1] اھ فکذلك ههنا وان کان الماء معدوما ینزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا یجوز له التیمم۔	**اگر یہ سوال ہو** کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہاء نے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ آبادی یا قربِ آبادی میں ہو تو مطلقًا یا بیابان میں ہو تو اس وقت جب اسے بتایا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلًا ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہوا ہو جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اس کا بیان ہو چکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "پانی قریب ہونے کا قطعًا یا ظاہرًا علم ہو جائے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں لا اتارتا ہے تو اسے تیمّم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا" اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے ظنِّ وفا اس لئے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لئے تیمّم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

[1] حلیہ

اقول: ولربی الحمد علی الخبیرسقطت* وفی القیاس غلطت*فرق عظیم بین المسألتین القرب والعطاء کلاھما مانع عن التیمم لحصول القدرۃ بھما فان الشرع المطھر جعل ماکان دون میل کالذی بیدہ والالجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم اذالم یجد الماء فی بیتہ کماتقدم فی نمرۃ عن العنایۃ والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لامساغ للتیمم بیدان القریب لماکان مقدورا حقیقۃ شرعا فی الحال کماعلمت کان ظن القرب ظن انہ مقدور الاٰن وانہ حاصل بحضرتہ فی اعتبار الشرع المطھر وھھنا ظن الوفاء ظن انہ سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیرحاصل فی الحال فذلك علم ان المانع موجود وھذا علم انہ سیحدث ان وفی توقع حدوث المانع لایمنع التیمم۔

وھذا ماقدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرك الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھاولاینظر الا الی حالتہ الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارك و

اقول: (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب ہی کیلئے حمد ہے باخبر سے سوال کیا اور قیاس میں غلطی کی۔دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے قربِ آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمّم سے مانع ہیں کیونکہ دونوں سے قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرع مطہر نے اسے اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو۔ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کیلئے یہ جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمّم کرلے جیساکہ نمبر۹۱ میں عنایہ کے حوالہ سے گزرا۔اور ظنّ غالب حق عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔اور مانع کا یقین ہوتے ہوئے تیمّم کی کوئی گنجائش نہیں۔مگر یہ ہے کہ آب قریب چونکہ ازرُوئے شرع فی الحال حقیقۃً مقدور ہے جیساکہ معلوم ہوا تو قرب کا گمان اس امر کا گمان ہے کہ پانی اِس وقت مقدور ہے اور وہ شرع مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اس بات کا گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا۔ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔تو اس بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کردیا اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمّم سے مانع نہیں۔(ت)

یہی بات میں رسالہ "**الظفر لقول زفر**" میں بیان کرچکا ہُوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائے گا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

تعالٰی فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1] ولاینظر الا الی الحالۃ الراھنۃ واستشھدت علیہ بمسألۃ الراجی ھذہ ان لیس علیہ التأخیر وبمسألۃ الدر امرہ الطبیب بالاستلقاء الخ وستأتی عن البنایۃ سبع مسائل ومن زیاداتنا سبع اُخر تشھد لھذا ومن ذلک مامر فی نمرۃ۹۰ من مسألۃ عار وُعدثوبا انہ یصلی عاریا ولاینتظر ھذا ھو مذھب امام المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ،والاٰن رأیت فی الغنیۃ فی مسألۃ الراجی نفسھا (یستحب ان یؤخر) ولولم یفعل وتیمم وصلی جاز لانہ اداھا بحسب قدرتہ لموجودۃ عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل بہ الاداء [2] اھ ثم بنعمۃ ربی ولہ الحمد رأیت بعد قلیل من الحین لامام الاجل ابا البرکات النسفی رحمہ اللہ تعالٰی فی الکافی فرّق بعین ما وفقنی ربی من انہ این الحاصل مما سیحصل کما سأذکر نصہ ان شاء اللہ تعالٰی وللہ الحمد فی الاولی والاخری ھذا ماکان یتخالج صدری فی مسألۃ الوعد۔

"طاعت،حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے۔تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمہیں استطاعت ہو اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔اور درمختار کے اس مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ دیا الخ۔عنقریب بنایہ کے حوالہ سے سات مسائل آرہے ہیں۔اور ہمارے اضافہ سے سات اور،وہ سب اس پر شاہد ہیں۔اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جو نمبر۹۰ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا،جائز ہے۔یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے:(تاخیر مستحب ہے)اور اگر نہ کی اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لئے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی اھ پھر بانعامِ ربانی اور اس کا شکر ہے۔تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ امام اجل ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے مجھے توفیق دی کہ کہاں وہ جو حاصل ہے اور کہاں وہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر خدائے برتر کی مشیت ہوئی۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے دنیا وآخرت میں۔یہ وہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعد سے متعلق میرے دل میں خلجان کررہی تھیں۔(ت)

---

[1] القرآن ۶۴/۱۶

[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۴

واماّ مسألة الرّجاء وما عللها به فی الھدایة، فاعترضه الامام الاجل الشیخ عبدالعزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجهین عــہ۱ قال فی الفتح علی عبارة الھدایة المذکورة قوله عــہ۲ لان	اب **مسئلہ امید** اور ہدایہ میں بیان شدہ اس کی تعلیل پر ۱؎ کلام کیا جاتا ہے۔اس پر امام اجل شیخ عبدالعزیز، پھر امام قوام الدین کاکی، پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو وجہوں سے اعتراض کیا ہے۔فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے: "ان کا قول: "اس لئے

عــہ۱ التعلیل یرد علیه الوجھان وعلی الحکم الوجه الاول فقط کماسیاتی ۱۲منه غفرله (م)

تعلیل پر دونوں وجہوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اوّل سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

(عــہ۲ قوله قوله مبتدء خبرہ یقتضی وقوله مع انه منظور فیه متعلق بقوله یقتضی **اقول**: والمقصود الایراد علی وجه ظاھر الروایة وانما اشرك معه تعلیل الروایة النادرة لان النظر الاول یبتنی علی ان ظاھر الروایة لم یعتبرہ فھما نظران حاصل الاول کیف قلتم لایزول الابیقین مثله ولم تجعلوا غالب الرأی کالمحقق مع انکم اعتبرتموہ فی مسألتی العمرانات و

ان کی عبارت میں "**قوله**" (ان کا قول) مبتدا ہے۔اس کی خبر ہے "**یقتضی**" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "**مع انه منظور فیه**" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "**یقتضی**" سے متعلق ہے **اقول**: مقصد ظاہر الروایۃ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کواس لئے شریک کرلیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے۔پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

۱؎ امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے متحقق کی طرح ہے" یعنی غلبہ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں، ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا" مسئلہ وعدپر کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲محمد احمد مصباحی

غالب الرأی کالمتحقق مع قولہ فی وجہ ظاہر الروایۃ ان العجز ثابت حقیقۃ فلایزول حکمہ الابیقین مثلہ انہ منظور فیہ بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاۃ اذااخبر بقرب الماء اوغلب علی ظنہ بغیرذلك لایجوز قبل الطلب اعتبارالغالب الظن کالیقین یقتضی انہ لوتیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمہ التأخیر علی ظاہر الروایۃ لکن المصرح بہ خلافہ علی ماتقدم اول الباب انہ اذاکان بینہ وبین الماء میل جاز التیمم من غیرتفصیل وفی الخلاصۃ المسافر اذاکان علی تیقن من وجود الماء اوغالب ظنہ علی ذلك فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینہ وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لایتیمم [1] اھ وقد فصلہ اتم تفصیل

کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے، ظاہر الروایہ کی وجہ میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" باوجودیکہ ایک تو اس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے پہلے آبادیوں میں تیمّم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا کسی اور طرح اسے پانی کا غلبہ ظن ہوا ہو (دوسرے یہ کہ ان کا وہ قول) اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایہ کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمّم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غلبہ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمّم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفلاۃ وحاصل الثانی ان قولکم ھذا یقتضی ان لوتیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت لم یجزلہ التیمم لانہ معارض اذن بیقین مثلہ مع ان المصرح بہ خلافہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں آپ نے اس کو مانا ہے اور دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کیلئے تیمّم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے معارض مل گیا حالانکہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ (ت)

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

الامام الاجل البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدراية وهذا لفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبدالعزیز هذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التأخیرعند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلك فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوزله التیمم اذاکان بینه وبین الماء میل اواکثر،وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذاکان علی تیقن من وجود الماء فی اٰخر الوقت اوغالب ظنه ذلك جاز له التیمم اذاکان بینه وبین الماء میل اواکثر وان کان اقل لایجوز وان خاف فوت الصلاة فلوحمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمم لایجوز فی المتحقق فی غیرروایة الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه الروایة لم یستقم ایضالانه علل وجه ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلایزول حکمه الابیقین مثله وذلك یقتضی ان حکم العجزوهوجوازالتیمم یزول عندالتیقن بوجود الماء فی ظاهرالروایة ولیس کذلك علی مابینااولوحمل علی ان هذا فیما اذاکان بینه وبین ذلك الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لافرق

کرکے نماز پڑھ لے تو اگر اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کافاصلہ ہو تو جائز ہے۔اور اگر کم ہو لیکن نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم نہ کرے"اھ امام اجل عبدالعزیز بخاری نے اس کی بھرپور تفصیل فرمائی ہے اور ان کا کلام عنایہ اور درایہ میں نقل ہوا ہے۔عنایہ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ یہ ہیں: ان کا قول"اس لئے کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے"۔اس پر شیخ عبدالعزیز نے فرمایا:اس تعلیل میں اشکال ہے اس لئے کہ اس کا اقتضایہ ہے کہ آخر وقت میں یقین کی صورت میں بُعد مسافت کے باوجود ظاہر روایات میں مؤخر کرنا واجب ہوتا کہ وہ مقیس علیہ ہوسکے حالانکہ ایسا حکم نہیں۔اس لئے کہ شروع باب میں وہ بتاچکے ہیں کہ "جو بیرونِ شہر ہو اس کیلئے تیمّم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو"اور خلاصہ وعامہ کتب میں ہے کہ "مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اس کیلئے تیمّم جائز ہے جبکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو تیمّم جائز نہیں اگرچہ نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو"۔تو اگر اس کا یعنی تعلیل کا محمل یہ ہو کہ "مراد یہ ہے کہ غیر روایت اصول میں چونکہ بصورت تحقق بھی تیمّم جائز نہیں اس لئے اس روایت میں غالب ظن کو بھی اس سے ملحق کردیا گاے" تو بھی بات نہیں بنتی۔اس لئے کہ ظاہر روایت کی انہوں نے علت یہ بتائی ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے

فی تعلیل ظاھر الروایۃ بین غلبۃ الظن والیقین فیما اذاکانت المسافۃ اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انہ لافرق بینھما فیما اذاکانت المسافۃ اکثر من میل فی جواز التیمم، وقدصرح فی اٰخر ھذا الباب انہ اذاغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء لایجوز التیمم کمالوتیقن بذلك فعلم انہ مشکل بقی وجہ اٰخر وھو ان یحمل ھذا علٰی مااذالم یعلم ان المسافۃ قریبۃ اوبعیدۃ فلوثبت انہ تیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت فقدامن الفوات ولمالم یثبت بعد المسافۃ لتشکیك فیہ لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیراما لوغلب علی ظنہ ذلك وکذلك عندھما فی غیرروایۃ الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاھر الروایۃ لایجب التاخیرلان العجز ثابت لعدم الماء حقیقۃ وحکم ھذاالعجز وھو جواز التیمم لایزول الابیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت ولم یوجد فلایجب التاخیرولکن ھذا الوجہ لایخلوعن تمحل ویلزم علیہ انہ فرق ھھنابین غلبۃ الظن والیقین فی ظاھر الروایۃ ولم یفرق بینھما فیما اذاغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء فی عدم جواز التیمم ولافیما اذاکانت المسافۃ بعیدۃ فی جواز التیمم کمابیناقال فالاظھر	بغیر زائل نہ ہوگا"۔یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایۃ میں حکم عجز جواز تیمّم پانی ملنے کے یقین کے وقت زائل ہوجائے۔حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم بتاچکے۔اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ "یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہو"تو بھی بات نہیں بنتی۔اس لئے کہ تعلیل ظاہر الروایۃ میں ایک میل سے کم فاصلہ ہونے کی صورت میں، تیمّم ناجائز ہونے کے معاملہ میں غلبہ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔وہ خود اس باب کے آخر میں صراحت کرچکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبہ ظن ہو تو تیمّم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمّم جائز نہیں معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے۔ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو بے خوفی حاصل ہو گئی اور شک کی وجہ سے جب بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جواز تیمّم بھی ثابت نہیں، تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔لیکن اگر اُس کو اِس کا غلبہ ظن ہو تو بھی غیر روایت اصول میں شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے اس لئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے عجز حقیقۃً ثابت ہے اور اس عجز کا

بقاء الاشکال [1] اھ ضمیرقال الی الامام البخاری وقد اقرہ العلامتان الکاکی والبابرتی رحم اللہ الجمیع ورحمنا بھم اٰمین۔

واقول: انما وجہ الکلام الی ظاھر الروایۃ وتعلیلھا وصرفہ الشیخ اجلالالھا الی الروایۃ النادرۃ ودلیلھا وجعل لھا اربعۃ محامل وردالکل وانا ارید تلخیصہ مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلۃ الکبراء۔

فاقول: وباللہ التوفیق جعل محملہ الاول تقدیران وجوب التاخیرعند تیقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیہ بین الروایات الظاھرۃ والنادرۃ انما الخلاف عندالظن فقاستہ النادرۃ علی الوفاقیۃ وردہ ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔

اقول؛ ای وربما یتیقن فیہ الوجدان فی اٰخر الوقت

حکم جواز تیمّم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں لیکن یہ صورت تکلّف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انہوں نے یہاں غلبہ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدم جواز تیمّم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبہ ظن ہو نہ ہی جواز تیمّم میں اُس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعید ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔فرمایا: "تو اظہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے"اھ "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کیلئے ہے۔اس کلام کو علّامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔الٰہی! قبول فرما۔(ت) **واقول:** کلام کا رخ ظاہر الروایۃ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیش نظر رخ روایت نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔اور اس کے چار محمل نکالے ساتھ ہی ہر ایک کو رد بھی کردیا میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں،ساتھ ہی توضیح بھی،کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہوسکتا۔(ت) **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے: محمل اول: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیر نماز کے وجوب پر ظاہر ونادر سبھی روایات متفق ہیں۔اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایت نادرہ میں صورت ظن کا قیاس اُس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔اور اس کا رد یوں کیا کہ یہ ماننا ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لئے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان المیل یقطع بسیر الوسط فی اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات۔

والثانی: ان فی کلیھما الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفین بالاٰخر اقول وھو من ابعد المحامل اذلایبقی علی ھذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیة باخرٰی کعادة(۱) الامام الربانی محمد فی کتبه ورده بان جواب الظاھر اذن بالفرق بین الظن فلایجوز فیه التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانه

اقول: ویمکن ان یجعل ردا للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلك المحمل۔

والثالث: ان النادرة انما توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذا کان الفصل اقل من میل **اقول:** معناہ ان علم الماء قریبا لایجوزله التیمم ان ظن وجدانه والاباٴن ضاق الوقت جاز کما ھو قول زفر وردہ بان المذھب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان والیقین کمایعطیه ماذکرہ

ایک میل دُور ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہے۔

اقول: کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہاایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے اس لئے کہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہو جاتا ہے جبکہ فجر ومغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کا تواور بھی زیادہ ہوگا۔(ت)

محمل دوم: دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایت نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کر دیا **اقول:** یہ سب سے بعید تر محمل ہے اس لئے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن ویقین میں فرق ہے۔ظن کی صورت میں تیمّم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہو چکا ہے۔**اقول:** اسے صرف الحاق کا رد بھی قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔(ت)

محمل سوم: پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔**اقول:** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقتِ نماز کے اندر پانی مل جائے گا۔تو تیمّم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہوچکا ہو تو تیمّم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

فی وجه الظاھر فان کان الفصل میلا اواکثر جاز مطلقاً والا لا مطلقاً وبان المذھب بطلان التیمم عند ظن القرب کماصرح به اٰخر ھذا الباب فکیف یجیزہ مع العلم بالقرب لعدم التیقن بالوجدان ولیس معناہ ان یظن الوجدان لظنه الماء اقرب من میل فان کونه اقرب مفروض علی ھذا المحمل وسیاتی ایضاحه۔	قُرب وبعد کی تفریق ہے پانی ملنے کے غلبہ ظن ویقین میں تفریق نہیں جیساکہ یہ اس سے معلوم ہورہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیاکہ اگر فاصلہ ایک میل یازیادہ ہو تومطلقاً تیمّم جائز ہے ورنہ مطلقاً جائز نہیں۔دُوسرا رد یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمّم باطل ہے جیساکہ اس باب کے آخر میں اس کی تصریح فرمائی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمّم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے اسے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لئے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا توفرض ہی کیا گیا ہے اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔(ت)
والرابع: ان النادرۃ فیما اذاجھل الفصل وتقریرہ دلیلھا ان للتیمم مبیحا ومانعا اماالمبیح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه یجد الماء فی اٰخر الوقت والمبیح ھھنا غیر معلوم بالفرض والمانع لوکان متیقنا لم یجز له التیمم قطعا للامن من الفوات وھھنا ھو مظنون والمظنون کالمتیقن فلایجوز ایضا وجب التاخیر وحاصل جواب الظاھر ان للتیمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وھو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقیقة والمانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وھو غیر متیقن وان کان مظنونا فلایعارض المتیقن وردہ بان فیه تمحلا لتقیید	**محمل چہارم**: روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب اسے فاصلہ معلوم نہ ہو۔اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمّم کوایک چیز مباح کرنے والی ہے اورایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔ مبیح یہ ہے کہ بُعد مسافت کا علم ہو۔مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعد مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔اور مانع اگر متیقن ہو توقطعاً اس کیلئے تیمّم جائز نہ ہوگا اس لئے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔ مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو بھی تیمّم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔اور ظاہر الروایۃ کے جواب کاحاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمّم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمّم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ مصحح یہ ہے

اطلاق الروایات بقید لا اشارت الیه فی کلام احد من الفریقین وھو الجھل بحال المسافة قربا وبعدا ولانه بعید الانفھام من العبارة وبانه یلزم ان ظاھر الروایة فرقت ھھنا بین الظن والیقین مع انھا سوت بینھما فی مسألتی القرب والبعد فلایجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فبقی الاشکال علی کل حال ھذا توضیح کلامه رحمه الله تعالٰی وقد علمت ان الکلام رحمه الله تعالٰی وقد علمت ان الکلام علی کل وجه انمایتوجه الٰی تعلیل ظاھر الروایة ففیه الاشکال یتوجه الٰی تعلیل ظاھر الروایة ففیه الاشکال کماسلکه الامام الکمال*

وذکرالامام العینی فی البنایة کلام العنایة ھذا برمته عـه غیرانه غیر قول الامام البخاری اما لوغلب علی ظنه ذٰلك فکذٰلك عندھما بقوله اما لوغلب علی ظنه عدم بعد المسافة فذلك عندھما [1] اھ فجعل المشار الیه قرب المسافة۔

کہ پانی سے عاجز ہو۔اور یہ قطعًا حاصل ہے اس لئے کہ پانی حقیقةً معدوم ہے۔اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگرچہ مظنون ہے تو یہ متیقن کے معارض نہ ہوگا۔اس پر رَد یہ ہے کہ اس میں تلف ہے اس لئے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جسکا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں۔اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب وبُعد کی حالت کا پتانہ ہو۔اور اس لئے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا بہت بعید ہے۔اس پر دوسرا رَد یہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن ویقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب وبُعد کے مسئلوں میں برادری رکھی کہ قُرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم ویقین کا حکم ہے۔تو اشکال بہرحال باقی رہا۔یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی توضیح ہے۔اور یہ معلوم ہوچکا کہ ہر وجہ پر کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے۔جیساکہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "امالوغلب علی ظنه ذلك فکذلك عندھما (اگر اسے اس پر غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

عـه وجعله ملخصه مع انه لم یخرم منه شیأا وکأنه رحمه الله تعالٰی اراد تلخیصه ثم بداله الاستیفاء ۱۲ منه غفرله۔(م)

اور انہوں نے اسے اس کا ملخص قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔(ت)

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۷

اقول: وھو(۱) باطل قطعا فان عندظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلك کتب المذھب لانھا روایۃ نادرۃ والمذھب خلافھا بل الاشارۃ الی وجود الماء فی اٰخر الوقت انہ ان غلب ھذا علی ظنہ فکذلك عندھما کمالایخفی وقد(۲) اوضحہ بقولہ فی جواب الظاھر لایزول الابیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت[1] اھ

لوغلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فذلك عندھما" (اگر اسے مسافت بعید نہ ہونے کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے۔ت) اس تبدیلی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذلك کا اشارہ "قرب مسافت" کی جانب سمجھا۔(ت)

اقول: جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قُرب مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہُوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذٰلک" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کردیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے"۔

فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنہ علی مایقتضیہ تعلیل الھدایۃ واکتفت النادرۃ بغلبتہ علی الظن فکان ھو المشار الیہ بقولہ ان غلب علی ظنہ ذلك فاعلم ذلك ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کلہ صاحب الدرایۃ ایضا ناقلا عن شیخہ والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجہ التخلص منہ مع کونہ من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایۃ والاکمل ذکرا ھذا وسکتا علیہ فنقول وباللہ التوفیق نذکر وجھاً ینحل منہ ھذا الاشکال وھو انہ یعتبر

یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضاکے مطابق پائی گئی اور روایت نادرہ میں صرف غلبہ ظن پر اکتفاہُوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنہ ذلک" (اگر اسے "اس کا" غلبہ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔یہ معلوم رہنا چاہیے۔ پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۷

رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اُخر غير بعد المسافة اوقربها وهو[1] ان يكون فى السماء غيم رطب وغلب على ظنه انه يمطر ويقدر على الماء فى اٰخر الوقت فانه يستحب له التأخير فى ظاهر الرواية ويجب عليه فى غير رواية الاصول كمالوتحقق بوجود الماء او[2] يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقى له وغلب على ظنه حضور من ارسله فى اٰخر الوقت بامارات ظهرت له او[3] كان الماء فى بئر ولم تكن له اٰلة الاستقاء لكن غلب على ظنه وجدانه فى اٰخر الوقت او[4] كان الماء بقرب منه ولم يعلم مكانه وجود ثمن يشترى به الماء[1]۔	انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت بیان نہ کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔اس طرح صاحبِ درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدمِ اُمید مسافت کے قُرب وبُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابرِ تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائے گا۔ تو اس کے لئے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔ (۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کیلئے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائے گا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔ (۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (ت)
(**اقول:** هكذا فى نسخة الطبع السقيمة وفيه سقط وكان العبارة هكذا ولم يعلم مكانه لايستطيع طلبه فى كل جهة لما به من ضعف ولوعلم مكانه لامكنه الذهاب الى جهة معينة وقدذهب الى جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب على ظنه	(**اقول:** طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس میں کچھ چھُوٹ گیا ہے۔ خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی "اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں۔ اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لئے ہر طرف تلاش نہیں کر سکتا۔ اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جا سکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/۳۲۸

انه یلحقه فی اٰخر الوقت من یخبره اویاتیه به او۵ کان الماء یباع ولاثمن عنده ولاغلب علی ظنه وجود ثمن یشتری به الماء فی اٰخر الوقت اونحو ذلك ممایؤدی ھذا المعنی فلتراجع نسخة اٰخری قال) او۶ عنده مایعد للعطش وغلب علی ظنه وجود ماء اٰخر غیرمشغول بالحاجة الاصلیة او۷ کان الماء عند اللصوص اوالسباع اومن یخاف منه علی نفسه اوماله وغلب علی ظنه زوال المانع اٰخر الوقت وقس علی ھذا اسبابا اٰخر[1]۔

(اقول: کأن۸ تکون ظلمة یرجو زوالھااووجود فانوس او۹ ھومریض اواشل اومقعداوشیخ کبیر الی غیرذلك من عوارض یحتاج بھاالی من یوضئه اویستقی له وذھب ولده اوخادمه لحاجة ویرجوعوده واٰخر الوقت او۱۰ تعاوده حمی نافضة ساعة اوساعتین لایستطیع معھا الوضوء او الغسل اوالاستقاء ورجاذھا بھا فی اواخر الوقت او۱۱ الماء لغیره وھو غائب فی حاجة له ویظن عطاء ه وعوده فی اٰخر الوقت او۱۲ لایجد الجنب او

تھک کر لَوٹ آیا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائے گا جو پانی کی جگہ بتادے یا پانی لے آئے۔(۵) یا پانی فروخت ہورہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خریدے گا" یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنی ادا ہوسکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہیے آگے فرماتے ہیں) (۶) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کیلئے پانی رکھا ہُوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لئے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہوجائے گا۔اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کرلو۔(ت)

(اقول:(۸) مثلاً یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا لُنجھا ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرادے یا اس کیلئے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمت گار کسی کام سے گیا ہُوا ہے۔آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔(۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہُوئے وضو یا غسل نہیں کرسکتا۔امید ہے کہ اواخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وہ اپنے

[1] عینی شرح الھدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۸

المحدثة سترا عن حضار سیغیبون او[۱۳] لایستطیع الذهاب للاستقاء لاجل مال اوولد ویرجو حضور حافظ او[۱۴] الماء فی المسجد ویرجو الجنب ان وجد فی اٰخر الوقت من یاتیه به فهی سبعة مع سبعة ویؤید الکل ماهومنصوص صریحامن امام المذهب ان من وعد بدلوا ورشاء لایجب علیه الانتظار وقدمر فی نمرة۹۰ قال العینی)والمصنف رحمه الله تعالٰی لم یقیدالرجاء وعدمه ببعد المسافة وقربهابل اطلق فوجب حمله علی وجه لایرد علیه الاشکال ولیس فی کلامه اشعاربماقید الشیخ حتی یرد علیه من الاشکال مالامخلص له[1] اھ۔

اقول: رحم الله الامام البدر*ورحمنا به فی کل ورد وصدر*قد انتفعنابماافاد من الفروع فیما قدمنا ان لانظر الا الی الحالة الراهنة وکفٰی به شبهة علی مسألة الوعد اما(۱)ما رام من حل الاشکال فهیهات بیان ذلك انه حیث تکررذکرالمسافة فی کلام الامام البخاری ذهب وهل العلامة الی

کسی کام سے غائب ہے۔گمان ہے کہ آخر وقت میں واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا جنب کو یا بے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے مال یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کیلئے جانہیں سکتا اور امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی لانے والا مل جائے گا اُن سات کے ساتھ یہ مزید سات ۷ صورتیں ہیں سبھی کی تائید اس مسئلہ سے ہورہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ "جس سے ڈول یا رسّی کا وعدہ ہُوا اس پر انتظار واجب نہیں۔یہ مسئلہ نمبر ۹۰ میں گزر چکا۔آگے علامہ عینی فرماتے ہیں:)"مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے امید وعدمِ امید کو مسافت کے قُرب وبعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہ خلاص نہ ہو اھ"(ت) **اقول:** خدا امام بدرالدین عینی پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری وواپسی میں رحمت فرمائے۔انہوں نے سابقًا جن جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے ہمیں یہ فائدہ ملا کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔مسئلہ وعد پر شبہہ کیلئے یہی کافی ہے۔اشکال کا حل جو ان کا مقصود تھا وہ تو بہت دُور ہے۔اس کا

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

انه جعل موضوع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ماٰاذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع مكان اسم الاشارة فی كلامه عدم بعد المسافة واذ قد علم ان علی هذا التقدير*لامخلص من اشكال الامام النحرير*كماصرح به اٰخر التحرير*عطف العناٰن الی ابداء صوريكون فيهاالرجاء لالاجل قرب الماء وظن انها تخلص عن جاالاشكال ولاصحة لشیئ من ذٰلک

اما الاول اعنی جعل الامام الخلافية ماذكر۔

فاقول اوّلا: ذكر(۱)الامام البخاری له اربعة محامل ليس فی شيئ منها مايعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فيه القرب فدلّ ان البواقی ليست علی فرضه فكيف يكون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا۔

وثانيا: بل فی(۲)الرابع التنصيص علی خلافه حيث فرض الكلام فيمااذاجُهل القرب والبعد ثم جعله علی الرجاء بقوله اما لوغلب علی ظنه ذلك الخ والعجب(۳)انكم حولتم هذا الذی هو ابين مخالفة لذلك الحمل الیٰ غلبة ظن القرب وسبحٰن

بیان یہ ہے کہ امام بخاری کے کلام میں مسافت کا ذکر بار بار آیا اس سے علامہ عینی کا خیال اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے روایت ظاہرہ ونادرہ کے درمیان مسئلہ خلافیہ کا موضوع اس صورت کو قرار دیا ہے جب مسافت کے قُرب کی وجہ سے امید پیدا ہوئی ہو۔اسی لئے امام بخاری کے کلام میں جو اسم اشارہ تھا اس کی جگہ علامہ عینی نے "عدم بعد المسافة" (مسافت کا دُور نہ ہونا) رکھ دیا۔ پھر جب انہیں پتا چلا کہ اس تقدیر پر اس امام ماہر کے اشکال سے چھٹکارا نہیں جیسا کہ خود آخر تحریر میں اس کی تصریح کی ہے تو عنانِ کلام کچھ ایسی صورتیں پیش کرنے کی جانب موڑی جن میں امید، قُربِ آب کی وجہ سے نہ ہو اور یہ خیال فرمایا کہ یہ صورتیں اس اشکال سے خلاصی عطا کردیں گی حالانکہ ان دو خیالوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔(ت) **پہلا خیال** امام موصوف کا امر مذکور کو اختلافی قرار دینا۔ **فاقول:** (اس پر میں کہتا ہوں) **اولا** امام بخاری نے اس کے چار محمل بیان کئے ان میں سے کسی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ قربِ آب کی وجہ سے امید مراد ہے مگر صرف تیسرا محمل جس میں قرب فرض کیا گیا ہے اس سے پتا چلا کہ باقی محملوں میں یہ مفروض نہیں تو کیوں کر صرف امید بوجہ قرب مطلقًا مراد ہوگی۔(ت)

ثانیا: بلکہ چوتھے محمل میں تو اس کے برخلاف تصریح موجود ہے اس طرح کہ اس میں کلام اس صورت میں فرض کیا گیا ہے جب قُرب وبُعد کچھ معلوم نہ ہو پھر اس کو امید پر اپنی اس عبارت سے منطبق کیا ہے "**امالوغلب علی ظنه ذلك الخ**" (لیکن اگر اس کو اِس کا غلبہ ظن ہو الخ) حیرت ہے

اللہ اذاغلب علٰی ظنہ القرب کیف یقال لم یعلم ان المسافۃ قریبۃ اوبعیدۃ فان الظن الغالب علم۔	کہ یہ جو اس محمل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن وواضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبہ ظن کی جانب پھیر دیا۔سبحان اللہ ! جب اسے قرب کا غلبہ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائے گا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔(ت)
فان قیل بل العلم ھنا بمعنی الیقین فَرَضَ نفیہ واثبت الظن لتکون خلافیۃ بین النادرۃ المعتبرۃ ایاہ والظاھرۃ الملغیۃ لہ الشارطۃ للیقین القطعی فالحاصل انہ اذالم یتیقن القرب والبعد لکن غلب علی ظنہ القرب کان کیقین القرب علی النادرۃ وفرقت الظاھرۃ فجوزت التیمم فی ظن القرب ومنعتہ عند الیقین۔	**اگر یہ کہا جائے** کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے۔یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہوسکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے اور یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہُوا کہ جب قُرب وبُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو یہ روایت نادرہ پر یقین قُرب ہی کی طرح ہوگا اور روایتِ ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمّم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔(ت)
اقول: ففیم یقول بقی [عہ] وجہ اٰخر فان ھذا ھوالمحمل الاول الذی جعل فیہ الیقین وفاقیا والظن خلافیا۔	**اقول:** (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وہ فرمارہے ہیں "بقی وجہ اٰخر" (ایک صورت رہ گئی۔یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔(ت)

عہ **فان قلت** فکیف تفرق انت بین المحامل **اقول:** الاولان علی فرض بعد المسافۃ کمااشار الیہ فی الاول والفرق بینھما بجعل الیقین وفاقیااوخلافیاوالثالث بفرض قربھا والرابع بفرض انہ لایعلم قربا ولابعدا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر یہ سوال ہُوا کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرض کیا جائے گا **اقول**: پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔اوران دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔ تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وثالثا: (۱) بل قدنص فی الاول ایضاً علی خلافه اذقال یقتضی ان یجب التاخیرعند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعدالمسافة فی الروایات الظاهرة الخ فافصح ان الکلام عند بعد المسافة فکیف یکون مبنی الرجاء قربها وان تنزلنایکن الکلام مطلقایشمل القرب والبعد والالم یکن لقوله مع بعدالمسافة مساغ وعلی الکل یبطل ان المرادخصوص الرجاء لاجل القرب۔

ورابعا: بل (۲) الثانی ایضاشاهد علی بطلانه فانه قدّرفیه ان النادرة هی التی تمنع التیمم فی الظن والیقین والظاهرة تخالفهافیهمالوکان هذا لاجل قرب المسافة کان المعنی ان الروایة الظاهرة تجیزالتیمم وانکان الماء قریبا بالیقین وهذا لایتفوه به عاقل فکیف یجوزلهذا الامام الجلیل الذی قدقلتم انه من المحققین الکبار ان یدخله فی المحامل۔

وخامسا: یا (۳) للعجب لم یقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك یقتضی ان جواز التیمم یزول عند التیقن ولیس

ثالثا: بلکہ محمل اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو"۔اس میں صاف بتادیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے پھر قرب مسافت امید کا مبنٰی کیسے ہوگا؟ اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہوکر قُرب وبُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "**مع بعد المسافة**" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی بہرصورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔(ت) **رابعا:** بلکہ محمل دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔اس لئے کہ اس میں انہوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن ویقین دونوں میں مانع تیمّم ہے اور روایتِ ظاہر دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قُربِ مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ روایت ظاہرہ تیمّم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو۔یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کیلئے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرماچکے کہ وہ کبارِ محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔(ت) **خامسا:** یا للعجب! اسے محمل بتانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمّم

کذلك فقد ادعی ان التیمم جائز مع تیقن القرب وھل ثم شیئ افسد منه۔	ختم ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں یہ کہہ کر انہوں نے یہ دعوی کر دیا کہ یقین قُرب کے باوجود تیمّم جائز ہے۔ کیا وہاں کوئی چیز فساد میں اس سے بالاتر بھی ہے؟
وسادسا: یحیله(۱)علی مابین وانما بین الجواز عند البعد فکانت الاحالة* باطلة محالة*	**سادسا:** اس پر حوالہ یہ دے رہے ہیں کہ جیسا کہ بیان ہُوا اور بیان یہ کیا ہے کہ دُوری کی صورت میں جواز ہے تو حوالہ باطل ومحال ہوا۔
وسابعا: بل(۲)فی الثالث ایضا اشعار الی خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا کان الفصل اقل من میل لا اذا ظنه اقل من میل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فکیف یختلف فیه بظن ویقین ویجعل عدمه محتملا علی احدالوجھین وقدقال لا(۳)فرق فی ظاھر الروایة بین الظن والیقین اذا کانت المسافة اقل من میل فلو کان المعنی علی ظن القرب اٰل الی انه لافرق بین الظن والیقین عند الظن وبالجملة جمیع محامله وکل کلامه یرد ھذا المعنی الذی ذھب الیه وھل العلامة۔	**سابعا:** بلکہ محمل سوم میں بھی اس کے خلاف کی نشان دہی موجود ہے اس لئے کہ انہوں نے مسئلہ کا موضوع اس صورت کو بنایا، جب فاصلہ ایک میل سے کم ہو اس صورت کو نہیں جب اس کا گمان ایک میل سے کم کا ہو اور موضوع پُوری گفتگو میں ماخوذ مفروض ہوتا ہے اس پر بحث سے فراغ رہتا ہے پھر اس میں ظن ویقین کا اختلاف کیسے کریں گے اور ایک صورت میں اس کے عدم کو محتمل کیسے بنائیں گے؟۔ جب کہ یہ فرما چکے ہیں کہ مسافت ایک میل سے کم ہونے کی صورت میں ظاہر الروایہ میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں تو اگر ظن قرب کی بنیاد پر معنی لیا جائے تو مآل یہ ہوگا کہ ظن کی صورت میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مختصر یہ کہ امام موصوف کے سبھی محمل اور ان کا پُورا کلام اس معنی کی تردید کر رہا ہے جس کی طرف علامہ کا خیال گیا۔ (ت)
واما الثانی اعنی زعم المخلص منه علی ما ابدی۔	**خیال دوم** پیش کردہ صورتوں کے ذریعہ اشکال سے چھٹکارا۔
فاقول: لا ولا(۴) نصف مخلص فان الحاصل علی ھذا ان النادرة توجب التیمم عند ظن وجدان الماء	**فاقول:** (اس پر میں کہتا ہوں) نہیں آدھا چھٹکارا بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس طور پر حاصل یہ ہوا کہ روایت نادرہ قرب آب کے علاوہ

فی اٰخر الوقت لاحد من الاسباب المذکورۃ المغایرۃ لقرب الماء والظاھرۃ تقول لاعبرۃ بغلبۃ الظن بوجد انہ بھا انما العبرۃ للیقین بہ وھو مورد کلا الایرادین کماکان فانھم نصوا ان ظن القرب یمنع التیمم فقد اعتبروا الظن ثمہ فکیف الغوہ ھنا ونصوا(۱) ان عندبعدالماء میلا یجوزلہ التیمم من دون تفصیل مع القطع بانہ ربما یتیقن ببلوغہ الماء فی اٰخرالوقت فلم یعتبروا الیقین ثمہ فکیف اعتبروہ ھنا فثبت ان سعیہ رحمہ اللہ تعالٰی ھذالم یرجع الی طائل*وتعجبہ من اولئک الجلۃ الی نفسہ الکریمۃ اٰئل*	مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخر وقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمّم واجب کرتی ہے اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبہ ظن کا کوئی اعتبار نہیں۔اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائے گا اس حاصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہورہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱) اس لئے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قربِ آب کا ظن مانع تیمّم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا؟اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دُور ہو تو تیمّم جائز ہے۔اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کرلیا۔تو ثابت ہوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کی یہ کاوش کچھ سُود مند نہ ہوسکی اور ان بزرگوں پر انہوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وہ خود ان کی ذاتِ گرامی پر عائد ہوتا ہے۔(ت)
ثمّ اقول: لعلك قدتفطنت مما القینا علیك ان الایرادالاخیراعنی علی صورۃ الیقین بمسألۃ البعدمیلا انما یرد علی ماعلل بہ فی الھدایۃ ظاھر الروایۃ اما نفس المسألۃ فلاغبار علیھامن جھتہ فان المذھب عدم وجوب التاخیرظناکان اومستیقنا کماتقدم التصریح بہ عن الخلاصۃ بنقل الائمۃ	**ثمّ اقول:** ہمارے بیان سے ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دُوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحبِ ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔لیکن نفسِ مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لئے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ اسے ظن ہو یا یقین جیسا کہ اس کی تشریح خلاصہ سے

البخاری والکاکی والبابرتی والسیواسی وتقریرھم ایاہ نعم الایراد الاول علی صورۃ الظن بمسألۃ ظن القرب یرد علی التعلیل والمسألۃ معاً للاحتیاج الی الفرق بینھما حیث لم یعتبروا ھھنا الظن بل ولا الیقین وقد منعوا ثمہ لمحض غلبۃ الظن ولاجل ھذا قلت انھم استشکلوا المسألۃ والتعلیل معاوان کانوا انما وجھوا الکلام الی التعلیل ھذا۔

گزر چکی خلاصہ کا کلام امام بخاری، امام کاکی، امام بابرتی اور امام سیواسی نے نقل کیااور اسے برقرار رکھاہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لئے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر کیوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیااور وہاں محض غلبہ ظن کی وجہ سے منع کردیا۔اس لئے میں نے کہاکہ حضرات علماء نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔(ت)

ورأیت الامام ملک العلماء قررالمسألۃ فی البدائع بحیث لایتوجہ الیہ ھذاالاشکال ورفع الخلاف عن الظاھرۃ والنادرۃ فقال قدقال اصحابنا ان المسافر ان کان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لایؤخر ھکذا روی المعلی عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذاکان یرجو الماء اولا یرجو وھذا لایوجب اختلاف الروایۃ بل یجعل روایۃ المعلی تفسیرالما اطلقہ فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینہ وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاتہ بلاخلاف لانہ واجد للماء وان کان میلا فصاعدا اجازت

میں نے دیکھا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔اور انہوں نے روایتِ ظاہرہ ونادرہ کا اختلاف بھی دور کردیا ہے، رقمطراز ہیں: "ہمارے اصحاب نے فرمایاکہ مسافر کو اگرآخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمّم آخر وقت تک مؤخر کرے۔اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ایسے ہی معلّٰی نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتا بلکہ معلّٰی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔اور اگر اوّل وقت میں تیمّم کرکے نماز پڑھ لی تو اگر اسے علم تھاکہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

وان(۱) لم یکن عالما بقرب الماء اوبعدہ تجوز صلاتہ سواء کان یرجوا الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب اوقبلہ عندنا خلافا للشافعی لمامر ان العدم ثابت ظاھرا واحتمال الوجود احتمال لادلیل علیہ فلایعارض الظاھر[1] اھ	پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کیلئے دستیاب ہے۔اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہو گئی۔اور اگر اسے پانی کے قُرب وبُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزر چکی کہ عدم ظاہرًا ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا"۔(ت)
اقول: لکن(۱)للعبدالفقیر*توقف فی التعلیل الاخیر*فان من(۲) علم فی اول وقت الظھر اوالعشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافۃ اقل من میلین اوثلثۃ امیال وعلم انہ یصل الیہ فی سعۃ الوقت ولم یعلم انہ علی فصل میل او اقل فصادق علیہ انہ لایعلم قرب الماء ولابعدہ وھو یرجو الماء لاعن احتمال بلادلیل بل عن دلیل فیعارض الظاھر ویمنع التیمم ولیس کذلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب*وھو منہ فی شك مریب ھذا۔	**اقول:** لیکن بندہ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے اس لئے کہ مثلًا جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائے گا اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب وبُعد کا اسے علم نہیں۔اور اس کو پانی کی امید بلادلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمّم سے مانع ہو جائے گا، حالانکہ ایسا نہیں۔ تیمّم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک در پیش ہے۔یہ ذہن نشین رہے۔(ت)
ولنعم حل الاشکال عن مسئلۃ الرجاء ماقررہ الامام الجلیل ابو البرکات	مسئلہ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابوالبرکات

[1] بدائع الصنائع فصل واما بیان وقت التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

رحمہ اللہ تعالٰی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الھدایۃ* وعلل بتعلیل حسن الی الغایۃ اذقال مسافر غلب علی ظنہ ان بقربہ ماء وجب الطلب ولایجب بغیر غلبۃ الظن اواخبار لان العدم ثابت حقیقۃ وظاھرًا لفوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاھر اذالظاھر فی المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانہ لوتیمم قبل الطلب فیھا لم یجز لان العدم وان کان ثابتاحقیقۃ لم یثبت ظاھرًا لقیام الدلیل علیہ وھو العمارۃ اذقیامھا بالماء وکذا لوغلب علٰی ظنہ اواخبرہ مخبرلان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل[1] ولھذاوجب العمل باخبار الاٰحاد والاقیسۃ والاٰی المؤولۃ والمخصوصۃ والبینات فان قیل لوکان غالب الرأی کالمتحقق ھنا لوجب التاخیر فیما اذا غلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت قلنا عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما ان التاخیر ختم ولان غلبۃ ظنہ ثم انہ سیصیر بقرب الماء وھذا غلبۃ ظنہ انہ بقرب الماء اھ کلامہ الشریف۔[2] وھذا بحمداللہ تعالٰی عین ماظھر

نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں فرمائی۔انہوں نے ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل پیش کی، فرماتے ہیں: ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے۔غلبہ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں اس لئے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہرًا ثابت ہے کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتادے اس لئے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی ہے۔آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔اگر آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمّم کرلے تو جائز نہیں۔اس لئے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے مگر ظاہرًا ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل آبادی-- موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا قیام پانی سے ہوتا ہے__اسی طرح اگر پانی کا غلبہ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے (تو بھی پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمّم جائز نہیں) کیونکہ غالب رائے وجوبِ عمل کے حق میں یقینی و متحقق کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی لئے اخبار آحاد، قیاسات، تاویل و تخصیص یافتہ آیات اور بنیات و گواہان سے وجوبِ عمل ثابت ہوجاتا ہے۔اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں متحقق کی حیثیت حاصل ہوئی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرنا واجب ہوتا جب اسے اس بات کا غالب

[1] کافی

[2] الکفایہ علی الہدایہ مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

للعبد الضعیف فیماذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقدظھران مسألۃ الرجاء لیس المراد فیھامن رجا لاجل القرب فانہ لایجوز لہ التیمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فھذا لیس بظن القرب بل ظن انہ سیقرب فلایعتبر(ا) ولایعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقدصرح بکونھاموضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیر ماکتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ھذاالاستحباب اذاکان بینہ وبین موضع یرجوہ میل او اکثر فان کان اقل لایجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلاۃ [1] اھ ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدر وفی البنایۃ ھذا اذاکان الماء بعیداوان کان قریبا لایتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابوجعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ھذا [2] اھ ثم قال اعنی العینی وقیل اذاکان بینہ وبین موضع یرجوہ [3] الی اٰخر ماقدمناعن الدرایۃ۔

گمان ہوتاکہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا۔تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرناواجب ہے۔اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اس کاغلبہ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب ہوجائے گااور یہاں اس کاغلبہ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کامبارک کلام ختم ہوا۔

یہ بحمداللہ تعالٰی بعینہٖ وہی بات ہے جو بندہ ضعیف کے ذہن میں آئی جیساکہ سابقاً ذکرکیااسی کے ہم معنٰی کفایہ میں بھی ہے تو یہ واضح ہوگیاکہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قُربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لئے بالاجماع تیمّم جائز نہیں بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائے گا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تواسے قربِ آب کاگمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہوجائے گاتو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِّ قرب کے مسئلہ سے کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلہ اُمید بُعد مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔درایہ پھر شلبیہ میں ہے:"یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یازیادہ کافاصلہ ہواگر اس سے کم ہو تواس کیلئے تیمّم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کاخطرہ ہو"۔اسی کے مثل بحر میں اور اس کے

---

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ مصر ۱/۴۱
[2] البنایہ شرح ہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۵
[3] البنایہ شرح ہدایہ باب التیمم مطبعۃ الامدادیۃ المکرمہ ۱/۳۲۵

اقول: (۱)ولاادری ماالفرق بینه وبین ماقال هذا اذاکان الماء بعیداالخ حتی جزم بذلك ومرّض هذا وجعله قولا اٰخر مع انه لاتفاوت الا فی اللفظ۔

اقول:(۱) وقد تقدم نص الخلاصةوتقریر الائمةالجلة ان الظن والیقین فی ذلك سواء لا یجب علیه التأخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتلك النادرة حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقدظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانی وان کان ابعد بالنظر الٰی ظاهر العبارةاما قول النادرة غالب الرأی کالمتحقق قلنانعم ولوکان متحققالم یؤثر لانه انما تیقن انه سیقرب لاانه قریب وبهذا یعوزُ الاشکالُ علی تعلیل الهدایة لظاهر الروایة۔

اقول: وایضایمکن حمله علی المحمل الرابع فان من جهل

ہم معنٰی دُر مختار میں ہے اور بنایہ میں اس طرح ہے: "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمّم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، فقیہ ابُو جعفر نے فرمایا: اس پر ہمارے تینوں اصحاب وائمہ کا اجماع ہے" اھ۔ آگے علامہ عینی صاحبِ بنایہ لکھتے ہیں: "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالہ سے پیش کیا۔(ت)

اقول: پتا نہیں ان کے کلام "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ انہوں نے اُس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور اسے ایک الگ قول بنادیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔(ت)

اقول: خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ویقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور اس روایت نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارات کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے اب رہا روایت نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور اگر یہ یقینی و متحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے۔ اسی سے ظاہر الروایہ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہو جاتا ہے۔(ت) اقول: اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ جو مسافت سے

المسافةجازله التیمم فی المفاوز وان کان یرجو الوصول الیه فی اٰخر الوقت کماقدمناه اٰنفا عن البدائع وذلك لان المانع عن التیمم هو قرب الماء یقینا اوظنا غالبا وقد انتفیا والجواب عن دلیل النادرة والاشكالُ علی تعلیل الهدایة کماکان لان ههنا ایضا یباح له التیمم وان تیقن الوصول الیه فی اٰخرالوقت کما اسلفنا تقریره تحت عبارة البدائع المذکورة الٰی ههنا ظهرانحلال الاشکال عن الحکم واستبان الفرق بین مسألتی الرجاء وظن القرب۔

اما تعلیل الهدایة **فاقول**: التأویل*خیر من التعطیل*یمکن ان یؤول بان المراد بالیقین هو الیقین الفقهی الشامل لغلبة الظن فلیس المقصود التفرقة ههنا بین الظن والیقن لماعلمت انهما سواء ههنا علی کلتا الروایتین وانما المعنی انکار ان یکون له اثرههنا وذلك ان العجز ثابت حقیقةشرعا لانعدام الماء حقیقة وظاهرًا لعدم الدلیل علی قربه ان جهل المسافة وقیام الدلیل علی عدمه ان علم اوظن البعد فلایزول حکمه الثابت شرعا وهو جواز التیمم الابیقین

ناواقف ہو اس کیلئے بیابانوں میں تیمّم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا،اسے بدائع کے حوالہ سے ہم ابھی پیش کر آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمّم سے مانع پانی کاقریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھااب بھی رہے گا۔اس لئے کہ یہاں بھی تیمّم اس کیلئے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گااسے یقین ہے جیساکہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت کر آئے یہاں تک دو باتیں طے ہو گئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھااس کا حل واضح ہوگیا دوسرے مسئلہ امید اور مسئلہ ظنِ قرب کے درمیان فرق روشن ہوگیا۔(ت)

اب رہا تعلیل ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو وبیکار کرنے سے بہتر ہے اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبہ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن ویقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لئے کہ معلوم ہو چکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن ویقین یکساں ہیں مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثر انداز ہے وہ اس لئے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعًا اس لئے کہ پانی حقیقت میں معدوم اور ظاہرًا اس لئے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

فقهی مثله بأن يحصل له ظن القرب واذليس فليس فأنه لاعبرة بظن انه سيقرب ولاباستيقانه وانماهذاهوالحاصل فی رجاء الوصول اوتيقنه دون ظن القرب المانع عن التيمم المعارض للعجزالظاهرفهذا تقريره وليس فی العبارة ماينكره فوجب الحمل عليه فقد انحل الاشكال ولله الحمد عن مسألة الرجاء حكماوتعليلا*

اقول: وتم علی مسألة الوعد تفريعا وتاصيلا* فمعلوم قطعا بداهة ان الوعد لايحصّل وانما يرجّی وقد تقرر فی المذهب ان راجی الماء يجوز له التيمم ولايجب عليه التأخير وان زعم الاٰن زاعم ان الوعد محصّل للشیئ فی الحال فقد صادم بداهة غير مكذوبة وای وعد مثل وعد الله ورسوله جل وعلا وصلی الله تعالٰی عليه وسلم وتلك الجنة قدوعدها المتقون افتراهم دخلوها الاٰن وتنعما بنعيمها فی الدنيا وحصلوا الحور

اور دُوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے۔ تو اس کا حکم جواز تیمّم جو شرعًا ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقین فقہی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہو جائے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکم عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمّم بھی نہیں ۱۲م۔الف) اس لئے کہ اس کا یہ گمان کا کہ وہ آئندہ قریب ہو جائے گا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی اُمید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے۔ ہر وقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمّم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے۔ خدا ہی کیلئے ساری خُوبیاں ہیں اس سے مسئلہ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا۔(ت)

اقول: اور تفریع وتاصیل کے لحاظ سے مسئلہ وعدہ یہاں پر تمام ہُوا اس لئے کہ قطعًا بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرا دیتا۔ پانی حاصل ہونے کی صرف اُمید پیدا کرتا ہے۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کیلئے تیمّم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شیئ کو حاصل کرادیتا ہے تو وہ ناقابل تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے خدائے بزرگ وبرتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہو سکتا ہے اور متقیوں سے اس

والقصور* والالبان والخمور* والحریر* والسریر* ھذہ سفسطۃ ظاھرۃ فاذا کان ھذا فی مواعید العباد* وبالجملۃ لم یصل فھمی القاصر الی کنہ ھذہ المسألۃ ولم ارمن تکلم فیھا لکشف خافیھا غیر انہ لیس لنامع نص فی المذھب مجال مقال فالمسألۃ مسلمۃ قطعا لکونھا منصوصا علیھا فی الاصل کماعزاہ لہ فی الخلاصۃ لکن لادلالۃ لھا ولالشیئ مماعلمتُ من من فروع المذھب وتعلیلا تھا علی کون الوعد یثبت قدرۃ مستندۃ بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارھا کما علمت فانا استخیر اللہ تعالٰی فیہ وحاش للہ لااقطع القول بہ ولااجعلہ حکما وانما اقول کماقلت ھذا ماظھر* فلیراجع ولیحرر* واللہ سبحٰنہ ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وسلم اٰمین۔	جنت کا وعدہ ہوا ہے تو کیا وہ ابھی جنّت میں داخل ہوگئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیا ہی میں پاگئے اور حُور وقصور، شیر وشراب، ریشم وتخت سب ابھی حاصل کرلئے یہ کھلا ہوا سفسطہ ہے توجب یہ اس کے وعدہ کا معاملہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا نہ ہی کوئی ایسا نظر آتا جس نے اس مسئلہ کا راز سربستہ کھولنے کیلئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ نصِّ مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجال کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعًا مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل وجزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے کہ بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہُوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ اس سے قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی جیسا کہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا۔ تو میں خداتعالٰی سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہُوں اور خدا ہی کیلئے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح وتحقیق کی ضرورت ہے اور خدائے پاک وبرتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی اور ان کی آل واصحاب پر الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ چہارم: اقول: ظاہرًا وعدہ کی مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلًا دُوں گا یا وقت حاضر سے مقید مثلًا ابھی دیتا ہُوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلًا کل دُوں گا یا

شام کو لینا یا گھنٹہ بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹہ ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو ۲ چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کیلئے امید دلانا تو وقت حاضر کیلئے منع ہی ہُوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دُوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو **کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا** (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہُوئی اور یہ بہت واضح ہے۔ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علمِ منع سے بدل جائے گا **واللہ تعالٰی اعلم** اس وعدے کا نام وعدِ ابائی رکھئے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی۔

تنبیہ پنجم: اقول:[1] وعدہ رجائی اگر قبل نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہے تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن[2] اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطورِ خود وعدہ کرلیا یہاں دو ۲ صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادہ نماز کرے گا۔

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا۔ **فان قلت** کیف ولا یخلوا لوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا عطاء بعد اباء فلا یعتبر۔ **اقول:** الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف(۳) لایمنع زیدا کذا فسألہ زید	اس لئے کہ وقت میں دے دینا مطلقاً باطل کردیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو۔ وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہُوئی۔(ت) **اگر یہ سوال ہو** کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دُوں گا کچھ بعد میں دُوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کردے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہ ہوگا۔(ت) **اقول:** (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعاً۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

فوعدہ لوقت حاجتہ لایحنث قطعا وبہ تبین ان الوعد غیرالعطاء ایضا فلو(ا)حلف لایعطی لایحنث بمجرد الوعد ایضافھوامربین بین فکما لاتثبت ایضا احکام العطأ بل الرجاء کماذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظھر للعقول۔	کا انکار نہ کروں گا۔اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہرگز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے دینا اور۔اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔وعدہ ایک درمیانی امر ہے تو جیسے اس کیلئے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجا کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔(ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانہ لم یعط وماعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالخلاف ولاعبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب اومنعا فقدصدق اویشك فتبدل بعلم المنع۔	اس لئے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ نے جو ظنِ عطا بخشا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا،یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا،یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔(ت)

اور اگر اُس کا خُلف ظاہر نہ ہوا،مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو۔

فان الحقیقۃ بقیت فی السترفدارالامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقدتضاعف بالوعدوان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کماقال الامام محمدان	اس لئے کہ حقیقت تو رُوپوش ہی رہ گئی اس لئے مدار امر ظن پر ہُوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلکہ مضمحل ہوگیا اس لئے کہ وعدہ بلاشبہہ ظنِّ عطا پیدا کرتا ہے،جیسا کہ

الظاهر الوفاء ولاامكان لتعلق الظن الغالب بكلاالطرفين فاذا حدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وكذا الشك لان الرجحان يبطل التساوى فلم يبق ماتبنى عليه صحة صلاته والاصل فى الماء الاباحة وقد تبين ان التقصير منه لتركه السؤال لاجل ظن منع اوشك ظهر كونهما فى غير المحل فتعاد الصلاة لتقع البراءة بيقين* فان الصلاة من اجل مايحتاط له فى الدين* هذاما ظهر لى والعلم بالحق عند الحق المبين۔	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے" اور یہ ممکن نہیں کہ ظن غالب کا تعلق دونوں ہی جانب سے ہو۔ تو جب ظن عطا پیدا ہوگا ظنِ منع ختم ہو جائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لئے کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہوگا تو وہ دونوں جانب کی باہمی مساوات باطل کردے گا۔ اب ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت کی بنیاد رکھی جاسکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور واضح ہوگیا کہ کوتاہی اس کی ہے کہ اس نے سوال ہی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث جن (دونوں) کا بے جا ہونا عیاں ہوگیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا تاکہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہوجائے اس لئے کہ دین کے جن کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔
وبالجملة لقدطال الكلام فى هذه المسألة الثامنة ولعمرى لم يخل عن فائدة عائدة بل اشتمل ولوجه ربى الحمد على غرر درر لم تنظم ببنان البيان* ونفائس عرائس لم يطمثهن انس قبلى ولاجان* وحاصل ماقررنا فيه ان الوعد الابائى لايؤثر مطلقا والرجائى مؤثر مطلقا الا اذاكان بعد الصلاة وظهر خلفه والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔	بالجملہ اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہوگیا مگر نفع بخش فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر مشتمل ہُوا جو کبھی انگشتِ بیان سے پروئے نہ گئے اور ایسی نفیس و حسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کیلئے ہے۔ اور اس بارے میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدہ ابائی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدہ رجائی مطلقاً مؤثر ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلف ظاہر ہوجائے۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہنِ فقیر پر فیضِ قدیر سے القاہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں

ان ابحاث کی احتیاج نے مُنہ دکھایا یا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان* وعلیہ التکلان* ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔	اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر و باعظمت ہی سے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۹ منع یعنی دینے سے انکار دو۲ قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دُوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنی کو مؤدی ہوں۔

اقول: منع ابائی کہ ہم نے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلولِ کلام ہے۔ دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولودلالۃ بان استھلکہ تیمم [1]	ان کے الفاظ یہ ہیں: "پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وہ پانی ختم کرڈالے تو تیمّم کرے"۔ (ت)

یونہی اگر بعض خرچ کردیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

اواستھلك البعض والباقی غیر کاف [2]۔	یا کچھ ختم کرڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے۔ (ت)

اقول: مطلوب کی قید ہم نے اس لئے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پُورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

اقول: لم ارہ واذکر ماظھرلی	**اقول:** یہ میری نظر سے نہ گزرا، اب

[1] درمختار، باب التیمم، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ بیروت، ۱/۱۳۲

بتوفیقه جل وعلا وارجو ان یکون صوابا ان شاء الله تعالٰی۔	میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ وبرتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدائے برتر نے چاہا تو درست ہی ہوگا۔(ت)

اگر[1] دوسرے کو اباحۃً دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبہ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کر یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

ثم اقول: ظاہرًا بلکہ اِن شاء الله المولٰی تعالٰی یقینا منع[2] دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائے گا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولهم فی من سألة المتیمم عن الماء فلم یخبره وهو یشمل السکوت وقد عبر منه فی الحلیة بالاباء۔	حضرات علماء کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جس سے تیمم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے خبر نہ دی یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے۔(ت)

اس[3] کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائے گا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا[4] مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(قضی) القاضی (علیه بنکوله مرة) حقیقةً (بقوله لااحلف او) حکما کأن (سکت من غیر اٰفة) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط [1] اھ قال ش ای ندبا [2]۔	قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا، یا) حکمًا ہو مثلًا وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری و (آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے۔

---

[1] الدر المختار مع الشامی کتاب الدعوٰی مطبع مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۴۷۱

[2] ردالمحتار کتاب الدعوٰی مطبع مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۴۷۲

سراج۔اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ۔علامہ شامی نے فرمایا: یعنی استحبابًا۔(ت)

اقول: مگر استعمال [1] قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت وحالتِ سائل ومسئول عنہ اور ان کے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں۔یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔زید [2] نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز ودبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی۔یہ اقرار ہے طلاق ہو گئی اور اگر اُس نے ترش وگرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر وتوبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی۔یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی۔الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا۔یوں [3] ہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی،اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا ای،طلاق نہ ہوئی ورنہ ہو گئی۔

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی فابی فقالت دادی قال دادم ان کان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق [1]۔	کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا"مجھے طلاق دے"اس نے انکار کیا۔پھر عورت نے کہا"تم نے دی"اُس نے کہا"میں نے دی"۔اگر شوہر کے قول میں کچھ گرانباری ہو تو طلاق نہ ہو گی۔(ت)

یونہی [4] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا۔وہ بولی ہاں میں نے بخشا عـــہ ہاں میں نے بخشا، گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا۔بولی ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں گواہ ہو جاؤ۔علما فرماتے ہیں اس کے یہ الفاظ اقرار وانکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

عـــہ فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں دو ۲ بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ ہزار آدمی گواہ ہو جاؤ۔اقول: یہ لفظ معنی طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب الہبہ باب ۱۱ میں یہ ہے:

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی	فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے:

قال لها عند الشهود جزاك الله تعالٰی خیرا وهبت المهر فقالت آرے بخشیدم[1] مرتین فقال الشهود لها انشهد علی هبتك فقالت مرتین[2] آرے گواہ باشید فهذا یحتمل الردو الاجابة والشهود یعرفون ذلك ان قالت علی وجه التقریر حملت علی الاجابة والاعلی الرد[3]۔	بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی "ہاں میں نے بخش دیا" دو بار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کہ کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وہ دو ۲ بار بولی "ہاں گواہ ہو جاؤ"۔ تو اس میں رَد و قبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کر سکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رَد پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینہ سابقہ¹ یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں نہ ٹھہرے گا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اُس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ مانے سکوت کرتا اور کام کر دیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینہ حاضرہ یہ ہے کہ اُس وقت وہ کسی امر عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الشهود غفر الله لك حیث وهبت لی المهر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشهود هل نشهد علی هبتك فقالت ہزار تن گواہ باشید قال یعرف الرد والتصدیق فی اثناء کلامها فحمل علی ماترون کذا فی الذخیرة ۱۲ منه غفرله (م)	گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا: ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہو جاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرزِ کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۲

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۲

[3] فتاوٰی الہندیۃ کتاب الھبۃ باب ۱۱ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۳۳

رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔قرینہ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمّم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔فتاوٰی[۱] امام قاضی خان وغیرہا میں ہے: **الصریح یفوق الدلالۃ**[1] (صریح،دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بفرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے، حلیہ میں ہے:

فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیه مالم یتم الدلیل علی خلافه ولم یوجد[2]۔	اگر یہ کہا جائے کہ ہوسکتا ہے جس سے سوال ہوا اس کی حالت بدل گئی ہو۔میں کہوں گا۔اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہُوئی اور نہ پائی گئی۔(ت)

اقول: تفصیل[۲] مقام بتوفیق العلّام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا[۱] تو وہ اصلاً نہ دے گا یا[۲] اس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا[۳] وقت میں دے گا مگر بعد اس کے کہ یہ تیمّم سے پڑھ چکا یوں کہ اسے تیمّم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت پانی نہ دیا یا[۴] اس پر مطلع نہ ہو کر دیا یا[۵] عین نماز میں دے گا یا[۶] نماز سے قبل۔یہ چھ[۶] صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُس کا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمّم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو[۲] بھی قابلِ بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو[۲] صورتیں رہیں دوم و سوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کے اثبات۔اس وقت عجز ظاہر تھا اور وقتِ حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اس کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت و محقق کردیا اور یہاں **لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ** (اس گمان کا اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔)(ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۵۹/۲

[2] حلیۃ

صادق نہ آیا ورنہ چاہے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہو جائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے قابو میں سوال ہی تھا یہ اسے بجالاچکا محیط وبحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ماعلیہ [1] (اس کی نماز ہو گئی اس لئے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجالایا۔ ت)

حلیہ سے گزرا:

فعل مافی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلاینقلب غیر جائز [2]۔	اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجالایا تو دفع حرج کے پیش نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہوا تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ (ت)

اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُس کا چُپ رہنا اور اسے تیمّم کرتے اور نماز تیمّم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ وحلیہ سے گزرا:

انہ اذا ابی تأکد العجز فلاتعتبر القدرۃ بعد ذلك [3]۔	اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہو گیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ (ت)

بدستور اس کے قابو میں سوال تھا اُسے بجالایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط وبحر وحلیہ سے گزرا اگر کہیے وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا مثلًا اپنے خیمہ میں تیمّم سے پڑھ لی اُس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجالایا اُس پر کیوں الزام ہے۔

اقول: سوال مطلوب بالذات ومنتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برآ ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع واجابت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی **کماتقدم** (جیسا کہ گزرا۔ت) تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کرے گا۔

الاتری ان الحلیة جعلت تأکدالعجز عبارۃ اخری عن ھذا المعنی اعنی فعل مافی وسعہ کماتقدم فی المسألة السابعة۔	دیکھئے کہ اس معنی اس کے بس میں جو تھا بجالایا کی دُوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کے قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔ (ت)

[1] البحرالرائق، شرح کنزالدقائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۶۲

[2] حلیہ

[3] حلیہ

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا، کما تقرر (جیسا کہ گزرا۔ت) اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پُوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہٖ ترک اخبار ہے اور سوال شَے پر سکوت بعینہٖ انکار عطا نہیں جس کی وجوہ اُوپر گزریں **وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔**

ثم اقول: یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اس[1] نے پانی دیکھا اور اصلًا نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہُوئی اور پانی لایا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہے، نمبر ۱۵۹ میں محیط سے گزرا:

لم تجز صلاته لانه کان قادرا علی استعماله بواسطة السؤال فاذا لم یسأله جاء التقصیر من قبله[1]۔	اس کی نماز نہ ہوئی اس لئے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہوئی۔(ت)

حلیہ سے ابھی گزرا:

فانه لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[2]۔	اس لئے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پُوری کوشش صرف نہ کی۔(ت)

بلکہ[2] اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمّم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلا سوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع کرخی وبدائع وحلیہ میں ہے:

اذاغلب علی ظنه انه لایعطیه اوشك مضی علی صلاته فاذافرغ سأله فان اعطاه توضأ واستقبل الصلاة لانه ظهر	جب اسے غلبہ ظن ہو کہ نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار رہے جب فارغ ہو جائے اس سے مانگے۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[1] محیط

[2] حلیہ

انه کان قادرالان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبله وان ابی فصلاته ماضیة لان العجز قدتقرر اھ۔[1]	از سرِ نَو نماز ادا کرے۔ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لئے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لئے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔(ت)
اقول: تقرره ان الاصل فی الماء الاباحة والحظر عارض کماقالوه فی الحلیة وغیرهافی دلیل قول الامام اذاوعده احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجةاوشح وقدظهر انتفاؤهما ببذله الاٰن فظهر انه لوسئل قبل لبذل لان خصوصیة الوقت ملغاةبل تاخرالوقت ادل علی البذل قبله اذلوکان محتاجا الیه قبل لانفقه اوبقی محتاجا الیه الاٰن فاذا کان هذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوه ارسالا ولم یقیدوه بما اذالم یره یصلی متیمّما فالبذل بدون سؤال اولٰی کمالایخفی والله تعالٰی اعلم۔	**اقول:** اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیساکہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت: "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے" پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لئے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اِس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لئے کہ خصوصیّتِ وقت ساقط وبیکار ہے۔ بلکہ وقت کا مؤخر کرنا اس سے پہلے دے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کرلیا ہوتا یا اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علماء نے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمّم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

اور یہاں دو[2] صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعدِ خروج وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمّم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علماء نے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمّم سے

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر کہ اخیر وقت تیمّم سے پڑھے گا اُس کے خود اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ**[1] نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں عہ[1] مطلقاً نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمّم کرتے اور تیمّم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا عہ[2] مطلقاً مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اوّل تا آخر سوائے استہلاک کہ دُرمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہِ رسالت **علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ** نے تفقہاً ذکر کیں

فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان* واللہ ورسولہ عنہ بریاٰن* جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم* واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	تو اس کی مراجعت اور تنقیح کرلی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کے وساوس سے ہے خدائے بزرگ وبرتر اور اس کے رسول انور ان پر خدائے برتر کی طرف سے سلام ورحمت ہو اس سے بری ہیں اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰: منع[2] کے بعد دینا مفید نہیں **کمافی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر یاتی** (جیسا کہ زیادات، صدرالشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ت)

اقول: اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود یا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمّم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید ومعتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمّم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگے پر توجہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

عہ۱ مطلقاً مبطل نماز نہ کہا کہ بصورتِ وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وہ خود ہی باطل تھی ۱۲منہ غفرلہ (م)

عہ۲ یہ صورت وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی نہ کہ یہ پانی مبطل ۱۲منہ غفرلہ (م)

متحقق اور تیمّم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ **من سعی فی نقض ماتم من جهته فسعیه مردود علیه** (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمّم ٹوٹے گا اور آئندہ کیلئے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لے لے نماز و تیمّم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہُوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے تیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمّم کو باطل کرتا ہے **کما تقدم عن الخانیة** (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالہ سے گزرا۔ت)

مسئلہ ۱۱: اقول[1] دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ تیمّم اگر بوجہ عطا ناجائز ہُوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمّم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمّم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمامِ نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اُس عطا سے تیمّم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمّم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُس وقت ہے جب کہ پانی ابھی خرچ نہ ہُوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمّم پہلے کرچُکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پُورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اس کو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمّم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحتِ آب بلکہ نرا وعدہ ناقضِ تیمّم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچُکا تو اب اُس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اُس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اُسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمّم سابق باقی رہا کہ بیع[2] میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکه ولایملك المشتری التصرف فیه وان قبضه باذن البائع[1]۔	بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

[1] الہدایہ خیار شرط مکتبہ عربیہ کراچی ۳/۵۳ جز ۳

اور جب وہ شرعًا اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہُوئی اور تیمّم بحال رہا کما قدمنا فی نمرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ (جیسا کہ نمبر ۱۴۷ و ۱۶۱ میں ہم نے بیان کیا۔ت) تواس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا۔ فتح القدیر نواقض تیمّم میں ہے:

والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ والحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لاینتقض تیممہ وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانہ انما ابیح للشرب[1] اھ اقول: والمرادما یجمعھما معًا ای لابدمن اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لوکانت احدھما لم تکف وان کان (۱) المتبادر من تلک العبارۃ کفایۃ احدھما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان۔	قدرت سے مراد وہ ہے جو شرعی وحسّی دونوں کو عام ہو یہاں تک کہ اگر سبیل کا پانی پایا تو اس کا تیمّم نہ ٹوٹے گا اگرچہ حسّی قدرت ثابت ہے اس لئے کہ وہ پانی صرف پینے کیلئے مباح ہوا ہے اھ۔ **اقول:** مراد وہ ہے جو دونوں قدرتیں جمع کردے یعنی دونوں ہی قدرتوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے جیسے عامِ اصولی اپنے تمام افراد کا احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ اگر صرف ایک قدرت ہو توکافی نہ ہوگی اگرچہ اس عبارت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایک بھی کافی ہو اس لئے کہ عام کسی بھی خاص کے ضمن میں متحقق ہوجاتا ہے۔(ت)

فائدہ ۲: پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمّم کی تین ۳ صورتیں اُوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کیلئے ہے۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُس کا مالک ہُوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی عہ فقیر نے اضافہ کی کہ وہ پانی کہ بشرط خیار بائع خرید کر اُس پر باذن بائع قابض ہوا جب تک خیار جاکر بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کُچھ جائز نہیں۔

اقول: اور انہیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اس کی بہت صورتیں تھیں مثلًا (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے

عہ مگر اس نے پانی سے عجز کے نمبروں میں اضافہ کیا کہ یہ وہی نمبر ۵۳ ملک غیر ہے۔(م)

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۱۹

کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقت اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جس میں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہے گا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۲۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) خنثی وانثی ومرد میت کا تیمّم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و ۱۴۸ وتنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس ۲۴ ہوئیں اور پچیسویں ۲۵ یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصّہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمّم کیا پھر حدث ہُوا اس کیلئے تیمّم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہٰذا اُس کیلئے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصّہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کیلئے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمّم نہ جائے گا کہ پانی اگرچہ اس کیلئے کافی تھا مگر شرعاً یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "الطلبة البدیعة" کے آخر میں مفصّل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیھا قول محمد (اس میں ہم نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲: ضرور یہ **اقول:** یہاں[1] دو[2] مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمّم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمّم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرنا شرط صحت تیمّم ہے بے اس کے تیمّم ونماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

وقداخذ به السادسة الجلة ابوالسعود وط وش فی حواشی الکنز والدر علی مانص علیه فی المعتمدات ان لوصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد والا لا[1] کمافی الدر وقدمنا فی المسألة السابعة	سید ابو السعود، سید طحطاوی اور سید شامی نے کنز اور در مختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح آئی ہے کہ اگر تیمّم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پُوچھ سکتا تھا پھر اس نے

[1] در مختار، باب التیمم، مکتبہ مجتبائی دہلی، ۱/۴۴

عزوہ للمحیط والحلیۃ والزیلعی والبدائع ایضاً بأن فی البحر عن السراج لوتیمم من غیر طلب وکان الطلب واجباً وصلی ثم طلب فلم یجدو جبت علیہ الاعادۃ [1] اھ ومفادہ ان تجب الاعادۃ ھنا وان لم یخبرہ [2] اھ ھذا لفظ ش ومثلہ فی ط وفتح اللہ المعین۔

پانی کی خبر دی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ در مختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بدائع کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان سادات محشین کا ماخذ یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ: اگر بغیر تلاش کیے تیمّم کرلیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیہ طحطاوی اور فتح اللہ المعین بھی ہے۔

اقول: رحمھم (ا) اللہ تعالٰی ورحمنا بھم این ھھنا وجوب الطلب وکیف یجب وھو لایدری ان الماء قریب ام لافضلاعن غلبۃ الظن بالقرب انما الواجب ھھنا السؤال عمن یظن ان عندہ علما بحال الماء وفرق بیّن بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنہ قادرا علی الماء فبطل تیممہ مالم یطلب قبل التیمم فیظھر خطؤ ظنہ امامن ظن ان عند ھذا علما بحال الماء فھو لایدری انہ ان سألہ یخبرہ بقرب الماء اوبعدہ فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزہ الظاھر فصح تیممہ وتمت صلاتہ الا ان یظھر القرب فتجب الاعادۃ لان التفریط جاء من قبلہ بترك السؤال۔

اقول: (میں کہتا ہوں) خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں؟ قریب کا غلبہ ظن ہونا تو دُور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔اس لئے کہ جسے قرب آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمّم باطل ہے جبکہ قبل تیمّم تلاش نہ کرلے کہ اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دُور ہونا بتائے گا تو

---

[1] البحر الرائق مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی، مصر ۱/۱۸۱

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہُوا تو یہ اس کے عجز ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لئے اس کا تیمّم صحیح ہے اور اس کی نماز تام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لئے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی اس نے دریافت نہ کیا۔(ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظن عطا اگر بے مانگے تیمّم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب یہ ہے کہ یہاں عبارات جانب مبنی افادہ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمّم و نماز پر۔اُدھر ۱کافی و ۲خانیہ و ۳خزانۃ المفتین و ۴نہایہ و ۵چلپی و ۶خزانہ و ۷برجندی کی عبارتیں جن میں تیمّم کی نسبت **لایجوز** ہے مثلاً **لایجوز التیمم قبل الطلب**[1] (قبل طلب تیمّم جائز نہیں۔ت) اگر معنی نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام ۸صفار و ۹قدوری و ۱۰ہدایہ و ۱۱تبیین و ۱۲منیہ و ۱۳غنیہ و ۱۴ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً **لایجزئہ** (کفایت نہیں کرسکتا۔) ہے۔مثلاً **صلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ**[2] (قبل طلب تیمّم سے نماز ادا کرلی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ت) قابلِ تاویل نہیں۔منیہ نے مسئلہ اولیٰ سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ **لایجزئہ قبل الطلب کمافی عمرانات**[3] (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ت) انہیں کے قریب ہے ۱۵مبسوط و ۱۶شرح وقایہ و ۱۷جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ **ان لم یطلب وصلی لم یجز**[4] **ولفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز**[5] (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں: طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ت) بحث علّامہ ابراہیم حلبی سے گزرا **لاتصح الصلاۃ بدونہ**[6] (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ت) ۱۸حلیہ میں زیر مسئلہ **جنب وجد الماء فی المسجد**[7] (جنابت والا جسے مسجد میں پانی ملا۔ت) اسی

---

[1] البرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۸
[2] المختصر للقدوری باب التیمم مکتبہ مجتبائی کانپور ص ۱۲
[3] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰
[4] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[5] جواہر اخلاطی (قلمی) باب للتیمم ۱۳
[6] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[7] حلیہ

مسئلہ سوال از رفیق پر تفریعات میں فرمایا **وحیث یجب لایصح تیممہ الابعد المنع**[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمّم درست نہیں مگر بعد انکار جن سے لازم کو بے مانگے تیمّم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقًا باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگے سے نہ دے۔ادھر مسئلہ پنجم میں ۱زیادات و ۲جامع کرخی و ۳محیط سرخسی و ۴خلاصہ و ۵وجیز و ۶شرح وقایہ و ۷حلیہ و ۸عالمگیریہ و ۹بحر اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و ۱۰صدر الشریعۃ وغنیہ عـہ۱ و بحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبہ ظن عطا سے نہ تیمّم باطل ہو نہ نماز اگر ظن عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح وتام ہیں۔کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہُوئی۔

واناقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن عطا حکم ظاہر وحاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے (عـہ۲) اور بحال شک وظن منع حکم ظاہر وحاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہو جائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرلے گا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہو کر نفل رہ جائیں گی کما مصرح بہ فی محلّہ (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ت) رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اقول: قریب پانی شرعًا مقدور ہے تو ظنِ قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمّم شرعًا معدوم اور معدوم صحیح نہ ہو جائے گا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہُوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہو سکتی ہے **نظیر ماقدمناہ فی مسألۃ الوعد ووجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء فی الکافی والکفایۃ** (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلہ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی وکفایہ میں مسئلہ اُمید کے

عـہ۱: یہ عبارت قوانین ہیں جن کا حوالہ مسئلہ ہفتم میں ہے ۱۲(م)

عـہ۲: اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہو یا حکمًا ۱۲منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

اندر ملی۔ت) لہٰذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعہ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے،اور ایک توجیہ مع اشارہ تضعیف افادہ پنجم صفحہ ۶۶۱ طبع اول میں گزری کہ جب تک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں۔فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

المصیر(۱) الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانه لایجوز[1]۔	دلیل قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیل ظنی کو لینا جائز نہیں۔(ت)

مسئلہ قُرب وبُعد میں تحصیل علم بے دقّت متیسر نہیں لہٰذا ظن پر مدار رہا اور مسئلہ عطا ومنع میں متیسر لہٰذا ظن معتبر نہ ہُوا مگر جب کہ درک حقیقت نہ ہو۔

اشرت الی ضعفه بقولی یمکن ان یوجه **اقول**: ووجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثانی من اقوال المسألة السادسة وانما الراجح بل الراجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لاوجوب الا عند ظن العطاء۔ **فان قلت** اذن ماالجواب عما مر من منع بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول**: لاتیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وھی مظنونة ھنا اومحتملة علی سواء وقد نھی عـه المشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسه للذل۔	میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول**: اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلہ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہوگی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع ومآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنّ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔(ت) **اگر سوال ہو** کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیل یقین میسر ہوتے ہوئے ظن پر عمل جائز نہیں،اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول**: ظن عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیل یقین میسر وآسان نہیں اس لئے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔اور شرع مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلّت میں لائے۔(ت)

عـه کماتقدم فی المسألة السادسة ۱۲ منه غفرله (م)	(جیساکہ مسئلہ ششم میں گزرا۔۱۲منہ غفرلہ(ت)

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/ ۲۳۵

فان قلت اذن یجب ادارة الامر علی ظنه فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاته وان اعطی بعدفیترجح مافهمه المحقق من تفریعاتهم فی الخلاصة وغیرها کما مر فی المسألة الخامسه **اقول**: وقدکان الاصل ایجاب السؤال لتیسره فی نفسه وانما رفع عنه لعارض فاذا ظهرت الحقیقة عملت عملها وزال ماکان لعارض وهو اقامة الظن مقامها کماتقدم عن صدر الشریعةوهذاماوعدنا ثمه* من ان للکلام تتمة*هذا کله ماظهر للقلبی* والعلم بالحق عند ربّی* ان ربی کل شیئ علیم*وصلی اللّٰہ تعالٰی علی الحبیب الکریم* واٰله وصحبه اولی التکریم* والحمدللّٰه رب العٰلمین۔	**اب اگر یہ سوال ہو** کہ پھر تو ظن منع کی صورت میں مدار کا اس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ تحصیل یقین دشوار ہے تو اگر وہ بعد میں دے دے جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعات مشائخ سے محقق علی الاطلاق نے سمجھا جس کا ذکر مسئلہ پنجم میں گزرا **اقول**: (جوابًا میں کہوں گا) اصل تو یہی تھا کہ مانگنا واجب کیا جائے کیونکہ فی نفسہٖ یہ میسر وآسان ہے اور عارض کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھالیا گیا پھر جب حقیقت ظاہر ہوجائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا وہ بھی ختم ہوجائے گا، جیسا کہ صدر الشریعۃ کے حوالے سے بیان ہوا۔یہی وہ ہے جس کا ہم نے وہاں (افادہ پنجم صفحہ ۶۶۲ طبع اول میں) وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہُوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔بلاشبہہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل واصحاب پر درود نازل فرمائے۔اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کیلئے ہیں۔(ت)

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

ذکرِ قوانین: یہ مسائل بفضلہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون بھی کرسکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی،اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا چاہیے۔یہ معیار پیش نظر رکھ کر قوانین علما مطالعہ ہوں:

الامام القانون الصدری	**اوّل قانون امام صدر الشریعۃ**:
الامام صدر الشریعة نقل اولا عن المبسوط ان لم یطلب وصلی لم یجز لان	امام صدر الشریعۃ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت نقل کی: "اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

الماء مبذول عادۃ وعن موضع اٰخر منه علیه ان یسأل الاعلی قول حسن بن زیاد فان السؤال ذل ونقول ماء الطھارۃ مبذول عادۃ[1]۔

ثم عن الزیادات ماتقدم فی المسألۃ الثالثۃ من انه یقطع الصلاۃ ان ظن العطاء والالا وادرج فیه مامر فی المقام الثانی من وجوب السؤال فی الشك ایضا اذا رأی خارج الصلاۃ لان العجز مشکوک۔

قال ثم قال فی الزیادات فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه اواعطی بثمن المثل وھو قادر علیه استأنف الصّلاۃ واذا ابی تمت صلاته وکذا اذا ابی ثم اعطی لکن ینتقض تیممه الاٰن۔

ثم قال رحمه الله تعالٰی اقول ان اردت ان تستوعب الاقسام کلھا فاعلم انه اذا رأی الماء خارج الصلاۃ وصلی ولم یسأل بعد الصّلوٰۃ لیظھر العجز والقدرۃ فعلی ماذکر فی المبسوط سواء غلب علی ظنه الاعطاء اوعدمه اوشك فیھما وھی مسألۃ المتن۔ واذا رأی فی الصلاۃ ولم

تو جائز نہیں اس لئے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔ اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی: "اس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ نہیں اس لئے کہ مانگنے میں ذلّت ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔ پھر زیادات سے وہ کلام نقل کیا جو مسئلہ سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے درج کردی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا ہو اس لئے کہ عجز مشکوک ہے"۔ تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے: "پھر جب نماز سے فارغ ہوکر اس سے مانگا اس نے دے دیا یا ثمن مثل پر زور دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو وہ ازسرِ نو نماز پڑھے اور انکار کردیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر (بعد میں) دے دے لیکن اب اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا"۔ پھر صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر فرمایا: "میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو معلوم ہو کہ جب اس نے بیرونِ نماز پانی دیکھا اور نماز پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا۔ خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔ اور جب اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

یسأل بعدھافکذاوان رأی خارج الصّلاۃ ولم یسأل وصلی ثم سألہ فان اعطی بطلت صلاتہ وان ابی تمت سواء ظن الاعطاء اوالمنع اوشك فیھماوان رأی فی الصلاۃ فکما ذکر فی الزیادات لکن یبقی صورتان احدھما انہ قطع الصلاۃ فیمااذا ظن المنع اوشك فسألہ فان اعطی بطل تیممہ وان ابی فھو باق والاخری انہ اذااتم الصلاۃ فیما اذاظن انہ یعطی ثم سأل فان اعطی بطل صلاتہ وان ابی تمت لانہ ظھران ظنہ کان خطاء بخلاف مسألۃ التحری[1] الی اٰخر ماتقدم فی الافادۃ الخامسۃ۔

قولہ العجز مشکوک)تقدم مافیہ قولہ (فاذا فرغ من صلاتہ)**اقول:** لم ینقل عبارۃ الزیادات متسقۃفان تعین فیھامرجع فرغ الی من ظن منعااوشك فذاك والا فھو للمصلی مطلقا لاسیما وقد

طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بیرونِ نماز دیکھا اور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہو گئی اور انکار کردے تو پُوری ہو گئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو۲ صورتیں رہ جاتی ہیں: ایک یہ کہ اس نے ظن منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کا تیمّم باطل ہو گیا اور انکار کردے تو باقی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ ظنِّ عطا کی صورت میں اس نے نماز پُوری کرلی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہو گئی اور انکار کردے تو پوری ہو گئی کیونکہ ظاہر ہو گیا کہ اس کا گمان غلط تھا برخلاف مسئلہ تحری کے اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادہ پنجم کے تحت گزرا۔

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعۃ کے مندرج قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۲) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز فارغ ہو جائے" **اقول:** صدر الشریعۃ نے زیادات کی عبارت مرتب و مسلسل نہ ذکر کی۔ اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہو جائے گی) ضمیر کا مرجع "**من ظن منعااوشک**" (جو نہ دینے کا گمان کرے

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

وقع بعد قولہ وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ فیشمل الصورۃ الاخری التی ذکر رحمہ اللہ تعالٰی انہا متروکۃ۔

قولہ وکذا اذا ابی ثم اعطی)اقول الکلام فیما بعد الصلاۃ لکن البعدیۃ انما تلزم فی العطاء سواء کان الاباء قبل الصلاۃ کما اذا سأل قبلھا فابی فتیمم فصلّی ثم اعطی بسؤالہ اوبدونہ اوبعد الصلاۃ کما اذا علم فیھا فاتمھا ثم سألہ فابی ثم اعطی سؤالہ الاٰخر اوبغیرہ مضت الصلاۃ فی الوجھین امالوکان العطاء قبل تمام الصّلوٰۃ بعد الاباء فانہ ینسخ الاباء مطلقا کما قدمنا فی المسألۃ العاشرۃ۔

قولہ فعلی ماذکر فی المبسوط)ای لم تجز صلاتہ لترکہ الطلب وجوز اخی چلپی ان یکون المراد بمافی المبسوط قول الحسن **اقول:** انما(۱) یسند الی الکتاب مااعتمدہ لاما اوردہ وردہ۔

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدر الشریعۃ نے لکھا ورنہ یہ ضمیر مطلقًا "مصلی" کیلئے ہوگی خصوصًا جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں "اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا" اس تقدیر پر یہ کلامِ زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدر الشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔(ت)

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول:** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کردیا اب اس نے تیمّم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ اسے اندرون نماز علم ہُوا تو اس نے نماز پُوری کرلی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کردیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پُوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقًا منسوخ کردے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں نے ہم نے بیان کیا۔(ت) (۴) صدر الشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوئی کیونکہ اس نے طلب ترک کردی اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے (مافی المبسوط جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ اقول کتاب کی طرف سے اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کردی۔(ت)

قوله وھی مسألة المتن) اعتاص ھذااللفظ علی اخی چلپی فان فی المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثةرضی اللّٰه تعالٰی عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهمافهما مختلفان حکماوروایة معًا فکیف یقال ان مافی المبسوط ھی مسألة المتن فاوله بقوله معناہ ان الخلاف المطلق ثابت فیها غایة مافی الباب ان روایة المتن علی خلاف روایة المبسوط فی بیان الاختلاف[1] اھ ولاجل ھذا جوز ان یکون المرادبه قول الحسن کی یحصل الوفاق بینه وبین حکم المتن **اقول:** وکیف یصح لمجرد الاتفاق فی مطلق الاختلاف جعل نقیضین واحداوانماالمعنی ان الصورة المذکورة فی المبسوط ھی المذکورة فی المتن وھی الرؤیة خارج الصلاة وان اختلفا فیها حکماوروایة۔

قوله فکذا) ای لم تجز صلاته سواء ظن منحااومنعا

(۵) الفاظ صدر الشریعۃ(**وھی مسألة المتن** یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) یہ لفظ اخی چلپی کیلئے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں"اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے "اور " صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ "جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔اب اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل فرمائی:"اس کا مطلب ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو یقینا ثابت ہے۔زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیانِ اختلاف میں متن کی روایت،مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے"اھ اسی لئے انہوں نے کہاکہ ہوسکتا ہے کہ "**ماذکر فی المبسوط**"(مبسوط میں جو مذکور ہے)سے مراد حسن کا قول ہوتا کہ اس میں اور حکم متن میں مطابقت ہوجائے۔**اقول** محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کوایک قرار دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ **وھی مسألة المتن**(یہی مسئلہ متن ہے) کا معنٰی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے وہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھنا اگرچہ مبسوط ومتن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔(ت)

(٦) لفظ صدرالشریعۃ"**فکذا**"(تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/ ۱۸۲

اوشک۔	کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔(ت)
قوله وان رأی فی الصلاۃ) **اقول**: ای وسأل بعدها لیفارق المذکور سابقاولانه المذکور فی الزیادات۔	(۷) الفاظ صدر الشریعۃ وان رأی فی الصّلاۃ (اور اگر اندرونِ نماز دیکھا اقول یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جُدا ہو جو پہلے ذکر ہُوئی اور اس لئے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے۔(ت)
قوله فکماذکر فی الزیادات **اقول**: ای ان اعطاہ استأنف وان ابی تمت ولم یقل ھھنا فکذا کماقال قبل لان ثمه ذکراولا ماھو مذکور فی المبسوط فاسندہ الیه ثم صورۃ اخری یوافقه فی الحکم فاحالها علیه اماھھنا فذکراولا مالیس فی الزیادات فاذا اتی علی مافیها اسندہ الیها ولم یفهم الکلام من ^{عہ} فسرہ بقوله ای الحکم علی التفصیل المذکور وھو انه ان غلب علی ظنه الاعطاء قطع الصلاۃ والالا [1] اھ فان(۱) الکلام فیمن سأل بعد الصلاۃ وماذا بقی له حتی یقال یقطع اویتم۔	(۸) الفاظ صدر الشریعۃ (توحکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول**: یعنی اگر اسے دے دیا تو از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کردیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی یہاں پر "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف کی۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کیلئے اوپر والے حکم کا حوالہ دے دیا لیکن یہاں پر پہلے وہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آئے جو زیادات میں ہے تو اسے اس کی طرف منسوب کیا۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں: "یعنی حکم برتفصیل مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کیلئے باقی کیا رہا کہ "توڑے" یا "مکمل کرے" بولا جاسکے۔(ت)

عــہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ (م)

(یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲۔ت) یعنی مولانا عبدالحہ فرنگی محلّی م ۱۳۰۴ھ۔

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

قولہ لکن تبقی صورتان) **اقول**: الاخری(۱) ان فرض ترکھا فی الزیادات فلم تترک فی کلامکم لان من رأی فی الصلاۃ وسأل بعدھا یشملھا قطعا والاحالۃ علی الزیادات للحکم لاللتصویر۔

(۹) الفاظ صدر الشریعۃ (لیکن دو۲ صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول**: اگر فرض کرلیا جائے کہ دوسری صورت میں زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لئے کہ "جس نے اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو بھی قطعًا شامل ہے۔رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے، بیان صورت سے متعلق نہیں۔(ت)

قولہ احدھما) قال اخی چلپی یمکن انفھامھا من قولہ وکذا ابی ثم اعطی لانہ صریح فی ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتأمل[1] اھ

(۱۰) لفظ صدر الشریعۃ "احدھما" (ایک صورت یہ کہ الخ) اخی چلپی نے کہا: "یہ صورت ان کے قول" اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے دے" سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تام ہوجاتی ہے فتامل اھ،

اقول: قولہ(۲) کذا ای تمت صلاتہ فاین فیہ ان الاعطاء ناقض بل فیہ ان الاعطاء بعد الاباء ھباء نعم لوقال یمکن انفھامھا من قولہ اذا اعطاہ استأنف واذا ابی تمت فانہ صریح الخ لاتجہ ولعلہ سبق قلم ومن التقصیر(۳) قول من عــہ قال لاذکر لھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمھما باطلاقہ واشارتہ[2] اھ فلم ترک قولہ اذا اعطی استأنف لیدل علی حکم الوجھین فی الصورتین۔

اقول: ان کا لفظ ہے "کذا" (اس طرح) یعنی اس کی نماز پُوری ہوگئی۔اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے .بزیادات کے الفاظ (وان ابی تمت اور اگر انکار کردے تو نماز پُوری ہوگئی) بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا ڈُھول ہے۔ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول (جب دے دے تو از سرِنو ادا کرے اور انکار کردے تو نماز پُوری ہوگئی) سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے اس لئے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تام کردینے والا ہے" تو یہ کہنا درست ہوتا۔شاید یہ سبقت قلم ہے یہ کہنے میں تقصیر ہے کہ "ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

عــہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م)

(قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولٰنا عبدالحی فرنگی محلّی) ہیں ۱۲۔ت)

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/ ۱۸۲

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/ ۱۰۳

ثمّ ان کان فی(۱) قول الزیادات مرجع فرغ من صلاتہ المصلی مطلقالم یصح قولہ لاذکرلھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان مرجعہ خصوص من ظن منعًا اوشك لم یصح قولہ باطلاقہ فان المباین لایدخل فی اطلاق مباینہ۔ **فانقلت** لعلہ وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارۃ ولمن ظن منعا اوشك وقطع الاطلاق۔ **اقول** : ولایصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ھذا واقول ضبط کل کلام ھذا الامام فی نصف سطر انہ ان لم یسأل اواعطاہ بطل مافعل من تیمم وصلاۃ وان ابی تم فالشرط الاول یشمل مااذالم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذاسأل فاعطی ویبقی للثانی مااذاسأل فلم یعط ویدل باطلاقہ علی انہ سواء	زیادات کے الفاظ (**اذا اعطی استانف** جب دے دے تو از سر نو پڑھے) کو بھی کیوں نہ ذکر کیا کہ دونوں صورتوں کی دونوں شکلوں پر دلالت ظاہر ہو۔ (ت) **پھر** اگر زیادات کی عبارت میں **فرغ من صلاتہ** (وہ اپنی نماز سے فارغ ہو) کا مرجع مطلقًا مصلی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ "سابقہ عبارتوں میں صریحًا ان دونوں صورتوں کا کوئی ذکر نہیں" اور اگر اس کا مرجع خاص **من ظن منعا اوشک**" (وہ جسے انکار کا گمان یا شک ہو) ہے تو "**باطلاقہ**" (اپنے اطلاق سے) کہنا درست نہیں۔ اس لئے کہ مباین اپنے مباین کے اطلاق میں داخل نہیں ہوتا۔ (ت) **اگر یہ کہو** کہ شاید انہوں نے بطور توزیع و تقسیم ذکر کیا ہو تو جسے عطا کا گمان ہو اور نماز پوری کرلے اس کے لئے لفظ "اشارہ" رکھا اور جسے انکار کا گمان ہو یا شک ہو اور نماز توڑ دے اس کیلئے لفظ "اطلاق" رکھا۔ (ت) **اقول:** (میں کہوں گا) یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ نماز توڑنا نماز پڑھ چکنے اور اس سے فارغ ہونے کے مباین ہے تو "اطلاق" میں کیسے داخل ہوگا۔ یہ ذہن نشین رہے **اقول:** امام صدر الشریعۃ کے پُورے کلام کا ضبط نصف سطر میں یہ ہے کہ "اگر وہ سوال نہ کرے یا اسے دے دے تو جو تیمّم اور نماز اس نے ادا کیا وہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کردے تو تام ہوا" تو پہلی شرط اس صورت کو شامل ہے جب اس نے مانگا نہیں اور اس نے دے دیا یانہ دیا اور اس صورت کو بھی جب اس کے

فی کل ذلك ظن منحا اومنعا اوشك ورأہ خارج الصلاۃ اوفیھا فقطع اواتم وان اردنا زیادۃ ماقدم عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری ولواعطاہ بعد الصلاۃ فیبقی العطاء فی الاولی مقیدا بما اذالم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء ویبقی للثانیۃ شقان سأل فلم یعط اواعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منحا اومنعًا اوشك غیرانہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والالا۔

اپنے اطلاق اور اشارہ سے ان کے حکم پر دال ہیں '۔اھ مانگنے پر اس نے دیا اور دوسری شرط کے تحت وہ صورت رہے گی جب اس کے مانگنے پر اس نے نہ دیا۔اور کلام اپنے اطلاق سے یہ بھی بتائے گا کہ ان باتوں میں یہ سب صورتیں یکساں ہیں اسے دینے کا گمان رہا ہو یا نہ دینے کا یا شک رہا ہو اور اس نے بیرونِ نماز دیکھا ہو یا اندرونِ نماز دیکھ کر نماز توڑ دی ہو یا پُوری کی ہو۔اور انہوں نے زیادات کے حوالہ سے جو پہلے بیان کیا اگر ہم اس کا بھی اضافہ کرنا چاہیں تو دوسرے جملہ شرطیہ میں یہ الفاظ بڑھادیں "اگرچہ بعد نماز اسے دے دیا ہو" تو پہلے جملہ شرطیہ میں دینا اس سے مقید رہے گا کہ انکار کرکے بعد نماز دینا نہ ہو اور دوسرے جملہ کے تحت دو۲ شقیں رہ جائیں گی (۱) مانگنے پر دیا نہیں (۲) یا انکار کرکے بعد نماز دیا پھر اس کے بعد ہم یہ بڑھادیں "خواہ اسے دینے کا گمان رہا ہو یا انکار کا، یا شک رہا ہو مگر یہ ہے کہ اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔(ت)

اقول: ولایخرج منہ ماذا سأل فلم یعط ولم یاب بل سکت وذلك لماقدمنا ان اعطاہ بعد السکوت قبل ان یراہ یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباہ فدخل فی الاول اعنی اعطاہ وان کان ھذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمہ اباء وکان الحکم ح للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم ح للسکوت من جھۃ انہ

اقول: اس سے وہ صورت خارج نہ ہوگی جب مانگنے پر اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا یہ اس لئے کہ ہم بتا چکے کہ اگر خاموش رہنے کے بعد اسے تیمّم سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے قبل دے دیا تو یہ خاموشی انکار نہیں تو یہ اول یعنی "اعطاہ" (اسے دے دیا) میں داخل ہے اور اگر یہ بعد نماز ہے تو اس دینے سے پہلے انکار نہ پایا گیا اور اس صورت میں حکم عطا کا ہے سکوت کا نہیں۔ورنہ (اگر بعد سکوت تیمّم سے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے پہلے دینا نہ ہوا) وہ سکوت انکار ہو کر شرط ثانی میں داخل ہوگا۔اور اس صورت میں حکم

دلیل المنع۔

لکن اولا بقی(ا)ماذاسأل فلااعطی ولاابی بل وعدثم اخلف فان کان ھذاالوعد قبل الصلاۃ اوفیھابطل تیممہ قطعاوان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل اواعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلك ان وقع بعدھاواختیر بطلانھا مطلقاوان قلنا کماھوالظاھرواللہ تعالٰی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظھر خلفہ فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لایقال انہ منع وابی الاان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کمابینا۔

فان قلت بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی ماأل الیہ الامر۔

اقول: ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلك لان الاخلاف ان کان اباء مستنداای من حین وعد

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے۔

لیکن **اولا** وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تو اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہوا ہو تو اس کا تیمّم قطعًا باطل ہوگیا اگرچہ اس نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگراس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہُوا۔اس لئے کہ اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہوا۔اس میں مطلقًا بطلان نماز اختیار کیا گیا ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے یہ کہا کہ نماز ہو گئی اگر وعدہ خلاف ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لئے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع وانکار کیا لیکن اگر یہ دعوٰی کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرطِ اوّل کے تحت داخل ہے۔ لیکن اس دعوٰی پر دلیل کی ضرورت ہے۔اور دلیل کہاں؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔(ت)

اگر یہ کہے کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرط ثانی کے تحت داخل ہوگی۔اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا۔

اقول: (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سُود مند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے،

وردت المسألة الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاۃ واخلف فقد اثر مع کونہ اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانہ سأل ولم یعط فلم توجد شریطۃ الابطال فلم بطلت فلامحید الاجعل الوعد عطاء بعینہ وھو خلاف المعقول والمدلول واللہ تعالٰی اعلم۔

تو پہلا سوال وارد ہوگا کیوں کہ اس نے قبل تمام نماز وعدہ کیا اور خلاف کیا تو یہ انکار ہونے کے باوجود اثر انداز ہوا (جب کہ صورتِ انکار میں نماز تام ہوتی ہے) اور اگر انکار مقتصر ہو یعنی وقت عدم وفا سے، اور جب وعدہ ہوا ہے اس وقت دینا نہ ہو تو بھی پہلا سوال وارد ہوگا۔ اس لئے کہ "اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا" تو ابطال کی جو شرط تھی (نہ مانگا یا اس نے دے دیا) وہ نہ پائی گئی پھر نماز کیوں باطل ہوئی تو کوئی مفر نہیں سوا اس کے کہ وہ وعدہ کو بعینہٖ عطا قرار دیں اور یہ معقول ومدلول دونوں کے خلاف ہے۔ (ت)

وثانیا: کون(۱) ماء الطھارۃ مبذولا عادۃ فی کل مکان* بطلانہ غنی عن البیان* یعرفہ البلہ والصبیان وشان المبسوط یجل عن ارادتہ فوجب ردہ الی ماوفق بہ الائمۃ الجلۃ ابوبکر الجصاص وابوزید الدبوسی وابونصر الاصغار علیھم رحمۃ الغفار ان المراد موضع لایعز فیہ الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن العطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنہ الاعطاء اوعدمہ اوشک۔

ثانیا: آب طہارت ہر جگہ عادۃً دے دیا جاتا ہے اس کا بطلان بیان سے بے نیاز ہے بے وقوفوں اور بچّوں کو بھی معلوم ہے اور مبسوط کا مقام ایسا معنی مراد لینے سے بلند ہے تو اس کے کلام کو اسی طرف پھیرنا ضروری ہے جس سے امام ابوبکر جصاص، امام ابوزید دبوسی اور امام ابونصر صغار علیہم الرحمۃ نے تطبیق دی کہ مراد ایسی جگہ ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو اب مبسوط کا کلام یہ ہوگا کہ (ایسی جگہ سوال نہ کیا) جہاں پانی دینے کا گمان ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جائے گا کہ (عدم سوال مبطل ہے) خواہ اسے دینے کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔

وثالثا: ھل(۲) السؤال مطلقا سواء ظن ظنا اوشك واجب علیہ غیر مشترط لصحۃ الصلاۃ ام ھو شرطھا علی الثانی کیف صح الشروع فیھا بلاسؤال وکیف جاز المضی فیھا لمن ظن

ثالثا: کیا ایسا ہے کہ مانگنا خواہ کوئی گمان ہو یا شک ہو مطلقاً اس پر واجب ہے مگر صحتِ نماز کی شرط نہیں یا اس کی شرط بھی ہے۔ بر تقدیر ثانی بغیر مانگے اس کا نماز شروع کرنا کیسے صحیح ہوا؟ اور ظن منع یا شک والے کیلئے

منعاوشك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وما ذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فابى وان كان يظن العطاء فان ماوقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لاينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ايضا كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطالها عه والشرط لايتأخر عن

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا؟ بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطاء کا ظن رکھتا ہو اس کیلئے آپ نے یہ کیوں کہاکہ نماز توڑدے؟ توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہوگیا ہواور یہاں ظن عطااوراس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ؟ شرط کاترک تومطلقاً مبطل ہے اور اُس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیااور اس نے انکار کردیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپ نے نماز کو تام کیسے قرار دیا؟ جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ ایسے اس کا حال ہے جسے قربِ آب کا ظن تھااور اس نے پانی تلاش نہ کیا۔ تیمّم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایاجب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالہ سے بیان ہوا۔ بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تومشروط سے مؤخر

عـه فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان (۱) علم المقتدى بحال الامام من سفر واقامة شرط صحة الاقتداء كمافى الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بأنه لايشترط حصوله من الابتداء بل يكفى حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

اگر یہ سوال ہو کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر واقامت کا علم ہونا "صحت اقتدا کی شرط ہے" جیسا کہ خانیہ، بحر اور در مختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز یہ علم ہو جانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام (بعد نماز) بتادے کہ وہ (باقی برصفحہ آئندہ)

المشروط وعلی الاول لم قلتم بطلت صلاتہ بترك السؤال بعدھا وان ظن منعا اوشك فترك المرء بعض مایجب علیه لایفسد صلاتہ مالم یخل ذلك بشیئ من شروط صحتھا۔	نہیں ہوتی۔ بر تقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہو گئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہو جاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔
فان قلت کیف حکمتم ببطلان صلاتہ اذاظن العطاء ولم یسأل فمامنه الاترك مالیس شرطا لصحة الصلاۃ۔	**اگر یہ سوال ہو** کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور نہ مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کر دیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔
اقول: ببلی شرط صحة الصلاۃ الطھارۃ وشرط طھارتہ ھذہ ظھور	**اقول:** (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر کما اشیر الیه فی المتون وصرح به فی التوشیح والنھایة والسراج والتتارخانیة والبحر والدر وغیرھا فقدجوزوا تأخر الشرط عن المشروط اقول لیس ھکذا بل التحقیق(۱) فیه انه شرط الحکم بصحة الاقتداء لاشرط نفسه وھو مرادما ذکروا من الاشتراط کما افادہ فی الفتح واوضحناہ فی صلاۃ المسافر من فتاوٰنا وباللّٰه التوفیق ۱۲ منه غفرله (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا **اقول:** (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کیلئے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔ علماء نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نمازِ مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

العجز وظهور العجز يزول بظن عطاء لم يظهر خلافه فاذاظن العطاء حكم بفسادصلاته موقوفاالى ان يظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتاكما بينت اٰخرالمسائل فاذالم يسأل لم يظهر فبت فسادهالالاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف مااذا ظن المنع فانه لم يوجد معارض لظهور العجز وهو ظاهروكذا اذاشك لكونه احتمالا لاعن دليل فلايعارض الظاهر كماحققت اٰخر المسألة السادسة ولله الحمد۔

شرط یہ ہے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔اور ظہور عجز ایسے ظن عطا سے ختم ہوجاتا ہے جس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔تو جب اسے عطا کا گمان ہوجائے حکم کیا جائے گا کہ اس کی نماز کا فاسد ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس گمان عطا کے خلاف ظاہر ہو تو نماز صحیح ہوجائے گی یا اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو نماز قطعی طور پر فاسد ہوجائے گی جیسا کہ میں نے آخری مسئلہ میں بیان کیا جب اس نے سوال نہ کیا اس کے ظن عطا کے خلاف ظاہر نہ ہوا تو فسادِ نماز قطعی ہوگیا اس لئے نہیں کہ سوال شرط ہے بلکہ اس لئے کہ ظہور عجز مفقود ہے۔بخلاف اس صورت کے جب انکار کا ظن ہو اس لئے کہ ظہور عجز کا کوئی معارض نہ پایا گیا یہ تو واضح ہے اسی طرح جب شک رہا ہو اس لئے کہ یہ احتمال بلادلیل ہے تو ظاہر کے معارض نہ ہوگا جیسا کہ میں نے مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کی ہے۔اور خدا ہی کیلئے حمد ہے۔(ت)

اقول: ثم ههنا عدة اسئلة ترد على ظاهر كلام الامام فى النظر الظاهر اجبنا ان نوردها ونردها الاول جعلتم الشك فى الاعطاء والمنع شكا فى القدرة والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبة الظن اقيم مقام حقيقة القدرة والعجز تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامهما فقد افدتم انه اذالم يظهر خلافه يبقى قائمامقامهمافلم قلتم ان من ظن المنع ولم يسأل بعد ولم يعطه

اقول: اب یہ دیکھئے کہ یہاں امام صدر الشریعۃ کے ظاہر کلام پر بادی النظر میں چند اعتراض وارد ہوتے ہیں جنہیں ہم ذکر کرکے ان کی تردید کردینا چاہتے ہیں۔

پہلا اعتراض: عطاء و منع میں شک کو آپ نے قدرت وعجز میں شک قرار دیا ہے اس لحاظ سے ظن منع ظن عجز ہوگا جبکہ آپ نے فرمایا ہے کہ غلبہ ظن کو آسانی کیلئے قدرت وعجز کی حقیقت ویقین کے قائم مقام رکھا گیا ہے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہوجائے تو وہ حقیقت قدرت وعجز کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اس سے یہ مستفاد ہُوا کہ جب اس کے خلاف نہ ظاہر ہو تو وہ

صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم يظهر خلافه فيكون قائما مقام حقيقة العجز۔	ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہو اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہوگئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔
الثانی: رأى الماء وهو يصلى وظن المنع فاتم كماامرتم فلما فرغ وجد صاحبه قدذهب ولايدرى مكانه فمتى توجبون عليه السؤال افى صلاته فيجب القطع وقد نهيتموه ام بعدها وقد ذهب وغاب فايجاب السؤال ايجاب المحال فوجب القول بادارة الحكم على ظنه۔	**دُوسرا اعتراض**:اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہُوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پُوری کرلی جب فارغ ہُوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جب کہ اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وہ چلا گیا اور غائب ہوگیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لامحالہ اس کے ظن ہی پر مدار احکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔
الثالث: اذا اوجبتم السؤال بكل حال* وان لم يسأل حكمتم مطلقا بالابطال* فلاشك ان ظنه بمعزل عن الحكم عند ترك السؤال* واذا سأل ظهرت الحقيقة وانسلّ الظن عن المجال* فمتى اقيم مقامها وماله الاالزوال*	**تیسرا اعتراض**: جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقًا ابطال کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترک سوال۔ ترک سوال کی صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہوجاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اس کے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اقول: والجواب عن الكل فی حرف واحدان السؤال واجب مهما امكن فاذا تعذر دار الامر علی الظن*وقوله(۱) فاذا ظهرخلافه ليس فی الحكم حتی يؤخذ مفهومه بل فی تعليل مسألة وكان الواقع فيهاظهور خلافه فبنی الامر عليه والله تعالٰی اعلم۔

اقول: ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورت امکان سوال واجب ہے جب یہ معتذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظهر خلافه" (تو جب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہوا، تو بنائے کار اسی پر رکھی اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔(ت)

الثانی القانون البحری

قال رحمه الله تعالٰی ان المتيمم اذا رأی مع رجل ماء كافيا فلا يخلو امان يكون فی الصلاة اوخارجها وفی كل منهما اما ان يغلب علی ظنه الاعطاء اوعدمه اويشك وفی كل منها اما ان سأله اولا وفی كل منها اما ان اعطاه اولافهی اربعة وعشرون فان كان فی الصلاة وغلب علی ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتيممه باق فلو اتمها ثم سأله فان اعطاه استأنف وان ابی تمت وكذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنه عدم الاعطاء اوشك لايقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتيممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابی تمت

دوم: قانون علامہ صاحب البحر

صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "معلوم ہوا کہ تیمّم والا جب کسی آدمی کے ساتھ آب کافی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یاتو یہ دیکھنا اندرون نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبہ ظن ہوگا یا شک ہوگا۔اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا۔اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا تو یہ چوبیس [24] صورتیں ہوئیں۔اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبہ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے اگر نماز پُوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پُوری ہوگئی۔اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔اور اگر اسے نہ دینے کا غلبہ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

وان کان خارج الصلاۃ فان لم یسأل وتیمم وصلی جازت الصلاۃ علی مافی الهدایۃ ولاتجوز علی مافی المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاہ اعاد والافلا سواء ظن الاعطاء اوالمنع اوشك وان سأل فان اعطاہ توضأ وان منعه تیمم وصلی فان اعطاہ بعدها لااعادۃ علیه وینتقض تیممه ولایتأتی فی هذا القسم الظن اوالشك وهذا حاصل مافی الزیادات وغیرها وهذا الضبط من خواص هذا الکتاب[1] اھ وتبعه اخوہ وتلمیذہ المدقق فی النهر اثر عنه ش واقر۔

نہ توڑے۔اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے۔اور اگر پُوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے نماز باطل ہوگئی اور اگر انکار کردے تو تام ہے اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمّم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہوگئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہُوئی اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمّم کرے اور نماز پڑھے۔اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمّم ٹوٹ جائے گا۔اس قسم میں ظن یا شک کی صورت ہی نہیں یہ سب اس کا حاصل ہے جو زیادات وغیرہا میں ہے۔اور یہ انداز ضبط اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ان کے برادر تلمیذ مدقق نے النہرالفائق میں اسی کی پیروی کی۔ان سے علّامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔(ت)

اقول: اولا: (۱)بل هی علی ماسلك ست وستون تضمن کلامه بیان اربع وخمسین وبقیت علیه اثنتا عشرۃ وذلك لانه اما ان یراہ فی الصلاۃ اوقبلها وعلی کل یظن العطاء اوالمنع اویشك فهی ست وفی کل منها احدی عشرۃ لانه اما ان یسأل قبل الصلاۃ او بعدها اولاولا کیف وقدمر علی هذا

اقول: اولا: بلکہ یہ ان کی روشِ کلام کے مطابق چھیاسٹھ ۶۶ صورتیں ہیں جن میں سے چوّن ۵۴ صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ ۱۲ صورتیں رہ گئیں۔وہ اس لئے کہ یا تو وہ اندرونِ نماز دیکھے گا یا قبل نماز۔اور بہر دو صورت یا تو اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا۔یہ چھ ۶ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک گیارہ ۱۱ صورتیں ہیں اس لئے کہ وہ یا تو قبل نماز مانگے گا

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

التقسیم فی قولہ قطع وطلب فلو اتم ثم سأل وفی قولہ قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفی قولہ فان سأل بعدھاوان سأل ای قبلھا وقال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال قبل الصلاۃ قبل تمامھاسواء کان قبل شروعھااوبقطعھا اذا رأہ فیھا)وعلی کل من الاولین یعطی اولا وعلی الثالث یعطی قبل الصلاۃ اوفیھا اوبعدھا اولا اصلا فھی ثمان وواحدۃ منھاتصیرار بعاوھی ماذا سأل قبلھا فابی فانہ اما ان یعید السؤال بعدھا اولا وعلی کل یعطی اولا فصارت احدی عشرۃ فبلغت ستاوستین واناا صورلك احدی الاسداس لتقیس علیھا سائرھابان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فھی ثلاث وثلثون ثم تضع رأی قبلھا مکان رأی فی الصلاۃ فھی ثلاث وثلثون اخری وھذہ صورتہ۔

یا بعد نماز یا نہ قبل نماز نہ بعد نماز۔ یہ صورتیں کیسے نہ ہونگی جب کہ ان کی روشِ بیان درج ذیل عبارتوں میں اسی تقسیم پر جاری ہے (دیکھئے ان کی عبارت خط کشیدہ الفاظ ۱۲م۔الف) (۱) نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے اگر نماز پُوری کرلی پھر مانگا (۲) توڑ دی اور مانگا اور اگر پُوری کرلی پھر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا اور اگر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا اور اگر مانگا یعنی قبل نماز اور فرمایا: تو اگر نہ مانگا یعنی بالکل مانگا ہی نہیں (نہ قبل نماز نہ بعد نماز) میری عبارت میں جو "قبل نماز" آیا ہے اس سے میری مراد ہے "تکمیل نماز سے" خواہ یوں کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو یا یوں کہ جب اندرونِ نماز پانی دیکھنا نماز توڑ دی ہو (اب سلسلہ کلام وہیں سے ملا لیجئے ۱۲م۔الف) اور ان میں کی پہلی دونوں میں سے ہر تقدیر پر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا اور تیسری تقدیر پر قبل نماز[1] دے گا، یا اندرون[2] نماز، یا بعد[3] نماز، یا بالکل[4] نہ دے گا۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ایک وہ ہے جس کی چار[4] صورتیں بن جائیں گی۔ یہ قبل نماز مانگنے پر انکار والی صورت ہے کیونکہ اس صورت میں یا تو بعد نماز دوبارہ مانگے گا، یا نہ مانگے گا اور بہر تقدیر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا۔ تو گیارہ" صورتیں ہو کر چھاسٹھ[66] کو پہنچ جائیں گی اب ان میں سے ایک سدس (گیارہ) کی شکل پیش کی جاتی ہے تاکہ بقیہ کو اسی پر قیاس کیا جاسکے اس طرح کہ ظن عطا کی جگہ ظن منع پھر شک رکھ دیں تو یہ تینتیس[33] صورتیں ہو جائیں گی، پھر "اندرونِ نماز دیکھا" کی جگہ "قبل نماز دیکھا" رکھ دیں تو یہ دوسری تینتیس[33] صورتیں ہو جائیں گی۔ نقشہ یہ ہے:

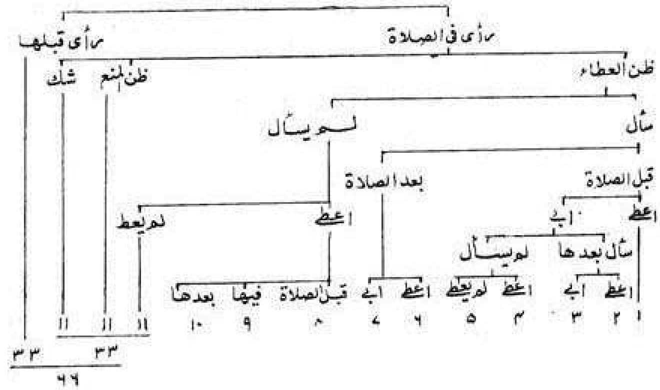
رأی فی الصلاۃ
رأی قبلها
ظن العطاء
ظن المنع
شك
سأل
لم یسأل
قبل الصلاۃ
بعد الصلاۃ
اعطی
ابی
لم یعط
سأل بعدها
لم یسأل
اعطی
ابی
اعطی
لم یعط
اعطی
ابی
قبل الصلاۃ
فیها
بعدها
١ ٢ ٣ ٤ ٥ ٦ ٧ ٨ ٩ ١٠ ١١ ١١ ١١ ١١
٣٣ ٣٣
٦٦

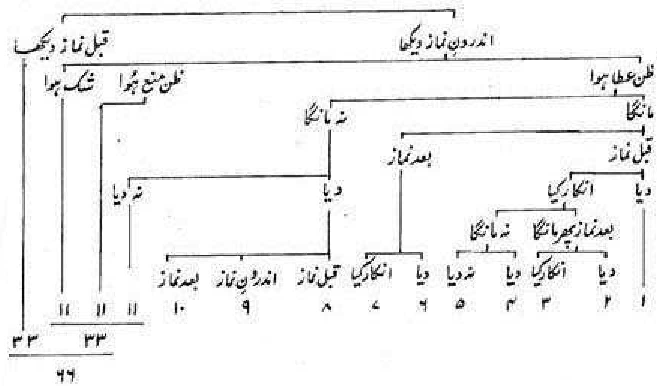
اندرونِ نماز دیکھا
قبل نماز دیکھا
ظن عطا ہوا
ظن منع ہوا
شک ہوا
مانگا
نہ مانگا
قبل نماز
بعد نماز
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
بعد نماز پھر مانگا
نہ مانگا
دیا
انکار کیا
دیا
نہ دیا
دیا
انکار کیا
قبل نماز
اندرونِ نماز
بعد نماز
١ ٢ ٣ ٤ ٥ ٦ ٧ ٨ ٩ ١٠ ١١ ١١ ١١
٣٣ ٣٣
٦٦

ولم یذکر فیما اذارأی فی الصلاۃ الا السؤال قبلھا اوبعدھا فبقی ان لایسأل اصلا وصاحبه یعطیه قبل الصلاۃ اوفیھا اوبعدھا اولا فھی اربع علی کل من صور الظنین والشك فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرھا۔

فان قلت لافائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بأنه سأل بعدھااولا وعلی کل اعطی اولافان الحکم لایختلف وھو صحة صلاته لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کمامر فی المسألة العاشرۃ۔

اقول: بلی فائدته اعطاء ھذاالحکم الاتری الی قوله فی الضابطة فیمااذارأی فی الصلاۃ وکذااذاابی ثم اعطی وفیمااذارأی خارجھافان منعه واعطاہ بعدھا لااعادۃ [1] اھ ولذا اخذہ المحقق الحلبی فی شقوق ضابطته کماسیاتی ان شاء الله تعالٰی وان فرض فالکلام علی مسلکه رحمه الله تعالٰی وھو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کماسیاتی وان سلمنا فھی ثمان واربعون ثمان فی ست کماتری وقد تضمن کلامه حکم ست وثلثین وترك اثنتی عشرۃ۔

علامہ صاحب بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبل نماز ہو یا بعد نماز۔اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا اور پانی والے نے اسے قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز دے دیا، یا نہ دیا تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار چار صورتیں ہو کر بارہ ۱۲ ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔(ت)

اگر یہ سوال ہو کہ قبل نماز انکار ہو جانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور بہر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔اس لئے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لئے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا۔(ت)

اقول: کیوں نہیں۔یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے۔ضابطہ میں صاحبِ بحر کا کلام دیکھئے، اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے "اور ایسے ہی جب انکار کردے پھر دے دے" اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے "تو اگر (اس وقت) نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں" اھ۔اسی لئے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام اِن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔اور اگر بے فائدہ ہی فرض کرلیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُدا گانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کرلیں تو یہ اڑتالیس ۴۸ صورتیں ہیں چھ میں آٹھ۔۸*۶ = ۴۸ جیسا کہ پیش نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس ۳۶ صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔بارہ ۱۲ صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔(ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

وثانیا: نقل(۱) التوفیق عن الذخیرۃ عن الجصاص وھو التحقیق فارسالہ مااذا کان خارج الصلاۃ ولم یسأل اصلا خلافیۃ غیر مقطوع فیھا بقول ممالاینبغی۔	**ثانیا:** ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔ وہی تحقیق بھی ہے اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔
وثالثا: قد(۲) مشی علیہ فیمن رأی فی الصلاۃ یقطع ان ظن العطاء والالا ومامبناہ الاذلك التوفیق انہ یجب السؤال ان ظن العطاء والالا کماقدمنا فقدمشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیۃ وانماکان الوجہ ان یحیل ھذہ ایضا علی الخلاف اویقطع القول فی تلك ایضا۔	**ثالثا:** اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنادیا۔ مناسب طریقہ یہی تھا کہ یا تو اِسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یا اُس میں بھی قطعی قول کرتے۔
ورابعا: قولہ(۳) فیمااذا رأی خارجا فسأل فمنع فتیمم فصلی انہ لایتأتی فیہ الظن والشك فیہ شك ای شك فان اراد عدم تأتیھمابعد المنع فالمنع لایختص بھذاالقسم وایضا لاتأتی لھمابعد الاعطاء ایضا بل اولی لانہ تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحملہ علی حالۃ راھنۃ ویظن بہ عطاء اومنعا اویشك فیمابعدذلك وان اراد مطلقا وھوالظاھر من کلامہ فعدم تأتیھما بعد المنع لا یمنع تأتیھما قبلہ وقد جعل(۴) الاقسام	**رابعا:** یہ صورت کہ "بیرونِ نماز دیکھنے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمّم کرکے نماز پڑھ لی"۔ اس کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں" یہ کلام بڑے شک واعتراض کا محل ہے اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بدرجہ اولی نہیں، اس لئے کہ کام پُورا ہوگیا۔ اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمولہ کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلقاً ظن یا شک نہیں ہوتا۔ یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن وشک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو۔ انہوں

اولا ستایکون فی الصلاۃ اوخارجھا وعلی کل یظن عطاء اومنعا اویشك ثم فصل کلامنھا الی السؤال وعدمه والعطاء والاباء فکیف یخرج ھذامن الظن والشك وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین۔

نے پہلے چھ ۶ قسمیں بنائی ہیں اس طرح کہ وہ اندرونِ ۱ نماز ہوگا یا بیرونِ ۲ نماز اور بہر دو تقدیر یا تو اسے ظن ۱ عطا ہوگا یا ظن منع ۲ یا شک ہوگا۔ پھران میں سے ہرایک میں سوال ۱ وعدم سوال ۲ اور عطا ۱ وعدم ۲ عطا کی تفصیل ہے تو یہ قسم ظن وشک سے خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس ۲۴ صورتیں کیسے بنیں گی؟

وخامسا: لاتخالف الرؤیة فی الصلاۃ وخارجھا فی شیئ من الاحکام ولااقسام الرؤیة فی الصلاۃ فیمابینھا غیر انه یقطع ان ظن العطاء والالا فماکان لیدخل فی الشقوق فیطول الامر وکان یجمع جمیع(۱)ماقاله بل مع الزیادۃ واحاطة الست المتروکة ان یقول من علم مع غیرہ ماء یکفی لطھرہ قبل الصلاۃ اوفیھا فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم اولم ینتقض اومضت ولاعبرۃ بالعطاء بعد الاباء فی الوجھین وسواء فی کل ذلك ظن عطاء قطع الصلاۃ والالا فھذا نحوثلث سطورہ بیدان الثلث کثیر۔

خامسا: اندرونِ نماز وبیرونِ نماز دیکھنے میں اور اندرون نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں تو ان سب کو شقوں میں داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا اگر یوں کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافے اور متروکہ چھ صورتوں کے احاطے کے سمٹ آتی: "جسے کسی کے پاس طہارت کیلئے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ نماز علم ہوا تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو کرے اور اگر تیمّم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ لی تو باطل ہو گئی اور اگر نہ دیا تو تیمّم کرے یا تیمّم ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہو گئی اور دونوں ہی شکلوں میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں اور ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع کا، یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظن عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے مگر یہ کہ تہائی زیادہ ہے۔ (ت)

وسادسا: قوله(۱) فی خارج الصلاۃ ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کمااشرنا الیه مااذالم یسأل قبلها ولابعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کماعلمت یظن منحااومنعااویشك وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاۃ اوفیها اوبعدها اولا اصلا ولاخلاف ان کان الا فی ثلث منها وهی مااذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا بشرط ان لایوجد الوعد قبل تمام الصلاۃ والا لمنع ونقض وابطل ولو اعطی قبل الصلاۃ وجب الوضؤ وان کان تیمم انتقض اوفیها وجب الاستئناف بعد التوضی اوبعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرۃ علی الماء تحصل باجماع اصحابنارضی الله تعالٰی عنهم بالاباحة فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذاکان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا اومجیبا اعاد مطلقا کماتقدم وقد(۲)احسن الدراذقال لوصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد[1]. فلم یقل ثم سأله فاخبره لاجرم ان قال فی الجوهرۃ النیرۃ رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغه من غیر سؤال توضأ و

سادسا: بیرونِ نماز والی صورت کے تحت ان کا قول "اگر نہ مانگا اور تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی"۔اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ "نہ قبل نماز مانگا نہ بعد نماز" اس لئے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کر رہے ہیں جیسا کہ معلوم ہوا یہ بارہ ۱۲ قسموں پر مشتمل ہے: اسے ۱ دینے کا ظن ہوگا یا نہ ۲ دینے کا شک ہوگا اور بہر تقدیر پانی والا اسے قبل ۱ نماز دے گا یا اندرونِ ۲ نماز یا بعد نماز، یا بالکل ۴ نہ دے گا اگر مانا جائے کہ اختلاف ہے تو ان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیا اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وہ مانع، ناقض اور مبطل ہوگا (تیمّم سے مانع ہوگا اور اگر تیمّم ہے تو اسے توڑ دے گا تیمّم سے نماز پڑھ لی تو اسے باطل بھی کردے گا) اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمّم تھا تو ٹوٹ گیا اندرون نماز دیا تو وضو کرکے ازسرِنو پڑھنا ضروری ہے بعد نماز دیا تو سب بالاجماع باطل ہوگیا اس لئے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہوجاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہوگی اور عطاء عطاء ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو، جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے مگر نہ دریافت کیا اور نماز پڑھ لی پھر اس نے ازخود بتایا یا پُوچھنے پر بتایا بہرصورت اعادہ کرے۔ جیسا کہ گزرا۔ درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی: "اگر تیمّم سے نماز

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

اعاد وان لم یعط فصلاته تامة [1] اھ فجعلها خلافیة مطلقا غیر سدید فی تسعة من اثنی عشروان (ا) اخذت المتروکات ایضا کمافعلنا ففی ثمانیة عشرای علی ھذا التقسیم اما علی اخذ صور الوعد فکثیر جدا کمایاتی۔

وسابعا: ترک (ا) صورالوعد والسکوت وفیها مباحث تهم فالاقسام علی ماسلك لاالاربعة وعشرون ولاستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما (ا) ان یسأل قبل التیمم او (۲) بعده قبل الشروع فی الصلاة او (۳) فیها بقطعها او (۴) بعدها اولا (۵) اصلا فهی خمس ولایکون الاولان الابالعلم قبل الصلاۃ والبواقی تحتمل العلم فیهاوقبلها فهی ثمانیة وعلی کل تقدیر یظن منحااومنعاویشك فهی اربعة وعشرون۔ فریق السؤال منها ثمانیة عشروفریق عدمه ستة والسؤال قبل التیمم اوبعدہ قبل الصلاۃ ثلاثی

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت کرلے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے"۔ یہ نہ فرمایا کہ "پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا"۔ لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا: کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا۔ نماز پڑھ لی۔ پھر اس کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کرکے اعادہ کرے اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے" اھ تو اسے بارہ ۱۲ میں سے نو ۹ صورتوں میں مطلقًا خلافی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ ۱۸ صورتوں میں۔ یعنی اس تقسیم پر لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہوجائیں گی، جیسا کہ ذکر آرہا ہے۔ (ت)

سابعا: وعدہ اس سکوت کی صورتیں چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں تو ان کے طرز پر قسمیں نہ چوبیس ۲۴ ہوں گی نہ چھیاسٹھ ۶۶ بلکہ چارسو چھبیس ۴۲۶ ہوں گی۔ وہ اس لئے کہ سوال یا تو قبل تیمّم ۱ ہوگا، یا بعد ۲ تیمّم قبل شروع نماز، یا اندرون ۳ نماز اس طرح کہ نماز توڑدے، یا بعد ۴ نماز یا سوال بالکل نہ ہوگا ۵ یہ پانچ صورتیں ہوئیں پہلی دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ میں احتمال ہے کہ اندرون نماز معلوم ہو یا قبل نماز ہو۔ تو یہ آٹھ ہوئیں اور بہر تقدیر اسے ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔ ان میں سے اٹھارہ ۱۸ سوال والی ہیں اور چھ ۶ عدم سوال والی اور ظن عطا و منع اور شک کے

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۹/۱

باعتبار الظنين والشك والسؤال فيها اوبعدها كل سداسي باضافة كون الرؤية في الصلاة اوقبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهين كماستعرف۔

ثمّ على كل سؤال اما ان يعطى من فوره وهو العطاء العاجل اويعد اويسكت اويابى وبعدكل من الثلثة اما ان يعطى وهو العطاء الأجل اولا واذالم يعط في الوعد فاما ان يظهر خلفه اولا كماقدمنا في التنبيه الخامس ففي كل سؤال ثمانية عـه وجوه.اما العطاء العاجل فلايفارق السؤال في زمانه والأجل في غير الوعد يحتمل ان(۱) يكون قبل التيمم او(۲)بعده قبل الصلاة او(۳) فيها او(۴) بعدها في الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته او(۵) بعده او(۶) بعد الوقت اما في الوعد فلا الاوجهين وهما العطاء في الوقت اوبعده لان الوعد يوجب الانتظار الى خروج الوقت فمهما وعدلم يكن له ان يتيمم اويصلى بداء اوعودا اذاعرفت هذا

اعتبار سے سوال قبل تیمّم یا بعد تیمّم قبل نماز کی تین تین صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی چھ چھ صورتیں ہیں اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا اور عدم سوال والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔(ت)

پھر ہر سوال پر یا تو اسے فورًا دے دے گا اس کا نام عطائے عاجل ہے یا وعدہ یا سکوت یا انکار کرے گا۔اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے بعد یا تو دے دے گا اور یہ عطائے آجل ہے یا نہ دے گا اور جب صورت وعدہ میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا نہیں جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کرچکے تو ہر سوال میں آٹھ ۸ صورتیں ہوئیں، عطائے عاجل تو سوال سے وقت میں جدا نہیں ہوتی اور عطائے آجل غیر وعدہ میں احتمال ہے کہ قبل ۱ تیمّم ہو یا بعد تیمّم ۲ قبل نماز یا اندرون نماز ۳ یا بعد نماز ۴ اندرون وقت اس کے تیمّم ونماز پر اطلاع سے قبل یا بعد ۵ یا وقت کے بعد ۶ لیکن وعدہ میں دو ۲ ہی شکلیں ہیں۔وقت میں یا بعد وقت دینا،اس لئے کہ وعدہ وقت نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس سے

عـه يعطى عاجلا(۱) يعدفيعطى(۲) اولايعطى(۳) مخلفااوغير مخلف(۴) يسكت فيعطى(۵) اولا(۶) يابى فيعطى (۷) اولا(۸) ۱۲ منه (م)

(۱) فورًا دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔(۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲منہ (ت)

فاذا کان السؤال قبل التیمم ساغ الکل فثمٰنیته صار بتسدیس کل عطاء اٰجل فی غیر الوعد وتثنیته فیه مع اربعة وجوہ عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة عشر عـہ ولکونه ثلاثیا سبعة و خمسین(۵۷)۔(۲)اذا کان بعدہ قبل الصلاۃ خرج الاول من ستة العطاء الاٰجل وھو العطاء قبل التیمم فھو فی کل من السکوت والاباء خمسة سادسھا عدم العطاء صارت اثنٰی عشر وللوعد اربعة کماکانت ای یعطی فی الوقت اوبعدہ اولایعطی مخلفااوغیرمخلف وواحد ھوالعطاء العاجل فھی سبعة عشروبالتثلیث احدو خمسون(۵۱) و(۳)اذا کان فیھا فالاقسام کسابقه سبعة عشر غیر ان ھذا سداسی فصارت مائة(۱۰۲) واثنین۔	وعدہ ہوا تو اسے روا نہیں کہ تیمّم کرے یا نماز پڑھے خواہ ابتداءً یا دوبارہ۔جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے جب سوال قبل تیمّم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔تو اس کی آٹھ صورتیں ہر عطائے آجل غیر وعدہ کی چھ[۶] صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا کی چار[۴] اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ کُل انیس[۱۹] صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے ستاون[۵۷] ہوئیں۔اور جب سوال بعد تیمّم قبل نماز ہو تو عطائے آجل کی چھ[۶] میں سے پہلی شکل نکل جائے گی اور وہ یہ کہ عطا قبل تیمّم ہو اب سکوت وانکار ہر ایک میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا وعدہ خلافی کرتے ہُوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

عـہ لانه فی الوعد یعطی فی الوقت اوبعدہ اولایعطی مخلفا اوغیر مخلف ھذہ اربعة وفی کل من السکوت والاباء لایعطی اویعطی قبل التیمم اوقبل الصلاۃ اوفیھا اوبعدھا فی الوقت فھی سبعة فی کلیھما فاربعة مع اربعة عشرو واحد ھو العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲منه غفرله (م)	اس لئے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت[۱] میں دے دے گا یا بعد[۲] وقت دے گا یا وعدہ[۳] خلافی کرتے ہوئے یا بغیر وعدہ[۴] خلافی کے نہ دے گا۔یہ چار[۴] صورتیں ہوئیں اور سکوت وانکار ہر ایک میں یا تو نہ[۱] دے گا یا قبل[۲] تیمّم دے گا یا قبل[۳] نماز یا دورانِ نماز[۴] یا بعد نماز[۵] وقت میں اطلاع سے قبل یا بعد[۶]، یا بعدِ وقت[۷] تو دونوں میں یہ سات ۷ صورتیں ہیں تو چار ۴ صورتیں،ان چودہ صورتوں کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ کُل انیس ۱۹ صورتیں ہُوئیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

واذا کان بعدھا خرج من عطایا السکوت والاباء الثلثة الاُول ففی کل مع عدم العطاء اربعة وفی الوعد اربعة کالرسم فھی اثنا عشر والعطاء العاجل ھھنا وجھان اعطاہ بعد ماراٰہ یتیمم ویصلی بہ اولم یطلع علیہ ویحتاج الی ھذا التقسیم لدفع توھم ان لوراٰہ فسکت دل علی المنع فلاینفع العطاء بعدہ وقد ازحناہ فی المسألة التاسعة فصارت اربعة عشرو بالتسدیس اربعة وثمانین ففریق السؤال مائتان واربعة وتسعون۔

تو سترہ ۱۷ صورتیں ہُوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون ۵۱ ہو گئیں۔اور جب سوال اندرونِ نماز ہو تو اس سے پہلے والے کی طرح یہاں بھی سترہ ۱۷ قسمیں ہوں گی مگر یہ کہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سو دو ۱۰۲ صورتیں ہو گئیں،اور جب بعد نماز ہو تو سکوت وانکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدم عطا کے ساتھ چار اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی۔یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمّم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کیلئے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا۔مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دُور کرآئے ہیں تو چودہ ۱۴ صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی ۸۴ بنیں۔اس طرح سوال کی شق میں کُل دو سو چورانوے ۲۹۴ صورتیں ہوئیں۔(ت)

و اذا لم یسأل فیعطی من دون وعد اویعد اولا ولاوھھنا نفس ھذا العطاء علی ستة وجوہ العطاءِ الاٰجل ثمہ الاولان منھا ثلاثیان وسائر ھن سداسیات کثالث ھذہ الاقسام اعنی لاولا فکانت ستة وثلثین والوعد علی خمسة وجوہ الاولین الثلاثین وثلثة تلیھا سداسیات لان الوعد بلاسؤال فی وقت اُخرلا تعلق لہ بھذہ الصلاة فکانت اربعة وعشرین ثم فی کل وعد اربعة کالرسم فھی ستة وتسعون ومع ستة وثلثین المزبورات

اور جب سوال نہ کرے تو وہ یا تو بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا۔یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے آجل کی چھ ۶ صورتوں پر ہے۔ان میں سے پہلی دو،ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے اِن اقسام میں سے تیسری،یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ۔تو چھتیس ۳۶ صورتیں ہوئیں۔اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو،ثلاثی اور ان کے بعد تین سُداسی۔اس لئے کہ دوسرے وقت میں بلاسوال وعدہ کو اِس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔پھر ہر وعدہ پر بدستور چار ۴ صورتیں۔یہ چھیانوے ۹۶

مائۃواثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال اربعمائۃ وستۃ وعشرین۔

صورتیں ہیں اور مذکور چھتیس[۳۶] کے ساتھ مل کر ایک سوبتیس[۱۳۲] صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (۲۹۴) صورتوں کے ساتھ مل کر کُل چارسو چھبیس[۴۲۶] صورتیں ہوجاتی ہیں۔(ت)

اقول: واعلم ان الظاھر من کلماتھم نفعنااللہ تعالٰی ببرکاتھم قصر النظر علی الاعطاء والاباء فبھماعبروا فی الزیادات وجامع الامام الکرخی وبدائع ملك العلماء وحلیۃ المحقق وضابطۃ الامام صدر الشریعۃ کماسمعت نصوصھم والمحقق الحلبی فی الغنیۃ تارۃ قال فی التصویر اما ان یعطی اویمنع تارۃ قال فی التصویر اما ان یعطی اویمنع وتارۃ قال اماان یعطی اولا فاذا اتی علی الحکم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم یذکرالواسطۃ کماستسمع نصہ ان شاء اللہ تعالٰی وکذلك المحقق البحرقال فی الشقوق اعطاہ اولاوفی بیان الاحکام فی ما اذا رأی فی الصلاۃ اتی مرتین بالنفی والاثبات ومرتین بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاۃ مرۃ کالاول ومرۃ کالثانی واخوہ فی النھرلخص کلامہ فعبر فی موضعین عن قولہ وان ابی بقولہ والاولذالم نعدلہ ضابطۃ بحیالھافظھران مرادھم ھھنابنفی الاعطاء ھوالاباء فلایرد علی البحر

اقول: معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے عطاوانکارپر نظر محدود رکھی ہے۔ عطاء واِباء سے ہی زیادات، جامع کرخی، بدائع ملک العلماء، حلیہ محقق، اور ضابطہ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی، جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں۔ محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا اما ان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے) پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا، اور اگر مانگا تو مانع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا، جیسا کہ ان کی عبارت اِن شاء اللہ تعالٰی پیش ہوگی۔ اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بتاتے ہوئے کہا اعطاہ اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) (اور بیان احکام میں اندرونِ نماز دیکھنے کی صورت میں دوبار نفی واثبات لائے اور دوبار "ان اعطی وان ابی" (اگر دیا، اگر انکار کیا) لائے۔ اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی۔ ان کے برادر نے النہرالفائق میں

ولاعلی الغنیة انهما ذکرافی التشقیق العطاء وعدمه واقتصر البحر فی نصف الاحکام علی العطاء والاباء والغنیة لم تذکر غیرهما۔	انہی کے کلام کی تلخیص کی ہے تو دو جگہ ان کے قول "وان ابی" (اگر انکار کریں) کی تعبیر "و الا" (ورنہ) سے کی ہے اسی لئے ہم نے ان کا کوئی مستقل ضابطہ نہ شمار کیا تو ظاہر ہوا کہ یہاں نفی عطاء سے ان حضرات کی مراد انکار ہے۔ تو بحر اور غنیہ پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ دونوں نے شقوں کے بیان میں عطا وعدم عطا ذکر کیا اور بحر میں نصف احکام کے اندر عطاء واباء پر اقتصار کیا۔ اور غنیہ نے عطا واباء کے سوا کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ (ت)
ولا ان قول البحر مرتین ان اعطاه توضأ والافتیممه باق وکذا قول النهر ان لم یعطه بقی تیممه صادق بمااذالم یعط بل وعدولم یعط بعدالوعد ایضا مثلا مع ان تیممه ینتقض باجماع اصحابنا رضی الله تعالٰی عنهم اذاعلم هذا فمن سبرظهر له وفورما ترك البحر من الصور واستبان ان(۱) جعله عدم السؤال خلافیة بین الهدایة والمبسوط مطلقا لایصح فی احد وخمسین من ستة وستین لان اقسام عدم السؤال قبل التثلیث والتسدیس سبعة وعشرون فی ستة [عـہ۱] منها ثلاثیین [عـہ۲] واربعة سداسیات عطاء الماء فهی ثلثون [عـہ۳]، وفی اثنی عشر الوعد قبل الصلاة	نہ ہی یہ اعتراض ہوگا کہ دو بار بحر کا یہ کہنا "ان اعطاه توضأ والافتیممه باق" (اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے) اسی طرح نہر کا کہنا ان لم یعطہ بقی تیممہ (اگر نہ دے تو اس کا تیمّم باقی ہے اس صورت میں بھی صادق ہے جب عطا نہ ہو بلکہ وعدہ ہو مثلاً وعدہ ہو اور بعد وعدہ بھی نہ دے باوجودیکہ اس کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جو جانچ کرے گا اس پر منکشف ہوگا کہ بحر نے کتنی زیادہ صورتیں چھوڑ دی ہیں یہ بھی روشن ہوگیا کہ عدمِ سوال کو ہدایہ ومبسوط کے درمیان مطلقًا خلافی ٹھہرانا چھیاسٹھ ۶۶ میں سے اکیاون ۵۱ صورتوں میں صحیح نہیں۔ اس لئے کہ تین اور چھ میں ضرب دینے سے پہلے عدم سوال کی قسمیں ستائیس ۲۷

عـہ۱ وهی المرسومة فی التصویر تحت اعطی ۱۲ منه۔م (یہ وہ صورتیں ہیں جو نقشے میں اعطی (دیا) کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ت)

عـہ۲ مرسومتین تحت قبل الصلاة ۱۲ منه۔م (جو قبل صلاۃ کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ت)

عـہ۳ المرسومات تحت وعدمن ۷ الی ۱۸۔م (جو وعدہ کے تحت ۷ سے ۱۸ تک درج ہیں۔ت)

اوفیھا ثمانیة عـــہ۱ منھاثلاثیات واربعة سداسیات فھی ثمانیة واربعون فھذہ الثمانیة والسبعون لایشك احد ان بطلان الصلاۃ فیھامتفق علیه لایجری فیھاخلاف الھدایة والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاۃ کلیھمامانع للتیمم وناقض له ومبطل للصلاۃ بلاخلاف سواء اعطی بعدالوعدفی الوقت اوبعدہ اولم یعط مخلفا اوغیر مخلف(۱) ومثلھافی الوعد بعد الصلاۃ صورتاالعطاء عـــہ۲ فی الوقت لانه مبطل وان لم یکن وعد ولم یزدہ الوعد الاقوۃ وکذلک(۲) صورتا عدم العطاء عـــہ۳ فیه اذالم یظھر خلفه لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظھر خلافه وقدفات درك الحقیقة فبنی الامر علی ظنه فھذہ اربعة کلھن سداسی فکانت اربعة وعشرین ومع السابقات مائة واثنین لکن البحر خص الکلام بما اذارأی خارج الصلاۃ فانتصفت ولم یبق من السبع والعشرین الاخمس اربع فی الوعد بعد الصلاۃ اذا عـــہ۴ اعطی بعد الوقت اولم عـــہ۵ یعط مخلفا،والعطاء بعد

ہوتی ہیں، ان میں سے چھ۶ صورتوں دو ثلاثی اور چار سداسی میں پانی دینا ہے تو یہ تیس۳۰ صورتیں ہیں،
اور بارہ صورتوں میں قبل نماز یا دورانِ نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو یہ اڑتالیس۴۸ صورتیں ہُوئیں تو کل اٹھتّر۷۸ صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ و مبسوط کا اختلاف جاری نہیں اس لئے کہ تکمیل نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمّم سے مانع اس کیلئے ناقض اور نماز کے لئے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لئے کہ دینا باطل کر دیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہوا، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا اسی طرح وقت کے اندر عدم عطا کی دو۲ صورتیں جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہو اس لئے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کرتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہُوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی تو یہ چار جن میں سب سُداسی ہو کر چوبیس۲۴ ہوئیں سابقہ

عـــہ۱ وھی ۷ الی ۱۴۔(م) (یہ ۷ سے ۱۴ تک ہیں۔ت)

عـــہ۲ ھما ۱۹ و ۲۳۔(م) (یہ ۱۹و۲۳ ہیں۔ت)

عـــہ۳ ھما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲و۲۶ ہیں۔ت)

عـــہ۴ ھما ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰و۲۴ ہیں۔ت)

عـــہ۵ ھما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱و۲۵ ہیں۔ت)

الوقت ایضا خلف کماقدمت،والخامس: عـه لاوعد ولااعطی فهذه یجری فیهاالخلاف علی فرض ابقائه فالمبسوط یقول بطلت لترك السؤال والهدایة صحت لان السؤال غیر واجب ولم یوجد عطاء ولاوعداو زال ظن الوعد بالاخلاف ولاجل ان کل هذه الخمس سداسیات هی ثلثون وعلی تشطیر البحر خمسة عشر هذاکله علی استظهاری ان الوعد بعدالصلاة اذاظهرخلفه لم یؤثرفی صلاة مضت فان لم یسلم لم یبق للخلاف محل غیر صورة واحدة من السبع والعشرین وهی مااذالم یعد ولم یعط فیکون الغلط فی ثلثة وستین من ستة وستین وان اکملناباخذ متروکاته کمافعلناکان الغلط فی مائة واثنین اومائة وستة وعشرین من مائة واثنین وثلثین وها انالك اصورها* کی یسهل علیك تصورها* وبالله التوفیق*

کے ساتھ مل کر ایک سودو [۱۰۲] ہوگئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرونِ نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں اور ستائیس [۲۷] میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا، یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا۔یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لئے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا ظن وعدہ، خلف کی وجہ سے زائل ہوگیا۔چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس [۳۰] صورتیں ہُوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ [۱۵] ہوئیں یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہوجائے تو وہ اداشدہ نماز میں اثر انداز نہ ہوگا۔اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس [۲۷] میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا۔وہ صورت یہ ہے کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔تو چھیاسٹھ [۶۶] میں سے تریسٹھ [۶۳] میں خطا ثابت ہوگی اور اگر ان کی متروکات کو لے کر ہم کامل کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو غلطی ایک سو بتیس [۱۳۲] میں سے ایک سو چھبیس [۱۲۶] میں ہوگی ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو اور خدا ہی سے توفیق ہے۔(ت)

عـه وهی ۲۷۔(م) (یہ ۲۷ ہے۔ت)

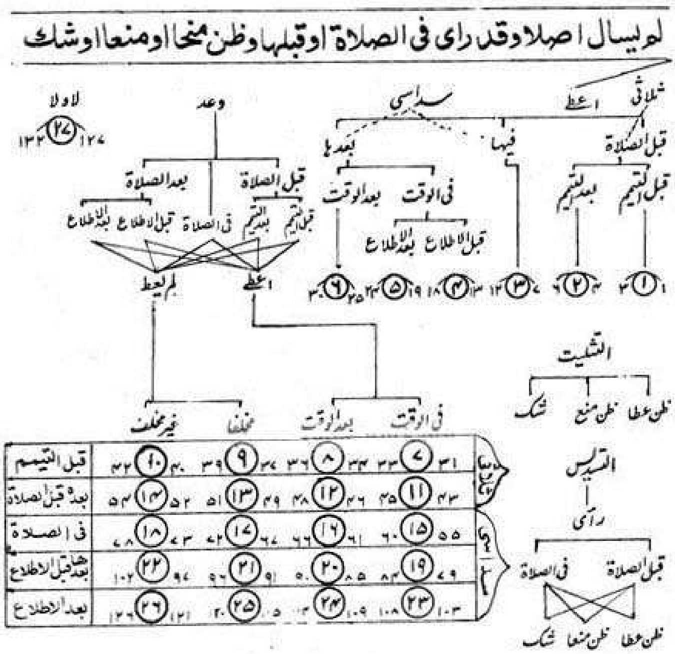

الثلاثیات عشرة ١ و ٢ ومن ٧ الى ١٤ فهى ثلثون

السداسيات سبعة عشر من ٣ الى ٦ ومن ١٥ الى الأخر فهى مائة واثنان

فالمجموع ١٣٢

بالکل نہ مانگا جبکہ نماز میں یا قبل نماز دیکھا اور عطا یا منع کا ظن ہوا یا شک ہوا

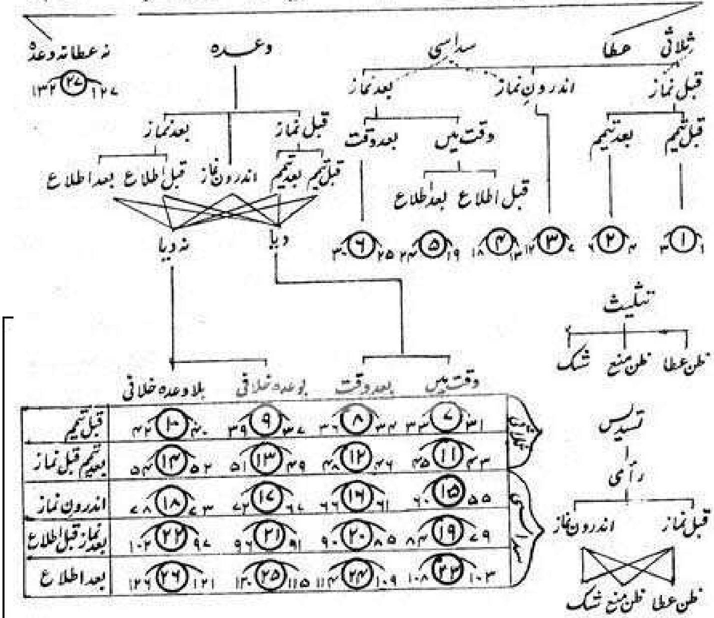

ثلاثیات دس ہیں۔ ۱ و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیس ہیں۔
سداسیات سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ہیں۔

کُل ۱۳۲

الثالث القانون الحلبی	سوم: قانون محقق ابراہیم حلبی
قال رحمه الله تعالٰی هذا علی وجوه اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء اوالمنع اواستویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل اویتیمم ویصلی من غیر سؤال واذاسأل فاما ان یعطی اویمنع واذا منع قبل الصلاة فاما ان یسأل بعدها اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فاما ان یسأل بعد الصلاة اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا فالاقسام سبعة وعشرون اما ان تیمم وصلی بلاسؤال ثم سأل فاعطی اواعطی بلاسؤال فانه یلزمه الاعادة علی کل تقدیر امافی ظن الاعطاء فظاهر واما فی غیره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء کان السؤال قبلها اوبعدها لانه قدتحقق العجز من الابتداء ولافائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها واما اذاتیمم وصلی من غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولاتصح الصلاة بدونه اذاظن الاعطاء دون ما اذاظن عدمه لکونه فی	محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "اس کی چند صورتیں ہیں یا تو اسے عطا یا منع کا غلبہ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی بہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمّم ونماز ادا کرے گا بصورتِ سؤال یا تو عطا ہوگی یا منع اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا۔اور جب تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں۔بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں۔تو ستائیس ۲۷ قسمیں ہوئیں۔اگر مانگے بغیر تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو بہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے۔ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے۔اس کے علاوہ میں اس لئے کہ شک زائل ہوگیا اور ظن کی خطاظاہر ہوگئی اگر مانگنے پر منع وانکار کیا تو اس کی نماز ہوگئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز۔اس لئے کہ عجز ابتدا سے ہی متحقق ہوگیا۔اور نماز سے پہلے انکار کے بعد، نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں اور جب بغیر مانگے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی۔بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے۔اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے۔تو ہونا یہ چاہے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

موضع عزة الماء اما اذاشك فی موضع عزة الماء اوظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولهما والتوسعة فی قوله [1] اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألة السادسة۔

صحیح نہ ہو جبکہ اسے عطا کا گمان رہا ہو۔اس صورت میں نہیں جبکہ پانی کی کم یابی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس کو عدمِ عطا کا گمان رہا ہو اور جب پانی کی کم یابی کی جگہ شک کی صورت ہو یا دُوسری جگہ منع کا ظن ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے" اھ اس کی بحث مکمل طور پر مسئلہ ششم میں گزر چکی۔(ت)

اقول: اتی علی جمیع ماذکر فی الشقوق غیر انه ترك حکم ما اذا سأل قبل الصلاۃ فاعطی لظهور فانه ان کان قبل التیمم منعه اوبعدہ نقضه اوفی الصلاۃ ابطلها بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا اواٰجلا بعدوعدا وسکوت اواباء کما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاۃ قبل اتمامها ولوفیها اوقبلها بعد التیمم اوقبله وارساله صورۃ ترك السؤال مطلقة عن قید عدم العطاء وجعلُها خلافية قد تدارکه قوله قبلها اواعطی بلاسؤال فعلم ان الکلام هنا فی مالم یسأل ولم یعط وبالجملة هی احسن ضابطة رأیت لولا ان فیها:

اقول: پہلے جو شقیں ذکر کیں سبھی کے احکام بیان کر دئے مگر اس صورت کا حکم چھوڑ دیا جب قبل نماز مانگنے پر اس نے دے دیا۔اس لئے کہ اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبل تیمّم ہے تو تیمّم سے مانع ہوگا اور اگر بعد تیمّم ہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر اندرونِ نماز ہے تو اسے باطل کر دے گا خواہ یہ دینا فوراً ہو یا دیر میں، وعدہ کے بعد ہو یا سکوت کے بعد یا انکار کے بعد جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا تو قبل نماز سے مراد قبل تکمیل نماز ہے اگرچہ دورانِ نماز ہو یا قبل نماز تیمّم کے بعد ہو یا اس سے پہلے انہوں نے مطلقاً سوال نہ کرنے کی صورت میں عدم عطا کی قید نہ لگائی اور اسے اختلافی قرار دیا مگر اس سے پہلے اپنی عبارت "اواعطی بلاسؤال" (یا بغیر مانگے دے دیا) سے اس کا تدارک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کلام اس صورت میں ہے جب نہ مانگا ہو نہ دیا ہو بالجملہ یہ سب سے عمدہ ضابطہ ہے جو میری نظر سے گزرا اگر اس میں یہ چند باتیں نہ ہوتیں:

اوّلًا: ترك(۱) صورالوعدوالسکوت(۲) مع ان فیها مالایغنی عنه الصموت* فلوانهم ذکروها لافادونا وخلصونا عن

اوّلًا: وعدہ اور سکوت کی صورتیں ترک کر دیں جب کہ ان میں وہ کچھ ہے جس سے سکوت کام نہیں دے سکتا اگر یہ حضرات ان صورتوں کو

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۸

التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها۔ **وثانیًا**: بترکها(۱) اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذاوقع الموعد قبل تمام الصلاة بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة اربعة [عہ۱] منها ثلاثیات واثنان [عہ۲] سداسیان لان کلامه لایختص بخارج الصلاة ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلک (۲) اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهما [عہ۳] اثنان کلاهما سداسی فسری الغلط الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری وجعل الوعد ولوکان بعدُ مبطلا مطلقا زاد اثنان [عہ۴] اعنی اثنی عشر اُخروشمل الغلط ثمانیة واربعین۔ **وثالثا**: قوله(۳) وان سأل فمنع یشمل کماصرح به السؤال قبل الصلاة	ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔ **ثانیًا**: ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدمِ سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جبکہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہوگیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق مانع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ [۶] صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لئے کہ ان کا کلام، صاحبِ بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس [۲۴] صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف نہ ظاہر ہو اور یہ دو صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس [۳۶] قسموں تک غلطی سرایت کرآئی۔ اور اگر میرا استظہار اور وعدہ کو اگرچہ بعد ہی ہو مطلقًا مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو [۲] یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہوگا اور غلطی اڑتالیس [۴۸] صورتوں کو شامل ہوجائے گی۔ **ثالثًا**: ان کا قول "وان سأل فمنع" (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا) جیساکہ انہوں نے

عہ۱ هی ۹و۱۰ و ۱۳ و ۱۴ (م) (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ت)

عہ۲ هما ۱۷ و ۱۸ (م) (یہ ۱۷اور ۱۸ ہیں۔ت)

عہ۳ هما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲اور ۲۶ ہیں۔ت)

عہ۴ هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱اور ۲۵ ہیں۔ت)

وبعدها فيشمل المنع قبلها وبعدها فتخصيص المنع بماقبلها فی قوله ولافائدة الخ لافائدة فيه بل قديوهم ان ليس الحكم كذا ان منع بعدها ثم اعطى وليس كذلك كماقدمنا فی شرح القانون الصدری والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط لفظة قبلها۔

ورابعًا: لم تكن(۱) حاجة الى التشقيق بالظنين والتشكيك من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهی خلافية علی فرض الخلاف۔

وخامسًا: حط(۲) كلامه فی هذا اعنی الذی جعله خلافية علی انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين ای سواء كان الموضع موضع عزة الماء اوموضع بذله بدليل اطلاق هنا والتفصيل فی المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب الامام وان كان موضع البذل اوشك فی موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولاادری لم ترك الشك فی موضع البذل۔

تصریح کی قبل نماز اور بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل ہوگا تو اپنی عبارت "ولافائدة فی العطاء بعدها بعد المنع قبلها" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کردیا ہو) میں منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلہ وہم میں بیان کرچکے۔ تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "**قبلها**" ساقط کردیا جاتا۔

رابعًا: اوّل امر سے ہی دونوں ظن اور شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اِس نے نہ مانگا اور اس نے نہ دیا نہ وعدہ کیا اور یہی اختلافی صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

خامسا: جس کو خلاف قرار دیا ہے اس میں اپنا کلام اس پر اتارا کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو مختار صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کم یابی کی ہو یا پانی دئے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو مطلق ذکر کرنا اور منع وشک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا اسے پانی کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے۔ پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔ (ت)

فان قیل الاصل فی الماء الاباحة فلایعتری الشك الافی محل العزة۔

اقول: فکیف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولٰی۔

وسادسا: لم (۱) کان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لافی محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذکر الموضع ذکر المظنة والمناط حقیقة ظنه ولربما یظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنًا صحیحًا صادقًا ناشئا عن دلیل معتمد فان ادیر الامر علٰی ظنه کما هوالتحقیق سقط الفرق بحال المحل وکان الاحوط قولهما اذاشك فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولوفی محل البذل وان حکم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلم جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولوکان فی محل العزة۔

وسابعا: ان (۲) ارید بالاحوط مافیه الخروج عن العهدة بیقین کان قولهما احوط مطلقا وان اریدبه الاقوی دلیلا فکیف یکون احوط عند الشك فقد حققنا اٰخر المسألة السادسة

اگر کہا جائے کہ پانی میں اصل اباحت ہے تو شک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

اقول: (میں کہوں گا) پھر بذل دے دئے جانے) کی جگہ ظن منع کا ذکر کیسے کیا؟ اگر خارجی امور کی بنا پر اس کے ذکر کا جواز تھا تو شک کا بدرجہ اولٰی ہوگا۔

سادسا: قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظن منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر ایک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقت ظن پر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا، ایسا صحیح گمان جو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔ تو اگر مدار کار اس کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے تو حالت محل کا فرق ساقط ہوجائے گا اور قولِ صاحبین میں مطلقًا زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔ اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے مظنہ پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظن عطا ہوا اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

سابعا: اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عُہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقًا احوط ہوگا اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلہ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

ان الشك ملحق بظن المنع الى هناتمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها الآن آن ان نذكر مافاض من فيض القدير على العاجز **فاقول**: الفقير وبالله التوفيق۔	ظن منع سے ملحق ہے۔یہاں تک قوانین علماء مع شرح فوائد وذکر ایرادات تمام ہُوئے۔اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیض قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہوا۔**فاقول**: (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔(ت)
الرابع القانون الرضوی	**چہارم: قانون رضوی**
العطاء[عہ] بعد الوقت لایؤثر فیما مضی	وقت کے بعد دینا جو نافذ ہوچکا اس میں مؤثر

عہ لم یذکر على طریق التشقیق روماللاختصار فان العبارۃ تطول فیه کأن تقول لایخلو اما ان یعطی(۱) اویعد(۲) اویمنع(۳) اویسکت(۴) اولا (۵) شیئ على الاول اما ان یعطی فی الوقت اوبعدہ فان کان(۱) فی الوقت فاما بعد ختم الصلاۃ عقیب اباء حقیقی اوحکمی کائن قبل الصلاۃ اوبعدھا اولا(۲) وان (۳) کان بعدہ فلایخلو اما ان کان علمه فی الوقت ولم یسأله اولا(۴) وعلى(۵) الثانی اما ان یعد بعد الصلاۃ ویظھر خلفه اولا(۶)وعلى(۷)الثالث یکون المنع قبل فعل کالتیمم والصلاۃ او(۸) بعدہ وعلى(۹) الرابع اما ان یلحقه العطاء

اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لئے کہ اس میں عبارت لمبی ہوجاتی ہے۔مثلاً یوں کہا جائے۔اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دے[1] یا وعدہ[2] کرے یا انکار[3] کرے یا خاموش[4] رہے یا کچھ[5] نہ ہو۔برتقدیر اوّل یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد اگر وقت[1] میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا اس انکار حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد یا ایسا[2] نہیں ہوگا اور اگر وقت[3] کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے نہ مانگا یا ایسا[4] نہ ہوگا اور بتقدیر[5] ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا[6] نہ ہوگا اور برتقدیر سوم[7] انکار کسی فعل مثلاً تیمّم ونماز سے پہلے ہوگا یا اس[8] کے بعد اور برتقدیر رابع[9] یا تو عطا سے وقت کے (باقی برصفحہ آئندہ)

الا اذاعلم ولم يسأل فيه اصلا وفيه مؤثر مطلقا الا اذاكان بعد الصلاة عقيب اباء سابق اولاحق ولوحكميا والوعدكهذا الااذا كان بعد الصلاة وظهر خلفه اى العطاء فى الوقت والمنع لايمنع شيأا ولايرفع والسكوت منع الا اذا لحقه العطاء فى الوقت قبل ان يراه يتيمم ويصلى وان لم يعط ولم يعد ولم يسأل فان ظن العطاء بطلت والاتمت۔

نہیں مگر جبکہ علم ہو اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقًا مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے اور منع کسی چیز کو روکنے اور ختم کرنے والا نہیں اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہو اس سے پہلے کہ اسے تیمّم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا نہ اس نے مانگا اگر دینے کا ظن رہا ہو نماز باطل ہو گئی ورنہ تام ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فى الوقت قبل ان يتيمم ويصلى اولا(١٠) وعلى(١١) الخامس اما ان يظن العطاء اولا(١٢) فهى اثنا عشرلاتزيد ولاحاجة فهذا بيان الشقوق ثم يفيض فى بيان الاحكام فيطول الكلام فادمجنا الاقسام فى بيان الاحكام واختصرنا الكلام مع الاستيعاب التام والحمدلله ذى الجلال والاكرام وقد علمت انالم نقسم قسمين الاحيث يختلفا فى الحكم وحصرنا الاربعمائة والستة والعشرين فى اثنى عشر بل رددناها فى المتن الى عشرة كماترى ولله الحمد ١٢ منه غفرله (م)

اندر تیمّم و نماز کی ادائےگی سے پہلے لاحق ہوگی یا ایسا[١٠] نہ ہوگا اور برتقدیر[١١] خامس یا تو اسے ظن عطا ہوگا یا نہیں[١٢] یہ بارہ[١٢] صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ توشقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہوگا اس لئے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا اور ساری حمد عزّت وبزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کیلئے ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو[٢] قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس ۴۲۶ کو ہم نے بارہ ۱۲ میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ[١٢] کو بھی دس[١٠] کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالٰی ہی کیلئے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وبہ تمّت الضابطة* لجمیع الصور الاربعمائة والستة والعشرین ضابطة* بیانہ انی رددت الاقسام طرا الی عشرة لانہ اما ان یعطی اویعد اویسکت اویمنع اولاشیئ ولایکون الثالث الابعد السؤال ولاالخامس الابدونہ والاولان شاملان لھما فیصلحان للتثنیة بکون کل بعد السؤال اوبلاسؤال۔

ان ہی الفاظ میں تمام چارسو چھبیس ۴۲۶ منضبط صورتوں کے لئے ضابطہ مکمل ہوگیا **اس کا بیان** یہ ہے کہ میں نے ساری قسموں کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے وہ اس لئے کہ یا تو وہ دے[1] گا یا وعدہ[2] کرے گا یا سکوت[3] کرے گا یا منع[4] کرے گا یا کچھ[5] نہ کرے گا۔اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہوگی،اور پانچویں بلاسوال ہی ہوگی۔اور پہلی دونوں،سوال وعدم سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعد سوال ہوگی یا بلاسوال۔(ت)

فالعطاء[1] قسم واحد وھو غیر الاٰجل الذی یتأخر عن السؤال بزمان فلابدان یتقدمہ وعدا وصمت اومنع وھذا مقابل لھا فی التقسیم فلاجرم ان یکون عاجلا ای علٰی فور السؤال اولاعاجلا ولااٰجلا بل بدون سؤال۔

تو **عطا**[1] ایک قسم ہے اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمان میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خموشی یا انکار ہو۔اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

والوعد[2] والمراد بہ الرجائی حال بقاء الماء کماھو المتبادر من اطلاقہ ثلثة اقسام لانہ [2]اما قبل تمام الصلاة او [3]بعدہ وفی ھذا ظھر خلفہ [4] اولا۔

وعدہ[2] اس سے مراد ہے وعدہ رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لئے کہ یا تو [2]قبل تکمیل نماز ہوگا یا [3]بعد تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا یا [4]ایسا نہ ہوگا۔

والسکوت قسمان لانہ [5]یعطی بعدہ فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممہ وصلاتہ اولا۔

سکوت کی دو قسمیں ہیں اس لئے کہ وہ بعد [5]سکوت وقت کے اندر اس کے تیمّم ونماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا[6] نہ ہوگا۔

والمنع قسمان [۷] یعطی قبل تمام الصلاۃ [۸] اولا۔ والخامس [۹] قسمان کان یظن العطاء [۱۰] اولا فھی عشرۃ وکل منحازعن صاحبہ بحکم فمافرقت الاالافتراق الحکم۔

انکار کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو قبل تکمیل نماز [۷] دے گا یا نہ [۸] دے گا۔

پانچویں کی بھی دو قسمیں ہیں۔اسے [۹] ظنِ عطا تھا یا [۱۰] نہیں۔یہ دس [۱۰] صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے حکم میں جُدا ہے کیونکہ حکم الگ ہونے ہی کی وجہ سے ان کو الگ الگ کیا گیا ہے۔(ت)

بیان احاطتھا الاقسام

(۱) العطاء [۱] غیر [۱] اجل مواقعہ ستۃ قبل [۱] التیمم اوبعدہ [۲] قبل الصلاۃ اوفیھا [۳] اوبعدھا [۴] فی الوقت قبل الاطلاع المذکور اوبعدہ [۵] اوبعد [۶] الوقت الاولان ثلاثیان بالظنین والشك والبواقی سداسیات باضافۃ الرؤیۃ فی الصلاۃ اوقبلھا فکانت ثلثین وبتثنیۃ کونہ بعد سؤال اوبدونہ کان ینبغی ان تکون ستین غیران الستۃ الاخیرۃ اعنی التی بعد الوقت لاتثنی لان السؤال بصلاۃ الوقت لایکون بعد الوقت فتبقی اربعۃ (۵۴) وخمسین اربعۃ وعشرون منھا بالسؤال وثلثون بلاسؤال۔

اس کا بیان کہ یہ صورتیں ساری قسموں کو محیط ہیں۔

(۱) عطائے غیر آجل کے مواقع چھ [۶] ہیں: (۱) قبل تیمّم (۲) بعد تیمّم قبل نماز (۳) یا اندرونِ نماز (۴) یا بعد نماز وقت کے اندر،اطلاع مذکور سے پہلے (۵) یا اطلاع مذکور کے بعد (۶) یا وقت کے بعد پہلی دونوں صورتیں ظن عطا و منع اور شک کی وجہ سے ثلاثی ہیں اور نماز کے اندر دیکھنے یا اس سے قبل دیکھنے کے اضافہ کی وجہ سے باقی سب سُداسی ہیں تو تیس [۳۰] ہوئیں۔اور عطا کے بعد سوال یا بلاسوال ہونے سے ہر ایک کو دو کرکے ساٹھ [۶۰] ہوجانا چاہیے تھا مگر آخری چھ [۶] صورتیں یعنی جو وقت کے لیے مانگنا وقت کے بعد نہ ہوگا تو چوّن [۵۴] صورتیں رہ جائیں گی،چوبیس [۲۴] سوال والی اور تیس [۳۰] بلاسوال۔

حکمہ التأثیر ای ان وقع قبل التیمم منعہ اوبعدہ نقضہ اوفی الصلاۃ قطعھا اوبعدھا ابطلھا غیر ان الابطال فیما اذاسأل فی الصلاۃ مضاف الی السؤال

اس عطا کا حکم یہ ہے کہ (بہرحال) موثّر ہے۔یعنی (۱) اگر یہ دینا قبل تمیم ہو تو تمیم سے مانع ہوگا۔(۲) اگر بعد تمیم ہو تو اسے توڑ دے گا (۳) اگر دوران نماز ہو تو اسے قطع کردے گا (۴) بعد نماز ہو تو اسے باطل کردے گا۔مگر یہ کہ اندرون نماز مانگنے کی صورت میں

فیبقی للعطاء نقض التیمّم۔

(۲) وعد قبل تمام الصلاۃ مواقعه الثلثة الاول ثلاثیان ثم سداسی ویحتمل الکل اربعة وجوه لاغیر علی ماقدمنا تحت قانون البحر یعطی فی الوقت اوبعده اولا یعطی فیظهر خلفه اولا فهی اربعة وعشرون فی الاولین ومثلها فی الثالث فکانت ثمانیة واربعین فی ربعها اعنی اثنی عشر العطاء بعد الوقت وهی لاتثنی کماعلمت وستة وثلثون البواقی تثنی فالمجموع اربعة(۸۴) وثمانون۔

حکمه الاٰثار الثلثة بالوجه المذکور

(۳) وعد بعد الصلاۃ فظهر خلفه له وجهان ان لایعطی اصلا من دون عذر اویعطی بعد الوقت لماقدمنا ان الوعد فی حاجة موقتة یتعلق بالوقت خاصة وعلی کل یکون بعد الاطلاع اوبدونه والکل سداسی فهی اربعة وعشرون نصفها الاول اعنی مالاعطاء فیها تثنی فتصیر اربعة وعشرین ونصفها الاٰخر اعنی العطاء بعد الوقت لایثنی لمامر فیکون لکل ستة(۳۶) وثلثین اثناعشر منها لسؤال۔

ابطال کی نسبت مانگنے کی جانب ہے تو عطاء کی وجہ سے تیمم ٹوٹتا رہے گا۔

(۲) وعدہ قبل تکمیل نماز اس کے مواقع وہ پہلے تینوں مواقع ہیں وہ ثلاثی پھر ایک سداسی ہے، اور ہر ایک میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔ زیادہ نہیں جیسا کہ قانونِ بحر کے تحت ہم نے پہلے بیان کیا۔ (۱) وقت میں دے دے گا (۲) بعد وقت دے گا (۳) نہ دے گا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا (۴) یا نہ ظاہر ہوگا تو پہلی دونوں میں یہ چوبیس^۲۴ ہوگئیں۔ ان ہی کے مثل تیسری میں ہوں گی تو اڑتالیس^۴۸ ہوئیں ان کی چوتھائی یعنی بارہ^۱۲ میں عطا بعد وقت ہے۔ اور یہ دوگنا نہ ہوں گی جیسا کہ معلوم ہوا، اور باقی چھتیس^۳۶ دو^۲ دو^۲ ہوں گی تو کل چوراسی^۸۴ ہوئیں۔

حکم وہی تینوں اثرات بطریق مذکور (۳) وعدہ بعد نماز جس کا خلف ظاہر ہوا۔ اس کی دو^۲ صورتیں ہیں، یا (۱) تو بالکل نہ دے بغیر کسی عذر کے یا (۲) وقت کے بعد دے اس لئے کہ ہم بتاچکے کہ وقتی حاجت کے لئے وعدہ خاص وقت سے متعلق ہوتا ہے اور بہر دو صورت یا تو بعد (۳) اطلاعِ مذکور ہوگا یا اس (۳) کے بغیر اور ہر صورت سُداسی ہے تو چوبیس^۲۴ صورتیں ہوئیں، ان میں سے نصف اول یعنی وہ جن میں عطا نہیں ڈبل ہوکر چوبیس^۲۴ ہوجائیں گی اور نصف دیگر یعنی عطا بعد وقت والی ڈبل نہ ہوں گی وجہ گزر چکی تو کُل چھتیس^۳۶ ہوجائیں گی جن میں سے بارہ سوال والی ہیں۔

حكمه تمت۔	حکم نماز تام ہے۔
(۴) (ا) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطى فى الوقت اولا يعطى لنحو وجوه قدمنا فى المسألة الثامنة كأن كان قال له تعالِ فى الوقت الفلانى اعطك فلم يذهب هذا والاقسام ههنا ثمانية[۴۸] واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الفريقان مثنيان۔	(۴) اس کا خلف ظاہر نہ ہوا۔اس کی بھی دو ۲ صورتیں ہیں وقت[۱] کے اندر دے دے گا یا[۲] نہ دے گا۔اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تمہیں دُوں گا۔یہ نہ گیا قسمیں یہاں اڑتالیس[۴۸] ہیں۔اس لئے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی فریق ڈبل ہیں۔
حكمه يعيد الصلاة۔	حکم اعادہ نماز ہے۔
(۵) [۲]سكت واعطى فى الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم[۱] او[۲] الصلاة او[۳]فيها او[۴]بعدها والعطاء على الاول رباعى كذلك وعلى الثانى ثلاثى باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة اوفيها اوبعدها وعلى الرابع ماله الاوجه واحد لانه لايعيد الصلاة بالسكوت والاذلان ثلاثيان فسبعتهما احد وعشرون والاخيران سداسيان فاربعتهما اربعة وعشرون والكل خمسة[۴۵] واربعون۔	(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل اطلاع مذکور دے دیا۔چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا۔تو سوال کے چار مواقع ہیں (۱) قبل تمیم (۲) قبل نماز (۳) دورانِ نماز (۴) بعد نماز اور برتقدیر اول عطا کی بھی ایسے ہی چار[۴] چار[۴] صورتیں ہیں،اور برتقدیر دوم ثلاثی ہے باسقاطِ اول اور برتقدیم سوم بھی ایسا ہی ہے۔اس لئے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تمیم ابھی نہ ٹوٹا تو دینا از سرِ نو پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد اور برتقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لئے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس[۲۱] ہونگی اور آخر والی دونوں سُداسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس[۲۴] ہوں گی اور کُل پینتالیس[۴۵] ہوں گی۔
حكمه الأثار الثلثة۔	حکم تینوں اثرات۔

(٦) سكت(ا) ولم يعط فى الوقت قبل الاطلاع فاما فى الوقت بعد الاطلاع اوبعده اولا اصلا وفى كلها السؤال على مواقعه الاربعة فكل من الاولين الثلاثين بثلثة وجوه العطاء وعدمه تسعة وكل من الاخيرين السداسيين ثمانية عشر فهى اربعة[٥٤] وخمسون۔

حكمه تمّت۔

(٦) خاموش رہااور وقت کے اندر اطلاع مذکور سے قبل نہ دیا یاتو[۱] وقت کے اندر بعد اطلاع نہ دیا یا وقت[۲] کے بعد نہ دیا یا بالکل[۳] نہ دیااور ان میں سے ہر ایک میں سوال اپنے چاروں مواقع پر ہے۔تو پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک عطا وعدم عطا کی تین صورتوں کے ساتھ نو[۹] ہوگی اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ[۱۸] ہوگی۔توکُل چوّن[۵۴] ہوں گی۔

حکم نماز تام ہے۔

(٧) منع(٢) فاعطى قبل تمام الصلاة لسؤال ثلثة مواقع غير الاخير وكذا للعطاء على الاول وعلى الباقين اثنان لانه بقطع الصلاة يستأنفها فهى سبعة وكل فى الاولين الثالث سداسيان باثنى عشر فهى سبعة[٢٧] وعشرون۔

حكمه الأثار الثلثة لاجل لعطاء لاللمنع۔

(۷) انکار کیا پھر قبل تکمیل نماز دے دیا۔اس کے سوال کے تین مواقع ہیں آخری چھوڑ کراسی طرح یہی صورت میں عطاکے مواقع اور باقی دو[۲] میں دو[۲] ہیں اس لئے کہ نماز توڑ دینے کی وجہ سے اس کو ازسرِنوادا کرے گا۔تو یہ سات[۷] ہوئیں۔اور اوّلین میں سے ہر ایک ثلاثی ہے تو ان کی پانچوں پندرہ[۱۵] ہونگی اور سوم کی دونوں قسمیں سداسی ہیں تو بارہ[۱۲] ہوں گی کل ستائیس ۲۷ ہوں گی۔

حکم تینوں اثرات،اس وجہ سے کہ عطا ہُوئی،اس وجہ سے نہیں کہ انکار ہُوا۔

(٨) منع(٣) ولم يعط قبله فاما بعدها فى الوقت قبل الاطلاع اوبعده اوبعد الوقت اولا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثيان فيضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسيان ثمانية واربعون كلها اثنان[٧٢] وسبعون۔

(۸) انکار کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔یہ یا[۱] تو بعد نماز وقت کے اندر قبل اطلاع یا بعد[۲] اطلاع ہوگا،یا بعد[۳] وقت ہوگا یا ایسانہ[۴] ہوگا اس میں سوال کے وہی چاروں مواقع ہیں دوثلاثی تو چار سے ضرب دینے سے چوبیس[۲۴] صورتیں ہوں گی اور دو[۲] سداسی ہیں تواڑتالیس[۴۸] ہوں گی۔کُل بہتر[۷۲] ہونگی۔

حکمہ تمّت۔

(۹) لم ۱ یکن شیئ وظن العطاء ھو علی وجھین بالرؤیۃ فی الصلاۃ اوقبلھا۔

حکمہ یعید۔

(۱۰) لم ۲ یکن شیئ ولاظن عطاء ھی اربعۃ بالوجھین مع ظن المنع اوالشک۔

حکمہ تمّت۔

وبہ تمت احاطۃ ۳ عــہ الاقسام*

حکم نماز تام ہے۔

(۹) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو ۲ صورتیں ہیں۔ حکم نماز کا اعادہ کرے۔

(۱۰) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

حکم نماز تام ہے۔ اسی سے احاطہ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا۔

عــہ : وھذا جدول الاجمال باعتبار التقسیم الاول الی خمسۃ اقسام

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمالی نقشہ ہے۔

القسم	الصحة	[illegible]	[illegible]
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعد	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
الکل	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

قسم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	۵۴	۲۴	۳۰
وعدہ	۱۶۸	۷۲	۹۶
سکوت	۹۹	۹۹	۰
منع	۹۹	۹۹	۰
خامس	۶	۰	۶
میزان	۴۲۶	۲۹۴	۱۳۲

وھذا بعینہ ماحصل بالتقسیم الاول تحت قانون البحر فتوا فقھما مع شدۃ تباینھما فی الطریق دلیل الصحۃ والتحقیق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بعینہٖ یہی قانون بحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طریق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت و تحقیق کی دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

مع بیان الاحکام* والحمد الدائم لولی الانعام* ذی الجلال والاکرام* وافضل الصلاۃ والسلام* علی السید المنعام* واٰلہ الکرام* وصحبہ العظام* وامتہ الی یوم القیام*اٰمین۔	اور دائمی حمد ہے ولی انعام مالک عزّت وبزرگی کیلئے۔اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا،اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روزِ قیامت تک الٰہی قبول فرما!
تنبیہ: اتبعناھم فی ترك اقسام الوعد باظھار النفاد والوعد الابائی والمنع بعد العطاء مع ذکرھم العطاء بعد المنع۔	**چند اقسام دیگر پر تنبیہ:** درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی۔(۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدہ ابائی (۳) منع بعد عطا-- جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔
فان قیل لااثر لھذہ لما مر ان الوعد بعد النفاد لایعتبر والوعد الابائی لااثرلہ فی الوقت الحاضر بل فی الوقت الموعود بہ والمنع بعد العطاء ان اثر فاباحۃ تیمم منعہ العطاء لاغیر کما قدمت فی المسألۃ العاشرۃ۔	**اگر کہا جائے** کہ اس کا کوئی اثر نہیں اس لئے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدہ ابائی کا کوئی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہوگیا تھا اب مباح ہوجائے گا کچھ اور اثر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ وہم میں بیان ہوا۔
اقول: الیس ھذا اثرا والوعد کیفما کان ان لحقہ العطاء قبل تمام الصلاۃ تحصل الاٰثار الثلثۃ وان کان حصولھا بالعطاء کما بالعطاء قبلہ بعد المنع وان لم یلحقہ جاز تیممّہ وبقی وتمّت الصّلوۃ۔	**اقول:** کیا یہ اثر نہیں۔اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبل تکمیل نماز اسے عطا لاحق ہوئی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز و باقی اور نماز تام ہے۔
وقد ذکروا المنع ولااثرلہ الا ھذا وذکر المنع لایغنی عنہ فانہ من الوعد فیشتبہ الامر فیہ	علماء نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوئی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کارآمد نہیں اس لئے کہ وہ وعدہ سے (انکار)

ثم قد ذکروا العطاء بعد الاباء وخصوہ بالعطاء بعد الصلاۃ وھو لااثر لہ اصلا وانما ذکروہ لبیان خلوہ عن الاثر فان اردنا ایرادھا زدنا فی الضابطۃ ان الوعد باظہار النفاد والوعد الابائی کلاھما لااثر لہ الا اذالحقہ العطاء قبل تمام الصلاۃ ولایسمع منع بعد عطاء الا اذا بقی الماء ولم یخرج عن ملك المعطی فیبیح التیمم ان منعہ عہ العطاء واذن تصیر اقسام الوعد سبعۃ لانہ باظہار نفاد الماء اوبدونہ علی الاول یعطی[1] قبل ختم الصلاۃ مؤولا بسھوہ مثلا اولا[2] وعلی الثانی ام ان یعد ابائیا[3] یعطی بعدہ قبل تمام الصلاۃ لان تاجیل وعدہ لایمنعہ عن تعجیلہ اولا[4] واما[5] رجائیا وقع قبل تمامھا او[6] بعدہ وفی ھذا ظھر خلفہ اولا[7]۔

والمنع ثلثۃ باضافۃ

ہے۔ تو معاملہ اس میں مشتبہ ہو جائے گا۔

پھر عطا بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری بتانے ہی کیلئے علما نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم اسے بھی لانا چاہیں تو ضابطہ میں یہ اضافہ کردیں گے کہ ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ اور وعدہ ابائی دونوں بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انہیں عطا لاحق ہو۔ اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح کردے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی قسمیں سات ہو جائیں گی اس لئے کہ وعدہ پانی ختم ہونے کا اظہار کے ساتھ ہوگا یا اس کے بغیر ہوگا برتقدیر اول ختم نماز سے پہلے۔ مثلاً اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔ (۲) یا نہیں برتقدیر ثانی (۳) یا تو ایسا وعدا بائی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے اس لئے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع نہیں (۴) یا ایسا نہ ہوگا (۵) یا وعدہ رجائی کرے گا جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (۶) یا اس کے بعد ہو، اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (۷) یا ایسا نہ ہو۔ اور منع کی تین ۳ قسمیں ہو جائیں گی اس کا اضافہ

عہ: احتراز عن البیع بخیار البائع کماتقدم فی المسألۃ العاشرۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیساکہ مسئلہ دہم میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

Majlis of Dawateislami

مااذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء وملكه اما خلافه وهو المنع بعد مانفد اوخرج عن ملك المانع فلايحتاج الى ادخاله فى الاقسام لانه يرجى الامن مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر۔	کردینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی رہنے کے ساتھ ہو۔ لیکن اس کا خلاف۔ وہ یہ کہ پانی ختم ہونے کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔ تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع وانکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں اب کل اقسام پندرہ ۱۵ ہوجائیں گی۔ لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی
اما انواع هذه الخمسة المزيدة	**نوعیں فاقول:** (تو میں کہتا ہوں):
فاقول: (۱۱) وعد[1] باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صوره ثمان واربعون۔	**(۱۱)** ختم ہونا ظاہر کرکے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے پہلے دے دیا۔ اس کی اڑتالیس ۴۸ صورتیں ہیں۔
حكمه التأثير۔	اس کا حکم مؤثر ہے۔
(۱۲) وعد[2] كذلك ولم يعط قبل تمامها صوره ۱۶۲۔	**(۱۲)** اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔ اس کی ۱۶۲ صورتیں ہیں۔
حكمه تمت ويظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لايخالف الابائى احكاما ولااقساما اجمالا ولاتفصيلا۔	**حکم** نماز تام ہے۔ یہ اپنے بعد والی دونوں قسموں سے واضح ہوگی اس لئے کہ یہ وعدہ احکام، اقسام، اجمال، تفصیل کسی وعدہ ابائی کے برخلاف نہیں۔
(۱۳) وعد[3] ابائيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة: (i) قبل التيمم (ii) او الصلاة (iii) اوفيها فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثانى الثلاثى اثنان فخمسة فى ثلثة خمسة عشر وبالتثنية	تو اوّل ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں۔ اور دوم ثلاثی میں دو ۲ ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے پندرہ ۱۵ صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

ثلثون عن اما الثالث ففیه وجهان لان الوعد فی الصّلاۃ ان کان بسؤال فقد لزمه استئناف الصلاۃ والامضت لان هذا الوعد لاینقض التیمم فعلی الثانی ماللعطاء الاوجه واحد ان یعطی قبل تمام هذه الصلاۃ وعلی الاول یحتمل ان یعطی قبل شروع الصلاۃ المستأنفة اوفیها فصار الثالث وهو سداسی علی ثلثة وجوه بثمانیة عشر ومع الثلثین ثمانیة واربعون[۴۸]۔

(۱۳) وعدہ ابائی کیااور قبل تکمیل نماز دے دیا۔اس کے تین[۳] مواقع ہیں:
(i) قبل تیمم (ii) قبل نماز (iii) اندرونِ نماز
تیس ہوں گی۔تقدیر سوم پر دو ۲ صورتیں ہیں اس لئے کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر از سرِنو پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ وتام ہوگئی اس لئے کہ یہ وعدہ تیمم نہیں توڑتا۔تو دوسری صورت میں عطا کی صرف ایک شکل ہوگی وہ یہ کہ قبل تکمیل نماز دے دے اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سرِنو پڑھی جانے والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے اندر ہی دے تو سوم جو سُداسی ہے تین شکلوں پر ہو کر اٹھارہ ۱۸ ہوگئی۔یہ تیس ۳۰ کے ساتھ مل کر کُل اڑتالیس ۴۸ ہوئیں۔

حکمه التأثیر لاللوعد فانه منع بالنظر للوقت بل للعطاء۔

حکم: تاثیر وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو بنظر وقت منع ہے بلکہ عطا کی وجہ سے۔

(۱۴) وعدا بائیا ولم یعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزیادة ما[۴] بعد الصلاۃ مطلعا[۵] اوغیر مطلع فان کان قبل التیمم اوالصلاۃ احتمل اربعة:(۱) ان یعطی بعد الصلاۃ فی الوقت مع الاطلاع۔(۲) اوبدونه (۳) اوبعد الوقت (۴) اولا۔وان کان بعد الصلاۃ قبل الاطلاع خرج الاول بعده خرج الثانی لان العطاء لایخالف الوعد فی هذین فان المراد الاطلاع حین تیمم وصلی به لیتوهم اویثبت السکوت اذذاك دلیل المنع۔

(۱۴) وعدا بائی کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا نماز (۴) کے بعد مطلع ہو کر یا غیر مطلع (۵) رہ کر نہ دینے کی صورت کا اضافہ کرکے اس کے پانچ مواقع ہوں گے اگر تیمم یا نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار ۴ احتمال ہوں گے:
(۱) نماز کے بعد،وقت کے اندر اسے اطلاع دینا۔(۲) بغیر اطلاع دینا (۳) بعد وقت دینا (۴) ایسا کُچھ نہ ہو۔
اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج ہو جائے گا اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم خارج ہو جائے گا۔اس لئے کہ ان دونوں میں عطا خلاف وعدہ نہیں۔کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع جب تیمم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

فاذن کل من الاولین الثلاثین اثناعشر وکل من الاٰخرین السداسیین ثمانیة عشر فھی ستون وبالتثنیة مائة وعشرون۔
بقی الثالث الوسطانی ان یکون الوعد فی الصّلاۃ فان لم یکن عن سؤاله احتمل ان یعطی بعدھا فی الوقت اوبعدہ اولا وان کان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان یعطی فی الوقت بعد المستأنفة مع الاطلاع اوبغیرہ اوبعد الوقت اولا فھذہ سبعة سداسیات باثنین واربعین والکل مائة واثنان ۱۶۲ وستون۔
حکمه تمت وینتقض تیممه الاٰن ان اعطی۔
(۱۵) اعطی ثم منع وملکه والماء باق ھذا العطاء یحتمل انیکون بلاسؤال اوبعدہ عاجلا اوبعد وعدا وصمت اومنع وعلی کل یکون قبل التیمم اوالصلاۃ اوفیھا اوبعدھا بالاطلاع اوبدونه اوبعد الوقت۔
وبالجملة جمیع صور العطاء الاٰتیة فی سائر الاقسام الماضیة ومنھا مؤثرات باحد الاٰثار الثلثة وھی کل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثانی ستة وثلثون لان العطاء قبل التیمم اوالصلاۃ اوفیھا وکل فی الوقت

ہوسکے کہ اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔
اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ ۶۰ صورتیں ہُوئیں اور دو ۲ میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ۱۲۰ ہوئیں۔
تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بنا کے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ ازسرِنو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالتِ اطلاع یا بلااطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے۔ یہ سات ۷ احتمالات ہوئے سب سُداسی ہیں تو بیالیس ۴۲ ہوئے اور کُل ایک سو باسٹھ ۱۶۲ ہوئے۔
حکم: نماز تام ہے اور تیمم اس وقت ٹوٹ جائے گا اگر دے دے۔
(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی ملک اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلاسوال ہو یا بعد سوال فورًا ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو اور بہرتقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع یا بعد الوقت۔
بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہے ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چوّن ۵۴ ہے اور ثانی کی ۳/۷ چھتّیس ۳۶ اس لئے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے [1] اندر

بعد السؤال اوبدونه اوبعد الوقت فهی ثلثة فی کل والاولان ثلاثیان والثالث سداسی ونصف الرابع اربعة وعشرون وکل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثانی عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائتان واربعة وثلثون۔

بعد سوال یا بلاسوال یا بعد وقت توہر ایک میں یہ تین ہیں اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیس[24] اور خامس کی سبھی پینتالیس[45] اور سابع کی ستائیس[27] اور بارھویں کی اڑتالیس[48]۔ کل دوسوچونتیس[234]۔

ومنها مالایؤثر لکونه بعد الوقت وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس ثمانیة عشرلان فیه وجهین للعطاء ووجها لعدمه ونصف العطاء بعد الوقت فکان ثلث الکل۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں، یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ اس لئے کہ اس میں عطائی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی تہائی ہوئیں۔

وربع الثامن ثمانیة عشرلان فیه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لمافی الوقت فکان لعدم الوقت ربع الکل ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة[330] وثلثون فلتخزن فان هذه لایفارق فیها المنع والعطاء فی الموقع اما فی الفریق الثانی فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلایکون المنع الابعده۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لئے کہ اس میں عدمِ عطا کی ایک صورت، اور عطا کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو۔ تو عدم وقت کے لئے کل کی چوتھائی ہوئی اور تیرھویں سے اڑتالیس[48] جن کا مجموعہ چھیانوے[96] ہوگا اور مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس[330]۔ انہیں جمع کرلیا جائے کہ ان کے اندر منع وعطا میں موقع کا اختلاف نہیں۔ فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لئے کہ عطا بعد وقت ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا۔

واما فی فریق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطی قبل التیمم لایکون له ان یتیمم حتی یقع المنع بعد التیمم وان اعطاه قبل الصلاة لایکون له ان یصلی حتی یقع فی الصلاة وقس علیه و

اور فریق مؤثرات میں اس لئے کہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ استعمال سے پہلے منع کردیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے دے دیا اسے تیمم کرنا روانہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے بعد منع واقع ہو اور اگر نماز سے پہلے دے دیا تو اس کیلئے نماز ادا کرنا روانہ ہوگا یہاں تک کہ منع اندرونِ نماز واقع ہو اور اسی پر قیاس کرلیا جائے۔

ومنها ماْفی الوقت ولایؤثر وهی ثلث السادس ثمانیة عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائة واثنان ففی هذه یمکن الافتراق لانه اذا اعطی فی الوقت ولم یؤثر فله ان لایستعمل لماء الاٰن ویدخره للوقت الاٰتی فیصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الی قسمین المنع فی الوقت وبعده فتصیر مائتین[204] واربعة ومع المخزونات خسمائة[534] واربعة وثلثین هذه وجوه هذا القسم الخامس عشر۔	اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس[36]، اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سو دو[102] ہیں۔ ان میں افتراق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کیلئے ذخیرہ کر رکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع صحیح ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی منع[1] اندرون وقت، منع[2] بعد وقت تو دو سو چار[204] ہوجائیں گی اور جمع شدہ کو ملاکر پانچ سو چونتیس[534] ہونگی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔
حکمه اباحة التیمم الاٰن ان کان العطاء منعه ولا اثر له علی مامضی من تیمم اوصلاة بل ان کان فللعطاء السابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات الف وثلثمائة وثمانون واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**حکم:** اس وقت تیمم مباح ہونا ہے اگر عطا اس سے مانع تھی۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نوسوچوّن[954] ہُوا اور سابقہ قسموں کو ملاکر ایک ہزار تین سو اسّی[1380] ہوا اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔
اضافة اخرٰی	**اضافہ دیگر**
اقول: وههنا وجوه اُخر فان احوال اربعة: عطا، وعد، سکوت، منع۔ وقد ذکروا العطاء بعد المنع وذکرنا فی وجوه قوانینهم العطاء بعد الوعد وبعد السکوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن	**اقول:** یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ حالتیں چار[4] ہیں: عطا، وعدہ، سکوت، منع۔ علما نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ وبعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

وزانها الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسکوت ثم الاباء اوالوعد فهذه اربعة ترکیبات اُخر ثنائیات اما ما فوق الثنائی فلا امکان لاحصائه جل من احصی کل شیئ عددا والاسترسال فی بیان تقاسیم هذه الاربعة ایضا مخرج عن القصد ومن عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم یعسر علیه فلنقتصر علی بیان الاحکام الکلیة بانین علی استظهاراتنا السالفة غیر قاطعی القول فیما یتعلق بابحاثنا۔

اسی کے مقابلہ میں وعدہ[1] پھر انکار، انکار[2] پھر وعدہ، سکوت[3] پھر انکار، یا وعدہ[4] بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہُوئیں لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں، بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیع میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کیلئے یہ مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول نہ کریں گے۔

فاقول:[1] اذا وعدثم ابی فان کان الوعد قبل التیمم واذن لایکون الاباء ایضا الاقبه لان الوعد حاجز عن التیمم فهذا الاباء یبیح التیمم وان کان الوعد بعد التیمم نقضه فلایعیده الاباء بل یجیز تجدیده وکذا ان کان فی الصلاة قطعها فلایصلها الاباء بعده وان کان بعدها تمت الصلاة وزال ماکان یخشی علیه من جانب الوعد ان لم یظهر خلفه۔

فاقول:[1] جب وعدہ کرے پھر انکار کردے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو اور اِس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لئے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کردے گا اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائے گا بلکہ اس کی تجدید جائز کردے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف نہ ظاہر ہو۔

وان[2] ابی ثم وعد فان وقع الوی قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کردے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

لم یؤثر لان العطاء بعد الصلاۃ لایضر اذاکان بعد المنع فکیف بالوعد۔	تو مؤثر نہ ہوگا اس لئے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔
وان[1] سکت ثم ابی فالسکوت کان نفسہ دلیل الاباء والاٰن قداتی الصریح۔ وان[2] سکت ثم وعد فان کان السکوت یحتمل ان یکون لاللاباء کماوصفنا فی ابحاثہ فھذا الوعد جعل ذلک المحتمل متعینا فیعمل عملہ من الاٰثار الثلثہ والا لافصح التیمم وتمت الصلاۃ	(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہوگا۔ (۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین کردے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔
واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم* وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم* وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ و صحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم* الی ابد الابدین* فی کل اٰن وحین* والحمدللہ رب العٰلمین*	اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اس مجدِ بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے، اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر ہمیشہ ہمیشہ، ہر لحظہ وہر آن درود اور برکت وسلام ہو۔ اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک خدا کیلئے ہیں۔ (ت)

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

رسالہ

الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۱۵۷ میں تھا کہ نہانا ہو اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کردیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علّامہ خسرو و در مختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہُوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وھو المستعان* الذی شرح صدر الشریعۃ والایمان* بارسال سید الانس والجان *وقایۃ للمومنین من النیران* وطھرنا بہ عن خبث الکفر وحدث الضلال* ونھانا عن اضاعۃ الماء والمال*	ساری خُوبیاں خدا کیلئے اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے جس نے جن وانس کے سردار کو نار سے اہلِ ایمان کو بچانے کیلئے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کُفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا۔ اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا

علیہ وعلٰی اٰلہ الطیبن* واصحابہ المطیبین المُطیبین* وتابعیھم باحسان الٰی یوم الدّین* صلاۃ اللہ وسلامہ کل اٰن وحین* من ازل الاٰزال الٰی ابد الاٰبدین* اٰمین وعلینا بھم یاارحم الراحمین*	ان پر اور ان کی پاکیزہ آل، پاکیزہ کیے ہوئے پاکیزہ کرنے والے اصحاب، اور روزِ جزا تک بھلائی کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں پر خدا کی جانب سے ہر لمحہ وہر آن، ازلوں کے ازل سے، ابدوں کے ابد تک درود وسلام قبول فرما اور ان کے طفیل ہم پر بھی اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔(ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی مدد سے۔ت) اگر کوئی[1] شخص جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا اس کے بعد جماع کیا یا احتلام سے اٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کرسکے خواہ یوں کہ جنگل میں ہے اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اٹھا نہائے تو وقت نکل جائے گا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوٰی ہے کہ محافظت وقت کیلئے تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اس پر عمل کرے پھر برعایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے جس کا بیان ہمارے رسالہ "**الظفر لقول زفر**" میں گزرا۔ اور اب بحمدہ[2] تعالٰی اُس کی اور تائید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط وذخیرہ وبنایہ امام عینی میں ہے

شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات[1]۔	تیمم حرج کے دفعیہ اور وقت کو فوت ہونے سے بچانے کیلئے مشروع ہوا ہے۔(ت)

کفایہ میں ہے:

التیمم شرع لصیانۃ الصلاۃ عن الفوات (الٰی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوھم الفوات لأن یجوز عند تحقق الفوات اولٰی[2]۔	تیمم اس لئے مشروع ہُوا کہ فوت ہونے سے نماز کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ فرمایا) توجب شریعت نے فوت ہونے کے وہم کی وجہ سے تیمم جائز کیا تو فوت ہونے کے تحقق ویقین کے وقت بدرجہ اولٰی جائز ہوگا۔(ت)

[1] البنایۃ شرح الہدایہ باب التیمم مطبع ملک سنز، فیصل آباد ۱/۳۲۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۶

ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے اصلانہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کیلئے کرے گا حدث کے لئے بھی کافی ہو جائے گا۔ کتب مذہب سے اس پر دلائل کثیرہ ہیں:

دلیل اوّل: عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے[۱] ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہے کہ ہاتھ مُنہ دھولے یا جُنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے یا سارا بدن دھولے مگر چند اُنگل جگہ رہ جائے تو اُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ جب تک ناخن بھر جگہ باقی رہ جائے گی حدث وجنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرّہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث[۲] چھوٹا یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصّے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دُور ہو جائے اور بعض سے کُچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا خرچ کیا ضرور۔ یوں[۳] ہی اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہے اتنا دھوئیں اور باقی کے لئے تیمم۔ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے:

انہ تعالٰی امرنا باحدی الطھارتین علی البدل ولم یامرنا بالجمع بینھما ومن جمع بینھما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص[1]۔	اللہ تعالٰی نے ہمیں بطور بدل دو طہارتوں میں سے ایک کا حکم دیا، دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہ دیا۔ جو دونوں کو اکٹھا کرے وہ اصل اور بدل کو یکجا کرکے نص کا مخالف ہوا۔ (ت)

بنایہ امام عینی میں ہے:

انہ عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد بہ مع البدل فی حالۃ واحدۃ کمن عجز عن بعض الرقبۃ فی الکفارۃ ولایلزم(۴) اذاغسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ماتقدم یسقط ویصیر مؤدیا للفرض بالتیمم خاصۃ[2]۔	وہ اصل کے کچھ حصہ سے عاجز ہوگیا تو بدل کے ساتھ بیک وقت اس کا شمار ساقط ہے جیسے دو شخص کفارہ میں بردہ کے بعض حصہ سے عاجز ہوجائے اس پر اس صورت سے اعتراض نہ لازم آئے گا جب کچھ اعضاء دھوچکا ہو پھر پانی ختم ہوگیا اس لئے کہ جو پہلے ہوا وہ ساقط ہوجائے گا اور وہ خاص تیمم سے فرض ادا کرنے والا ہوگا۔ (ت)

[1] تبیین الحقائق، باب التیمم، مطبعہ امیریہ مصر ۱/۴۱

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۴

حلیہ محقق ابن امیر الحاج میں ہے:

اعلم ان الجواب فی ھذہ المسائل یتفرع علی اصل مذھبی وھو ان تلفیق اقامۃ الطھارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معاغیر مشروع عنہ اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لانظیرلہ فی الشرع الاتری ان(۱) التکفیر بالمال لایکمل بالصوم ولابالعکس ولاعدۃ(۲) الحائض بالاشھر ولاذوات الاشھر بالحیض[1]۔	واضح ہو کہ ان مسائل کا جواب ایک مذہبی قاعدہ پر متفرع ہے۔وہ یہ کہ ایک ہی طہارت کی ادائیگی بیک وقت پانی اور مٹّی دونوں سے مخلوط کرنا ہمارے اصحاب کے نزدیک نامشروع ہے۔اس لئے کہ پانی اصل ہے اور مٹی نائب ہے۔اور ایک حکم کے اندر اصل اور بدل دونوں کو جمع کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں دیکھئے مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی روزے سے پُوری نہیں کی جاتی۔اسی طرح برعکس بھی نہیں یونہی حیض والی کی عدّت مہینوں سے اور مہینوں والی کی عدّت حیض سے تکمیل نہیں پاتی۔(ت)

اختیار شرح مختار پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

من بہ جراحۃ وعلیہ الغسل غسل بدنہ الاموضعھا ولایتیمم وکذلک اذاکانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینھما جمع بین البدل والمبدل ولانظیرلہ فی الشرع[2]۔	جسے زخم ہو اور اس کو غسل کرنا ہے تو وہ جگہ چھوڑ کر اپنے بدن کو دھوئے اور تیمم نہ کرے۔اسی طرح جب اعضائے وضو میں جراحت ہو (تو وہ جگہ چھوڑ کر باقی دھوئے) اس لئے کہ دونوں کو جمع کرنا بدل اور مُبدَل کو جمع کرنا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔(ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لوکان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ اوجُدری فان کان الغالب ھو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولایغسل الصحیح عندنا خلافا للشافعی لان الجمع بین الغسل و	جنب کے بعض اعضاء میں زخم یا چیچک ہو تو اگر اکثر حصّہ سقیم ہے تیمم کرے اس لئے کہ اعتبار اکثر کا ہے اور صحیح حصّہ کو ہمارے نزدیک دھونا نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے۔وجہ یہ ہے کہ دھونا اور تیمم دونوں کو

[1] حلیہ

[2] اختیار شرح مختار آخر باب التیمم مطبع البابی مصر ۱/۲۳

التیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشك فی طهوریة الماء ولم یوجد[1] اھ کلامه الشریف۔ **اقول:** عـه بل ولافیها(۱) لان الصحیح فی الواقع احدهما والاٰخر معدوم شرعا فلاجمع الاصورة۔	جمع کرنا ممتنع ہے مگر جبکہ پانی کی طہوریت میں شک ہو اور یہ شک موجود نہیں۔ (ان کا کلام شریف ختم ہوا) (ت) **اقول:** بلکہ اس حالت میں بھی نہیں اس لئے کہ فی الواقع دونوں میں سے ایک ہی درست ہے اور دوسرا شرعاً معدوم ہے تو جمع کرنا صرف صورۃً ہے۔ (ت)

کنزالدقائق وتنویرالابصار میں ہے:

لایجمع بینهما اھ ای تیمم وغسل[2] درمختار بفتح الغین لیعم الطهارتین[3] ش عن ح۔ **اقول:** کل(۲) لیس لمتوهم ان یتوهم الجمع بین التیمم والغسل بالضم۔	دونوں کو جمع نہ کرے گا اھ یعنی تیمّم اور غسل (دھونے) کو۔ درمختار غسل عین کے فتحہ کے ساتھ تاکہ دونوں طہارتوں کو شامل ہو جائے۔ شامی از حلبی۔ (ت) **اقول:** بلکہ کوئی یہ وہم نہیں کر سکتا کہ تیمّم اور غسل (بالضم) جمع ہوگا۔ (ت)

دلیل دوم: صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کے لئے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے شافعی وحنبلی کو نزاع ہے۔ جواہر الفتاوٰی امام کرمانی باب رابع میں ہے:

عـه ثم رأیته فی ش عن البحر قال لان الفرض یتأدی باحدهما لابهما فجمعنا بینهما بالشك[4] اھ ثم رأیته بعینه فی التبیین ۱۲ منه غفرله (م)	پھر میں نے اسے شامی میں بحر کے حوالہ سے دیکھا فرمایا: اس لئے کہ فرض ایک ہی سے ادا ہوتا ہے دونوں سے نہیں تو شک کی وجہ سے ہم نے دونوں کو جمع کیا اھ پھر بعینہٖ یہی میں نے تبیین میں بھی دیکھا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

[1] بدائع الصنائع شرائط تیمّم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱
[2] درمختار، باب التیمم، مجتبائی دہلی ۱/۴۵
[3] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۹
[4] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۹

جنب فی مفازة معه من الماء مایکفی لوضوئه فانه یتیمم ولایستعمل الماء[1]۔	کسی بیابان میں جنابت والا ہے جس کے پاس اتنا پانی ہے جو اس کے وضو کے لئے کفایت کرے تو وہ تیمّم کرے گا اور پانی استعمال نہیں کرے گا۔(ت)

نوازل امام اجل فقیہ ابواللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

مسافرا جنب ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتیمم[2]۔	کوئی مسافر جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کفایت کرے تو وہ تیمّم کرے گا۔(ت)

خلاصہ میں ہے:

فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الاقدرما یتوضأ فانه یتیمم ولایتوضأ عندنا[3]۔	اگر مسافر جنب ہوا اور اسے اسی قدر پانی ملا کہ وضو کرے تو ہمارے نزدیک وہ تیمّم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔(ت)

کافی میں ہے:

جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم[4]۔	جنب ہے جس کے پاس وضو کے لئے بقدر کفایت پانی ہے وہ تیمّم کرے اور وضو نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو کرے پھر تیمّم کرے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

انما تنقض رؤیة الماء اذاکان یکفی للوضوء ان کان محدثا اوالاغتسال ان کان جنبا والا لا وھذا فرع انه فی الابتداء اذاوجد مالایکفیه لایستعمله فی بعض محل الطھارة بل یترکه	پانی دیکھنا اسی وقت ناقض ہوتا ہے جبکہ بے وضو تھا تو اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو اور جنب تھا تو اتنا جو غسل کے لئے کافی ہو ورنہ ناقض نہیں اور یہ اس کی فرع ہے کہ ابتدا میں جب اسے ناکافی پانی ملے تو اسے محل طہارت کے ایک حصے میں استعمال

[1] جواہر الفتاوٰی
[2] خزانۃ المفتین)
[3] خلاصۃ الفتاوٰی، الفصل الخامس فی التیمم، نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳
[4] کافی

ویتیمم لاغیر وھذا قول اصحابنا ومالك وغیرہ بل حکاہ البغوی عن اکثر العلماء[1]۔	نہیں کرے گا بلکہ اسے چھوڑ دے گا اور صرف تیمّم کرے گا۔یہ ہمارے اصحاب اور امام مالک وغیرہ کا قول ہے بلکہ بغوی نے اسے اکثر علماء سے حکایت کیا ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

من علیہ الغسل اذاتیمم ثم وجد ماء لایکفی لغسلہ اوالمحدث ماء غیر کاف لوضوئہ لاینتقض تیممہ ولوکان معہ ذلك قبل التیمم جازلہ التیمم بدون استعمال خلافا للشافعی واحمد رحمھما اللہ تعالٰی[2]۔	جس کے اوپر غسل فرض ہے جب وہ تیمّم کرلے پھر اسے اتنا پانی ملے جو غسل کے لئے ناکافی ہو یا بے وضو کو اتنا پانی ملے جو وضو کے لئے نہ کافی ہو تو تیمّم نہ ٹوٹے گا اور اگر قبل تیمّم اتنا پانی ہوتا تو بھی اسے استعمال کیے بغیر اس کے لئے تیمّم جائز ہوتا بخلاف امام شافعی وامام احمد رحمھما اللہ تعالٰی کے۔(ت)

اسی طرح کتب کثیرہ حتّٰی کہ خود شرح وقایہ میں ہے:

اذاکان للجنب ماء یکفی للوضوء لاللغسل یتیمم ولایجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]۔	جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو غسل کے لئے نہیں،تو وہ تیمّم کرے اور اس پر وضو ہمارے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔(ت)

اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے:

اجنب وعندہ ماء یکفی للوضوء تیمم وصلی[4] اھ اثرہ فی الکفایۃ والغنیۃ فصل مسح الخفین تحت قولہ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل[5]۔	جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے۔اھ اسے کفایہ اور غنیہ فصل مسح الخفین میں زیر قول "لایجوز المسح لمن علیہ الغسل" نقل کیا۔(ت)

[1] حلیہ

[2] غنیۃ المستملی، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۸۴

[3] شرح الوقایۃ، باب التیمم، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ۱/۹۵

[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۵

[5] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۵

ظاہر ہے کہ جنابت غالبًا حدث سے جُدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تواس سے پہلے مباشرت فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تواُس سے پہلے سونا تھااور مطلقًا انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یوں ہی بعد ہر انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طبًّا بلکہ شرعًا [۱] بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہو جائے ورنہ بعد [۲] غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق وحدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمّم اس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا رافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے [۳] کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تواس درجہ کثیر وغالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ نادر ہے تواس حالت میں اگر تیمّم جنابت کے ساتھ حدث کے لئے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم معقول تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمّم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا نہ کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیں بل فی ش الجنابة لاتنفك عن حدث يوجب الوضوء [1] اھ (بلکہ شامی میں ہے: جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی۔ (ت)

وهذا ظاهره اللزوم اقول: ان(۴) حمل على الغالب والافبلى كمن اجنب ولم يجد الامايكفى للوضوء فتيمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد مايكفى للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث۔	اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ جنابت اور حدث میں لزوم ہے۔ اقول: اسے اگر اکثر پر محمول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ جنابت حدث سے جدا کیوں نہیں ہوتی؟ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص جنب ہوا اور اسے اتنا ہی پانی ملا جو وضو کے لئے کفایت کرسکے تواس نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وضو کیا پھر اسے اتنا پانی ملا جو غسل کے لئے کافی ہے اب وہ پھر جنب ہوگیا اس کی جنابت حدث سے جُدا ہے۔ (ت)

دلیل سوم: تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لئے کافی پانی ہو تو اُس پر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کے لئے تیمّم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں

اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے:

اذا احدث بعد التيمم ومعه مايكفى	جب اس تیمّم کے بعد حدث ہو اور اس کے پاس وضو

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

للوضوء فانه یتوضأ به [1]	کے لئے بقدر کفایت پانی ہو تو اس سے وضو کرے گا۔(ت)

فتح القدیر و درالحکام و شرح نقایہ[عــه] برجندی و بحر الرائق حتی کہ خود شرح وقایہ **مسح الخفین** میں ہے:

واللفظ له تیمم للجنابت فان احدث بعد ذلك توضأ [2]۔	الفاظ شرح وقایہ ہی کے ہیں: جنابت کا تیمّم کیا اگر اس کے بعد حدث ہو تو وضو کرے۔(ت)

یہ تقیید صاف بتارہی ہے کہ تیمّم جنابت سے پہلے جو حدث ہو اس کے لئے وضو نہیں یہی تیمّم اُسے بھی رفع کردے گا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد بعد عبارت مذکورہ ہے:

فان(ا) احدث وعندہ ذلك الماء توضأ [3]۔	پھر اگر حدث ہو اور اس کے پاس وہ پانی موجود ہے تو وضو کرے۔(ت)

تیمّم جنابت کے بعد جو حدث ہُوا اس میں حکم وضو فرمایا۔

فان قلت ماتفعل بمانقل فی العنایة ولو بلفظة قیل فی مسألة الاصل ھذہ اذقال تحت قول الھدایة لایجوز المسح لمن علیه الغسل قیل صورته توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد ماء یکفی للوضوء لاللاغتسال فانه یتوضأ ویغسل رجلیه ولایمسح ویتیمم	**اگر سوال ہو** اسے کیا کیا جائے جو عنایہ کے اندر اسی مسئلہ مبسوط میں نقل ہے اگرچہ "قیل" کے لفظ سے ہے۔ہدایہ کی عبارت ہے: "اس کے لئے مسح جائز نہیں جس کے اوپر غسل ہو" اس کے تحت صاحبِ عنایہ لکھتے ہیں: "کہا گیا اس کی صورت یہ ہے کہ وضو کرکے موزہ پہن لیا پھر جنابت ہوئی پھر اتنا پانی ملا جو وضو کے لئے کفایت کرسکتا ہے غسل کے لئے

عــه ھو فی نسختی البرجندی معز وللنھایة لکن فی البحر عن النھایة لایتأتی الاغتسال مع وجوہ الخف ملبوسا اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)	میری نسخہ برجندی میں اس پر نہایہ کا حوالہ ہے لیکن بحر میں نہایہ سے یہ نقل ہے: "موزہ ملبوس ہوتے ہوئے غسل نہیں ہوسکتا اھ" اور خدائے بزرگ وبرتر خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۸

[3] مبسوط امام محمد، باب التیمم، ادارۃ القرآن کراچی، ۱/۱۰۷

للجنابۃ [1] اھ۔ اقول: رحمہ اللہ تعالٰی فلم یذکر الحدث اصلافان احتُج بارسالہ وجب الوضوء علی جنب لاحدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الاٰتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلك للوضوء یتوضأ ویغسل رجلیہ کماھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذقالا من(۱) لبس خفیہ علی وضوء ثم اجنب فی مدۃ المسح ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اذا توضأ [2] اھ۔ واذا ابتنی الامر علی حاجۃ الوضوءلم تبق للعبارۃ دلالۃ علٰی ماتوھمت فانا نقول انما یحتاج الیہ اذا احدث بعد تیممہ للجنابۃ والواو فی قولہ ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم	نہیں تو یہ وضو کرے گا اور اپنے پَیروں کو دھوئے گا، مسح نہیں کرے گااور جنابت کا تیمّم کرے گا۔(ت) اقول: اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔انہوں نے حدث کا تو کوئی ذکر ہی نہ کیا۔اگر ان کے بلاقید ذکر کرنے سے استدلال ہے تو وضو ایسے جنب پر بھی واجب ہوگا جس کے ساتھ کوئی حدث نہیں اور اسے وضو کا پانی مل گیااور یہ باجماع حنفیہّ قطعًا باطل ہے یہاں تک کہ امام شارح وقایہ کی آنے والی عبارت کاظاہر بھی یہ نہیں بلکہ عنایہ کی عبارتِ بالاکا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرے گااور اپنے پَیروں کو دھوئے گا جیسا کہ ایضاح میں علامہ وزیر کی عبارت اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں: "جس نے وضو پر اپنے موزے پہنے پھر مدت مسح میں جنابت لاحق ہُوئی تو وقتِ وضو اپنے موزے نکالے اور پیروں کو دھوئے" اھ (ت) جب بنائے امر وضو کی احتیاج پر ہے تو مذکورہ وہم پر عبارت کی کوئی دلالت ہی نہیں۔اس لئے کہ ہم کہتے ہیں اسے اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب جنابت کا تیمّم کرنے کے بعد پھر اسے حدث ہو۔ان کی عبارت "ویتیمم" میں واو ترتیب کا نہیں۔تو معنی یہ ہے کہ پھر وہ جنب ہو تو جنابت کا

[1] العنایۃ مع فتح القدیر، باب التیمم، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھّر،۱/۱۳۴

[2] مجمع الانہر باب المسح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

وجد الماء۔الخ وانظر عبارۃ الفاضل معین الھروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ ولبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماء یکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ ویغسل رجلیہ ولایمسح ویتیمم للجنابۃ[1] اھ فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ وقد ابرز کل ماقدرہ ورحم اللہ اخی چلپی اذنقل عبارۃ العنایۃ ھذہ واسقط منھا قولہ ویتیمم للجنابۃ واللہ تعالٰی اعلم۔	تیمم کرے پھر اسے حدث ہو پھر پانی پائے الخ شرح کنز میں فاضل معین ہروی کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ملاحظہ ہو: "وضو کیا اور موزہ پہن لیا پھر اسے جنابت ہوئی تو جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا پھر اسے اتنا پانی ملا جو صرف وضو کے لئے کافی ہے غسل کے لئے نہیں تو وہ وضو کرے گا اور اپنے پَیروں کو دھوئے گا اور مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لئے تیمم کرے گا" اھ (ت) یہ عبارت بعینہٖ عنایہ کی عبارت ہے اور ہر ایک نے اپنا اندازہ بیان کیا ہے اللہ تعالٰی اخی چلپی پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے عنایہ کی یہی عبارت نقل کی ہے اور اس سے اس کا یہ قول "ویتیمم للجنابۃ" ساقط کردیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

دلیل چہارم: اُس کی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جو پہلے ہوچکا حدث متأخر کو زائل نہ کرے ظاہر ہوا کہ جنابت کے لئے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمم اسے بھی زائل کردے گا۔ کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے:

جنب(۱) اغتسل وبقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانھا لاتتجزی زوالا وثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممہ للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتؤخر کمالو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیہ ان یتوضأ ولم یجز الاغتسال عن	جنب نے غسل کیا کچھ جگہ چمکتی رہ گئی اور اس کا پانی ختم ہوگیا تو جنابت باقی رہنے کی وجہ سے وہ تیمم کرے اس لئے کہ زائل ہونے اور ثابت ہونے کسی معاملہ میں جنابت حصہ حصہ نہیں ہوتی (جاتی ہے تو ایک ساتھ، آتی ہے تو ایک ساتھ) تو اگر اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو حدث کے لئے تیمم کرے اس لئے کہ اس کا تیمم جنابت حدث سے پہلے ہوچکا۔ تو بعد والے حدث

[1] شرح الکنز للہروی مع فتح المعین باب مسح الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

الحدث المتأخر [1]۔	سے کفایت نہ کرے گا۔جیسے اگر جنابت کا غسل کیا پھر اسے حدث ہوا تو اسے وضو کرنا ہے اور غسل سابق،حدث متأخر سے کفایت نہ کرسکے گا۔(ت)

دلیل پنجم: اُس کی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کے لئے تیمّم کر لینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب یہ جنب نہیں کہ جنابت تو تیمّم سے زائل ہوچکی نرامحدث ہے اور وضو کے لئے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمّم جنابت وحدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنی کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر (یہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے۔ت) بدائع ملک العلماء میں ہے:

الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضأ به لا غیر اجزأه التیمم عندنا لان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال به سفھا مع ان فیه تضییع(۱) الماء وانه حرام فصار کمن وجد(۲) مایطعم به خمسة مساکین فکفر بالصوم یجوز ولایؤمر باطعام الخمسة لعدم الفائدة فکذا ھذا بل اولی لان ھناك لایؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلك لم یؤمر به لماقلنا فھھنا اولٰی [2] ولو تیمم الجنب ثم احدث بعد ذلك ومعه من الماء	جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کرسکے تو ہمارے نزدیک تیمّم اسے کافی ہوگا اس لئے کہ دھونے سے جب جواز نماز کا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا تو اس میں مشغولی بے وقوفی ہے۔ساتھ ہی اس میں پانی کی بربادی بھی ہے اور یقینا یہ حرام ہے۔تو اس کا حال اس کی طرح ہوا جسے اسی قدر ملاکہ اس سے پانچ مسکینوں کو کھلاسکے اس لئے اس نے روزوں سے کفارہ ادا کیا تو جائز ہے اور اسے پانچ کو کھلانے کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ بے فائدہ ہے۔اسی طرح یہ بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ وہاں مال کی بربادی تک معاملہ نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا،اس کے باوجود اس کا اسے حکم نہ دیا گیا تو یہاں بدرجہ اولٰی حکم نہ ہوگا۔اور اگر جنب نے تیمّم کیا پھر اس کے

[1] کافی

[2] بدائع الصنائع شرائط تیمّم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۰/۱

قدر مایتوضأ به فانه یتوضأ به لان هذا محدث ولیس بجنب ومعه من الماء قدر مایکفیه للوضوء فیتوضأ به[1]۔	بعد اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرلے تو وہ وضو کرے گا کیونکہ یہ بے وضو ہے جنب نہیں ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہے تو اس سے وضو کرے گا۔(ت)

یونہی درمختار میں ہے:

لو تیمم للجنابة ثم احدث صار محدثا لاجنبا فیتوضأ[2]۔	اور اگر جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وہ محدث ہے جنب نہیں اس لئے وضو کرے گا۔(ت)

تیمّم کے بعد حدث پر حکم وضو کو اس پر متفرع کیا کہ اب وہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

افاد انه اذا وجد ماء یکفیه للوضوء فقط انما یتوضأ به اذا احدث بعد تیممه عن الجنابة امالو وجده وقت التیمم قبل الحدث لایلزمه عندنا الوضوء به عن الحدث الذی مع الجنابة لانه عبث اذ لابد له من التیمم[3] اھ۔ تنبیه: قول ملك العلماء قدس سره فیه تضییع الماء تبعه فیه الامام النسفی فی الکافی فقال لنا انه اذالم یطهر عن الجنابة باستعماله تکون تضییعا[4] اھ۔	اس سے یہ افادہ فرمایا کہ جب اسے اتنا پانی ملے جس سے صرف اس کا وضو ہوسکتا ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا جبکہ اسے اپنے تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا ہو۔ لیکن اگر یہ پانی تیمّم ہی کے وقت قبل حدث ملا تو ہمارے نزدیک اسے اس حدث سے جو جنابت کے ساتھ ہے وضو کرنا لازم نہیں کیونکہ عبث ہے اس لئے کہ تیمّم اس کے لئے ضروری ہے۔اھ (ت) تنبیہ: ملک العلماء قدس سرہ کا ارشاد "فیه تضییع الماء" (اس میں پانی برباد کرنا ہے) اس پر امام نسفی نے ان کی پیروی کی ہے۔وہ فرماتے ہیں: "ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جب وہ جنابت سے پاک نہ ہوا تو یہ برباد کرنا ہی ہے" اھ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التیمم، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۵۰
[2] دُرمختار، باب التیمم، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۴۵
[3] ردالمحتار باب التیمم، مکتبہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۷
[4] کافی للامام النسفی

وتبعهما الامام الزيلعي في التبيين فقال اذا لم يفدكان الاشتغال عبثا وتضييعا للماء في موضع عزته وتضييع(۱) المال حرام [1] اھ۔	تبیین میں امام زیلعی نے ان دونوں حضرات کی پیروی کی ہے۔ تو فرمایا: "جب یہ بے فائدہ ہے تو اس میں مشغول عبث ہے اور ایسی جگہ پانی برباد کرنا ہے جہاں پانی کم یاب ہے اور مال برباد کرنا حرام ہے اھ"
وتبعهم المحقق في الفتح فقال لايفيد اذلايتجزأ بل الحدث قائم مابقي ادنى لمعة فيبقى مجرد اضاعة مال خصوصا في موضع عزته مع بقاء الحدث كماهو [2] اھ۔ وتبعه في الحلية والبحر على الفاظه وزادت الحلية وقدصح عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انه قال وانهى امتي عن اضاعة المال [3] اھ والفقير تبعهم فيما مضى وآجدر بهم للاتباع۔	اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا: "بے فائدہ ہے اس لئے کہ حدث کی تجزّی نہیں ہوتی بلکہ جب تک ذرا سا بھی حصّہ چھُوٹا رہے گا حدث رہے گا تو صرف مال کی بربادی باقی رہ جائے گی خصوصًا ایسی جگہ جہاں پانی کم یاب ہے باوجودیکہ حدث جیسے تھا ویسے ہی باقی رہے گا"۔ اھ (ت) اب حلیہ اور بحر نے الفاظ میں بھی ان کی پیروی کی۔ حلیہ نے مزید یہ فرمایا: حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ فرمایا: "اور میں اپنی اُمت کو مال برباد کرنے سے منع فرماتا ہُوں" اھ۔ فقیر نے بھی ماضی میں انہی حضرات کی پیروی کی اور وہ ان کی پیروی کا زیادہ مستحق ہے۔
اقول: لكن(۲) للعبد الضعيف نظر فيه قوي فانه وان لم يرفع الحدث لعدم تجزيه فلاشك انه يسقط الفرض	**اقول:** لیکن بندہ ضعیف کو اس میں نظر قوی ہے کیونکہ اس سے حدث غیر متجزی ہونے کے باعث اگرچہ ختم نہیں ہوتا لیکن اس میں شک نہیں کہ جس حصّے

[1] تبیین الحقائق باب التیمم، مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[2] فتح القدیر باب التیمم، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھّر ۱/۱۱۹

[3] حلیہ

عما یصیبه وکفی به فائدة ویعظم وقعه اذاوجد بعده مایکفی للباقی بعد هذا الاستعمال ولوترکه وراح ثم وجد هذالم یکف۔

وقدقال الامام رضی الدین السرخسی فی المحیط فیما اذا(۱) اغتسل وبقیت لمعة ثم وجد ماء لایکفی لها یغسل شیئا من اللمعة ان شاء تقلیلا للجنابة[1] اھ قال فی الحلیة بعد نقله فی مسألة أُخری نظیره مانصه یغسل من اللمعة مایتأتی تقلیلا للجنابة[2] اھ

وفی خزانة المفتین عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی وان کان لایکفی یغسل مقدار ما یکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم[3] اھ

ومثله فی الخلاصة وشرح الوقایة وکثیر من الکتب بل قدقال فی الکافی نفسه جنب(۲) علی ظهره لمعة ونسی اعضاء وضوئه وماؤه یکفی احدهما صرفه الی ایهما شاء لان کل واحد نجاسة الجنابة فاعضاء الوضؤ اولی اقامة

تک پہنچے گا اس سے فرض ساقط کردے گا۔ اتنی افادیت کافی ہے۔ اس کی وقعت اس وقت اور بڑھ جائے گی جب اس کے بعد اسے اتنا پانی ملے جو اسے استعمال کرنے کے بعد بقیہ اعضا کے لئے کافی ہو۔ اور اگر اسے چھوڑ کر چلا جائے پھر یہ ملے تو ناکافی ہوگا۔ امام رضی الدین سرخسی نے محیط میں فرمایا ہے: "اس صورت میں جبکہ غسل کرلیا اور کچھ جگہ چمکتی رہ گئی پھر اتنا پانی ملا جو اس کے لئے کافی نہیں تو اگر چاہے جنابت کم کرنے کے لئے اس جگہ کا کچھ حصّہ دھولے"۔ اھ حلیہ کے اندر اسے نقل کرنے کے بعد ویسے ہی ایک دوسرے مسئلہ میں یہ لکھا: "چھوٹی ہوئی جگہ سے جو ہوسکے جنابت کم کرنے کی خاطر دھولے" اھ خزانۃ المفتین میں امام اسبیجابی کی شرح طحاوی سے نقل ہے: "اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہوسکے اور تیمم کرے"۔ اھ بلکہ خود "کافی" میں لکھا ہے: "جنب کی پشت پر چھُوٹی ہوئی جگہ ہے اور اعضائے وضو دھونا بھُول گیا اب جو پانی ہے کسی ایک ہی کے لئے کفایت کرسکتا ہے تو دونوں میں سے جس میں چاہے اسے صرف کرے۔ اس لئے کہ ہر ایک نجاست جنابت

---

[1] محیط رضی الدین السرخسی

[2] حلیہ

[3] خزانۃ المفتین

للسنة[1] اھ	اسی کے مثل خلاصہ، شرح وقایہ اور بہت سی کتابوں میں ہے بھی ہے تو اعضائے وضو بہتر ہوں گے تاکہ سنّت کی ادائیگی ہوجائے"۔اھ
وبمعناہ فی الھندیۃ عن شرح الزیادات للعتابی فھذا الصرف لیس الاتقلیلا للجنابۃ کماصرح بہ الائمۃ الاسبیجابی ورضی الدین السرخسی وطاھر البخاری وصدر الشریعۃ ومحمد الحلبی وغیرھم والالزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انہ لیس باضاعۃ ولایوجب حرمۃ ولاشناعۃ۔	اسی کے ہم معنٰی ہندیہ میں عتابی کی شرح زیادات سے نقل ہے۔تو یہ صرف کرنا تقلیل جنابت کے لئے ہے جیسا کہ امام اسبیجابی، امام رضی الدین سرخسی، امام طاہر بخاری، امام صدر الشریعۃ، امام محمد حلبی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی ورنہ دونوں عمل (دھونا اور تیمّم) جمع کرنا لازم آتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی برباد کرنا نہیں اور اس سے کوئی حرمت وشناعت لازم نہیں آتی۔(ت)
اقول: بل لایبعد ان یعد مستحبا لمافیہ من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ والخروج(۱) عن الخلاف مستحب بلاخلاف مالم یلزم مکروہ مذھبہ وانتفاء الکراھۃ قد علم مما اثرنا من النصوص۔	**اقول:** بلکہ اسے اگر مستحب شمار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اختلاف سے بچنا ہے اور اختلاف سے بچنا جب تک کہ اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے بلاخلاف مستحب ہے۔اور کراہت نہ ہونا ان نصوص سے معلوم ہوگیا جو ہم نے نقل کئے۔(ت)

دلیل ششم: تصریحات ہیں کہ آیہ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابلِ نماز کردے اتنا پانی کہ اسے استعمال کیے پر بھی قابلیت نماز نہ پیدا ہو (**اقول:** یعنی یُوں کہ اتنا پانی جس کے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگی وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کے لئے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہٖ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کی مورثِ قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمّم ہے نہ انتہاءً اُس کا ناقض اُس کا وجود وعدم برابر ہے۔بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المراد من الماء المطلق فی الاٰیۃ	آیت میں مائے مطلق سے مراد مقید ہے اور

[1] فتاوٰی ہندیۃ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۱

هو المقيد وهو الماء المقيد لاباحة الصلاة عند الغسل[1] به۔	یہ وہ پانی ہے کہ اگر اس سے دھو یا جائے تو جواز نماز کا فائدہ دے۔(ت)

تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے:

الغسل المأموربه هو المبيح للصلاة ومالا يبيحها فوجوده وعدمه سواء[2]۔	جس دھونے کا حکم دے دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس سے نماز جائز ہوجائے اور جس سے نماز جائز نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔(ت)

بنایہ امام بدر محمود میں ہے:

المحدث اوالجنب اذا وجد بعض مايكفيه من الماء لطهارته فعدم وجوب الاستعمال مذهبنا ومذهب مالك واكثر العلماء لان الاٰية سيقت لبيان الطهارة الحكمية فكان قوله تعالٰى فلم تجدوا ماء اى طهورًا محللا للصلاة وبوجود مالايكفى لم يوجد مايحلل[3]۔	بے وضو یا جنب کو جب اپنی طہارت کے لئے کفایت کرنے والے پانی میں سے کچھ ہی ملے تو اس کا استعمال واجب نہیں۔یہ ہمارا،امام مالک اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔اس لئے کہ آیت کریمہ طہارت حکمیہ کے بیان کے لئے آئی ہے،توارشاد باری تعالٰی "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے مراد ایسا آبِ طہارت ہے جو نماز مباح کردے اور ناکافی پانی ہونے سے وہ نا پایا گیاجو نماز حلال کردے۔(ت)

فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے:

واللفظ لها قلنا المراد بالماء فى النص مايكفى لازالة المانع لانه سبحنه امر بغسل جميع البدن فى حق الجنب ومعلوم ان ذلك بالماء ثم نقل الى التيمم عند عدمه بقوله عزّوجل فلم فَلَمْ تَجِدُوْا	الفاظ حلیہ کے ہیں: ہم کہتے ہیں نص میں پانی سے مراد وہ ہے جو ازالہ مانع کے لئے کافی ہو اس لئے کہ خدائے پاک نے حق جنب میں پُورا بدن دھونے کا حکم فرمایا ہے اور معلوم ہے کہ یہ پانی ہی سے ہوگا۔پھر پانی نہ ہونے کے وقت ارشاد باری عزوجل "فَلَمْ تَجِدُوْا

[1] بدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

[2] تبیین الحقائق باب التیمم،مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد کراچی،۱/۳۲۳

ماء فبالضرورۃ یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغسلون به جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وھذا کمایصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلك فیتعین التیمم فی ھذا کالاول [1]۔	مَآءً" (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے حکم تیمّم کی طرف منتقل ہوگیا۔تو ضروری طور پر تقدیر کلام یہ ہوگی: اگر تم ایسا پانی نہ پاؤ جس سے اپناپُورا بدن بحالتِ جنابت دھوسکو تو تیمّم کرو۔اور یہ بات جیسے بالکل پانی نہ ہونے کے وقت صادق ہے ویسے ہی ناکافی پانی ہونے کے وقت بھی صادق ہے تو اوّل کی طرح اس میں بھی تیمّم متعین ہے۔(ت)

کفایہ امام جلال الدین پھر بحر محقق زین العابدین میں ہے:

واللفظ له الاٰیة سیقت لبیان الطھارۃ الحکمیة فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لم یثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلة غسل الاعضاء کلھا وشیئ من الحکم لایثبت ببعض العلة کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبة فی حق الکفارۃ [2] کذا ذکر فی کثیر من الشروح۔	الفاظ بحر کے ہیں: آیت طہارت حکمیہ کے بیان کے لئے آئی ہے،تو تقدیر کلام یہ ہوگی: پھر تمام نماز کو حلال کرنے والا پانی نہ پاؤ۔اور قلیل کے استعمال کرنے سے کچھ بھی حلّت ثابت نہ ہوئی، کیونکہ حلت حکم ہے،اور سارے اعضا کو دھونا علّت ہے۔اور کوئی حکم بعض علّت سے ثابت نہیں ہوتا جیسے حق زکاۃ میں بعض نصاب،اور حق کفارہ میں بعض بردہ کا حال ہے۔اسی طرح بہت سی شروح میں مذکور ہے۔(ت)

اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سَو حدث ہوں وضو کرلینا ہر گز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسی قدر پانی پر قدرت ہے اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں۔اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔صرف تیمّم اب بھی صرف تیمّم ہی کرے۔ **دلیل ہفتم:** شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہُوئی جس سے یہ متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لئے تیمّم عامہ محشین وکبرائے ناظرین یک زبان اُس کی تاویل کی طرف جھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمّم کرلیا اس کے بعد حدث ہوا

---
[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

[2] البحر الرائق، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

اور پانی قابلِ وضو حاضر ہے تو اب وضو کرے کہ گزشتہ تیمّم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہالینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمّم رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمّم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اس کا بطلان ظاہر وصاف۔ خلاصہ یہ کہ طہارت وحدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کردیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمّم کرے گا سب رفع ہو جائیں گے لہٰذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمّم پر حمل کریں۔ علماء کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم وہ نہیں جو اُس کے ظاہر سے مفہوم ولہٰذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کردیا بہرحال اس کا ظاہر کسی نے مسلّم نہ رکھا۔

اللھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کماس یأتی إن شاء اللہ تعالٰی۔	ہاں مگر فاضل قرہ باغی نے شرح وقایہ پر اپنے حاشیہ میں جیسا کہ ان کا کلام إن شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ (ت)
اقول: والعجب من علامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحم اللہ الجمیع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ وسمی متنہ الفقھی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انہ لاینسب الی ساکت قول اما اثبات الھندیۃ کلام شرح الوقایۃ ھذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجۃ علی ھذا المنوال جل ھمتھا الجمع والتلفیق ولذا(۱) رجحت علیھا الشروح الباحثۃ بالتنقیح والتحقیق۔	**اقول:** تعجب ہے کہ علامہ وزیر اس پر ایضاح میں خاموش رہے جبکہ امامین شارح وماتن پر اعتراض سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی ہے۔ خدا سب پر رحمت فرمائے یہاں تک کہ لفظی گرفتوں تک تجاوز کرگئے اور اپنے فقہی متن کا نام "اصلاح" اور اصولی متن کا نام "تغییر التنقیح" رکھا مگر (یہاں وہ ساکت رہے تو) ساکت کی طرف تو کوئی قول منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہندیہ نے شرح وقایہ کا یہ کلام ایک تقریر سے ثابت کیا ہے۔ یوں تو اس انداز پر جمع شدہ زیادہ تر فتاوٰی کا بڑا مقصد جمع وتلفیق ہوتا ہے اسی لئے تنقیح وتحقیق سے بحث کرنے والی شروح کو ایسے فتاوٰی پر ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اقول: وعندی مَثَل المتون عہ	اقول: میرے نزدیک فقہ میں متون،

عہ اقول: ای کمختصرات(۱) الائمۃ الطحاوی والکرخی والقدوری والکنز والوافی والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والمختار ومجمع البحرین ومواھب الرحمٰن والملتقی وامثالھا الموضوعۃ لنقل المذھب لاکامثال(۲) المنیۃ فانھا لاتعد والفتاوی وقد رأیت التنویر (۳) یدخل روایات عن القنیۃ مع مصادمھا للمذھب المنصوص علیہ فی کتب محمد کمابینت بعضہ فی کتابی کفل الفقیہ الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم وقد(۴) جھل بعض ضلّال الزمان وھو الگنگوھی فی رسالتہ فی الجماعۃ الثانیۃ اذجعل الاشباہ من المتون(۵) ولم یدر السفیہ مامعنی المتن المراد ھنا وزعم بجھلہ ان کل بیضاء شحمۃ وکل سوداء تمرۃ وھذا کتاب الاشباہ مشحونا بالنقول عن الفتاوی وبابحاثہ فمامرتبتہ الافی الفتاوی اوفی الشروح ھذا وقد(۶) عدوا الھدایۃ من المتون مع انھا شرح بالصورۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول: یعنی جیسے مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنزالدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن ملتقی۔اور ایسی ہی دوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لئے لکھی گئی ہیں۔منیہ جیسی کتاب نہیں کہ اس کا درجہ فتاوٰی سے زیادہ نہیں اور میں نے دیکھا کہ تنویرالابصار میں قنیہ سے نقل شدہ روایات داخل ہیں جب کہ وہ امام محمد کی کتابوں میں منصوص مذہب سے متصادم ہیں۔جیسا کہ ان میں سے بعض کا میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم" میں بیان کیا ہے ایک گمراہ زمانہ گنگوہی کی بے خبری دیکھیے کہ جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالہ میں "اشباہ" کو متون سے قرار دیا۔نادان کو یہ پتا نہیں کہ یہاں متن سے کون سا معنی مراد ہے اور اپنی بے خبری سے یہ سمجھ لیا کہ "ہر سفید چیز چربی اور ہر سیاہ چیز کھجور ہے"۔(یا اردو مثل میں: ہر چمکتی چیز سونا ہے ۱۲م۔الف) یہ کتاب الاشباہ فتاوٰی کی نقول وابحاث سے بھری ہوئی ہے تو اس کا درجہ فتاوٰی ہی کا ہے یا شروح کا۔یہ ذہن نشین رہے، اور علمانے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے باوجودیہ کہ وہ صورۃً شرح ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

والشروح عـــہ۱ والفتاوی عـــہ۲ فی الفقه۔	شروح اور فتاوٰی کا حال وہی ہے

عـــہ **اقول**: کشروح (۱) کتب الاصول الجامعین والاصل والزیادات والسیرین للائمة وشروح المختصر المذکورة المبنیة علی التحقیق ومبسوط الامام السرخسی وبدائع ملك العلماء والتبیین والفتح والعنایة والبنایة وغایة البیان والدرایة والکفایة والنهایة والحلیة والغنیة والبحر والنهر والدرر والدر وجامع المضمرات والجوهرة النیرة والایضاح وامثالها وتدخل فیها عندی حواشی المحققین مثل غنیة الشرنبلالی وحواشی الخیر الرملی وردالمحتار ومنحة الخالق واشباهها لا کالمجتبی (۲) وجامع الرموز وابی المکارم ونظرائها بل ولا کالسراج الوهاج ومسکین ۱۲ منه غفرله (م)

عـــہ۲ اقول مثل الخانیة (۳) والخلاصة والبزازیة وخزانة المفتین وجواهر الفتاوی والمحیطات والذخیرة والواقعات للناطفی وللصدر الشهید ونوازل الفقیه ومجموع النوازل والولوالجیة والظهیریة والعمدة والکبری والصغری وتتمة الفتاوٰی والصیرفیة وفصول العمادی وفصول الاستروشنی

اقول: جیسے کتبِ اصول کی شرحیں جو ائمہ نے لکھیں (کتبِ اصول یہ ہیں: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر) اور (حاشیہ بالا میں) مذکورہ مختصرات کی شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں۔اور مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق، النہر الفائق، درر احکام، دُرمختار، جامع المضمرات، جوہرہ نیرہ، ایضاح۔ اور ایسی ہی دیگر کتابیں۔ میرے نزدیک ان ہی میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیہ شرنبلالی، حواشی خیر الدین رملی، رد المحتار، منحۃ الخالق، اور ایسے ہی حواشی۔ مجتبٰی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم جیسی کتابیں نہیں۔ بلکہ سراج وہاج اور شرح مسکین بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول: جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں ہیں) ذخیرہ، واقعاتِ ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبری، صغری، تتمہ الفتاوی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ (باقی برصفحہ آئندہ)

مثل عـہ۱ الصحاح عـہ۲ والسنن عـہ۳۔	جو حدیث میں صحاح، سنن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجامع الصغار والتاتارخانیة والهندیة وامثالها ومنها المنیة کماذکرت لا کالقنیة(۱) والرحمانیة وخزانة الروایات ومجمع البرکات وبرهانه اما المعروضات(۲) فمابنی منها علی التنقر والتنقید والتنقیح فهی عندی فی مرتبة الشروح کالفتاوی الخیریة والعقود الدریة للعلامة شامی واطمع ان یسلك ربی بمنه وکرمه فتاوای هذه فی سلکها فللارض من کأس الکرام نصیب اما فتاوی(۳) الطوری والمحقق ابن نجیم فقدقیل انه لایعمد علیها والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اور ایسی ہی کتابیں۔ان ہی فتاوٰی میں منیہ بھی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا۔قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات، مجمع البرکات، اور ان کی برہان جیسی کتابیں نہیں۔لیکن معروضات توان میں جو چھان بین اور تنقید وتنقیح پر مبنی ہوں وہ میرے نزدیک شروح کے درجہ میں ہیں جیسے فتاوٰی خیریہ اور علامہ شامی کی العقود الدریہ۔اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان وکرم سے میرے ان فتاوی کو بھی ان ہی کی سلک میں منسلک فرمائے گا کہ اہلِ کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔رہے فتاوٰی طوری اور فتاوٰی محقق ابن نجیم توان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قابلِ اعتماد نہیں۔اور خدائے برتر ہی خُوب جاننے والا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۱ الثلثة بالثلثة علی الولاء ۱۲ منه غفرله (م)

تینوں، تینوں کے مقابل بَے بہ پے ہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ کصحاح(۴) الشیخین والمنتقی وابن السکن والمختارة وعندی منها موطا مالك ویتلوهاابن حبان لا کالمستدرك ۱۲ منه غفرله (م)

(یعنی سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر مسانید اسی طرح متون پھر شروح پھر فتاوٰی۔م الف) جیسے صحاح شیخین ومنتقی وابن السکن ومختارہ۔اور میرے نزدیک ان ہی میں مؤطا امام مالک بھی ہے اور انہی سے متصل صحیح ابنِ حبان بھی۔مستدرک جیسی کتب نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ۳ کسنن(۵) ابی داؤد والنسائی والترمذی وفی مرتبتها مسند الرؤیانی ومثلها بل فوق(۶)

جیسے ابوداؤد، نسائی اور ترمذی کی سنن۔ان ہی کے درجہ میں مسند رویانی بھی ہے اور ان ہی کے مثل بلکہ ان میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

والمسانید عـــہ فی الحدیث انما یشعر باعتمادہ* علی مایتقرر من مرادہ*لابخصوص العمل علی ظاھر مفادہ*واللہ اعلم بنیات عبادہ*	اور مسانید کا حال ہے۔ مگر اس سے قطع نظر تقریر ہندیہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس کا اعتماد اس مراد پر ہے جو اس تقریر سے ثابت ہوتی ہے خاص اس کے ظاہر مفاد پر عمل معتمد نہیں۔ اور خدا ہی اپنے بندوں کی نیتیں خُوب جانتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جس کا ذکر اِن شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کردیا،

حیث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء ھل یجب التیمم والتوضئ جمیعا اذا احدث ومعہ ماء یکفی للوضوء فقط فیہ تردد والظاھر انہ اذا تیمم للجنابۃ لاحاجۃ الی	ان کے الفاظ یہ ہیں: جنابت ہوئی اور کوئی ناقضِ وضو نہ پایا گیا تو کیا اس پر تیمّم اور وضو دونوں ہی واجب ہوں گے جبکہ اسے حدث ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعضھا شرح معانی الاٰثار للطحاوی وکتاب الاٰ ثار لمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد وکتاب الخراج لابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عن الجمیع ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بعض سے بالاتر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، امام محمد کی کتاب الآثار، امام محمد سے روایت شدہ حجج عیسٰی بن ابان اور امام ابویوسف کی کتاب الخراج ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ (ت)

عـــہ: اجلھا(۱) مسند الامام احمد ومن ھذہ الدرجۃ المصنفان ومعاجیم الطبرانی لا کمسندالفردوس وامثالہ ولیس مسندا بھذا المعنی بل ھو تخریج احادیث الفردوس ومن احب تمامہ فلینظر رسالتی مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان میں سب سے بزرگ تر مسند امام احمد ہے اور اسی درجہ میں دونوں مصنف (مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ) اور طبرانی کی معجم کبیر وصغیر واوسط بھی ہیں۔ مسند الفردوس اور اس جیسی کتابیں نہیں۔ وہ اس معنی میں مسند ہے بھی نہیں۔ بلکہ اس میں احادیث فردوس کی تخریج ہے۔ اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ "مدارج طبقات الحدیث" ملاحظہ کرے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

التوضی ولابد للحکم بالاحتیاج الیھما من روایۃ صریحۃ[1]۔	اس بارے میں تردّد ہے۔اور ظاہر یہ ہے کہ وہ جب جنابت کا تیمّم کرلے تو وضو کی کوئی ضرورت نہیں۔دونوں ہی کی ضرورت ہونے کا حکم کرنے کے لئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے۔(ت)

اقول: فاضل شارح کو تردّد ہُوااور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھااور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا انتظار کیا حالانکہ یہ محلِ جزم ہے اور روایاتِ صریحہ اس طرف موجود کماعرفت وتعرف اِن شاء اللہ تعالٰی (جیساکہ معلوم ہوااور بمشیت خدائے برترآئندہ بھی معلوم ہوگا۔ت) اسی کے قریب حاشیہ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے:

فی صدر الشریعۃ اذاکان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء ای اذاوجد الحدث بعد التیمم للجنابۃ کمانص علیہ القھستانی وظاھر ھذا انہ اذاوجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضأ بہ للاستغناء بھذا التیمم عنہ وانما یستعملہ اذاوجد الحدث بعد ذلك وھو صریح عبارۃ القھستانی[2] اھ فنقل عنہ مایاتی اٰنفا۔ **اقول:** لم (۲) یصل فھمی الی سر جعلہ ظاھر نص القھستانی ثم صریح عبارتہ وھو (۳) صریحھا لاشك ثمّ (۴) انما عاقہ عن الجزم بہ قصر نسبتہ علی القھستانی وماھو لہ بل	شرح صدر الشریعۃ میں ہے:"جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے"۔یعنی جب تیمّم جنابت کے بعد حدث پایا گیا ہو جیسا کہ اس پر قہستانی نے نص کیا ہے۔اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب تیمّم مذکور کے وقت وضو کے لئے کفایت کرجانے والا پانی ملے تو اس سے وضو نہیں کرے گا کیونکہ اس تیمّم کی وجہ سے اُس وضو سے بے نیازی ہے وہ پانی اسی وقت استعمال کرے گا جب اس کے بعد حدث پایا جائے۔یہی قہستانی کی صریح عبارت ہے"۔اور اس کے بعد قہستانی کی وہ عبارت نقل کی جو ابھی آرہی ہے۔(ت) **اقول:** انہوں نے پہلے اسے نص قہستانی کا ظاہر کہا پھر اس کو صریح عبارت کہا،اس میں کیا رمز ہے میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔یقینًا یہ قہستانی کی صریح عبارت ہے۔اس پر جزم سے ان کے لئے یہی چیز مانع ہُوئی کہ اس کی نسبت

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدرالمختار باب التیمم مطبوعہ بیروت ۱/۱۳۴

للامام الجلیل الاسبیجابی۔	قہستانی تک محدود ہے حالانکہ یہ قہستانی کا کلام نہیں بلکہ امام جلیل اسبیجابی کا ہے۔(ت)

یہ سات ۷ دلائل ہیں اور بحمداللہ تعالٰی روشن وکامل ہیں، اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجئے **وباللہ التوفیق۔**

نص اول: محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں:

لوان رجلا انتبه من النوم محتملا وکان له ماء یکفی للوضوء لاللغسل تیمم ولم یجب علیه الوضوء عندنا خلافا للشافعی[1]۔	اگر کوئی شخص احتلام کی حالت میں نیند سے بیدار ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو صرف وضو کے لئے کافی ہے غسل کے لئے نہیں تو وہ تیمّم کرے گا ہمارے نزدیک۔ بخلاف امام شافعی کے۔ اس پر وضو واجب نہیں۔(ت)

صریح تصریح ہے کہ سوتے سے مُحتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود، وضو نہ کرے صرف تیمّم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کے لئے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔

نص دوم: شرح مختصر امام اجل طحاوی للامام علی الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے:

الجنب اذاکان له ماء یکفی لبعض اعضائه اوالمحدث^{عه} للوضوء تیمم ولم یجب علیه	جنب کے پاس جب اتنا ہی پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے لئے کفایت کرسکے۔ یا محدث کو،

عـه هکذا هو فی جامع الرموز وعنه فی ردالمحتار ووقع نسخة ط المصریة طبع المیری بدون لفظ المحدث وهو یشبه التکرار فما اعضاء الوضوء الابعض اعضاء الجنب ۱۲ منه غفرله (م)	یہ لفظ اسی طرح جامع الرموز میں ہے اور اس سے ردالمحتار میں بھی ایسے ہی نقل ہے اور طحطاوی کے مصری نسخہ طبع میری میں لفظ "محدث" کے بغیر ہے اور اس سے تکرار سی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اعضائے وضو جنب کے بعض اعضاء ہی تو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] درر الحکام لمولٰی خسرو باب التیمم المکتبۃ الکاملیہ بیروت ۱/۲۹

صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کان له[1]۔	وضو کے لئے۔ تو وہ تیمّم کرے اور اس پر اس پانی کو بعض اعضاء کے لئے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمّم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہے اس لئے کہ وہ وضو کے لئے کافی پانی پر قادر ہے۔(ت)

صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث کے لئے وضو صرف اسی وقت ہے کہ جنابت کا تیمّم کرچکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُن کے لئے وضو کی اصلاً حاجت نہیں۔

اقول: یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کے لئے وضو نہیں۔ جب تک تیمّم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کے لئے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا اور اس پر حکم وضو آیا اس وقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لئے تیمّم کرچکا اور وہ وقوعِ حدثِ اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورہ شرح طحاوی کا تتمہ ہے **ولم یجب علیه التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد ماء کافیا للغسل**[2] (اور اس پر تیمّم واجب نہیں کیونکہ وہ تیمّم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ غسل کے لئے کافی پانی پائے۔ت)

نص سوم عـــہ: فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملّۃ والدّین قاضی خان میں ہے:

جنب تیمم للظهر وصلی ثم احدث فحضرته العصر ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضأ لان الجنابة	کسی جنب نے ظہر کے لئے تیمّم کیا اور نماز پڑھی پھر اسے حدث ہُوا تو نمازِ عصر کا وقت آیا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ وضو کرے گا

عـــہ: ردالمحتار کی عبارت کہ دلیل پنجم میں گزری کہ جس جنب کو صرف وضو کے قابل پانی ملے اس پر وضو فقط اس وقت ہے کہ تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا گر اس تیمّم سے پہلے حدث تھا اس کے لئے وضو عبث ہے، گویا نص چہارم ہے کہ نصوص ائمہ واکابر ہی اس کے مأخذ ہیں ۱۲منہ غفرلہ۔(م)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/ ۶۴

[2] السعایۃ شرح الوقایۃ، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/ ۴۹۱

قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضأ به فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم به ولم یغتسل حتی حضرته المغرب وقداحدث اولم یحدث ومعه ماء قدر مایتوضأ به فانه عـه یتیمم ولایتوضأ به	کیونکہ جنابت تو تیمّم سے دُور ہوگئی۔پھر جب بعد تیمّم اسے حدث ہُوا اور اس کے پاس اتنا پانی بھی ہے جو وضو کے لئے کافی ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا۔تو اگر عصر کے لئے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر پانی کے پاس سے گزرا اور اس سے باخبر بھی ہُوا مگر غسل نہ کیا،یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور اسے حدث بھی ہوا یا حدث نہ ہوا۔اتنا پانی بھی اس کے پاس ہے جس سے وضو کرسکے تو اسے تیمّم کرنا ہے وضو نہیں کرنا ہے

عـه فقیر کے پاس خانیہ کے چار ۴ نسخے ہیں ایک مطبع العلوم کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ہجریہ اس کی جلد اول نہیں۔دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے چوراسی ۸۴ برس ہُوئے۔تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ہامش ہندیہ پر ہے۔چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ جس کے ہامش پر سراجیہ ہے۔عجب کہ ان سب میں ومعه ماء قدر مایتوضأبه کے بعد الفاظ حکم ساقط ہیں اس کے بعد لانه لمامر تعلیل ہے عجب نہیں کہ مصری ومصطفائی دونوں نسخے اسی نسخہ کلکتہ سے نقل ہوئے ہوں جس میں عبارت چھُوٹ گئی اگرچہ خود فحوائے عبارت نیز ملاحظہ ارشاد امام محمد کتاب الاصل سے کہ بعونہٖ تعالٰی افادات میں آتا ہے الفاظ ساقطہ ظاہر تھے کہ فانه یتیمم ولایتوضأ به ہوں گے کاتب کی نظر ایک لایتوضأ به سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی بحمدہ تعالٰی نسخ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پُرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہٖ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعه من الماء قدر مایتوضأ به فانه یتیمم ولایتوضأ به لانه لمامر۔۔۔الخ اس کے بعد ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفرالدین وفقه الله تعالٰی لحمایة الدین* ونکایة للمفسدین* وجعله کاسمه ظفر الدین* نے اپنے زمانہ مدرسی مدرسہ شمس الہدی بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدابخش خان سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ھ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے ومعه ماء قدرما یتوضأ به فانه یتیمم ولایتوضأبه لانه لمامر۔۔۔الخ۔دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجی جسے ۴۰۸ برس ہُوئے اُس میں یوں ہے ومعه ماء قدر مایتوضأ به فانه یتیمم لانه لمامر۔۔۔الخ اس کا بھی حاصل وہی ہے کمالایخفی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لانه لمامر بماء یکفی للاغتسال عادجنبا فهذا جنب معه ماء لایکفی للاغتسال فیتیمم [1]۔	کیونکہ جب وہ غسل کے لئے کافی پانی پر گزرا تو پھر جنب ہوگیا۔اب یہ ایسا جنب ہے جس کے پاس غسل کے لئے ناکافی پانی ہے تواسے تیمّم کرنا ہے۔(ت)

کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اُسے اگر تیمّم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمّم سے پہلے ہو تو صرف تیمّم کرے وضو نہ کرے۔

اقول: واستنادی بماذکر رحمه الله تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والافدخول هذا الفرع فی هذا الاصل فیه کلام قوی للعبد الضعیف*غفرله المولی اللطیف کماستعرفه فی الافادات*انشاء واهب العطیات*	**اقول:** میرا استناد ان اصول احکام سے ہے جو امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی نے تعلیلات کے تحت ذکر کیے۔ورنہ اس جزئیہ کے اس اصل کے اندر داخل ہونے میں بندہ ضعیف کو۔ مولائے لطیف اسے مغفرت سے نوازے۔پرزور کلام ہے جیسا کہ اگر عطاؤں سے نوازنے والے رب نے چاہاتوافادات کے تحت معلوم ہوگا۔(ت)

بالجملہ سات ۷ روشن دلائل اور تین ۳ نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ (وہ پُورے دس ہیں۔ت) سے بحمدہ عزّوجل حکم آشکار ہوگیا۔

وللّٰه الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه کمایحب ربنا و یرضی*وصلی الله تعالٰی علی اصفی مصطفی*وارضی مرتضی*جواٰله وصحبه الٰی یوم القضاء*اٰمین۔	اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، برکت والی حمد جیسی ہمارا رب چاہے اور پسند فرمائے۔اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو سب سے زیادہ پسندیدہ ذات گرامی پر اوران کی آل واصحاب پر فیصلہ کے دن تک۔الٰہی قبول فرما!

رہاامام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولًا کلام پیشینیاں پیش کریں۔پھر وہ جو قلب فقیر پر جفیض قدیر سے فائض ہوا ہدیہ انظار انصاف کش۔

قال الامام*صدر الشریعة الهمام*اعلی الله تعالٰی مقامه فی	امام بلند ہمت صدر الشریعۃ۔خدائے برتر دار السلام میں انہیں مقام بلند عطافرمائے اور

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

دار السلام *ورحمنابه وبسائر الائمة الکرام *فی کل حال ومقام *مدی اللیالی والا یام *اول باب التیمم من شرحه للوقایة اذاکان للجنب ماء یکفی للوضوء لاللغسل یتیمم ولایجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق واذاکان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا[1] اھ

ہم پر ان کی برکت سے اور دیگر ائمہ کرام کی برکت سے ہر حال ومقام میں جب تک گردش شب وروز رہے ہمیشہ رحمت فرمائے۔ شرح وقایہ اول باب التیمم میں فرماتے ہیں: "جب جنابت والے کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کفایت کرے غسل کے لئے نہیں تو وہ تیمّم کرے ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے۔ اس پر وضو کرنا واجب نہیں۔ لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو کو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو جنابت کے لئے تیمّم بالاتفاق ہے۔ اور جب محدث کے پاس اتنا ہی پانی ہو جو صرف اس کے بعض اعضا کے دھونے میں کفایت کرسکے تو اس صورت میں بھی اختلاف ثابت ہے"۔ (ت)

واعترضوه بخمسة وجوه:

ناظرین نے اس پر پانچ طرح **اعتراض** کیا ہے:

الاول: قال البرجندی فی شرح النقایة بعد نقل کلام الصدر الامام هو مشعر بانه قدتکون جنابة مع وجود الوضوء ولایخفی ان الجنابة تحصل بخروج المنی او بغیبة الحشفة وخروج الخارج من الذکر وغیبة الحشفة ناقضان للوضوء۔

اول: برجندی نے شرح نقایہ میں، امام صدر الشریعۃ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا: یہ کلام اس کا پتا دیتا ہے کہ کبھی وضو رہتے ہوئے بھی جنابت ہوتی ہے حالانکہ مخفی نہیں کہ جنابت منی کے نکلنے یا حشفہ کے غائب ہونے سے ہوتی ہے۔ اور ذکر سے نکلنے والی چیز کا باہر آنا اور حشفہ کا غائب ہونا دونوں ہی ناقض وضو ہیں۔

والجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومر بماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم بعد عن الماء فانه صار جنبا ومع[عـه] ذلك وضوءه باق۔

جواب یہ ہے کہ جنب جب تیمّم کرلے اور بے وضو ہو کر پھر وضو کرے اور غسل کے لئے کافی پانی پر گزرے مگر غسل نہ کرے پھر پانی سے دور ہوجائے تو وہ جنابت والا ہوگیا۔ اس کے باوجود اس کا

عـه **اقول:** ای لم یعد حدثه علی وزان ماقدمنا ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی دوبارہ اسے حدث نہ ہوا، اسی انداز پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ویمکن ان یصور ذلك علٰی قول محمد بان یجامع الرجل المتوضئ امرأۃ ولم ینزل فانه قداجنب ولم ینتقض عـہ۱ وضوءہ فان المباشرۃ الفاحشة غیر ناقضة عندہ ولم یوجد عـہ۲ شیئ اٰخر من نواقض الوضوء۔	وضو باقی ہے۔ اس کی صورت امام محمد کے قول پر یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ باوضو مرد عورت سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ جنابت زدہ ہوگیا اور اس کا وضو نہ ٹوٹا کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ ناقض وضو نہیں اور نواقض وضو میں سے کوئی دوسری چیز بھی نہ پائی گئی۔
وعلی قول الشیخین عـہ۳ رضی اللہ تعالٰی عنہم بان یستمنی بالید ثم یاخذ رأس الذکر حتی لایخرج المنی فقد عـہ۴ اجنب و	اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول پر یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ہاتھ سے منی نکالے پھر ذکر کا سرا پکڑلے تاکہ منی باہر نہ آئے تو وہ جنب ہوگیا اور ناقضِ وضو

عـہ۱ **اقول**:قد علمت المعنی فاحتفظ ولاتزل ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: ناظر کو مراد معلوم ہوگئی تو نگہداشت چاہئے اور لغزش سے پرہیز ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۲ **اقول**:ای مما هو حدث اصغر اذ لایقال نواقض الوضوء الاعلیها فههنا افصح عن المراد ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: یعنی اس چیز سے جو حدث اصغر ہو کیوں کہ نواقضِ وضو کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے تو یہاں اپنی مراد واضح کردی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۳ **اقول**:هذا(۱) سهو وانما هو قول الطرفین واطلاق الشیخین علیهما بعید وان(۲) جاء فی بعض المواضع علی الصاحبین کمابینته فی کتابی فصل القضاء ۱۲منه غفرله (م)

اقول: یہ سہو ہے۔ وہ طرفین کا قول ہے اور ان پر اطلاقِ شیخین بعید ہے اگرچہ بعض مقامات میں صاحبین کے لئے شیخین کا اطلاق ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "فصل القضاء" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ۴ **اقول**:ای(۳) اذاخرج المنی لان الخروج شرط بالاجماع انما النزاع فی اشتراط الشهوۃ عند الخروج اوکفایتها عند الانفصال به قالا وبالاول ابویوسف فاحتمال ارادۃ خلافه ظن مالایلیق بالعلماء ۱۲منه غفرله (م)

اقول: یعنی جب منی باہر آجائے اس لئے کہ باہر آنا بالاجماع شرط ہے نزاع صرف اس میں ہے کہ شہوت یعنی باہر آنے کے وقت ہونا شرط ہے یا بس اپنے مقر سے منی کے انفصال کے وقت (شہوت) ہونا کافی ہے۔ دوم کے قائل طرفین ہیں اور اول کے قائل امام ابویوسف ہیں۔ تو یہ احتمال کہ اس کے خلاف مراد لے لیا ہو ایسا ظن ہے جو علماء کے لائق نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

لم یوجد ناقض للوضوء [1] اھ۔	نہ پایا گیا اھ (ت) (برجندی کی عبارت ختم ہوگئی)
واعترضہ عصری وھو اللکنوی فی سعایتہ بما تلخیصہ انہ فی صورۃ المباشرۃ الفاحشۃ ان لم یولج لم یجنب وان اولج فقد انتقض وضوءہ لان دخول الحشفۃ ناقض للغسل والوضوء جمیعاً وکذا فی صورۃ الاستمناء ان خرج المنی فقد انتقض وضوءہ وان لم تحصل الجنابۃ وان لم یخرج فلاجنابۃ ولاحدث [2] اھ۔ھذا حاصل ما اطال بہ فی نحو ثلثۃ امثال عبارتنا ھذہ۔	اس پر ایک معاصر عالم۔ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلّی۔نے اپنی سعایہ (حاشیہ شرح وقایہ) میں **اعتراض** کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: "مباشرت فاحشہ کی صورت میں اگر ایلاج نہ کیا تو جنب نہ ہوا۔اور ایلاج کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اس لئے کہ دخولِ حشفہ غسل و وضو دونوں ہی کا ناقض ہے۔اسی طرح منی نکالنے کی صورت میں اگر منی باہر آئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اگرچہ جنابت نہ ہوئی اور اگر منی باہر نہ آئی تو نہ جنابت ہے نہ حدث اھ"یہ اس کا حاصل ہے جو انہوں نے ہماری اس عبارت سے تین گنا میں پھیلا کر لکھا ہے۔(ت)
والثانی: التناقض وقررہ ش بما یبتنی علی الاول فجوابہ جوابہ وذلك قولہ فی ردالمحتار قول صدر الشریعۃ مشکل لان الجنابۃ لاتنفك عن حدث یوجب الوضوء وقد قال اولایجب علیہ التیمم لا الوضوء فقولہ ثان یا یجب علیہ الوضوء تناقض [3] اھ۔ثم ذکر الجواب الاٰتی عن القھستانی فی الاشکال الخامس فانہ دافع	**دوم:** تناقض۔شامی نے اس کی تقریر ایسے کلام سے کی ہے جو اشکال اول ہی پر مبنی ہے تو جو اُس کا جواب ہے اِس کا جواب ہے ردالمحتار میں ان کا یہ کلام ہے: "صدرالشریعۃ کے قول میں اشکال ہے اس لئے کہ جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی اور پہلے فرماچکے ہیں کہ اس پر تیمّم واجب ہے"وضو نہیں"تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ اس پر وضو واجب"ہے"دونوں میں تناقض ہے"اھ۔پھر اس کا وہ جواب ذکر کیا جو قہستانی کے حوالہ

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴
[2] السعایۃ، باب التیمم، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۱
[3] ردالمحتار، باب التیمم، مصطفی البابی مصر، ۱/۱۸۷

للتناقض ایضا بوجه حسن صحیح۔

ونقل ھھنا فی السعایة مایمکن ان یؤخذ منه تقریر اٰخر للتناقض غیر مبتن علی الاشکال الاول وھو انه اذا لم یکن معھا حدث فکیف یوجب الشافعی ھناك الوضوء [1] اھ۔فیؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم یلزم الاکبر ولکن کلام الصدر الامام فی الصورة الاولی ایضا فی جنابة معھا حدث بدلیل ایجاب الشافعی الوضوء فجاء التناقض۔

والثالث: ان قوله فالتیمم للجنابة بالفاء ان کان تفریعا فلامحصل له لان کون التیمم للجنابة غیر مفرع علی وجوب الوضوء وان کان تعلیلا ورد علیه ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة فیلزم ان یجب الوضوء ھناك ایضا [2]۔

والرابع:ان کون التیمم للجنابة بالاتفاق مشترك بین الصورتین لااختصاص له بھذه الصورة [3] اھ۔نقلھما اللکنوی۔

والخامس: مخالفته لما تقرر فی المذھب کمابیناه بالدلائل والنصوص

سے اشکال پنجم کے تحت آرہا ہے۔وہ جواب بھی عمدہ و صحیح طرز پر تناقض دفع کردیتا ہے۔

یہاں سعایہ میں وہ نقل کیا جس سے تناقض کی ایک دوسری تقریر اخذ کی جاسکتی ہے جو اشکال اول پر مبنی نہ ہو "وہ یہ کہ جب جنابت کے ساتھ حدث نہ ہو تو وہاں امام شافعی وضو کیسے واجب کریں گے؟ اھ اور اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حدث اصغر اگرچہ حدث اکبر کو لازم نہیں لیکن صدر الشریعۃ کا کلام پہلی صورت میں بھی ایسی ہی جنابت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہو اس دلیل سے کہ اس میں امام شافعی وضو واجب کرتے ہیں۔تو تناقض ہوگا۔

سوم: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابة"(تو تیمّم جنابت کے لئے ہے) میں "فا" اگر تفریع کے لئے ہے تو اس کا کوئی حاصل نہیں اس لئے کہ تیمّم جنابت کے لئے ہونا وجوبِ وضو پر متفرع نہیں - اور اگر تعلیل کے لئے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ سابقہ صورت میں بھی تیمّم جنابت ہی کے سبب ہے تو لازم آئے کہ وہاں بھی وضو واجب ہو۔

چہارم: بالاتفاق جنابت کے لئے تیمّم ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت سے خاص نہیں اھ۔یہ دونوں اعتراض مولانا فرنگی محلّی نے نقل کیے۔

پنجم: یہ اس کے مخالف ہے جو مذہب میں مقرر وثابت ہے جیسا کہ دس دلائل ونصوص سے

---

[1] السعایۃ باب التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

[2] السعایۃ، باب التیمم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۰

[3] السعایۃ، باب التیمم، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۹۰

العشرة ان الحدث مع الجنابة لایوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ماء یکفی للغسل الیه اشار البرجندی بقوله متصل العبارة المذکورة اٰنفا۔ لکن الکلام فی انه هل یجب فی الصورتین عـه التوضیئ اذا احدث فیه تردد والظاھر لا ولابد للحکم بالاحتیاج من روایة صریحة [1] اھ۔ کماقدمنا عنه تلو الدلائل وذکرنا انه لوکان فی نظره اذ ذاك نصوص المذهب لماقنع بالتردد والاستظھار۔وھذا ھو اعظم الا یرادات وھو الذی احوج العلماء الی تأویل کلامه رحمه الله تعالٰی۔ومحط کلامھم جمیعا ارجاع	ہم نے اسے بیان کیا۔مذہب میں یہ ہے کہ جنابت کے ساتھ حدث بالکل موجبِ وضو نہیں جب اتنا پانی دستیاب نہ ہو جو غسل کے لئے کافی ہو اسی کی طرف برجندی نے ابھی ذکر شدہ عبارت سے متصل اپنے درج ذیل کلام سے اشارہ کیا ہے: "لیکن کلام اس میں ہے کہ کیا دونوں صورتوں میں وضو کرنا واجب ہے جب حدث ہوا ہو۔اس بارے میں تردّد ہے اور ظاہر نفی ہے۔احتیاج وضو کا حکم کرنے کے لئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے"۔اھ جیسا کہ دلائل کے بعد ان سے ہم نے یہ عبارت نقل کی اور بتایا کہ اگر اس وقت ان کی نظر میں مذہب کے نصوص ہوتے تو وہ تردّد واستظہار پر قناعت نہ کرتے۔ یہی سب سے بڑا اعتراض ہے اسی کی وجہ سے حضرات علماء کو صدالشریعۃ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔اور ان سب حضرات کی تاویلات کا مآل یہ ہے

عـه: ای الاخریین ولعمری لقد اصاب فی تخصیص الکلام بھما وعزل الصورة الاولی لان فیھا لاشك فی وجوب الوضوء اذا احدث کماسیاتی تحقیقه فی الافادة بعونه تعالٰی ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی بعد والی دونوں صورتوں میں۔اور ان دونوں سے کلام خاص کرکے اور پہلی کو الگ کرکے یقینا انہوں نے صحیح کیا اس لئے کہ پہلی صورت میں حدث ہونے کے وقت وجوب وضو میں شک نہیں جیسا کہ اس کی تحقیق بعونہ تعالٰی افادہ (نمبر ۱۱) میں آرہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابۃ غیر ان لهم فیه مسلکین: **احدهما** تقدیر [عہ] المضاف ای	کہ "وجوب وضو کا حکم اس حدث کی طرف عائد ہے جو تیمّم جنابت کے بعد ہو"۔ مگر اس بارے میں ان کے دو[۲] مسلک ہیں: **طریق اوّل**: ("اما اذا کان مع الجنابۃ

عہ قال فی السعایۃ فی غایۃ الحواشی قوله یجب جزاء اما وکلمۃ کان تامۃ وتقدیر الکلام اما اذا وجد مع تیمم الجنابۃ حدث یوجب الوضوء فیجب الوضوء اتفاقا یعنی احدث بالتیمم للجنابۃ مع وجود الماء الکافی للوضوء فیجب الوضوء مع انه تیمم الجنب اتفاقا بخلاف الصورۃ المسطورۃ فان فیها بعد تیمم الجنابۃ لایجب الوضوء فقوله بالاتفاق متعلق بقوله یجب وقوله فالتیمم الفاء للتفریع ای فثبت التیمم للجنابۃ مع وجوب الوضوء فانه ذکر فی الجامع عن شرح الطحاوی و غیرہ انه لایجب للجنب صرف الماء الی بعض الاعضاء اوللحدث الا اذا تیمم للجنابۃ ثم وقع منه حدث یوجب الوضوء لانه یجب علیه الوضوء ح لانه قدر علی ماء کاف به ولم یجب التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد

سعایہ میں لکھا ہے: غایۃ الحواشی میں ہے: لفظ "یجب" "اما" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی لیکن جب تیمّم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے۔ یعنی تیمّم جنابت کے ساتھ، وضو کے لئے کافی پانی ہوتے ہوئے وہ محدث ہوا تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمّم ہے اتفاقاً۔ بخلاف صورت مسطورہ کے، کہ اس میں تیمّم جنابت کے بعد وضو واجب نہیں تو لفظ "بالاتفاق" لفظ "یجب" سے متعلق ہے۔ اور فالتیمم میں فا تفریع کے لئے ہے یعنی۔ تو وجوب وضو کے ساتھ، جنابت کے لئے تیمّم ثابت ہوا۔ کیونکہ جامع میں شرح طحاوی وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ جنب کے لئے بعض اعضاء میں پانی صرف کرنا یا حدث کے لئے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمّم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہوگا اس لئے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے جو وضو کے لئے کافی ہے۔ اور تیمّم واجب نہیں اس لئے کہ وہ تیمّم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اذا وجد عـہ۱ مع تیمم الجنابة حدث یجب الوضوء بالاتفاق عـہ۲ فیبقی عـہ۳ ھذا التیمم للجنابة خاصةً عـہ۴ بخلاف ما اذا وجد الحدث	حدث" میں جنابت سے پہلے) مضاف مقدر ماننا، یعنی جب تیمّم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پا یا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے تو یہ تیمّم خاص جنابت کے لئے رہ جائے گا بخلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الماء الکافی للغسل انتھی فاندفع السؤال المشھور ان الجنابة تستلزم الحدث فکیف یصح قوله اذاکان مع الجنابة حدث ومن فسر فالتیمم للجنابة واجب بعد الوضوء فما شم رائحة المقصود[1] اھ۔۱۲ منه غفرله (م)

غسل کے لئے کافی پانی اسے ملے۔انتہی۔ تو وہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ جنابت حدث کو مستلزم ہوتی ہے۔پھر صدر الشریعۃ کا قول "اذا کان مع الجنابة حدث" (جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث ہو) کیسے صحیح ہوگا۔اور جس نے یہ تفسیر کی: فالتیمم للجنابۃ واجب بعد الوضوء (تو جنابت کے لئے تیمّم وضو کے بعد واجب ہے) تو اسے مقصد کی بُو بھی نہ ملی اھ۔عبارتِ سعایہ ختم ہوئی۔۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـہ۱: اشار الی ماقاله فی غایة الحواشی ان کان فی قول الشارح تامة ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو غایۃ الحواشی میں لکھا کہ شارح کی عبارت میں "کان" تامہ ہے ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

(تو اذا کان کی تفسیر "اذا وجد" (جب پایا جائے) سے کی گئی۔۱۲ م الف)

عـہ۲: اشار الی ماقاله ان بالاتفاق متعلق بیجب ۱۲ منه غفرله (م) الله

اس کی طرف اشارہ ہے جو اس میں لکھا ہے کہ "بالاتفاق" یجب سے متعلق ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۳: اشار الی ماقاله ان الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے کہ فالتیمم میں ف برائے تفریع ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عـہ۴: زدت(۱) خاصةً اذبه یتم المقصود و غیرت ماسلکه ان المراد ثبت التیمم للجنابة مع وجوب الوضوء فان(۲) المقصود اذن فیما حذفه الصدر ۱۲

میں نے "خاصۃً" بڑھا دیا کیونکہ اسی سے مقصد پُورا ہوتا ہے اور اس میں جو طریقہ اختیار کیا کہ "یہ مراد ہے کہ وجوب وضو کے ساتھ جنابت کا تیمّم ثابت ہے" میں نے اسے بدل دیا، کیونکہ اس طور پر (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] السعایۃ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی،لاہور ۱/۴۹۰

قبل التیمم فانه عه۱ یکون له وللجنابة معًا کما افید فی شرح الطحاوی وغیرہ۔ هذا تهذیب مانقلته السعایة عن غایة الحواشی واعتمدته وان ناقشته عه۲ فی زوائد ومن طالع عبارتها و	اُس صورت کے جب حدث تیمّم سے قبل پایا جائے کہ یہ حدث اور جنابت دونوں کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ شرح طحاوی وغیرہ میں اس کا افادہ ہوا ہے۔ یہ اس کی اصلاح وتنقیح ہے جو سعایہ میں غایۃ الحواشی سے نقل کیا اور اس پر اعتماد کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قوله مع وجوب الوضوء وفیه الفرق بین الصورتین فتبقی الجملة بحذفه ناقصة مختلة وحذفت(۱) قوله اتفاقا لانه خلاف المقصود وفی نفسه مردود* کماستعلم بعون الودود ۱۲ منه غفرله (م)

عه۱: زدته اذ به تمام التقریب علی الوجه الذی وصفنا منه غفرله (م)

عه۲: نازعه فی کون کان تامة بانه لادخل له فی المقصود ویمکن کونها ناقصة وفی کون الفاء للتفریع وقال الاظهر علی هذا ان تکون تعلیلیة یعنی لان التیمم للجنابة والحدث طار (ای طارئ) فلایکفی له[1] اھ۔ ملخصا مهذبا **اقول:** (۲) یحتاج الی ذکر الخصوص کمافعلنا والافکون التیمم للجنابة لایمنع کونه للحدث الا ان یکون الحدث طارئافاذن ذکر فی التعلیل ما لادخل له وطوی ماهو التعلیل وکیفما کان لیس

مقصود اسی لفظ سے ادا ہوگا جو صدر الشریعۃ نے حذف کیا یعنی "مع وجوب الوضوء" اور اسی سے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوسکے گا تو اسے حذف کر دینے سے جملہ ناقص اور مختل ہوجائے گا۔ اور غایۃ الحواشی کا لفظ "اتفاقًا" میں نے حذف کر دیا اس لئے کہ خلاف مقصود ہے اور بجائے خود بھی نامقبول ہے جیسا کہ بعونِ الٰہی معلوم ہوگا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

میں نے اسے بڑھادیا کیونکہ اس سے تقریب تام ہوتی ہے اس طور پر جو ہم نے بیان کیا ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اس سے کان کے تامہ ہونے میں نزاع کیا کہ اس کا مقصد میں کچھ دخل نہیں ناقصہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور فاکے برائے تفریع ہونے میں نزاع کیا اور کہا اس طور پر ظاہر تر یہ ہے کہ تعلیلیہ ہو یعنی اس لئے کہ تیمّم جنابت کا ہے اور حدث طاری ہے تو اس کے لئے کافی نہیں اھ انکی عبارت تلخیص اور اصلاح وتنقیح کے ساتھ ختم ہوئی **اقول:** انہیں "خصوص" کے ذکر کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم نے کیا ورنہ تیمّم کا جنابت کے لئے ہونا اس سے مانع نہیں کہ حدث کے لئے بھی ہو مگر یہ کہ حدث (بعد تیمّم) طاری ہو۔ تو تعلیل میں وہ ذکر کیا جسے کوئی دخل نہیں اور اسے چھوڑ دیا (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] السعایۃ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹

وازن بینهما وبین الفاظنا عرف کیف لخصنا ما اطال به وقربناه*ونقحناه وهذبناه*

اگرچہ کچھ زوائد میں اس سے مناقشہ بھی کیا۔عبارت سعایہ کا مطالعہ اور اس کا اور ہمارے الفاظ کا موازنہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو طویل کلام تھا ہم نے اس کی کیسی تلخیص کردی اور فہم کے قریب بھی کردیا۔الفاظ کی تنقیح وتہذیب بھی ہوگئی۔(ت)

والاٰخر: جعل مع بمعنی بعد وهو المسلك المشهور۔

طریق دوم: مع کو بعد کے معنی میں قرار دینا۔یہ مشہور طریقہ ہے۔

قال:المحقق مولٰی خسرو فی الدرر بعد بعارته التی قدمنا فی النصوص اما اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء بان احدث بعد التیمم فیجب علیه الوضوء فالتیمم للجنابة بالاتفاق[1] اھ۔

محقق مولٰی خسرو نے درر الحکام میں اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں پیش کی فرمایا:"لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس طرح کہ تیمّم کے بعد محدث ہوا تو اس پر وضو واجب ہے۔تو اس پر وضو واجب ہے۔تو تیمّم بالاتفاق جنابت کے لئے ہے"اھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاکلاما فی امر زائد ومن(ا) سلك مسلکا صحیحا لایقال ان کلامه مخدوش کماقاله فی عمدة الرعایة وان اختار فی امر زائد ظاهرا مکان الاظهر وکون بحث کان بمعزل عن المقصود بالکلیة اظهر من ان یظهر ثم کونها تامة هو الظاهر المتبادر ذکره(۲) المحشی بیانا للواقع کعادتهم لالتوقف الجواب علیه فلیس فیما نقل من عبارته دلالة علیه ۱۲ منه غفرله(م)

جو واقعۃً تعلیل ہے۔خیر جو بھی ہو یہ ایک زائد معاملہ میں ہی کلام ہے۔اور جو کسی صحیح رَوِش پر چلا ہو اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کلام مخدوش ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں کہا اگرچہ اس امر زائد میں وہاں ظاہر تر کی جگہ ظاہر اختیار کیا ہے۔اور کان کی بحث کا مقصود سے بالکل الگ ہونا بالکل محتاج بیان نہیں۔پھر اس کا تامہ ہونا بھی ظاہر ومتبادر ہے۔محشی نے بیان واقع کے طور پر اسے ذکر کردیا ہے جیسا کہ ان حضرات کی عادت ہے۔اس لئے نہیں ذکر کیا ہے کہ جواب اسی پر موقوف ہے منقولہ عبارت میں اس پر کوئی دلالت بھی نہیں ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

[1] درر مولٰی خسرو باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیة یعنی فالتیمم باق لرفع الجنابة [1] وقال تلمیذہ (الفاضل اخی چلپی فی ذخیرۃ العقبٰی۔ قولہ مع الجنابة حدث یوجب الوضوء) یعنی اذا اغتسل الجنب وبقی فی عضو من اعضائہ عـہ۱ لمعة وفنی الماء فتیمم للجنابة ثم احدث حدثا یوجب الوضوء ولم عـہ۲ یتیمم للحدث فوجد مایکفی	علّامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا یعنی : "تو تیمّم جنابت دور کرنے کے لئے باقی ہے" اور ان کے تلمیذ فاضل اخی چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں لکھا: **قولہ "مع الجنابة حدث یوجب الوضوء"** (جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہے جو وضو واجب کرتا ہے) یعنی جب غسل کرلے اور اس کے کسی عضو میں کچھ جگہ چھُوٹ جائے اور پانی ختم ہوجائے تو جنابت کے لئے تیمّم کرلے پھر اسے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اور اس حدث کے لئے اس نے تیمّم نہ کیا پھر
عـہ۱: اعترضہ فی السعایة بان تقریرہ یحکم یکون مع بمعنی بعد و اذاحمل علیہ فتصویرہ سھل لایحتاج الی حدیث اللمعة[2]اھ۔**اقول**:الاعتراض(۱) علی التصویر کالمناقشة فی المثال فانہ لایضر بالمقصود ۱۲ منہ غفرلہ (م) عـہ۲ **اقول**:ھذہ(۲) زیادة ضائعة فلوتیمم للحدث لکان الحکم کذا وانما زادہ مراعاة للتصویر الذی ذکر فیہ الشارح الامام اٰخر الباب مانقل عنہ وھو(۳) ایضاً غیر محوج فان الشارح ذکر ایضاً ماذا تیمم للجنابة ثم احدث فتیمم للحدث وقال فکذا فی الوجوہ المذکورۃ ومن وجوہ المشار الیھا قولہ وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الاٰخر ۱۲ منہ غفرلہ (م)	سعایہ میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تقریر کا حکم یہ ہے کہ مع بمعنی بعد ہو اور جب اس پر محمول کرلیا جائے تو اس کی تصویر آسان ہے۔ حدیث لمعہ (چھوٹی ہوئی جگہ کی بات) درمیان میں لانے کی ضرورت ہی نہیں اھ **اقول**: کسی مسئلہ کی صورت نکالنے پر اعتراض ایسا ہی ہے جیسے مثال میں مناقشہ کہ یہ مقصود کے لئے مضر نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت) **اقول**: یہ بیکار کا اضافہ ہے۔ اگر وہ حدث کے لئے تیمّم کرلے جب بھی حکم یہی ہوگا۔ اسے انہوں نے اس تصویر کی رعایت میں بڑھادیا جس میں یہ منقولہ جملہ شارح امام نے آخر باب میں ذکر فرمایا ہے حالانکہ اضافہ کی ضرورت نہیں کیونکہ شارح نے یہ ذکر کیا ہے لیکن (باقی برصفحہ آئندہ)
للوضوء لا للمعة فتیممہ باق وعلیہ الوضوء [3] اھ۔	اسے اتنا پانی ملا جو وضو کے لئے کافی ہے، اس چھُوٹی ہوئی جگہ

[1] غنیہ ذوی الاحکام باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

[2] السعایہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی، لاہور ۱/۴۹۱

[3] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۶۷

وقال الشمس القھستانی فی شرح النقایۃ بعد مانقلنا عنہ فی النصوص وھذا صورۃ ماقال المصنف واما اذاکان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء فالتیمم للجنابۃ بالاتفاق (۱) فان مع فیہ بمعنی بعد کما قالوا فی قولہ تعالٰی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶
وبہ ینحل مافی ھذا المقام من الاشکال المشھور اھ۔[1]
وتبعہ المدقق العلائی فی الدر واقرہ محشوہ واعترض ھذا المسلك فی السعایۃ بانہ لواجنب ثم احدث فوجد مایکفی للوضوء فقط

کے لئے نہیں، تو اس کا تیمّم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے اھ (ت)
شمس قہستانی نے شرح نقایہ میں کہا اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں ان سے نقل کی: اور یہی اس کی صورت ہے جو مصنف نے کہا: "لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس پر وضو لازم ہے تو تیمّم جنابت کے لئے ہے بالاتفاق"۔ کیونکہ اس میں "مع" بعد کے معنی میں ہے جیسا کہ علماء نے ارشادِ باری تعالٰی "اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝۶" (بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) میں کہا ہے۔ اسی سے وہ مشہور اشکال حل ہو جاتا ہے جو اس مقام پر پیش آتا ہے اھ مدقق علائی نے در مختار میں اس کا اتباع کیا اور اسے محشین نے بھی برقرار رکھا۔ سعایہ میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ثم احدث فلتیمم للحدث و قال فکذا فی الوجوہ المذکورۃ ومن وجوہ المشار الیھا قولہ وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ و یبقی التیمم فی حق الاخر ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جنابت کا تیمّم کیا۔ پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا۔ اور آگے فرمایا مذکورہ صورتوں میں بھی ایسا ہے، جن صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اگر ان میں سے بعینہٖ کسی ایک پر کفایت کرنے والا ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/ ۶۴

فانہ یتیمم ولایجب علیہ الوضوء یکون تیممہ کافیا لرفع الحدث الاکبر و الاصغر مع انہ یصدق علیہ انہ وجد بہ حدث یوجب الوضوء بعد الجنابۃ فیلزم بمقتضی عبارۃ الشارح ان یجب علیہ الوضوء قال فالاولی ان یقال مع بمعنی بعد والمضاف محذوف ای بعد تیمم الجنابۃ اویقال مع علی معناہ والمضاف محذوف ای مع تیمم الجنابۃ[1] اھ ملخصا

طریق پر **اعتراض** کیا کہ اگر اسے جنابت ہو پھر حدث ہو۔اس کے بعد اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے تو وہ تیمّم کرے گا اور اس پر وضو واجب نہیں۔اس کا تیمّم حدثِ اکبر و اصغر دونوں کو رفع کرنے کے لئے کافی ہوگا۔باوجودیکہ اس کے متعلق یہ صادق ہے کہ اس کے ساتھ جنابت کے بعد ایسا حدث پایا گیا جو وضو واجب کرتا ہے تو بمقتضائے عبارت شارح لازم آئے گا کہ اس پر وضو واجب ہو۔کہا: تو اولٰی یہ کہنا ہے کہ مع بمعنی بعد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "**مع تیمم الجنابۃ**" اھ (ت)

ھذا **وعندی** حاشیۃ علی شرح الوقایۃ للفاضل محمد القرہ باغی اتمھا سنۃ تسعمائۃ وثلثین ای بعد خمس وعشرین سنۃ من وفاۃ اخی چلپی وقال قلت لتاریخہ ثم تسویدی(۹) وھی کتابۃ یوسف بن حسن بن عبداللہ سنۃ تسعمائۃ وسبع وسبعین نقل فیھا کلام اخی چلپی بلفظۃ قال بعض المحشین ثم قال اقول لایخفی ان ھذا التصویر تکلف بعید الاخذ من ھذہ العبارۃ علا ان الشارح سیصرح ھذہ المسألۃ بقولہ وان کفی للوضوء لاللمعۃ فتیممہ باق وعلیہ الوضوء فبحمل ھذہ العبارۃ علی ماذکرہ

یہ سب ہوا۔اور میرے پاس شرح وقایہ پر فاضل محمد قرہ باغی کا ایک حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا،یعنی اخی چلپی کی وفات کے پچیس ۲۵ سال بعد۔اور اس کی تاریخ تکمیل کے لئے ثم تسویدی کہا ہے اور یہ ۹۷۷ھ میں یوسف بن حسن بن عبداللہ کا کتابت کیا ہُوا ہے اس میں اخی چلپی کا کلام "قال بعض المحشین" کے لفظ سے نقل کیا ہے پھر لکھا ہے: "میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ صورت نکالنے میں تکلّف ہے اور اس عبارت سے اسے اخذ کرنا بعید ہے علاوہ ازیں شارح عنقریب اس مسئلہ کی تصریح اس عبارت میں کریں گے: "اور اگر وضو کے لئے کافی ہے چھُوٹی ہوئی جگہ کے لئے نہیں تو اس کا تیمّم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے" اب اگر

[1] السعایۃ باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۱

القائل یلزم التکرار ولعله انما ارتکبه زعماً بان الحدثین لایجتمعان فی شخص ابتداء ولاشك انهما یجتمعان لکن یکفی عنهما تیمم واحد اذا لم یوجد الماء الکافی للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابة والمذکور فی الکتاب هو هذا المعنی۔	اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے جو قائل نے ذکر کیا تو تکرار لازم آئے گی۔اور اس نے اس تاویل کاارتکاب شاید اس خیال سے کیا ہے کہ کسی شخص میں دونوں حدث ابتداءً جمع نہیں ہوتے حالانکہ بلاشبہہ دونوں جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی طرف سے ایک ہی تیمّم کافی ہے جبکہ وضو کے لئے آب کافی دست یاب نہ ہو اور دست یاب ہو تو وضو پھر جنابت کا تیمّم ضروری ہے۔کتاب میں یہی بات مذکور ہے۔
والعجب منه انه لم یلتفت الی هذا المعنی مع ان عبارة الشارح بُعیدا هذا صریح باجتماع الحدثین ابتداءً حیث قال لوکان به حدثان کالجنابة وحدث یوجب الوضوء ینبغی ان ینوی عنهما لایقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذی هو عبارة عن الوضوء فلافائدة لاعتبار الحدث الذی یوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسلیم جمیع المقدمات یجوز (۱) اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد شرعی کماصرح به صاحب التلویح فقال لو (۲) حلف ان لایتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر فی الشرع [1] اھ کلام القره باغی ببعض اختصار۔	قائل پر تعجب ہے کہ اس معنی کی طرف التفات نہ کیا حالانکہ اس کے کچھ ہی بعد شارح کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ دونوں حدث ابتداءً جمع ہوتے ہیں۔انہوں نے فرمایا ہے: "اگر اسے دو حدث ہوں جیسے جنابت اور کوئی ایسا حدث جو وضو واجب کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ دونوں سے تیمّم کی نیت کرے"۔اگر یہ کہا جائے کہ جنابت سے جب ان بعض اجزاء کادھونا واجب ہوا جو وضو سے عبارت ہے تو جنابت کے ساتھ وضو واجب کرنے والے حدث کااعتبار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں تو ہم کہیں گے اگراعتراض کے تمام مقدمات تسلیم کرلیے جائیں تو بھی جواب یہ ہے کہ ایک معلول شرعی پر چند علل شرعیہ کااجتماع ہوسکتا ہے جیساکہ صاحبِ تلویح نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے: اگر قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیااس کے بعد نکسیر ٹوٹی پھر اس نے وضو کیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔اور شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں"۔فاضل قرہ باغی کاکلام کچھ اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔(ت)

---

[1] تعلیق علی شرح الوقایۃ للقرہ باغی

فھذا کل ماأیت لھم من القال والقیل*والنقض والتأویل*والانکار عـه والتعویل*

یہ وہ سب قیل وقال، تاویل اعتراض، اور انکار واعتماد ہے جو میری نظر سے گزرا۔

واعلم ان السعایة لیست عندی وانما ارسل الی بعض اصحابی من لکھنؤ نقل نحو ورقة منھا متعلقة بھذا المقام علی طلبی لکی اری ماعندہ فیہ عسی ان نقل عن کتاب مافیہ غناء فقد کان جمع من الکتب اکثر مما عندی فلما طالعتہ لم ارہ فازبطائل* ولاجاز بنائل*وانما جمع القال والقیل* وتکلم علی زوائد بفارغ عن التحصیل* اوباغالیط واباطیل*ولم یھتد لکثیر من الابحاث الراقة* والانظار الفائقة*واذا اتی علی المقصود جرح الصحیح* واعتمد الجریح *کما ستعرف کل ذلك ان شاء اللہ المستعان*والاٰن اٰن ان نفیض فی تحقیق المرام بتوفیق المنان*

معلوم رہے کہ سعایہ میرے پاس نہیں میرے ایک دوست نے اس مقام سے متعلق اس کے تقریبًا ایک ورق کی نقل میرے پاس بھیجی جو میں نے اس خیال سے طلب کی تھی کہ اس مقام سے متعلق محشّٰی صاحب سعایہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھ سکوں۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی کتاب سے کوئی اطمینان بخش بات نقل کی ہو۔ کیونکہ ان کے پاس میرے یہاں سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں کوئی کام کی بات نہ ملی اور کوئی مفید کلام نہ لاسکے بس قیل وقال جمع کردیا۔ اور کچھ زائد باتوں پر ایسا کلام کیا ہے جو افادیت سے خالی یا باطل وغلط ہے۔ اور اس مقام سے متعلق بہت سی دلکش بحثوں اور بلند فکروں تک ان کی رسائی نہ ہوئی، اور مقصود پر آئے تو صحیح کو مجروح اور مجروح کو معتمد بنادیا۔ جیسا کہ یہ سب اِن شاء اللہ معلوم ہوگا اب وقت آیا کہ بہ توفیق رب منان تحقیق مطلوب کا آغاز کریں۔

اقول: وباللہ الاستعانة ومنه الفیض والاعانة *الکلام ھھنا فی ثمانیة مواضع دفع(۱) النقوض وتقریر(۲)معنی الکلام علی مسلك التأویل والتعویل اعنی اجراءہ وبیان(۳) معنی قولہ

اقول: (میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی کی جانب سے فیض ومدد ہے یہاں پر کلام آٹھ مقامات میں ہے: (۱) اعتراضات کا جواب (۲) معنی کلام کی تقریر مسلک تاویل پر بھی اور مسلک اعتماد پر بھی یعنی ظاہر پر جاری رکھتے ہوئے بھی (۳) کلام شارح

عـه الانکار لعلامة البرجندی والتعویل للفاضل القرہ باغی والنقوض خمسة۔(م)

انکار علامہ برجندی نے کیا، اعتماد فاضل قرہ باغی نے، اور اعتراضات پانچ ہیں۔(ت)

فالتیمم للجنابة وان(۴) قوله بالاتفاق متعلق بهذا ام بقوله یجب علیه الوضوء وان (۵) الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ام للتعلیل*وبیان(٦) الحسن والقبیح والباطل والصحیح من مسالك التاویل*وانه(۷) هل ثم شبهات ترد علی المرام*وما کشفها وحلها بتوفیق العلام*وهل(۸) للکلام تاویل اٰخر*خیر مما ذکرو اظهر*وها انا اعطیك بحول الله تعالٰی افادات تحیط بکل ذلک*وتسلم بك ان شاء الله تعالٰی احسن المسالک*وما توفیقی الا بالله خیر مالک*

الافادة: کفی بحمده عزوجل لحل الاشکال الاول ماقدمت من تصویر جنب تیمم فاحدث فتوضأ فمر علی ماء کاف لغسله[1] وقد ذکره البرجندی ایضا

اقول: فهذا جنب لیس معه حدث یوجب الوضوء لان الوضوء (۱) طرأ علی اعضاء الوضوء فطهرها مطلقا الی ان یطرأ حدث اٰخر اصغرا واکبر حتی انه اذاوجد ماء للغسل لم یکن علیه غسل هذه الاعضاء لماسیاتی فی الافادة الحادیة عشرة ان الحدث الحال

"فالتیمم للجنابة" (تو تیمّم جنابت کے لئے ہے) کا معنی (۴) ان کا قول "بالاتفاق" اسی سے متعلق ہے (۵) فالتیمم میں "ف" برائے تفریع ہے یا برائے تعلیل (٦) تاویل کے طریقوں میں سے حسن وقبیح اور باطل وصحیح کا بیان (۷) کیا یہاں کچھ اعتراضات بھی ہیں جو مقصود پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر خدائے علام کی توفیق سے ان کا حل اور جواب کیا ہے؟ (۸) کلام کی جن تاویلوں کا ذکر اور اظہار ہوا کیا ان سے بہتر کوئی دوسری تاویل بھی ہے؟ اب میں بعون اللہ تعالٰی کچھ افادات پیش کرتا ہوں جو ان سارے مقامات ومباحث کا احاطہ کرتے ہوئے ان شاء اللہ تعالٰی ناظرین کو بہترین راہ پر گامزن کریں گے۔ اور مجھے توفیق نہیں مگر خدائے برتر ہی سے جو بہتر مالک ومنعم ہے۔ (ت)

افادہ ۱: بحمد خدائے غالب وبزرگ اشکال اوّل کے حل کے لئے وہی تصویر مسئلہ کافی ہے جو میں نے پہلے پیش کی کہ کسی جنابت والے نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر وہ اتنے پانی کے پاس گزرا جو اس کے غسل کے لئے کافی ہے۔ اسے علامہ برجندی نے بھی ذکر کیا ہے۔

اقول: تو یہ ایسا جنب ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو وضو واجب کرتا ہو۔ اس لئے کہ عملِ وضو اعضائے وضو پر طاری ہوا تو انہیں مطلقًا پاک کردیا جب تک کہ کوئی دُوسرا حدث اصغر یا اکبر طاری ہو۔ یہاں تک کہ

[1] شرح النقایہ للبرجندی باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

بالاعضاء متجزئ فاذارأی ماء الغسل لم تعد عــه الجنابة الافیما وراء تلك الاعضاء*	جب اسے غسل کے لئے پانی ملے تو اس پر ان اعضاء کا دھونا لازم نہیں۔اس کی وجہ افادہ۱۱

عــه قال العلامة الحلبی فی الغنیة من مسح الخفین اجنب وتیمم فاحدث وتوضأ ومربعد ذلك علی مایکفی للاغتسال فلم یغتسل فالرجل (ای بکسر الراء) بعد غسلها اذذاك لاتعود جنابتها برؤیة الماء ولایلزم غسلها مرة اخری لاجل تلك الجنابة[1] اھ۔

ونقله فی المنحة واقر وانما خص القدم بالذکر لان الکلام فی نزع الخف وغسل الرجل وسائر اعضاء الوضوء کمثلها وفی البدائع(۱) ینقض المسح نزع الخفین لانه سری الحدث السابق الی القدمین ثم ان کان محدثا یتوضأ بکماله وان لم یکن محدثا یغسل قدمیه لا غیر وللشافعی فی قول یستقبل الوضوء وجهه ان الحدث حل ببعض اعضائه والحدث لایتجزء فیتعدی الی الباقی ولنا ان الحدث السابق هو الذی حل بقدمیه وقدغسل بعده سائر الاعضاء وبقیت القدمان فقط فلایجب علیه الاغسلهما[2] اھ۔ملخصا ۱۲ منه غفرله (م)

علامہ حلبی نے غنیہ میں مسح خفین کے تحت لکھا ہے:"کسی کو جنابت لاحق ہُوئی اور تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کیا۔اس کے بعد وہ اتنے پانی پر گزرا جو غسل کے لئے کافی ہے مگر غسل نہ کیا تو پیر جب پہلے اس وقت دھولیا تھا اب پانی دیکھنے سے اس میں جنابت عود نہ کرے گی اور اس جنابت کی وجہ سے اسے دوبارہ دھونا لازم نہ ہوگا" اھ

یہ کلام علامہ شامی نے بھی منحۃ الخالق میں نقل کیا اور برقرار رکھا خاص قدم ہی کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ کلام موزہ نکالنے اور پیر دھونے کے بارے میں ہے (اسی سے دیگر اعضائے وضو کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ) دیگر اعضائے وضو بھی قدم ہی کے مثل ہیں بدائع میں ہے:"موزوں کا نکالنا مسح کو توڑ دیتا ہے اس لئے کہ سابقہ حدث قدموں تک سرایت کر آیا پھر اگر وہ محدث تھا تو پورا وضو کرے اور اگر محدث نہ تھا تو صرف قدموں کو دھوئے کُچھ اور نہیں۔اور امام شافعی -کا ایک قول یہ ہے کہ از سرِ نو وضو کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث اس کے بعض اعضاء میں حلول کر آیا اور حدث کی تجزی نہیں ہوتی تو باقی اعضاء کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا ہماری دلیل یہ ہے کہ حدث سابق وہی ہے جو اس کے قدموں پر آیا دیگر اعضاء کو تو اس حدث کے بعد دھو چکا ہے صرف دونوں قدم رہ گئے تھے تو اسے ان دونوں کو ہی دھونا واجب ہے ۱۲منہ غفرلہ۔(ت)

[1] منیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین، سہیل اکیڈمی لاہور، ص/۱۰۸،۱۰۹
[2] بدائع الصنائع نواقض المسح ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/۱۲

فھذا جنب متوضئ بلامراء*	میں آرہی ہے کہ اعضاء میں حلول کرنے والے حدث کی تجزی ہوتی ہے تو جب اس نے غسل کا پانی دیکھا جنابت ان اعضا کے ماسوا میں ہی عود کرے گی۔ان اعضا میں نہیں تو یہ بلاشبہہ ایسا جنب ہے جو باوضو ہے۔(ت)
وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب واجد للماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء ولاشك انه مادام فی بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حين هو متوضئ جنب وليس عليه الاافاضة الماء على سائر جسده فاذافعل فقد طهر ولايعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بماوراء اعضاء الوضوء اذالم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذی نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها فی غير الاعضاء اذمالايمنع وجوده الطهارة بدء لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر۔	اگراس میں کوئی شبہہ در انداز ہو تو اس کا قیاس اس جنب پر کیجئے جسے پانی دستیاب ہے۔اس کے لئے مسنون یہی ہے کہ پہلے وضو کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک اس کے بدن پر کوئی ایسی جگہ رہ جائے گی جس پر پانی نہ گزرا ہو، تو وہ جنب باقی رہے گا۔تو جس وقت وہ باوضو ہے اس وقت بھی جنابت والا ہے اور اس کے ذمہ یہی کام ہے کہ بقیہ سارے جسم پر پانی بہالے۔یہ کام کرلیا تو وہ بالکل پاک ہوگیا۔اب بالاجماع اس کو دوبارہ وضو نہیں کرنا ہے۔تو اعضائے وضو کے ماسوا میں حلول کرنے والی جنابت جب اس وقت وضو کے منافی نہ ہوئی۔ بلکہ وضو ہی نے تو اس جنابت کو ان اعضا سے دُور کیا۔تو دیگر اعضا میں اس جنابت کا عود کرنا اس وضو کا ناقض کیسے ہوگا؟جس چیز کا وجود ابتداءً مانع طہارت نہیں ہرگز اس کا حدوث بقاءً ناقضِ طہارت نہیں۔یہ معنی اتنا روشن و واضح ہے کہ اظہار وبیان سے بے نیاز ہے۔
ونعنی بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوءه ونزاهتها عن الحدثين لاالتوضئ الذی تجوزله الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس	اور باوضو سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے اعضائے وضو پاک اور حدثِ اکبر واصغر سے خالی ہیں۔وہ باوضو مراد نہیں جس کے لئے نماز جائز ہو یہ بات تو اس حدث کے دُور ہونے سے حاصل ہوگی جو

المکلف لاباعضائه وھو تلبسه بنجاسة حکمیة فانه لایزول مالم یطھر بدنه کله کماقدمنا فی الطرس المعدل وھذا معنی قولھم ان الحدث لایتجزأ۔

اما تصویر البرجندی علی قول محمد **فاقول**: یبتنی علی ان ینتشر فیولج فینزع فیفترکل ھذا قبل ان یمذی والالم یفارق الاکبر الاصغر

وھو وان ندر محتمل ویکفی للتصویر الاحتمال۔

ورد اللکنوی (۱) علیه مردود بما یاتی **اما** تصویره الاخیر علی قول الشیخین ای الطرفین وقوله فیه لم یوجد ناقض الوضوء۔

فاقول: ببلی(۲) اذ الامناء لایخلو عن امذاء سواء کان عند الاستمناء اوالامناء ولذا استشکل الامام شمس الائمة الحلوانی طھارۃ المنی بالفرك لان (۳)کل فحل یمذی ثم یمنی واجاب بانه مغلوب بالمنی مستھلك فیه فیجعل تبعا قال المحقق فی الفتح وھذا ظاھر فانه اذاکان الواقع انه لایمنی حتی یمذی وقدطھره الشرع بالفرك یابسایلزم انه اعتبر ذلك للضرورۃ[1] اھ۔

مکلّف کے اعضاء سے نہیں بلکہ اس کی ذات سے لگا ہوا ہے۔وہ تو نجاست حکمیہ سے اس کے تلبس وآلودگی کا نام ہے۔یہ حدث اُس وقت تک دُور نہ ہوگا جب تک اس کا پُورا بدن پاک نہ ہوجائے، جیسا کہ ہم "الطرس المعدل" میں اسے بیان کرچکے ہیں۔حضرات علماء کے قول "حدث متجزی نہیں ہوتا" کا یہی معنٰی ہے۔(ت) برجندی نے امام محمد کے قول پر جو صورت مسئلہ پیش کی (**فاقول**) اس پر میں کہتا ہوں یہ اس پر مبنی ہے کہ انتشار ہو پھر داخل کرکے نکال لے اس کے بعد سست پڑے۔یہ سب مذی آنے سے قبل ہو ورنہ حدثِ اکبر حدثِ اصغر سے جُدانہ پایا جاسکے گا۔یہ صورت اگرچہ نادر ہے مگر محتمل ہے اور صورت مسئلہ بتانے کے لئے احتمال کافی ہے۔(ت) اس پر مولوی عبدالحی فرنگی محلّی نے جو رَد کیا ہے وہ خود غلط ہے۔اس کی تردید آرہی ہے لیکن شیخین یعنی۔ طرفین ۔کے قول پر تصویر مسئلہ اور اس میں یہ کہنا کہ ناقضِ وضو نہ پایا گیا۔**فاقول**: (تو اس پر میں کہتا ہوں) کیوں نہیں منی نکلنا بغیر مذی نکلنے کے نہیں ہوتا خواہ نکالنے کے وقت ہو یا خود سے نکلنے کے وقت۔اسی لئے امام شمس الائمہ حلوانی نے رگڑنے سے منی کی طہارت ہونے کو مشکل سمجھا اس لیے کہ ہر نر کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی آتی ہے۔اور اشکال کا جواب یہ دیا کہ مذی منی سے مغلوب اس میں مستہلک ہوتی ہے اس لئے اسی کے تابع قرار دے دی جاتی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: "یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ بغیر مذی کے منی نہیں آتی اور شرع نے خشک ہونے کی حالت میں رگڑنے سے اس کو پاک قرار دیا تو لازم ہے کہ

[1] فتح القدیر، تطہیر الانجاس، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۱۷۴

اما ردالکنوی علیه **فاقول**: نداء من بعید* وقول من لم یصل الی العنقود* رسخ بباله کمااشار الیه فی مسألة المباشرة مرتین وافصح عنه قبله وفی عمدة الرعایة ان الحدث الاصغر لازم للاکبر فان کل ماینتقض به الغسل ینتقض به الوضوء[1] اھ۔

ضرورت کی وجہ سے اس کااعتبار کیا"۔اھ (ت

اب رہی مولانا لکھنوی کی تردید۔**فاقول**: دُور کی پکار ہے اور اس کی بات جو خوشہ تک نہ پہنچ سکا ان کے دل میں یہ راسخ ہوگیا جیساکہ مسئلہ مباشرت میں دو ۲ بار اشارہ کیااور اس سے پہلے واضح طور سے کہا اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا کہ حدثِ اصغر، حدثِ اکبر کے لئے لازم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے غسل ٹوٹتا ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اھ۔

وھو **اولا**(۱) بُعد عن فھم المرام*وخروج عمافیه الکلام*فان البحث فی انفکاك الاکبر عن الاصغر ای ھل توجد جنابة بلاحدث اصغر وکل احد(۲) یعلم ان الاصغر لایقال الاعلی مایوجب الوضوء فقط فھو مأخوذ بشرط لافیباین الاکبر صدقا کیف ولاملحظ لوصفه بالاصغریة الاھذا ولوکان لابشرط شیئ لصح ان یقال ان الجنابة وانقطاع الحیض والنفاس حدث اصغر ولایقبله الاذوجھل اکبر فاذا تباینا صدقا استحال ان یوجد بنفس وجوده بل لابدله من وجود مایوجبه عینا فھذا معنی قوله لم یوجد ناقض الوضوء کمااشرنا الی ذلك علی الھامش۔

اوّلاً: یہ فہم مقصد سے دُوری اور جس بارے میں کلام ہے اس سے علیحدگی ہے کیونکہ بحث حدث اکبر کے حدث اصغر سے جدا ہونے میں ہے۔یعنی کیا کوئی جنابت حدث اصغر کے بغیر پائی جاتی ہے؟ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اصغر اسی کو کہا جاتا ہے جو صرف وضو واجب کرے۔تو یہ شرطِ نفی کے ساتھ (بشرط لا) لیا گیا ہے (یعنی وضو واجب کرے غسل نہ واجب کرے ۱۲ م الف) تو صدق میں اکبر کے مباین ہوگا، کیوں نہ ہو جبکہ اصغریت سے اس کا اتصاف کے لحاظ کی صورت یہی ہے۔اور یہ اگر لابشرط شیئ ہوتا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جنابت اور انقطاعِ حیض ونفاس حدث اصغر ہیں اور اسے کوئی جہل اکبر والا ہی قبول کرسکتا ہے۔تو جب دونوں صدق میں ایک دوسرے کے مباین ہیں تو محال ہے کہ اصغر کا وجود اکبر ہی کے وجود سے ہوجائے بلکہ اس کے لئے اس کا وجود ضروری ہے جو معین طور پر اسے لازم کرے تو برجندی کے قول

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

وثانیا(۱) : اللزوم باطل بماصورنا اٰنفا من جنب توضأ وقد(۲) سلمه الرجل اذخص الصورتین الاخیرتین بالاعتراض ولم یمس الصورة الاولٰی فان کان یعلم ان فیھا جنابة ولاحدث فلم ھذہ الا یرادات وادعاء اللزوم وان کان لایعلمه فلم ترکھا من الا یراد فقدعاد فیھا ایضا الحدث الاکبر وھو ینقض الغسل والوضوء کلیھما۔

وثالثا(۲): لایخفی مافی قوله وان لم تحصل الجنابة فان الکلام علی قول الطرفین۔

ورابعا(۳): ای محل لھذہ الوصلیة فماکان مقصود البرجندی ان الحدث لایوجد بلاجنابة بل ان الجنابة قدتوجد ولاحدث فکان الرد علیه باثبات الحدث فی صورة جنابة یصورھا البرجندی للانفکاك لافی صورة عدم الجنابة حتی یقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة۔

تنبیه(۴)۔اقول:لربما یقول قائل لیس لموجب غسل قط ان یوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلك لان من

لم یوجد ناقض الوضوء (ناقض وضونہ پایا گیا) کا یہی معنی ہے۔ جیساکہ اس کی طرف ہم نے حاشیہ میں اشارہ کیا۔(ت)

ثانیا: اصغر کالازم اکبر ہونا اس صورت سے باطل ہے جو ابھی ہم نے اوپر بیان کی۔ جنب نے وضو کیا اور مولانا لکھنوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے صرف اخیر دو صورتوں پر اعتراض کیا اور پہلی صورت کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر جانتے تھے کہ اس صورت میں جنابت ہے حدث نہیں تو یہ اعتراضات اور لزوم کا دعوٰی کیوں؟ اور اگر اسے نہیں جانتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ترک کیا اس میں بھی تو حدث اکبر لوٹ آیا ہے اور وہ غسل ووضو دونوں توڑ دیتا ہے۔

ثالثًا: ان کے قول "اگرچہ جنابت نہ حاصل ہُوئی" کی خامی پوشیدہ نہیں۔ اس لئے کہ کلام طرفین کے قول پر ہے۔

رابعا: اس وصلیہ (اگرچہ) کا کون سا موقع ہے۔ برجندی کا مقصود یہ نہ تھا کہ حدث بلاجنابت نہیں پایا جاتا بلکہ یہ تھا کہ کبھی جنابت بلاحدث ہوتی ہے۔ تو اس کارَد یوں ہوتا کہ برجندی انفکاک ثابت کرنے کے لئے جو صورتِ جنابت پیش کر رہے ہیں اس میں حدث بھی ثابت کیا جاتا، نہ کہ عدمِ جنابت کی صورت میں حدث کا اثبات ہو اور کہا جائے "حدث پالیا گیا اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی"۔(ت)

تنبیہ۔اقول: شاید کوئی یہ کہے کہ کوئی بھی موجبِ غسل کبھی وضو واجب نہیں کرسکتا اور یہ تو دُور کی بات ہے کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو بھی ہے۔

ارکان الوضوء المسح ولایوجبه موجب الغسل ومالایوجب الجزء لایوجب الکل۔	سبب یہ ہے کہ ارکانِ وضو میں مسح بھی ہے۔ موجب غسل مسح واجب نہیں کرتا اور جو جز واجب نہ کرے وہ کُل بھی واجب نہ کرے گا۔
وحله کما **اقول**:معنی(۱) المسح الواجب فی الوضوء اصابة بلة ولوفی ضمن اسالة لامایبانها والالما تأدی بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال فی الفتح والحلیة والبحر و غیرها الألة لم تقصد الاللایصال الی المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزاء[1] اھ۔	اس کا حل وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں (**اقول**) وضو میں جو مسح واجب ہے اس کا معنی ہے تری پہنچانا اگرچہ پانی بہانے ہی کے ضمن میں ہو۔اس کا معنٰی وہ نہیں جو پانی بہانے کے مباین ہو ورنہ یہ (فرض مسح) سر کو دھونے، بارش پہنچنے،اور غوطہ کھانے سے ادا نہ ہوتا۔اور یہ قطعًا باطل ہے۔فتح القدیر، حلیہ اور بحر و غیرہا میں ہے: "ذریعہ وآلہ صرف محل تک پہنچانے کے لئے مقصود ہے۔تو اگر مقدار فرض پر بارش کا پانی پہنچ جائے کافی ہے"۔
فی المحیط والهندیة اذاغسل الرأس مع الوجه اجزأه عن المسح ولکن(۲) یکره لانه خلاف ماامربه[2] اھ	محیط اور ہندیہ میں ہے: "جب چہرے کے ساتھ سر بھی دھولے تو مسح کی ضرورت نہیں لیکن یہ مکروہ ہے اس لئے کہ جو حکم ہوا ہے اس کے برخلاف ہے"۔اھ
ولاشك ان موجب الغسل یوجب اصابة الرأس ببلة بالاسالة فقد اوجب جمیع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الرأس ماخوذ لابشرط شیئ فیتأدی بالغسل والحدث الاصغر	اب اس میں شک نہیں کہ موجبِ غسل پانی بہانا واجب کرکے سر کو تری پہنچانا واجب کر دیتا ہے تو اس نے تمام ہی اجزائے وضو واجب کر دیے۔ بالجملہ مسح سر لابشرط شیئ لیا گیا ہے تو وہ دھونے سے بھی ادا ہو جائے گا اور حدث اصغر بشرط لاشیئ

[1] البحرالرائق فرائض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ فرائض الوضوء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

مأخوذ بشرط لاشیئ فلایلزم الحدث الاکبر هكذا ینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔ **الافادة:** لاشك ان ظاهر الكلام وجوب الوضوء علی جنب معه حدث اذا وجد مایكفی للوضوء فقط وهذا هو مسلك التعویل الذی سلكه القرة باغی ولاشك ان المراد حینئذ بالصورة الاولی التی حكم فیها بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبی رضی الله تعالٰی عنه جنابة لاحدث معها كماصورناه وعلی هذا یكون معنی الكلام ان من له حدث واحد اصغر او اكبر وجد ماء لایكفی لطهره لایستعمله عندنا خلافا للشافعی وهذا قوله حتی اذاكان للجنب وقوله واذاكان للمحدث امااذا اجتمع الحدثان وكفی الماء لاحدهما وجب صرفه الیه فان كان یكفی للوضوء یجب علیه الوضوء وهذا قوله اما اذاكان الخ ولاشك ان التناقض یندفع بهذا الوجه باًبین وجه۔	لیا گیا ہے تو وہ لازم حدث اکبر نہیں۔اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدا ہی مالک توفیق ہے۔(ت) **افادہ ۲:** اس میں شک نہیں کہ صدر الشریعۃ کا ظاہر کلام یہی ہے کہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے اس پر وضو کرنا واجب ہے جبکہ اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لئے کفایت کرسکے یہی وہ مسلک اعتماد ہے جو فاضل قرہ باغی نے اختیار کیا۔اب پہلی صورت جس میں ہمارے نزدیک امام شافعی مطلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برخلاف عدم وجوب وضو کا حکم کیا ہے بلاشبہہ اس سے مراد وہ صورت جنابت ہوگی جس کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس کی شکل پیش کی ہے۔اب معنی کلام یہ ہو جائے گا کہ جسے ایک ہی حدث ہے اصغر یا اکبر اس نے اتنا پانی پایا جو اس کی طہارت کے لئے ناکافی ہے تو ہمارے نزدیک وہ اس پانی کو استعمال نہ کرے گا،بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے یہ بات ان کی اس عبارت میں ہے:"اذاكان للجنب ماء یكفی للوضوء لاللغسل ولایجب علیه التوضی عندنا خلافا للشافعی"اور اس عبارت میں بھی:"واذا كان للمحدث ماء یكفی لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ایضا"(یعنی جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کا کام دے سکے غسل کا نہیں تو وہ تیمّم کرے اور اس پر ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے وضو کرنا واجب نہیں اور جب محدث کے پاس اتنا پانی ہو جس سے بعض ہی اعضاء کو دھوسکے اس صورت میں بھی خلاف ثابت ہے) لیکن جب دونوں حدث جمع ہوجائیں اور پانی ایک ہی کے لئے کفایت کرتا ہو تو اس میں اسے صرف کرنا ضروری ہے۔اگر وضو کے لئے کفایت کررہا ہے تو اس پر وضو واجب ہے یہ بات صدر الشریعۃ کی اس عبارت میں ہے:"اما اذاكان مع

ومانقله اللکنوی من الرد علیه ان کیف اوجب الشافعی الوضوء بلاحدث **فاقول**: هو (۱) رضی الله تعالیٰ عنه یوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء کان محدثا اوجنبا معه حدث اولا فاذاقدر الجنب علی الوضوء وجب وان لم یکن محدثا۔	الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے) اس میں شک نہیں کہ اس توجیہ سے بھی تناقض بہت روشن وواضح طور پر دُور ہو جاتا ہے۔(ت) اس پر مولانا لکھنوی نے جو رَد نقل کیا کہ "امام شافعی نے بغیر حدث کے وضو کیسے واجب کر دیا"۔ تو اس پر میں کہتا ہوں (**فاقول**) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقًا صرف یہ واجب کرتے ہیں کہ جس قدر پانی استعمال کرنے کی قدرت ہو اتنا استعمال کرے۔ خواہ محدث ہو یا ایسا جنب جس کے ساتھ حدث ہو یا ایسا جس کے ساتھ حدث نہ ہو۔ تو جب جنابت والے کو وضو کی قدرت ہو اس پر وضو واجب ہوگا اگرچہ وہ محدث نہ ہو۔(ت)
الافادة: اماتاویل سلکه فی غایة الحواشی وتبعه اللکنوی۔	**افادہ ۳**: وہ تاویل جو غایۃ الحواشی میں اختیار کی اور مولانا لکھنوی نے جس کی پیروی کی اب اس پر کلام کیا جاتا ہے۔
فاقول اولا(۲): لاشك انه ابعد تاویل* ولوساغ مثل الحذف بلادلیل* لاستقام کثیر من الاباطیل*	**فاقول۔اوّلًا**: اس میں شک نہیں کہ یہ سب سے بعید تاویل ہے۔ اگر بغیر کسی دلیل کے حذف جیسی چیز روا ہو تو بہت سی اباطیل درست ہو جائیں گی۔
وثانیا: الحدث(۳) المقارن للتیمم یبطله فلایبقی له ولاللجنابة فکیف قال فالتیمم للجنابة فلم ینفعه تقدیر المضاف۔ الّا ان یراد بالتیمّم کونه متیمما ولایکون متیمّما الا اذاتم التیمم ویراد بالمعیة اتصال الزمانین المتعاقبین	**ثانیا**: وہ حدث جو تیمّم کے مقارن ہو اسے باطل کردے گا اب یہ نہ حدث کا رہ جائے گا نہ جنابت کا پھر یہ کیسے کہا: "فالتیمم للجنابة" (تو تیمّم جنابت کا ہے) تو مضاف مقدر ماننا کام نہ آیا۔ مگر یہ کہ تیمّم سے مراد لیا جائے اس کا متیمم ہونا۔ اور وہ متیمم اسی وقت ہوگا جب تیمّم پورا ہو جائے۔ اور معیّت سے مراد ہو یکے بعد دیگرے دو ۲ وقتوں کا

بلافصل ای اما اذاولی حدث تمام التیمم فیستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد هذه التكلفات یؤل الامر الی ماسلك الجمهور ان مع بمعنی بعد فاین هذا مما اختاروه والعجب(۱) ان مؤلف السعایة ردعلیهم ماسلكوه مع ماله من قرب عتید* وتبع هذا علی تلك التجشمات مع مالها من بعد بعید۔

وثالثا(۲): یرد علیه بعد تلك التمحلات انه لم قید باتصال الحدث بتمام التیمم فانه ان تأخر عنه ولوطویلا كان الحكم هكذا قطعا۔

ورابعا: علی(۳) اللكنوی خاصة انه لم یقتصر علیه بل زاد فی الطنبور نغمة وفی الشطرنج بغلة فجوز علی حذف المضاف ان یكون مع بمعناه فهدم لزوم البعدیة التی فیها كان المنجأ رأسا۔

الا ان یضاف له تكلف ثالث ان المراد بالمعیة البعدیة المتصلة وبالبعدیة البعدیة المنفصلة فیكون المعنی علی الاول اما اذا لحق التیمم حدث من فورتمامه وعلی الثانی اما اذالحقه حدث

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔ اب معنی یہ ہوگا: "لیکن جب حدث تیمّم مکمل ہونے کے متصلًا بعد ہو" اس سے حدث کا متأخر ہونا مستفاد ہوگا اتنے سارے تکلّفات کے بعد مآل کار وہی ہوگا جو جمہور نے اختیار کیا کہ "مع" بمعنی بعد ہے تو کہاں یہ اور کہاں وہ جو انہوں نے اختیار کیا تعجب ہے کہ مؤلف سعایہ نے مسلک جمہور کی تو تردید کی جبکہ وہ عبارت سے بہت قریب تھا۔ اور اس مسلک کا اتنے سارے تکلفات کے باوجود اتباع کیا جبکہ یہ سب بہت بعید ہیں۔

ثالثًا: ان سارے تکلفات کے بعد بھی اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ تکمیل تیمّم سے حدث کے متصل ہونے کی قید کیوں؟ اگر حدث اس سے بہت زیادہ بعد میں ہو جب بھی تو حکم قطعًا اور یقینی یہی ہے۔

رابعا: مولانا لکھنوی پر خاص طور سے یہ اعتراض بھی ہوگا کہ انہوں نے اسی پر اکتفانہ کی بلکہ طنبور میں ایک نغمہ اور شطرنج میں ایک بغلہ اور بڑھا یا کہ حذف مضاف کے ساتھ یہ بھی جائز رکھا کہ "مع" اپنے معنی ہی میں رہے۔ اس طرح انہوں نے اس بعدیت کے لزوم کو بالکل ہی ڈھادیا جس میں کچھ جائے پناہ تھی۔

مگر یہ کہ اس کے لئے ایک تیسرا تکلّف بھی بڑھالیا جائے کہ معیت سے مراد بعدیت متصلہ، یا بعدیت سے مراد بعدیت منفصلہ۔ بر تقدیر اول معنٰی یہ ہوگا: لیکن جب تیمّم کو کوئی حدث اس کے تام ہوتے ہی لاحق ہو اور بر تقدیر ثانی یہ معنی

متأخر عنه بزمان وانت تعلم ان (۱) كلا القيدين ضائع۔

ہوگا: لیکن جب اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو وقت میں اس سے کچھ متاخر ہو ۔ ناظر پر یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ہی قید میں بیکار ہیں۔(ت)

الافادة۴: مادندن به اللكنوى على الجماعة وتلخيصه ان بعدية الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التيمم فأل الاشكال كما كان يريد به انهم اخطؤا فى ترك ما ارتكبه هو وغاية الحواشى من تقدير المضاف فان البعدية عن الجنابة لاتغنى مالم يكن بعد التيمم۔

افادہ ۴: فاضل لکھنوی نے جماعت پر جو بے جا رد کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا اس صورت میں بھی حاصل ہے جب حدث جنابت کے بعد، تیمّم سے پہلے پیدا ہو تو اشکال بدستور لوٹ آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاف مقدر ماننے کا عمل جس کا انہوں نے اور غایۃ الحواشی نے ارتکاب کیا جمہور نے اسے چھوڑ کر غلطی کی اس لئے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا کچھ کارآمد نہیں جب تک کہ بعد تیمّم نہ ہو۔

فاقول: بل(۲) هو الذى اخطأ وارتكب فى كلامهم ايضا تقدير مضاف تسوية للرد عليهم وذلك ان البعدية زمانية ولايجتمع فيها القبل مع البعد والجنابة باقية مالم ترتفع بغسل اوتيمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم يكن بعدها بل معها نعم كان بعد حدوثها وماقالوه بل المعترض هو الذى اضاف هذا المضاف الى كلامهم فثبت ان الحدث لايكون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتيمم فتأخره عن التيمم مفاد نفس اللفظ هكذا تفهم كلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التأويلات الاتم للعهد

اقول: بلکہ انہوں نے ہی خطا کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا تاکہ ان کی تردید کی راہ ہموار ہوسکے وہ یہ کہ بعدیت زمانی ہے جس میں قبل، بعد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا۔اور جنابت باقی ہے جب تک غسل یا تیمّم سے دُور نہ ہو۔تو اگر اس سے پہلے کوئی حدث پیدا ہوا تو وہ جنابت کے ساتھ جمع ہوگیا اس طرح اس کے بعد نہ ہوا بلکہ ساتھ ہُوا۔ہاں اس کے حدوث کے بعد ہوا حالانکہ جمہور نے یہ نہ کہا بلکہ خود معترض ہی نے یہ مزید ان کے کلام میں زیادہ کر دیا تو ثابت یہ ہوا کہ حدث بعد جنابت اُسی وقت ہوگا جب جنابت ختم ہونے کے بعد ہو۔اور یہاں جنابت کا ختم ہونا تیمّم سے ہے۔

تاویل الجماعة وانه لاصحة لمزعومات غایة الحواشی والسعایة الا اذا ارجعت الیه۔

الافادة۵: اذاعلمت ان لامحید الاالبعدیة فالمراد بالصورة الاولی ما اذالم یکن معها حدث اوکان قبل التیمم فمعنی الکلام ان الجنب الفاقد الغسل فی کلا الوجهین ان وجد وضوء لایتوضأ بل یتیمم خلافا للشافعی اما اذاکان حدث بعد ماتیمم لها فحینئذ یجب علیه الوضوء وهذا کلام صحیح عین مامر عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی و غیره وبه انحلت الشبهة الخامسة ومعها شبهة التناقض ایضا باصح وجه واحسنه۔

الافادة ٦: قوله فالتیمم للجنابة لاشك ان اللام فیه للعهد ای التیمم المذکور الصادر من جنب معه وضوء لان فرض المسألة فیه اوبدل عن المضاف الیه ای تیمم الجنب المذکور فمن البدیهی بطلان کون للاستغراق اوالطبیعة وکذا اخذ المضاف الیه مطلق الجنب فانه ان ارید التخصیص ای تیمم کل جنب

تو حدث کا تیمّم سے متأخر ہونا خود اس لفظ ہی سے مستفاد ہے اسی طرح علماء کے کلمات سمجھے جاتے ہیں۔اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔تو واضح ہوا کہ درست تاویلات میں سب سے بہتر تاویل، جماعت کی اختیار کردہ تاویل ہےاور یہ بھی واضح ہوا کہ غایۃ الحواشی اور سعایہ کے مزعومات میں کوئی درستی وصحت نہیں مگر اسی وقت جبکہ وہ تاویل جماعت کی طرف راجع ہوں۔(ت)

افادہ ۵: جب یہ معلوم ہوا کہ چارہ کار بعدیت ہی ہے۔صورت اولیٰ سے مراد وہ ہے جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو یا تیمّم سے پہلے ہو۔تو معنی کلام یہ ہُوا کہ جنب جسے ان دونوں صورتوں میں آبِ غسل دست یاب نہیں اگر اسے آبِ وضو مل جائے تو وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمّم کرے گا،بخلاف امام شافعی کے لیکن جب کوئی حدث جنابت کا تیمّم کرلینے کے بعد ہو تو اب اس پر وضو واجب ہے۔یہ درست کلام ہے ٹھیک یہی بات امام اسبیجابی کی شرح طحاوی وغیرہ کے حوالہ سے گزری اسی سے پانچواں شبہہ حل ہوگیا اور اس کے ساتھ شبہہ تناقض بھی اصح واحسن طریقہ پر حل ہوگیا۔(ت)

افادہ ٦: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابة" میں لام بلاشبہہ لام عہد ہے یعنی تیمّم مذکور جو ایسے جنب سے عمل میں آیا جس کے پاس آبِ وضو ہے۔اس لئے کہ مسئلہ اسی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے یا یہ لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی جب مذکور تیمّم جب واقعہ یہ ہے تو بدیہی بات ہے کہ اس کا لام استغراق یا لام طبیعت وماہیت ہونا باطل ہے۔اسی طرح

انما یکون للجنابۃ لا غیر فبطلانہ ظاھر حتی علی مسلك التعویل فان جنبا معہ حدث ولاماء یکون تیممہ للحدثین قطعا الاتری الی قول شرح الوقایۃ نفسہ اذاکان بہ حدثان حدث یوجب الغسل کالجنابۃ وحدث یوجب الوضوء یکفی تیمم واحد عنھما [1] اھ وان لم یرد کانت المقدمۃ القائلۃ ان کل جنب یتیمم للجنابۃ خالیۃ عن الافادۃ لانہ معلوم لکل احد ولایصلح تعلیلا ولاتفریعا وبہ استبان ان الامام فی قولہ للجنابۃ لام التخصیص فکان المعنی ان تیمم الجنب المذکور للجنابۃ خاصۃ۔

الافادۃ ۷: تعلق قولہ بالاتفاق بکون التیمم للجنابۃ ھو الظاھر المتبادر من العبارۃ لانہ انما یفھم عائدا الی الجملۃ المذیلۃ بہ۔

اقول: لکن لاصحۃ لہ اصلا لان فرض المسألۃ فی جنب لہ ماء یکفی للوضوء ووجود ماء مامطلقا وان قل وان لم یکف للوضوء ایضا مانع للتیمم مطلقا عند الامام المطلبی سواء کان المتیمم

مضاف الیہ مطلق جنب لینا بھی باطل ہے۔اس لئے کہ اگر تخصیص مراد ہو یعنی ہر جنب کا تیمّم صرف جنابت کے لئے ہوتا ہے اور کسی چیز کے لئے نہیں۔تو اس کا بطلان ظاہر ہے یہاں تک کہ مسلک اعتماد پر بھی۔کیونکہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہو اور پانی نہ ہو اس کا تیمّم یقینا دونوں ہی حدث کے لئے ہوگا خود شرح وقایہ کی یہ عبارت دیکھئے:"جب اسے دو۲ حدث ہوں،ایک حدث غسل واجب کرتا ہے،جیسے جنابت اور ایک حدث وضو واجب کرتا ہے تو ایک ہی تیمّم دونوں سے کافی ہے"اھ اور اگر تخصیص نہ مراد ہو تو یہ مقدمہ کہ "ہر جنب جنابت کا تیمّم کرے گا" غیر مفید ہوجائے گا کیونکہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے اور نہ تعلیل بن سکے گی نہ تفریع۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ "للجنابۃ" میں لام،لام تخصیص ہے تو معنٰی یہ ہوگا کہ جنب مذکور کا تیمّم خاص جنابت کے لئے ہے۔(ت)

افادہ۷: لفظ "بالاتفاق" کا تعلق تیمّم کے جنابت کے لئے ہونے سے ہی ظاہر اور عبارت سے متبادر ہے اس لئے کہ سمجھ میں یہی آتا ہے کہ جس جملہ کے ذیل میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اسی کی طرف راجع ہے۔

اقول: لیکن یہ بالکل درست نہیں اس لئے کہ مسئلہ اس جنب کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جس کے پاس وضو کے لئے آب کافی موجود ہے اور مطلقًا کسی بھی پانی کا موجود ہونا اگرچہ کم ہی ہو،اگرچہ وضو کے لئے بھی کافی نہ ہو

[1] شرح الوقایہ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۹۹

جنبا اومحدثا لانه یحمل قوله عزوجل فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً علی الاستغراق مع الاطلاق فکیف یوافقنا فی شیئ من الصور علی کون تیمم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وھو عدم الماء مطلقا والباطل لایکون لشیئ اللّھم الا علی مسلك التعویل وجعل الفاء للتفریع، وفرض التیمم بعد الوضوء لوقوعه ح عند نفاد الماء ولامساغ له علی مسلك التاویل لان فیه التیمم قبل الحدث فکیف یکون بعد الوضوء وکذا علی مسلك التعویل واخذ لان للتعلیل اذلامعنی لقولك یجب الوضوء لان التیمم ان وقع بعده یکون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعویل نفسه من الاباطیل فلاصحة لتعلقه بمایلیه وبه(۱) استبان قلة فھم الذی عــه زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء اوبکون التیمم للجنابة [1] اھ فخیربین الصحیح والباطل، وقد(۲) اضطرب کلامه فیه فاقرفی سعایته تعیین تعلقه بیجب وقال فی عمدة فی تقریر الایراد الرابع ان فی الصورة السابقة ایضا التیمم للجنابة اتفاقا [2] اھ فجعله متعلقا

امام شافعی کے نزدیک تیمّم سے مطلقًا مانع ہے خواہ تیمّم کرنے والا جنب ہو یا محدث وجہ یہ ہے کہ وہ ارشاد باری عزّوجل "فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً" (پھر تم کوئی پانی نہ پاؤ) کو استغراق مع اطلاق پر محمول کرتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کسی بھی صورت میں اس پر کیسے اتفاق کر سکتے ہیں کہ وہ جنب جس کے پاس کچھ پانی موجود ہے اس کا تیمّم جنابت کے لئے ہوگا بلکہ ان کے نزدیک ایسے جنب کا تیمّم ہی باطل ہے کیونکہ تیمّم کی شرط مطلقًا پانی نہ ہونا ہی مفقود ہے۔اور جو باطل ہو وہ کسی چیز کے لئے نہیں ہوسکتا ہاں اگر مسلک اعتماد لیا جائے اور ف کو تفریع کے لئے قرار دیا جائے،

اور فرض کیا جائے کہ تیمّم بعد وضو ہے تو معنی مذکور صحیح ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں تیمّم اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہوچکا ہو اور مسلک تاویل پر معنی مذکور کی گنجائش نہیں۔اس لئے کہ اس میں تیمّم قبل حدث ہوگا تو بعد وضو کیسے ہوسکے گا؟اسی طرح جب مسلک اعتماد مان کر فابرائے تعلیل قرار دیں تو بھی معنی بالا صحیح نہیں بن سکتا۔کیوں کہ اس تقدیر پر کلام یہ ٹھہرے گا کہ "وضو کرنا واجب ہے اس لئے کہ تیمّم اگر اس کے بعد ہوگا تو بالاتفاق جنابت کے لئے ہوگا" یہ کلام ہی بے معنی ہے اور مسلک

عــه: ھو صاحب عمدة الرعایة اللکنوی ۱۲

(صاحبِ عمدۃ الرعایۃ فاضل لکھنوی ۱۲۔ت)

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

[2] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

بمایلیه ثم ذکر هذا التخییر ثم قال متصلا به اویقال معناه فالتیمم ثابت اوباق للجنابة اتفاقا [1] اه فعاد(۱) الی الباطل الصریح ولایدری مامعنی(۲) اوعطفا علی التخییر فان هذا داخل فیه الا ان یرید انه مخیربین الحق والباطل اولاتخییر بل علی الباطل عینا۔ هذا۔

اعتماد خود باطل ہے تو جس عبارت کے بعد یہ لفظ ہے اس سے اس کا تعلق کسی طرح درست نہیں۔اسی سے اس کی کم فہمی بھی عیاں ہوگئی، جس کا یہ خیال ہے کہ "لفظ بالاتفاق یا تو وجوب وضو سے متعلق ہے یا تیمّم کے جنابت کے لئے ہونے سے متعلق ہے" اھ یہ کہہ کر صحیح اور باطل کے درمیان تخییر کی راہ اختیار کی۔

اور اس بارے میں قائل مذکور کا کلام اضطراب وانتشار کا حامل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) سعایہ میں تو یہ صورت متعین رکھی کہ اس کا تعلق "یجب" (وجوبِ وضو) سے ہے (۲) اور عمدۃ الرعایہ میں اعتراض چہارم کی تقریر میں یہ لکھا کہ "سابقہ صورت میں بھی تیمّم جنابت کے لئے ہے اتفاقا" اھ اس میں اس لفظ کو اسی عبارت سے متعلق قرار دیا جس سے یہ متصل ہے (۳) پھر یہی تخییر والی بات ذکر کی (۴) پھر اسی سے متصل یہ لکھ دیا کہ "یا یہ کہا جائے کہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ پس تیمّم جنابت کے لئے ثابت یا باقی ہے اتفاقاً اھ اس عبارت میں پھر باطل صریح کی طرف عود کیا قائل کو یہ پتا نہیں کہ تخییر پر عطف کرکے "او" کہنے کا کیا معنٰی ہوگا؟ یہ بھی تو اس میں داخل ہے۔مگر یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ حق اور باطل دونوں کے درمیان تخییر دی جائے یا تخییر بالکل نہ ہو بلکہ ٹھیک باطل ہی متعین ہو یہ ذہن نشین رہے۔(ت)

واقول: بل لوکان فرض المسألة وجدان الماء بعد التیمم لم یستقم الکلام ایضا اما علی مسلك التعویل فظاهر لان الصورة الاخیرة فیه اجتماع الحدثین فاذا وجد اوعدم الماء وتیمم کان عنهما بالوفاق لا عن الجنابة خاصة عند احد من الفریقین اما مذهبنا فمعلوم واما مذهب السادة الشافعیة فقال الامام ابن حجر المکی الشافعی فی فتاواه الکبری من علیه جنابة وحدث اصغر یکفیه لهما تیمم واحد وهذا واضح جلی لان التیمم عن الحدث الاصغر وعن الاکبر حقیقتهما

واقول: اگر مسئلہ کی صورتِ مفروضہ یہ ہوتی کہ تیمّم کے بعد پانی پاجائے تو بھی بات نہ بنتی۔مسلک اعتماد پر تو ظاہر ہے۔اس لئے کہ اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ دونوں حدث جمع ہوں تو وہ پانی پائے اور تیمّم کرے یا نہ پائے اور تیمّم کرے بہر تقدیر تیمّم دونوں ہی حدث سے ہوگا۔کسی بھی فریق کے نزدیک خاص جنابت سے نہ ہوگا۔اس بارے میں ہمارا مذہب تو معلوم ہی ہے۔حضرات شافعیہ کا مذہب ملاحظہ ہو۔امام ابن حجر مکی شافعی اپنے فتاوٰی کبرٰی میں رقم طراز ہیں: "جس پر جنابت اور حدث اصغر دونوں ہیں اسے دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کافی ہے۔اور یہ روشن وواضح ہے اس لئے کہ تیمّم حدثِ اصغر

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ومعناهما وصورتهما ومقصودهما واحد فلايتخيل منع الاندراج ولانه يلزم على الامر بتيمّمين متواليين مايشبه العبث لانه اذاتيمم اولا لاستباحة الصلاة استباحها به فايجاب الثانى عبث لا فائدة فيه [1] اھ هذا فى الابتداء۔وان اريد البقاء اى ان بعد وجدانه يبقى للجنابة بالاتفاق فباطل اذيبطل عنده رأسا بوجدان ماء مامطلقا لفقدان شرطه واما على مسلك التاويل والصورة الاخيرة فيه الحدث بعد التيمم فان اريد بقاء كماافصح به الشرنبلالى فظاهر البطلان كمامر انفا غيرانه رحمه الله تعالٰى لم يذيله بالاتفاق فسلم بخلاف ذلك عــه الذى قال فالتيمم باق اتفاقا فانه وقع فى خطأ مظلم *وان اريد ابتداءً فنعم هو متفق عليه كونه اذ ذاك للجنابة خاصة لعدم الحدث حينئذ لكن لفظة بالاتفاق تقع عبثا و موهمة غلط اما الاول فلانه اذابطل عنده بالوجدان فمافائدة وفاقه البائن واما الاخير فلان

اور تیمّم حدثِ اکبر دونوں کی حقیقت، دونوں کا معنی، دونوں کی صورت اور دونوں کا مقصود ایک ہی ہے تو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے میں مندرج نہیں ہوسکتا۔ اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر پے درپے دو تیمّم کا حکم دیا جائے تو ایک بیکار وعبث ساکام کرنا لازم آئے گا کیوں کہ جب اس نے پہلی بار اباحت نماز حاصل کرنے کے لئے تیمّم کرلیا تو اس سے جوازِ نماز حاصل کرلیا پھر دوسرا تیمّم واجب کرنا عبث ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں" اھ یہ حکم ابتدا کا ہُوا۔ اگر بقا مراد ہو یعنی پانی کی دستیابی کے بعد تیمّم بالاتفاق جنابت کے لئے باقی رہے گا تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک کسی بھی آب مطلق کی دستیابی کے وقت تیمّم سرے سے باطل ہے کیونکہ ان کے طور پر اس کی شرط (عدم ماءِ مطلق) ہی مفقود ہے اب رہا مسلک تاویل (بصورت مفروضہ بالا اس مسلک کی بنیاد پر بھی بات نہ بنے گی جس کی تفصیل یہ ہے ۱۲ ام الف) اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ حدث تیمّم کے بعد ہو تو اگر بقاءً مراد ہو جیسا کہ شرنبلالی نے اسے غیر مبہم طور پر کہا تو اس کا بطلان ظاہر ہے جس کی

عــه هو اللكنوى المذكور

(فاضل لکھنوی مذکور ۱۲ ـ ت)

[1] فتاوٰی کبرٰی لابن حجر مکی، باب التیمم، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱/۷۰

ذکرھا فی الصورۃ الاخیرۃ لاسیما بمقابلۃ الاختلاف المذکور فی الاولی یفید عدم الاتفاق فی الاولی ولیس کذلك لان فی الاولی ان لم یکن حدث کان للجنابۃ وحدھا بالاتفاق وانکان کان لھما بالوفاق انما الاختلاف ثمہ فی بقاء التیمم عندنا وانتقاضہ عندہ بوجدان ماء غیر کاف وبالجملۃ قولہ بالاتفاق یجب صرفہ الی قولہ یجب کمافعل فی غایۃ الحواشی نعما فعل۔

اقول: وبہ ظھر اوّلًا انہ(۱)کان الانسب للدرر تقدیم قولہ بالاتفاق علی قولہ فالتیمم لانہ بصدد ایضاح کلامہ الصدر الامام وان یزایح عنہ الاوھام۔

وثانیا:(۲)ان صاحب غایۃ الحواشی مع تصریحہ بتعلقہ بیجب لم یحسن فی ضمہ مع الجملۃ التالیۃ ایضا اذقال

وجہ ابھی بیان ہُوئی ہاں علّامہ شرنبلالی نے یہ صورت لکھ کر اس کے بعد "بالاتفاق" نہ کہا اس لئے وہ سلامت رہے۔بخلاف اس قائل کے جس نے یہ لکھ دیا کہ "تیمّم باقی ہے اتفاقًا" وہ تو تاریک خطا میں پڑ گیا۔اور اگر ابتداءً مراد ہو تو وہاں یہ متفق علیہ ہے کہ وہ تیمّم اس صورت میں خاص جنابت کے لئے ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدث ہے ہی نہیں لیکن اس تقدیر پر لفظ "بالاتفاق" عبث اور ایک غلطی کا وہم پیدا کرنے والا ٹھہرے گا عبث اس لئے کہ جب یہ تیمّم امام شافعی کے نزدیک پانی کی دستیابی کی وجہ سے باطل ہے تو ان کے اس اختلاف آمیز اتفاق سے فائدہ کیا؟ ابہام غلط اس لئے کہ یہ لفظ صورتِ اخیرہ میں خصوصًا صورتِ اولٰی میں ذکر شدہ اختلاف کے مقابل ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صورتِ اُولٰی میں اتفاق نہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔اس لئے کہ پہلی صورت میں بھی اگر حدث نہ ہو تو تیمّم صرف جنابت ہی کے لئے ہوگا بالاتفاق اور اگر حدث بھی ہو تو دونوں ہی کے لئے ہوگا بلااختلاف وہاں اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ ہمارے نزدیک تیمّم باقی رہے گا اور ان کے نزدیک غیر کافی پانی کی دست یابی سے ٹوٹ جائے گا۔ بالجملہ لفظ "بالاتفاق" کو ان کے قول "یجب" (وجوب وضو) کی جانب پھیرنا لازم ہے جیسا کہ غایۃ الحواشی میں کیا اور خوب کیا۔(ت)

اقول: اس سے چند باتیں اور واضح ہوگئیں اوّلًا دررالحکام میں لفظ "بالاتفاق" کو لفظ "فالتیمم" سے پہلے رکھنا انسب تھا کیوں کہ صاحبِ درر اپنی اس عبارت سے صدر الشریعۃ کے کلام کو واضح کرنا اور اس سے اوہام دُور کرنا چاہتے ہیں۔

ثانیا: "یجب" سے لفظ مذکور کے تعلق کی صراحت کرنے کے باوجود صاحب غایۃ الحواشی نے بھی اس لفظ کو بعد والے جملہ سے ملاکر اچھا نہ کیا

مع انه تیمم للجنب اتفاقا[1]	انہوں نے اپنی عبارت میں یہ کہا: "مع انه تیمّم للجنب اتفاقاً" (تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمّم ہے اتفاقاً)
وثالثاً:بطلان(۱)الا یراد الرابع المنقول فی السعاية مع التقرير ان كون التيمم للجنابة بالاتفاق مشترك بين الصورتين فانه ليس لشيئ اصلا عند الامام الشافعی فی کلا الوجهين۔	**ثالثاً**: چوتھا اعتراض جو سعایہ میں اس تقریر کے ساتھ منقول ہے کہ "تیمّم کا بالاتفاق جنابت کے لئے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے" (یہ اعتراض و تقریر) باطل ہے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں یہ تیمّم امام شافعی کے نزدیک کسی چیز کے لئے نہیں۔
فان استعفی عن لفظة بالاتفاق واقتصر علی ان كونه للجنابة مشترك بين الصورتين لااختصاص له بهذه الصورة اندرج فی الايراد السابق عليه وسياتيك الجواب عنه بعونه تعالٰی۔	اب اگر لفظ "بالاتفاق" سے دستبردار ہو کر صرف یہ کہیں کہ "تیمّم کا جنابت کے لئے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت کے ساتھ اسے کوئی اختصاص نہیں" تو یہ بات اسی اعتراض میں شامل ہو جائے گی جو اس سے پہلے ان پر کیا۔ اور بعونہٖ تعالٰی اس کا جواب عنقریب سامنے آرہا ہے۔ (ت)
الافادة۸ :نختار ان الفاء للتفريع كما مشی عليه العلامة الشرنبلالی وغاية الحواشی وقول(۲) السعاية لامحصل له لان كون هذا التيمم للجنابة خاصة لم ينشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لولم يجب لكان التيمم لهما معا لاستحالة ان تجوز صلاة مع الحدث فلابدان يعتبر التيمم المذكور رافعاله اودافعا	**افادہ۸**: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ ف تفریع کے لئے ہے جیسا کہ اسی راہ پر علّامہ شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کے روش ہے۔ اور سعایہ کا اسے لاحاصل بتانا خود لاحاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس تیمّم کا خاص جنابت کے لئے ہونا اسی امر سے پیدا ہوا کہ حدث کے لئے وضو واجب ہے اس لئے کہ اگر یہ وجوب نہ ہوتا تو تیمّم حدث وجنابت دونوں ہی کے لئے ہوتا کیونکہ حدث کے ساتھ کسی نماز کا جواز محال ہے تو یہ ماننا ضروری ہے

[1] السعایۃ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۹۰

وان كان الاخير ليس له فى الشرع نظير فاستلزام محال محالا غير محال۔

الافادة۹: نختار انها للتعليل وزعم(۱) السعاية اشتراك العلة مردود اما على مسلك التاويل مع اجتماع الحدثين فى الصورة الاولى فظاهر لان التيمم طرأ عليهما فرفعهما معا فكيف يختص بالجنابة واما عليه مع انفراد الجنابة فى الصورة الاولى وعلى مسلك التعويل فاختصاص(۲) شيئ بشيئ تارة يكون لانحصار الوجود فيه واخرى لتفرده به من بين مشاركاته فى الوجود ومعلوم بداهة ان هذا هو المراد هنا فانه اذا وجد حدث ولم يقع التيمم الاعن الجنابة لم يغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم يكن حدث فلاى شيئ يجب وهذا الوجه من الاختصاص غير مشترك فظهر ان الفاء تحمل الوجهين فقصر (۳)الشرنبلالى وغاية الحواشى على احدهما وقع وفاقا لاداعى اليه بل التعليل هو(۴) الاظهر الازهر فان كون التيمم لخصوص الجنابة غير مقصود هنا بالافادة والله تعالٰى اعلم۔

کہ تیمّم مذکور اسے رفع کرنے والا ہے یا دفع کرنے والا ہے اگر اخیر ہو تو شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں تو ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا کوئی محال نہیں۔(ت)

افادہ ۹: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ فا تعلیل کے لئے ہے اور سعایہ کا یہ خیال کہ "علت مشترک ہے" غلط ہے یہ مسلک تاویل پر جبکہ پہلی صورت میں دونوں حدث جمع ہوں ظاہر ہے اس لئے کہ تیمّم نے دونوں حدثوں پر طاری ہو کہ دونوں ہی کو رفع کیا تو وہ جنابت کے ساتھ خاص کیسے ہوگا؟ اور مسلک تاویل پر جب کہ پہلی صورت میں جنابت بلاحدث ہو اور مسلک اعتماد پر وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا وجود اسی میں منحصر ہے اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ یہ اس کے مشارکات فی الوجود کے درمیان اسی کے ساتھ متفرد ہے۔ اور بداہۃً معلوم ہے کہ یہاں پر یہی مراد ہے اس لئے کہ جب کوئی حدث پایا جائے اور تیمّم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث پا یا جائے اور تیمّم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث موجود ہی نہ ہو پھر کس چیز کے لئے وضو واجب ہوگا۔ یہ وجہ اختصاص مشترک نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ فا میں تفریع و تعلیل دونوں ہی احتمال جاری ہیں۔ تو شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کا صرف ایک ہی کو ذکر کرنا محض اتفاقاً واقع ہوا اس کا کوئی داعی نہیں ہے بلکہ احتمال تعلیل ہی زیادہ ظاہر وروشن ہے۔ اس لئے کہ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ تیمّم خاص جنابت ہی کے لئے ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

الافادة۱۰: تبین الجواب الصواب بحمد الجلیل*عن الاسئلة الخمسة کلها علی مسلك التاویل*وعن غیر الخامس علی مسلك التعویل*وظهر ان اقواها السؤال الاخیر الجلیل*و هو الذی دعا العلماء الی الانکار اوالتاویل*وان السؤال الاول لیس باشکال*بل سریع الانحلال*وکذا الثانی کشفه رخیص*ان لم یمزج بالخامس العویص*اما الثالث والرابع الذان اتت بهما السعایة*فانهما واهیان الی الغایة*وبقاء الخامس علی مسلك التعویل هو الذی نادی علیه بالرحیل*لمصادمته الدلائل القاهرة*والنصوص الزاهرة*ولم ار من یختاره و یرتضیه الا القره باغی فی الحاشیة ولم یات اصلا بشیئ یغنیه*فقوله تکلّف بعید الاخذ من العبارة۔ **اقول:** نعم(۱) لمازاد چلپی من حدیث اللمعة ارجاعه الی ما یاتی عن الشارح والافلیس فیه الاخذ مع بمعنی بعد ولیس فیه بُعد فقد فی الکتاب العزیز۔**قوله:** یلزم التکرار۔	افادہ ۱۰: بحمد رب جلیل مسلک تاویل پر پانچوں اعتراضات کا جواب اور مسلک اعتماد پر پنجم کے سوا باقی سب کا جواب واضح ہوگیااور یہ بھی ظاہر ہوا کہ سب سے قوی اعتراض پانچواں ہے یہی علماء کے لئے انکار وتاویل کا باعث بنا۔اور پہلا اعتراض کوئی مشکل نہیں بلکہ بہت جلد حل ہوجاتا ہے اسی طرح دوسرے کا جواب بھی آسان ہے اگر پانچویں مشکل سوال کے ساتھ اس کو نہ ملا یا جائے __ رہا تیسرا اور چوتھا جن کو سعایہ نے پیش کیا تو یہ انتہائی کمزور ہیں مسلک اعتماد پر پانچویں اعتراض کا باقی رہ جانا یہی وہ امر ہے جو اس کے لئے کوچ کا اعلان کررہا ہے کیونکہ وہ ظاہر دلائل اور روشن نصوص سے متصادم ہے۔میں نے قرہ باغی محشی کے سوا کسی ایسے کو نہ دیکھا جس نے اس مسلک کو اختیار وپسند کیا ہو۔اور قرہ باغی قطعًا کوئی کام کی بات نہ لاسکے۔(اب ان کے خیال اور عبارت کا تھوڑا تجزیہ ملاحظہ ہو ۱۲م الف) قول قرہ باغی: چلپی کا کلام سراسر تکلف ہے عبارت سے یہ معنی ماخوذ ہونا بہت بعید ہے۔(ت) **اقول:** ہاں اس لئے کہ انہوں نے حضرت شارح کے کلام آئندہ کی طرف راجع کرنے کی غرض سے لمعہ کی بات بڑھادی ورنہ اس تاویل میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مع کو بعد کے معنی میں لیا ہے،اور اس میں کوئی بُعد نہیں یہ تو قرآن عزیز میں بھی ہوا ہے (فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۝)۔قول قرہ باغی: تکرار لازم آتی ہے۔

اقول: اولا(۱): فکان ما ذا اذا ذکر ضابطۃ تشمل فروعا ثم بعد حین اورد فرعا منھا لتبین حکم یعد تکرار فاذا لم یقبح مع تقدم ذکرہ فی الضابطۃ کیف یقبح ولم تذکر بعد۔ **وثانیا**: لو(۲) تتبعت ماوقع (۳) لھم و للشارح الامام من تکرر عہ الافادات لاعیاك طلبھا۔ **قولہ**: ولعلہ انما ارتکبہ زعما۔۔الخ۔ **اقول**: من(۴) این لکم ھذا وانما	**اقول: اوّلاً**: تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوگا۔ جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو پھر کچھ آگے کسی حکم کو واضح کرنے کے لئے ان میں سے کوئی جزئیہ لا یا جائے تو اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ جب یہ ضابطہ کے تحت پہلے مذکور ہونے کے باوجود بُرا نہیں تو یہ کیسے قبیح ہوگا جبکہ مسئلہ ابھی تک بیان نہ ہوا۔ (ت) **ثانیا**: اگر اس کی تلاش اور چھان بین ہو کہ حضرات علماء اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوئی ہے تو تھک کر بیٹھ جانا پڑے گا قول قرہ باغی: شاید چلپی نے یہ سمجھ کر اس تکلف کا ارتکاب کیا ہے کہ دونوں حدث کسی شخص میں ابتداءً جمع نہیں ہوتے۔ (ت) **اقول**: آپ کو یہ کہاں سے پتا چلا انہوں

عـہ: وھذا سید الائمۃ محرر المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ قد کرر المسائل فی کتبہ قال الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی فی المبسوط فرغ نفسہ لتصنیف مافرعہ ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی فانہ جمع المبسوط لترغیب المتعلمین والتیسیر علیھم ببسط الالفاظ وتکرار المسائل فی الکتب لیحفظوھا شاؤا اوابوا [1] اھ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)	اور یہ ہیں ائمہ کے سردار محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کہ آپ نے مسائل کو اپنی کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام شمس الائمہ اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فروعاتِ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے خود کو وقف کر رکھا تھا پس انہوں نے متعلّمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلّمین جنہیں چاہیں محفوظ کرلیں یا جنہیں نہ چاہیں نہ کریں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] مبسوط سرخسی، خطبۃ الکتاب، دار المعرفہ، بیروت ۱/۳

فعله لان ذا الحدثين لايتوضأ اذا لم يكف الماء لغسله۔	نے وہ تاویل اس لئے اختیار کی ہے کہ غسل کے لئے پانی ناکافی ہونے کی صورت میں دونوں حدث والے کو وضو نہیں کرنا ہے۔
قوله: اما اذاوجد فلابدمن الوضوء ثم التيمم للجنابة۔	قول قرہ باغی: لیکن جب وضو کے لئے بقدر کفایت پانی مل جائے تو وضو کرنا ضروری ہے پھر جنابت کے لئے تیمّم کرنا ہے۔(ت)
اقول: هذا(۱) هو مذهب الشافعي لاسيما بلفظة ثم فان فيه ايجاب اعدام الماء وان قل قبل التيمم ولايقول به حنفي قط۔	**اقول:** یہی امام شافعی کا مذہب ہے خصوصًا لفظ ثمّ (پھر) کے ساتھ۔ کیونکہ اس میں یہ واجب کرنا ہے کہ پانی اگرچہ کم ہی ہو تیمّم سے پہلے اسے ختم کرلینا ہے۔ کوئی حنفی کبھی اس کا قائل نہ ہوگا۔
قوله: والعجب منه انه لم يلتفت۔	قول قرہ باغی: تعجب ہے کہ انہوں نے اس طرف التفات نہ کیا۔(ت)
اقول: مبنی(۲) علی ماتصور ولامتصور	**اقول:** قرہ باغی نے خود جو تصور کیا اسی پر اس کی بنیاد ہے حقیقت میں وہ متصور ہی نہیں۔
قوله: بعد تسليم جميع المقدمات۔	قول محشیٰ مذکور: تمام مقدمات تسلیم کرلینے کے بعد۔
اقول: ماتلك(۳) المنوع المطويات فان المقدمات عند الحنفية من البديهيات۔	**اقول:** وہ منع کیا ہیں جو آپ نے تہ کردئے حنفیّہ کے نزدیک تو سارے مقدمات بدیہیات سے ہیں۔
قوله يجوز اجتماع العلل الشرعية على معلول واحد۔	قولہ ایک معلول پر متعدد علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے۔
اقول: كما(۴) لايمتنع اجتماع علل على معلول كذلك لايمتنع ارتفاع علل برافع واحد كالتي(۵) انقطع حيضها ثم احتلمت ثم التقى الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت	**اقول:** جیسے ایک معلول پر چند علتوں کا اجتماع ممتنع نہیں ایسے ہی ایک رافع سے چند علتوں کا ارتفاع بھی ممتنع نہیں۔ جیسے وہ عورت جس کا حیض منقطع ہوا پھر اسے احتلام ہوا پھر التقائے ختانین ہُوا

علیھا اربع علل وترفع جمیعا بغسل اوتیمم واحد فاذاکان له حدثان اصغر و اکبر ولم یجد ماء للغسل فلابد له ان یتیمم وتیممه لکونه عن جنابة مطھر لجمیع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقط طھرھا ورفع الحدثین کمااذا اغتسل فلیس ھذا التیمم الا قائما مقام الغسل فکما یرتفعان به فکذا بنائبه ولم یعرف من الشرع تیمم یطرؤ علی حدثین فیرفع احدھما ویذر الاٰخر والا لزم له اما تیمم اٰخر وھو باطل حتی عند الشافعیة کما قدمناه اوالماء وھو الجمع بین البدل والمبدل الباطل باجماع الحنفیة فبلج الحق والحمدللہ ربّ العٰلمین۔	(قربت ہوئی) پھر انزال ہوااس پر چار علتوں کا اجتماع ہوااور ایک ہی غسل یا تیمّم سے چاروں مرتفع ہو جائے گی۔ تو جب کسی کو دو حدث ہوں ایک اصغر ایک اکبر۔ اور اسے غسل کے لئے پانی نہ ملے تو ضروری ہے کہ تیمّم کرے۔ اس کا تیمّم چونکہ جنابت سے ہوگا اس لئے تمام بدن کو پاک کردے گا۔ اعضائے وضو بھی بدن ہی کا حصّہ ہیں تو انہیں بھی تیمّم نے پاک کردیا اور اکبر واصغر دونوں حدث رفع کردئے۔ جیسے غسل کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تیمّم غسل ہی کے قائم مقام ہے تو جیسے غسل سے دونوں حدث مرتفع ہوجاتے ہیں ویسے ہی اس کے نائب سے بھی مرتفع ہوجائیں گے۔ شریعت میں ایسے کسی تیمّم کا نشان نہیں ملتا جو دو حدثوں پر طاری ہو مگر ایک کو ختم کرے دوسرے کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر یا تو ایک دُوسرا تیمّم بھی لازم ہوتا اور یہ باطل ہے یہاں تک کہ شافعیہ کے نزدیک بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا یا پانی (استعمال کرنا) بھی لازم ہوتا اور یہ بدل اور اصل دونوں کو جمع کرنا ہے جو باجماع حنفیّہ باطل ہے تو حق روشن ہوگیا اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لئے ہیں۔ (ت)
فان قلت القیاس علی الغسل مع فارق وذلك لان ذا الحدثین اذا اغتسل فقد اتی بما امر به فی کل من الحدثین وھو اسالة الماء علی تلك الاعضاء وکذلك اذا تیمم فاقدا للماء اما اذا وجد وضوءً فبالتیمم انما یکون اٰتیا بما امر به للحدث الاکبر لا بما امر به للاصغر لانه قادر فیه علی الاصل	**اگر سوال ہو کہ** غسل پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ دونوں حدث والے نے جب غسل کیا تو وہ سب بجالایا جس کا دونوں حدثوں میں سے ہر ایک میں اسے حکم دیا گیا وہ ہے ان اعضا پر پانی بہانا (جو غسل سے پُورا ہوگیا) یہی حال اس وقت ہے جب پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کیا۔ لیکن جب آبِ وضو موجود ہو تو تیمّم سے صرف اس کی بجاآوری کرنے والا ہوگا جس کا حدثِ اکبر سے متعلق اسے

فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقدعجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلك لا عن ھذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا۔

حکم ہوا۔اس کی بجاآوری کرنے والا نہ ہوگا جس کا حدث اصغر سے متعلق اسے حکم ہوا۔اس لئے کہ اس میں یہ اصل پر قادر ہے تو بدل کی طرف کیسے منتقل ہوسکتا ہے؟ مختصر یہ کہ تیمّم کی شرط پانی سے عاجز ہونا ہے اور اس کا عجز حدثِ اکبر میں تو ہے حدثِ اصغر میں نہیں تو تیمّم صرف اس سے کفایت کرنے والا ہوگا اس سے نہ ہوگا اس طرح دونوں حدث بقا اور ارتفاع میں جُداجُدا ہوجائیں گے (ایک ختم ہوگا ایک باقی رہ جائے گا)(ت)

اقول: ھذا لوکان کل منھما مستبدا بحیاله ولیس کذلك فلیس الحدث الااعتبارا شرعیا لاٰثار معلومة کمنع الصلاة وقد انطوی الاکبر علی جمیع اٰثار الاصغر فکلما منعه الاصغر منعه الاکبر بالاولی ولاعکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اثارہ وقدسلمتم ارتفاع الاکبر بھذا التیمم فیجب ارتفاع کل اٰثارہ ومنھا منع الصلاة فلزم اباحتھا ولاتباح قط مع حدث فثبت ان ھذا التیمم رفع کل حدث طرأعلیه۔

اقول: یہ اس وقت ہوتا جب دونوں حدثوں میں سے ہر ایک کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی۔اور ایسا نہیں اس لئے کہ حدث کچھ معلوم آثار جیسے منع نماز وغیرہ کے شرعی اعتبار ہی کا نام ہے اور حدث اکبر حدث اصغر کے تمام اثرات پر مشتمل ہے تو اصغر جس سے مانع ہوگا اس سے اکبر بدرجہ اولیٰ مانع ہوگا۔اس کے برعکس نہیں۔اور کسی چیز کا ختم ہوجانا اسے لازم کرتا ہے کہ اس کے جتنے بھی اثرات ہوں سبھی زائل ہوجائیں آپ کو تسلیم ہے کہ اس تیمّم سے حدث اکبر مرتفع ہوگیا تو ضروری ہے کہ اس کے سارے اثرات بھی اُٹھ جائیں ان ہی میں منع نماز بھی ہے تو لازم ہوگا کہ نماز مباح ہو۔اور نماز کسی حدث کے ساتھ کبھی مباح نہیں ہوتی۔تو ثابت ہوا کہ اس تیمّم نے ہر وہ حدث دُور کردیا جو اس پر طاری ہُوا۔(ت)

فان قلت ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اٰثارہ من حیث ھی اٰثارہ ولاینافیه بقاء بعضھا لمؤثر اٰخر کمن توضأ وفی فخذہ نجاسة مانعة فلاشك ان قد صح وضوءہ وزال المنع الذی کان

اگر یہ سوال ہو کہ کسی چیز کا مرتفع ہونا اس کے اثرات دُور ہونے کو واجب کرتا ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ اس چیز کے اثرات ہیں۔اب ان میں کچھ اثرات کسی دوسرے مؤثر کی وجہ سے باقی رہ جائیں تو یہ اُس کے منافی نہیں۔مثلاً کسی نے وضو کیا

من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة بحاله كذا هنا هما حدثان قام احدهما باعضاء الوضوء والأخر عم ظاهر البدن طرأ ففيها مانعيتان وفى سائر الجسد مانعية واحدة فاذا تيمم وهو واجد لماء الوضوء زالت من اعضاء الوضوء المانعية الكبرى لصحة مزيلها بوجود شرطه وهو العجز عن الماء الكافى للغسل وبقيت الصغرى لان المزيل لاصحة له بالنسبة اليها لفقد شرطه بالقدرة على الماء الكافى للوضوء وبه ظهر انه ليس كاللتى وصفت انها حاضت واحتلمت وجومعت وامنت وكفاها غسل او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس فاقد الشرط بالنظر الى شيئ منها فازالها جميعا بخلاف مانحن فيه وبه اتضح الفرق بين هذا وبين من ليس له الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لايتوضؤ لازالة المانع ية القائمة باعضاء الوضوء فانها ليست الا الكبرى وهى لا تتجزى بخلاف الصورة الاولى وبه تبين ان ليس فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما على شيئين كمن صرف الماء الى غسل النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان

اور اس کی ران پر اتنی نجاست ہے جو جوازِ نماز سے مانع ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ اس کا وضو صحیح ہے اور اس کی جانب سے جو رکاوٹ تھی وہ دُور ہو گئی باوجودیکہ نجاست کی وجہ سے رکاوٹ اب بھی برقرار ہے اسی طرح یہاں وہ دو۲ حدث ہیں ایک تو اعضائے وضو پر لگا ہوا ہے دوسرا پورے ظاہر بدن کو شامل ہے تو اعضاءِ وضو کے اندر دو۲ مانعتیں ہیں اور باقی سارے جسم میں ایک ممانعت (مانعیت) ہے جب آبِ وضوء موجود ہونے کی حالت میں اس نے تیمّم کیا تو اعضاءِ وضو سے مانعیت کبرٰی دُور ہو گئی کیونکہ اسے دُور کرنیوالا امر اپنی شرط غسل کے لئے کفایت کرنیوالے پانی سے عجز کے پائے جانے کی وجہ سے صحیح ودرست ہے۔ اور مانعیت صغرٰی رہ گئی کیونکہ اس کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر تھا وہ صحیح ودرست نہیں اس لئے کہ اس کی شرط مفقود ہے کیوں کہ وضو کے لئے کافی پانی پر قدرت موجود ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس کا معاملہ اس عورت کی طرح نہیں جس کی حالت بیان ہوئی کہ اس میں انقطاعِ حیض، احتلام، جماع، انزال چار اسباب جمع ہوئے اور ایک ہی غسل یا تیمّم کافی ہو گیا۔ اسی طرح وہ شخص جسے بار بار حدث ہُوا ہو اسے ایک ہی وضو کافی ہے اس لئے کہ ان میں کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر ہے وہ فقدانِ شرط کا شکار نہیں اس لئے اس نے سبھی کو دُور کر دیا بخلاف اس صورت کے جو ہمارے زیرِ بحث ہے اسی سے اِس شخص میں (جسے دونوں حدث ہیں) اور اس میں جسے صرف جنابت ہے واضح فرق ہو گیا کہ وہ اگر آبِ وضو پائے

انہ لیس عبثا ولااضاعۃ ولا الاشتغال بہ سفھا ولیس کماقالوا من بقاء الحدث کماھو بل زال احدھما۔

تو اعضائے وضو سے لگی ہُوئی مانعیت زائل کرنے کے لئے اسے وضو نہیں کرنا ہے اس لئے کہ وہاں تو صرف مانعیت کبرٰی ہے اور یہ متجزی نہیں، برخلاف پہلی صورت کے اسی سے یہ بھی عیاں ہُوا کہ دونوں بدل جمع کرنا نہیں بلکہ دو۲ چیزوں پر دونوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جیسے وہ شخص جو پانی نجس کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لئے تیمّم کرے۔ بلکہ جیسے وہ جو ایک قسم کے کفارے میں کھانا کھلائے اور دوسری کے کفارے میں روزہ رکھے۔ اور اسی سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ یہ نہ عبث ہے نہ پانی کی بربادی، نہ اس میں مشغولی کوئی نادانی وبے وقوفی اور لوگوں نے جو کہا کہ حدث جیسے تھا ویسے ہی رہ گیا۔ یہ بات بھی نہیں بلکہ ایک حدث زائل ہوگیا۔ (ت)

اقول:مااَمْتَنَہ من کلام لولا ان فیہ ذھولا عن حدیث منع الاستبداد [عہ] فانك جعلتھما شیئین مستقلین عند الاجتماع مع ان المتقرر فی الشرع ان(۱) المتجانسین اذا اجتمعا ولم یختلف مقصودھما تداخلا وقداعترفت بہ فی التی وصفت

اقول: کیا ہی متیں کلام ہے اگر اس میں منعِ استقلال کی بات سے ذہول نہ ہوتا۔ آپ نے دونوں کو بوقتِ اجتماع دو مستقل چیز بنادیا جبکہ شریعت میں مقرر وثابت یہ ہے کہ دوہم جنس جب یکجا ہوں اور ان کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں گے۔ آپ نے اس کا اعتراف

عہ ذکرہ علی سبیل الجدل ای لانسلم ان الحدث الاصغر عند اجتماعہ بالاکبر یستبد فی امر الطھارۃ بحکم لِمَ لایندمج فیہ فیطھر بطھارتہ ولایکون الحکم الا للاکبر وذلك لان من یحکم بوجوب الوضوء لہ مدع فیکفینا المنع وعلیہ الدلیل والا فامر الاندماج متیقن لاشبھۃ فیہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اسے بطور جدل ذکر کیا ہے یعنی ہم نہیں مانتے کہ حدث اصغر حدثِ اکبر کے ساتھ یک جائی کی صورت میں طہارت سے متعلق کوئی مستقل حکم رکھتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اکبر میں داخل ہو کر اس کی طہارت سے یہ بھی طہارت پائے اور حکم صرف اکبر کو حاصل ہو یہ طرزِ کلام اس لئے کہ جو شخص اس کے لئے وجوبِ وضو کا حکم کرتا ہے وہ مدعی ہے تو ہمارے لئے منع کافی ہے اور اس کے ذمہ دلیل ہے ورنہ اصغر کے اکبر میں دخول وانضمام کا معاملہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شُبہ نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

وفیمن احدث مرارا کان هنالك التداخل مع المساواة فان الکل فی رتبة واحدة فکیف واحدهما اکبر واقوی ومن کل وجه یتضمن الاخری فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فکیف لایلزم اندماج الصغری فی الکبری وان یکون الحکم لها فی امر الطهارة لاللصغری فان(۱) التابع(۱) لایفرد بحکم ویسقط(۲) اذا سقط المتبوع والشیئ(۳) اذا بطل بطل مافی ضمنه والمتضمن(۴)عـــه بالفتح لاتراعی له شروطه بل شروط متضمنة کل ذلك من القواعد الشرعیة الاتری ان المذی لایطهر عن ثوب ولابدن بفرك ولایظهر له حکم مع المنی فیطهر به ویظهر به الجواب عن توارد العلل هذا ماسمح به الجنان*تشحیذ الاذهان*وحسبنا فی الحکم	بھی کیا ہے اس عورت کے بارے میں جس کی حالت بیان ہوئی ہے اور اس شخص کے بارے میں جسے چند بار حدث ہوا ہو۔ وہاں باوجود مساوات کے تداخل ہوگیا۔ مساوات اس لئے کہ وہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ پھر اس وقت کیوں نہ ہوگا جبکہ ایک اکبر واقوی اور ہر جہت سے دوسرے کو متضمن بھی ہو دیکھئے کہ ایک کا محل طہارت دوسرے کے محلِ طہارت کا جُز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور مقصود، مقصود کا حصّہ ہے۔ توکیسے لازم نہ ہوگا کہ صغرٰی، کبرٰی میں داخل ہوجائے اور امر طہارت میں حکم اسی کبرٰی کو حاصل ہو صغرٰی کو نہیں۔ اس لئے کہ تابع کا کوئی الگ حکم نہیں ہوتا۔ اور متبوع ساقط ہو تو وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے اور شیئ جب باطل ہوتی ہے تو وہ بھی باطل ہوجاتا ہے جو اس کے ضمن میں ہو۔ اور متضمَّن (بالفتح) کے لئے اس کی شرطوں کی رعایت نہیں ہوتی بلکہ اس کے متضمِّن کی

عـــه کما(۶) فی اعتق عبدك عنی بالف لماکان البیع فیه ضمن یا لم یشترط فیه الایجاب والقبول لعدم اشتراطهما فی العتق ولایثبت فیه خیار الرؤیة والعیب ولایشترط کونه مقدور التسلیم ش عن الرحمتی اوائل النکاح ۱۲ منه غفرله (م)	جیسے اعتق عبدک عنی بالف (اپنا غلام میری طرف سے ہزار روپے میں آزاد کردو) اس میں چونکہ بیع ضمنی ہے اس لئے اس بیع میں ایجاب وقبول کی شرط نہ ہوئی کیونکہ آزادی میں ان دونوں کی شرط نہیں اور اس میں خیار رؤیت اور خیار عیب بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہے کہ مولٰی وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو شامی عن الرحمتی، اوائل النکاح ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ماقدمنا من دلالاتهم وتصريحاتهم والله المستعان وبالله التوفيق والله تعالٰی اعلم۔

شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے۔یہ سب شرعی قواعد ہیں۔دیکھئے کہ مذی رگڑنے کے ذریعہ نہ کپڑے سے پاک ہوتی ہے نہ بدن سے اور وہی منی کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔اسی سے توارد علل کا جواب بھی ظاہر ہے یہ وہ ہے جو کچھ اذہان کو صیقل کرنے کے لئے خاطر کا فیضان ہُوا۔اور حکم سے متعلق تو ہمارے لئے وہ دلالت وتصریحات کافی ہیں جو حضرات فقہاء سے ہم نے پیش کیں۔اور خدا ہی مستعان ہے اور خدائے بزرگ وبرتر ہی خوب جاننے والا ہے۔(ت)

الافادة ۱۱: الاٰن حصحص الحق وكشف قناعة*وظهر ان المسلك مسلك التاويل والتأويل مستأويل الجماعة*بيدان ههنا شبهات خطرت فخشيت ان تعترى قاصرا مثل فيحتاج الى الجواب فاجبت الاسعاف با يرادها*وابانة سقوطها وفسادها*وبالله التوفيق۔

افادہ۱۱: اب حق صاف ظاہر ہوگیا اور اپنے چہرے سے پردہ ہٹادیا اور واضح ہوگیا کہ مسلک وہی مسلک تاویل ہے اور تاویل وہی تاویل جماعت ہے۔لیکن یہاں دل میں چند شبہات گزرے تو اندیشہ ہوا کہ ایسے ہی کسی قاصر کو درپیش ہوں تو اسے جواب کی ضرورت ہوگی تو میں نے چاہا کہ ان شبہات کو لا کر اور ان کے سقوط وفساد کو واضح کرکے اس کی حاجت روائی کردوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے (ت)

الشبهة الاولٰى: ان الامام صدر الشريعة يقول اغتسل(۱) الجنب ولم يصل الماء لمعة ظهره وفنى الماء واحدث حدثا يوجب الوضوء فتيمم لهما ثم وجد(۱) من الماء مايكفيهما بطل تيممه فى حق كل منهما وان(۲) لم يكف لاحدهما بقى فى حقهما وان(۳) كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم فى حق الاٰخر وان(۴) كفى لكل منفردا اغسل اللمعة[1]۔الخ فالصورة الثالثة

شُبہ: امام صدر الشریعۃ فرماتے ہیں: "جنب نے غسل کیا پانی اس کی پے ٹھ کی ایک جگہ تک نہ پہنچا اور ختم ہوگیا۔اور کوئی ایسا حدث ہوا جو وضو واجب کرتا ہے تو اس نے دونوں کے لئے تیمّم کیا پھر (۱) اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا۔اور (۲) اگر کسی ایک کے لئے ناکافی ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہے گا۔اور (۳) اگر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے دھوئے اور

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

تشمل ما اذا کفی للوضوء دون اللمعۃ وقدحکم فیہ ببطلان تیممہ فی حق الحدث وایجاب الوضوء والظاھر ان ھذا انما یستقیم علی ماقدم اول الباب من وجوب الوضوء علی ذی حدثین وجد وضوء فانہ فرض فیہ الحدث قبل التیمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن یکون التأویل توجیھا للقول بما لا یرضی بہ قائلہ۔

دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گا اور اگر (۴) تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لُمعہ (غسل میں چھُوٹی ہُوئی جگہ) دھوئے الخ۔ تو تیسری صورت اسے بھی شامل ہے جب پانی وضو کے لئے کافی ہو لُمعہ کے لئے کافی نہ ہو۔ اور اس صورت میں یہ حکم کیا ہے کہ حق حدث میں اس کا تیمّم باطل ہوجائے گا اور وضو کرنا واجب ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ اسی بنیاد پر راست آسکے گا جسے اوّل باب میں بتایا کہ ایسا دو حدث والا جس کے پاس وضو کا پانی موجود ہے اس پر وضو واجب ہے کہ اس میں حدث تیمّم سے پہلے ہونا فرض کیا ہے پھر حدث کے لئے وضو واجب کیا اس کے پیش نظر تاویل مذکور کسی کے کلام کی ایسی توجیہ ہوگی جس سے خود صاحبِ کلام راضی نہ ہو۔ (ت)

بل یسری الشك الی الحکم المنقح فان صدر الشریعۃ غیر متفرد بہ ھذا الامام الجلیل الاقدم ابوالبرکات النسفی قائلا فی الکافی فی جنب علی بدنہ لمعۃ احدث قبل ان یتیمم تیمم لھما واحدا فان وجد مایکفی لاحدھما غیر عین صرفہ الی اللمعۃ ویعید التیمم للحدث عند محمد[1] اھ فما منشؤا عادۃ تیمم الحدث الا ایجاب الوضوء لہ مع کونہ قبل تیمم الجنابۃ وابویوسف وان خالفہ فی الاعادۃ فلالانہ لایوجب الوضوء فی نفسہ بل لعارض وذلك ان امر الجنابۃ اغلظ فکان الماء

بلکہ یہ شک منقح حکم تک سرایت کرآئے گا اس لئے کہ صدرالشریعۃ اس میں متفرد نہیں۔ یہ ان سے مقدم امام جلیل ابوالبرکات نسفی ہیں جو کافی میں رقمطراز ہیں: "ایسا جنب ہے جس کے بدن پر لُمعہ ہے اسے قبل تیمّم حدث ہوا تو دونوں ہی کے لئے ایک تیمّم کرے۔ اب اگر اسے اتنا پانی مل جائے جو غیر معین طور پر دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے، اور امام محمد کے نزدیک حدث کے لئے تیمّم کا اعادہ کرے" اھ تو تیمّم حدث کے اعادہ کا منشا اس کے سوا نہیں کہ حدث کے سبب وضو واجب ہے باوجودیکہ حدث تیمّم جنابت سے پہلے ہے اور امام ابویوسف اعادہ کے

[1] کافی

مستحق الصرف الیھا والمستحق لحاجة اھم کالمعدوم کماسیاتی عن الکافی ان شاء اللہ تعالٰی فی الرسالة التالیة وھذا یفید اتفاق الصاحبین رضی اللہ تعالٰی عنھا علی وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التیمم لھا مع ان المقرر فیمامر ان بل اوضوء علیه الااذا احدث بعد ماتیمم۔

حکم میں اگرچہ ان کے برخلاف ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ فی نفسہ وضو واجب نہیں کہتے، بلکہ کسی عارض کی وجہ سے۔ اور وہ یہ ہے کہ جنابت کا معاملہ زیادہ سخت ہے تو پانی اسی کا مستحق ہوا کہ جنابت میں صرف ہو اور جو کسی اہم حاجت کا مستحق ہوچکا ہو وہ کالمعدوم ہے۔ جیسا کہ اگلے رسالہ میں ان شاء اللہ تعالٰی کافی کے حوالہ سے آرہا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اس جنب کے لئے وجوب وضو پر اتفاق ہے جو جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے محدث ہوا باوجودیکہ ماسبق میں ثابت ومقرر یہ ہے کہ اس پر وضو نہیں مگر اس صورت میں جبکہ تیمّم کرلینے کے بعد اسے حدث ہو۔ (ت)

ولعلك تقول **اوّلًا**: این ھذا من ذاك فانه کان ثمه واجد الماء الوضوء قبل التیمم للجنابة فکان ایجاب الوضوء ایجابه علی جنب لایجد غسلا وھو خلاف المذھب اماھھنا فانما وجده بعدماتیمم لھا والفرض انه لایکفی للمعة فکان تیممه لھا بحاله فلم یعد جنبا وبالقدرة علی الوضوء انتقض تیممه فی حق الحدث لانه لایکون طھارة الا الی وجدان الماء فاذا وُجد فُقد فقد عاد محدثا والمحدث غیر جنب اذا وجد وَضوء فلاشك فی وجوب الوضوء علیه الاتری الی ماقدمت فی الدلیل الخامس عن البدائع یتوضأبه لان ھذا محدث ولیس بجنب[1] وعن الدر صار محدثا لاجُنبا

اس پر چند باتیں کہی جاسکتی ہیں **اوّلًا** کہاں یہ کہاں وہ! وہاں اسے تیمّم جنابت سے پہلے آب وضو دستیاب تھا تو وہاں وضو واجب کرنا ایسے جنب پر وضو واجب کرنا تھا جسے غسل کا پانی دستیاب نہیں اور وہ خلاف مذہب ہے لیکن یہاں اسے جنابت کا تیمّم کرلینے کے بعد پانی ملا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی لُمعہ کے لئے کافی نہیں اس لئے اس کا تیمّم جنابت برقرار ہے تو دوبارہ وہ جنابت والا نہ ہوا۔ اور وضو پر قدرت کی وجہ سے حق حدث میں اس کا تیمّم ٹوٹ گیا کیونکہ تیمّم پانی کی دست یابی تک ہی طہارت ہوتا ہے جب وہ دستیاب ہوگیا یہ مفقود ہوگیا۔ تو وہ پھر محدث ہوگیا۔ اور محدث غیر جنب کو جب وضو کا پانی مل جائے تو اس پر وضو واجب ہونے میں کوئی شک نہیں وہ عبارت دیکھئے جو دلیل پنجم میں بدائع کے حوالہ سے پیش ہُوئی: "اس سے وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے

---

[1] بدائع الصنائع شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

فیتوضأ[1]۔

وثانیا: لم یکن علیہ وضوء لبقاء الحدث کماھو لوجود الجنابۃ ولاتزول بالوضوء اما الاٰن فقدزالت بالتیمم۔

وثالثا: لم یکن ماءہ مبیحا للصلاۃ لاجل الجنابۃ والاٰن یبیح۔

ورابعا: کان فیہ الجمع بین البدلین فی طہارۃ واحدۃ والاٰن قدتمت الطہارۃ الاولی بالتیمم بلاماء وبعود الحدث بالقدرۃ علی الماء دون الجنابۃ تتم ھذہ بالماء بلاتراب۔

وخامسا: قدعلم دوّارفی المتون وسائر کتب المذھب ان حدوث قدرۃ علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولاشك ان لوتیمم لھما ثم احدث فعلیہ الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ماصدر عن الصدر فی صدر الباب۔ اقول: ببلی فان مبنی کل ذلك علی

اور جنب نہیں ہے"۔ اور درمختار کے حوالہ سے یہ "محدث ہوا جنابت والا نہیں تو اسے وضو کرنا ہے"۔

ثانیا: اس پر وضو اس لئے نہیں تھا کہ جنابت موجود ہونے کی وجہ سے حدث ویسے ہی باقی رہتا اور جنابت وضو سے دُور نہ ہوتی لیکن اس وقت تو جنابت تیمّم سے دُور ہوچکی ہے۔

ثالثا: اُس کا پانی جنابت کی وجہ سے نماز مباح کرنے والا نہ تھا اور اِس وقت مباح کرنے والا ہے۔

رابعًا: اُس میں ایک طہارت کے اندر دونوں بدل جمع کرنا ہوتا۔ اور اس وقت پہلی طہارت بغیر پانی کے تیمّم کے ذریعہ پوری ہوچکی ہے اور پانی پر قادر ہونے سے حدث بلاجنابت لوٹ آنے کی وجہ سے یہ طہارت بغیر مٹی کے پانی سے پُوری ہوگی۔

خامسًا: متون اور دیگر کتب مذہب میں یہ مسئلہ متداول طور پر معروف ہے کہ تیمّم توڑنے کے معاملہ میں پانی پر قدرت پیدا ہونا ایسے ہی ہے جیسے حدث پیدا ہونا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دونوں ہی کے لئے تیمّم کرلیتا پھر اسے حدث ہوتا تو اس پر وضو واجب ہوتا تو یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب آبِ وضو پر اسے قدرت مل جائے۔ تو یہ حکم اس پر کہاں مبنی رہا جو شروع باب میں صدر الشریعۃ کے حوالہ سے صادر ہوا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں ان سب

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۶

فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیة الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء هو عین مافی صدر الباب خلاف ماعلیه النصوص والدلائل اما الملازمة فقدقال(۱) الامام ملك العلماء فی البدائع الغراء الاصل فیه ان کل مامنع وجوده التیمم نقض وجوده التیمم ومالا فلا[1] اھ ومثله فی البحر والتنویر والدرو غیرها من الاسفار الغرای کل مالایمنع ابتداء لاینقض بقاء وینعکس بعکس النقیض الی قولنا کل ما(۱) ینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت المطلوب وبه علم ان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذلك الحکم المحذور۔	کی بنیاد اسی مفروضہ پر ہے کہ پانی دیکھنے سے اس کا تیمّم حق حدث میں ٹوٹ جاتا ہے اور یہی محلِ نظر ہے۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر یہ بقاءً ناقض تیمّم ہوتا تو ابتداءً مانع تیمّم بھی ہوتا اور ابتداءً مانع تیمّم ہونا یہی تو وہ بات ہے جو شروع باب میں نصوص ودلائل کے برخلاف وارد ہوتی ہے۔ ملازمہ (بقاءً ناقض ہونے کو ابتداءً مانع ہونا لازم ہے) کا ثبوت یہ ہے کہ امام ملک العلماء نے بدائع شریف میں رقم فرمایا ہے کہ "اس بارے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا وجود تیمّم سے مانع ہے اس کا وجود تیمّم کا ناقض بھی ہے اور جو مانع نہیں وہ ناقض بھی نہیں" اھ۔ اسی کے مثل البحر الرائق، تنویر الابصار، درمختار وغیرہا مشہور کتابوں میں بھی ہے۔ یعنی ہر وہ جو ابتداءً مانع نہیں وہ بقاءً ناقض نہیں اس کا عکس نقیض یہ ہوگا "ہر وہ جو بقاءً" ناقض ہے وہ ابتداءً مانع ہے" تو مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ خامس کا بطلان زیادہ روشن ہے اور اس حکم محذور پر مبنی ہونے میں یہ زیادہ واضح ہے۔ (ت)
الشبهة الثانیة: نصوا فیمن بقیت له لمعة واحدث بعد التیمم لهاکما صورفی اکثر الکتب وکذا ان احدث قبله کماصور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث انه ان کفی للمعة دون الوضوء غسلها وتیمم للحدث وکذا ان کفی لکل منهما لاعلی التعیین لان الجنابة اغلظ فان(۲) خالف وتوضأ اعاد التیمم للمعة باتفاق	**شبہ ۲:** وہ شخص جس کا کچھ حصہ نہانے میں دھونے سے رہ گیا اور جنابت کا تیمّم کرنے کے بعد اسے حدث ہوا جیسا کہ اکثر کتابوں میں یہ صورت مسئلہ بیان کی ہے یوں ہی اگر تیمّم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا جیسا کہ بعض کتابوں میں دونوں ہی صورت بیان کی ہے پھر اس شخص کو حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی مل گیا اس کے بارے میں علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر وہ پانی وضو کے لئے نہیں بلکہ

[1] بدائع الصنائع باب نواقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

الروایات وستأتی النصوص فالذی فی ھذہ الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطھارتین والجمع بین البدلین حیث تطھر فی وقت واحد بالماء والتراب معاوکون الماء للجنابة والتراب للحدث لایمنع الجمع والافلم منعتم ذاحدثین وجد وضوء عن الوضوء فان ثمہ ایضا لم یجتمعا علی شیئ واحد بل کان التراب للجنابة والماء للحدث۔

الشبھة الثالثة: نصوا قاطبة فی صورتی کفایة الماء للمعة وحدھا اولکل منفردا بوجوب استعمالہ فی اللمعة وانتقاض تیممہ لھا وانہ یتیمم للحدث ومعلوم قطعا ان ھذا الماء لم یکن محللا للصلاۃ فی الصورتین لبقاء الحدث والاحتیاج لہ الی التیمم فکان یجب ان لاینتقض تیممہ لھا لمامر من نصوص الائمة الجھابذۃ فی الدلیل السادس ان المراد فی الکریمة ھو الماء الذی اذا استعمل اباح الصلاۃ وھذا لیس بہ ھذا تقریر الشبھات۔

واقول: فی الجواب بتوفیق الوھاب اما الاخر یان ان کان الحدث فیھما بعد التیمم

صرف چوٹی ہوئی جگہ کے لئے کافی ہے تو اسے دھولے اور حدث کے لئے تیمّم کرے یوں ہی اگر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے بلاتعین کافی ہو تو بھی اس جگہ کو دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے۔اگر اس نے اس کے برخلاف کیا اور پانی وضو میں صرف کیا تو چھُوٹی ہوئی جگہ کے لئے اسے باتفاق روایت دوبارہ تیمّم کرنا ہے نصوص عنقریب آرہے ہیں۔ان تینوں صورتوں میں دونوں طہارتوں کو خلط کرنا اور دونوں بدل کو جمع کرنا ہی تو ہے۔اس طرح کہ بیک وقت اس نے پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کی اور پانی کا جنابت کے لئے، مٹی کا حدث کے لئے ہونا جمع سے مانع نہیں۔اگر یہ بات نہیں تو دو حدث والے کو جسے آب وضو دستیاب ہے آپ نے وضو سے کیوں روکا (وجہ فرق کیا ہے) وہاں بھی تو دونوں بدل ایک شیئ پر مجتمع نہ ہوئے بلکہ مٹی جنابت کے لئے ہے اور پانی حدث کے لئے ہے۔(ت)

شبہہ ۳: جب پانی صرف لمعہ کے لئے کفایت کرے یا جب تنہا ہر ایک کے لئے کفایت کرے دونوں صورتوں میں سبھی علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ پانی لمعہ میں استعمال کرنا واجب ہے۔اس کا تیمّم جنابت ٹوٹ جائے گا اور حدث کے لئے وہ تیمّم کرے گا۔یہ بھی قطعًا معلوم ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ پانی نماز مباح کرنیوالا نہ تھا کیونکہ حدث باقی ہے اور اس کے لئے تیمّم کی ضرورت ہے۔تو ضروری کہ اس کا تیمّم جنابت نہ ٹوٹے اس لئے کہ دلیل سادس میں ائمہ ماہرین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ پانی مراد ہے جو استعمال کیا جائے تو نماز مباح ہوجائے گی اور یہ وہ پانی نہیں۔یہ شبہات کی تقریر ہے۔(ت)

جوابِ شبہات: جوابِ شبہات میں بتوفیق خدائے وہاب میں کہتا ہوں۔آخری دونوں

للجنابة فالجواب واضح لانه اذن مستبد قطعاً لا يصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتيمم فكيف يندرج الموجود فی المرفوع ولذا اجمعت الامة انه اذا احدث بعد تطهير الجنابة بالغسل اوبالتيمم و وجد وَضوء يجب عليه الوضوء فاذا لم يندرج فيهاً لم يكن الجمع بين البدلين فی طهارة واحدة بل طهارتين کمن اجنب ولم يجد غسلا فتيمم فاحدث و وجد وضوء فتوضأ ولا يرد ذوالحدثين لاجل الاندراج فيكون جمعاً فی طهارة واحدة وكذلك المراد بالاباحة الاباحة من جهة ازالة مانعية لاقاها وان بقی المنع من جهة اخری کماسبق فی من توضأ وعلی فخذه نجس مانع ولا يرد ذوالحدثين فليس به مانعيتان و وضوؤه يزيل احدهما وان بقيت الاخری بل مانعية واحدة لاندراج الصغری فی الكبری فاذالم يكف للكبری لم يكن محللا للصلاة اصلا ولوكان يكفی للصغری۔

واما ان كان الحدث فيهما قبل التيمم کمافی الشبهة الاولی **فاقول**: الجواب عنهما جميعاً فی حرف واحد* ان شاء الله العزيز

شبہات کو لیجئے۔ اگر ان میں حدث تیمّم جنابت کے بعد تھا تو جواب واضح ہے کہ اس صورت میں وہ یقینا مستقل ہے۔ جنابت میں شامل و مندرج ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جنابت تو تیمّم سے ختم ہوچکی ہے تو موجود معدوم میں کیسے شامل ہوگا۔ اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جب غسل یا تیمّم سے تطہیر جنابت کے بعد حدث ہوا اور آبِ وضو دست یاب ہو تو اس پر وضو واجب ہے۔ جب حدث جنابت میں شامل نہ ہوا تو دونوں بدل کو ایک طہارت میں جمع کرنا نہ ہوا بلکہ دو طہارتوں میں ہوا جیسے وہ شخص جسے جنابت لاحق ہُوئی اور غسل کا پانی نہ پایا تو تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کا پانی پایا تو وضو کیا۔ اس پر دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا ایک حدث دوسرے میں شامل ہے تو وہاں ایک ہی طہارت میں دونوں بدل جمع کرنا لازم آئے گا اسی طرح اباحت سے مراد وہ اباحت ہے جو اس مانعیت کے ازالہ کی جہت سے ہو جس پانی کا اتصال ہوا اگرچہ دوسری جہت سے ممانعت باقی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں گزرا جس نے وضو کیا اور اس کی ران پر کوئی مانع نجس موجود ہے۔ اس پر بھی دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا حال ایسا نہیں کہ اس میں دو مانعیت (ممانعت) ہوں اور وضو ایک کو دور کردے اگرچہ دوسری باقی رہ جائے بلکہ اس میں ایک ہی مانعیت ہے کیونکہ صغری کبرٰی میں شامل ہو گئی ہے تو پانی جب کبرٰی کے لئے ناکافی ہو قطعًا نماز کو مباح کرنے والا نہ ہوسکے گا اگرچہ صغری کے لئے کافی ہو۔ (ت)

لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر حدث تیمّم سے پہلے ہو، جیسا کہ شبہہ اولٰی میں ذکر ہے، **تو میں کہتا ہوں** اس کا جواب ایک حرف میں ہے

الواجد الماجد*وقدلوحنا الیه فی الافادة العاشرة وذلک(ا) ان الحدث له معنیان کماقدمنا فی الطرس المعدل احدھما نجاسة حکمیة تحل بسطوح الاعضاء الظاھرة التی یلحقھا حکم التطھیر حلول سر یان والسطح ممتد منقسم طولا وعرضا فبانقسامھا تنقسم النجاسة الحالة بھا وعن ھذا یسقط الفرض عما اصابه الماء مع بقاء النجاسة فی الباقی والاٰخر وصف للمکلف وھو تلبسه بھا فیبقی مادام ذرة منھا وھذا ھو الحدث الذی لایتجزی،واذ() کان الاول متجزئاینقسم الی قسمین شامل ومقتصر فالشمول فی الجنابة مالم یمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحکمیة تزول من المغسول وتبقی فی غیرہ،والحدث الاصغر لایعتبر فی غیر الاعضاء الاربعة فان کانت الکبری شاملة وجب الاندراج لعمومھا تلك الاعضاء ایضا وان کانت مقتصرة لم یلزم کأن تکون الجنابة فی غیرھن وفیھن الحدث ولایکون الابان یتوضأ الجنب اویمر الماء علی اعضاء وضوئه وتبقی لمعة فی غیرھن ثم یحدث فیعتریھن الحدث ح ولاوجه للاندراج لتباین المحل والی ھذا اشرت بقولی فی المندرج المحل جزء من المحل والمطھر بعض من المطھر وھذا ھو مرادھم ھھنا کمادل علیه قول الامام صدر الشریعة ولم	اگر خدائے غالب غنی بزرگ نے چاہا۔اس جواب کی طرف ہم افادہ دہم میں اشارہ بھی کرچکے ہیں۔وہ یہ ہے کہ حدث کے دو[۲] معنی ہیں،جیساکہ ہم نے الطرس المعدل میں بیان کیا۔ایک نجاستِ حکمیہ جو اعضا کی اُن ظاہری سطحوں میں حلول سریانی کئے ہوتی ہے جنھیں حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے۔اور سطح ایک پھیلی ہوئی،طول وعرض میں منقسم چیز ہے تو سطحوں کے منقسم ہونے سے ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہوجاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جس حصّہ کو پانی پہنچتا ہے اس سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور بقیہ حصّہ میں نجاست باقی رہتی ہے۔دوسرا معنی یہ ہے کہ حدث مکلّف کی ایک صفت ہے اور وہ یہ ہے کہ مکلّف نجاست حکمیہ سے متلبس ہے توجب تک اس نجاست کا ایک ذرّہ بھی باقی ہے یہ حدث باقی رہے گا۔یہی وہ حدث ہے جو غیر متجزی وغیر منقسم ہے۔اور اوّل چونکہ متجزی ہے اس کی دو[۲] قسمیں ہونگی،شامل اور مقتصر۔جنابت میں شمول اس وقت ہے جب پانی مَس نہ ہوا ہو۔اور اقتصار اس صورت میں ہے جب بدن کا کوئی حصّہ دُھل گیا ہو اس لئے کہ دھوئے ہوئے حصّہ سے نجاست حکمیہ زائل ہوجاتی ہے اور دوسرے حصّہ میں باقی رہتی ہے۔ اور حدث اصغر کا چاروں اعضا کے علاوہ میں اعتبار ہی نہیں تو اگر نجاست کبرٰی شاملہ ہے تو اندراج لازم ہے کیونکہ وہ ان اعضا میں بھی عام ہے اور اگر مقتصرہ ہے تو اندراج لازم نہیں۔مثلاً یہ صورت ہو کہ جنابت اعضائے اربعہ کے علاوہ میں ہو اور ان اعضا میں

يصل الماء لمعة ظهره [1] خص الظهر بالذكر ليفيد ان الكبرى فى غير محل الصغرى فلا يصح الاندراج الا ترى(۱) ان ذا الجنابة الشاملة والحدث اذا اغتسل كفاه عن الوضوء وان لم يجد ماء لغسله فتيمم كفاه ايضا اما صاحب المقتصرة فى غير اعضاء الوضوء والحدث كمن اغتسل وبقيت ظهره مثلا ثم احدث فهذا اذا غسل ظهره تم غسله وخرج عن الجنابة لكن لايكفيه غسله ظهره عن الوضوء بل يجب عليه ان يتوضأ اويتيمم للحدث ان لم يجد له الماء وماهو الالعدم اندراج الصغرى فى تلك المقتصرة الكبرى۔ فان قلت هذا فى الماء فانه(۲) ايضا مطهر مقتصر على ما يصے بخلاف التيمم فانه يعم جميع البدن كالغسل۔ **اقول:** نعم يعم البدن لكن عمله(۳) فى	حدث ہو۔اور اس کی یہی شکل ہوگی کہ جنب وضو کرے یا اس کے اعضائے وضو پر پانی گزر جائے اور دیگر اعضا میں لمعہ رہ جائے پھر اسے حدث ہو تو اعضائے وضو پر حدث عارض ہو جائے گا۔ایسی صورت میں اندراج کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ (اصغر واکبر کے) محل الگ الگ ہیں۔اس کی طرف مندرج کے تحت میں نے اپنے ان الفاظ سے اشارہ کیا کہ۔" محل، محل کا جز ہے۔اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور یہاں پر علماء کی یہی مراد ہے۔جیسا کہ صدر الشریعۃ کے یہ الفاظ بتارہے ہیں: "اور پانی اس کی پشت کے لُمعہ (چھُوٹی ہوئی جگہ) تک نہ پہنچا۔خاص طور سے پشت کو اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہوسکے کہ کبرٰی، غیر محلّ صغرٰی میں ہے اس لئے اندراج نہ ہوسکے گا۔دیکھئے جنابت شاملہ اور حدث دونوں رکھنے والا جب غسل کرے تو یہی غسل وضو سے بھی کفایت کرجاتا ہے اور اگر غسل کے لئے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کرے تو یہ بھی کافی ہوتا ہے۔مگر وہ جو غیر اعضائے وضو میں جنابت مقتصرہ اور (اعضائے وضو میں) حدث رکھتا ہے۔مثلاً وہ جس نے غسل کیا اور اس کی پیٹھ باقی رہ گئی پھر اسے حدث ہوا تو یہ جب اپنی پیٹھ دھولے اس کا غسل مکمل ہوگیا اور وہ جنابت سے نکل گیا۔لیکن اس کا اپنی پیٹھ دھولینا وضو سے کفایت نہیں کرسکتا بلکہ اس پر واجب ہے کہ وضو کرے یا اگر پانی نہ ملے تو حدث کے لئے تیمّم کرے۔یہ اسی لئے ہے کہ نجاست معنوی اس نجاست کبرٰی مقتصرہ میں مندرج نہیں۔(ت) **اگر سوال ہو** کہ یہ تو پانی میں ہے کہ وہ بھی جس حصہ تک پہنچتا ہے اس کے لئے مطہر مقتصر ہے۔مگر تیمّم کا یہ حال نہیں کیونکہ وہ غسل کی طرح پورے بدن کو ہمہ گیر اور عام ہے۔ **اقول:** ہاں بدن کو عام اور ہمہ گیر ہے لیکن

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴

الحدث هو الرفع لاتغییرہ عن صفته حتی یجعل المندرج غیرمندرج اوبالعکس بل انما یرفعه علی ماھو علیه من الحال ان مندرجا فمندرجا اومستبدا فمستبدا فاذا اغتسل وبقیت لمعة فی ظھرہ ثم احدث فتیمم لھما ازالھما مغیّین الی وجدان الماء وھذہ ثمرۃ عمومه لاان یدرج نجاسة حکمیة قائمة بالاعضاء الاربعة فی نجاسة اخری قائمة بالظھر فتبقی کل منھما تنتظر الماء الکافی لھا بحیاله فاذا وجد وضوء وجب علیه الوضوء ولووجدہ قبل ھذا التیمم لمعه التیمم للحدث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون الماء محللا للصلاۃ بالنظر الی ھذا المستقل المستبد ال غیر المنظور فیه الی الاٰخر ولم یجتمع الماء والتراب علی طھارۃ بل توزعا علی طھارتین مستقلتین فانحلت الشبھات جمیعا والحمدﷲ ربّ العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعین۔**اقول:** ومن ھھنا ظھر وﷲ الحمد ان(۱) من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ فمر بنھر

حدث میں اس کا عمل یہی ہے کہ اسے دُور کردے یہ نہیں کہ اس کی صفت بدل ڈالے اس طرح کہ مندرج کو غیر مندرج بنادے یا اس کے برعکس۔ بلکہ صرف اتنا کرے گا کہ حدث جس حالت وصفت پر ہے اسی حال پر اسے رفع کردے گا۔ مندرج ہے تو بحالت اندراج، مستقل ہے تو بحالت استقلال۔اب دیکھئے جب اس نے غسل کیا اور اس کی پشت میں لمعہ باقی رہ گیا پھر اسے حدث ہوا،اب اس نے حدث وجنابت دونوں کے لئے تیمّم کیا تو یہ تیمّم دونوں کو پانی کی دست یابی تک کے لئے دُور کردے گا۔یہی اس کے عموم اور ہمہ گیری کا ثمرہ ہے۔یہ نہیں کہ ایک نجاست حکمیہ جو اعضائے اربعہ میں ہے اسے دوسری نجاست حکمیہ میں جو پشت میں۔ہے مندرج کردے۔اس لئے دونوں نجاستوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے لیے مستقل طور پر مائے کافی کے انتظار میں رہے گی جس وقت اسے وضو کا پانی مل جائے اس پر وضو واجب ہوجائے گا۔اور اگر اس تیمّم سے پہلے اسے وضو کا پانی ملتا تو وہ حدث کا تیمّم کرنے سے مانع ہوتا اس لئے کہ ہر وہ جو بقائً ناقض ہے ابتداءً مانع ہے۔اور پانی اس مستقل مستبد کے لحاظ سے جس میں دوسرے کی جانب نظر نہیں نماز کو مباح کرنے والا ہے۔اور ایک طہارت پر پانی اور مٹی کا اجتماع نہ ہوا بلکہ دونوں دو مستقل طہارتوں پر متفرق اور جُدا جُدا ہیں۔تمام شبہات حل ہوگئے اور ساری تعریف خدائے رب العٰلمین کے لئے ہے۔اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر درود ہو۔(ت)

اقول: یہیں سے بحمدہٖ تعالٰی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسے جنابت ہوئی تو اس نے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر کسی دریا کے

و قدر [عــه] على الاغتسال فلم يغتسل عاد جنباً غير محدث بالحدث الاصغر لان الجنابة انما تعود فيما لم يصبه الماء من اعضائه وبوضوئه السابق مر الماء على اعضاء الوضوء فلا تعود اليها جنابة الابسبب جديد كمابيناً فى الافادة الاولى ونقلنا التنصيص به عن الغنية والبدائع فهذا(۱) ان حدث ولوقبل التيمم للجنابة العائدة و وجد وضوء وجب عليه الوضوء قطعاً لان هذا حدث طرأ على طهر فينقضه ولايكفيه تيممه الاٰن لانه لجنابة مقتصرة فى غير اعضاء الوضوء فلم يندرج الحدث فيه وبقى مستقلا بحياله نعم يرتفع (۲) بتيممه للجنابة العائدة ان لوكان عاجزا عن الوضوء ايضاً لان التيمم وان كان لجنابة قدر ظفر يعم البدن فاذا وجد شرطه وهو العجز عن الماء فى اعضاء الوضوء ايضا طهرها ايضا اما وهو قادر على الوضوء فلا لفقد الشرط،وبالجملة(۳) اذا استقل الحدثان فالتيمم لهما وان كان واحدا بالصورة تيممان معنى ينظر فى كل منهما الى شرطه فحيث تحقق يصح فى حقه وحيث لا لابخلاف تيمم(۴) جنب ذى حدث مندرج فانه تيمم	پاس سے گزرااور غسل پر قادر ہوامگر اس نے غسل نہ کیاتو وہ پھر جنب ہوگیالیکن محدث بہ حدث اصغر نہ ہُوا-اس لئے کہ کہ جنابت ان ہی اعضاء میں عود کرے گی جنھیں پانی نہ پہنچا اور اعضائے وضو پر اس کے وضوئے سابق کی وجہ سے پانی گزر گیاتوان پر جنابت بغیر کسی سبب جدید کے عود نہ کرے گی جیسا کہ ہم نے افادہ اولٰی میں بیان کیا-اور اس کی تصریح غنیہاور بدائع سے نقل کی-پھر اس کو اگر حدث ہو-اگرچہ لوٹ آنے والی جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے ہو-اور وہ آب وضو پائے تو اس پر وضو قطعًا واجب ہے-اس لئے کہ یہ ایسا حدث ہے جو طہارت پر طاری ہوا تو اسے توڑ دے گا-اور اس وقت اس کا تیمّم کرنا اسے کفایت نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ اس جنابت کے لئے ہے جو غیر اعضائے وضو میں مقتصر ہے تو حدث اس میں مندرج نہ ہوااور الگ مستقل رہ گیا-ہاں اس کا حدث لوٹ آنے والی جنابت کا تیمّم کرنے سے اٹھ جائے گا اگر وہ وضو سے بھی عاجز ہو-کیونکہ تیمّم اگرچہ ناخن برابر جنابت کے لئے ہو لیکن تمام بدن کو عام ہوتا ہے-تو جب اس کی شرط-اعضائے وضو میں بھی

عــه قال الامام فقيه النفس علم به **اقول**:والمراد القدرة فان العلم لايستلزم القدرة والقدرة تستلزم العلم ۱۲ منه غفرله-(م)

امام فقیہ النفس نے فرمایا: دریا کا اسے علم ہوا **اقول**: مراد قدرت ہے اس لئے کہ علم ہونا قدرت کو مستلزم نہیں اور قادر ہونا علم کو مستلزم ہے ۱۲منہ غفرلہ-(ت)

واحد صورة ومعنی لاجل الاندراج وھھنا لا اندراج الا تری الی ماقدمنا عن الکافی الاٰن من ایجاب الوضوء علیه اذا وجد ماء کافیا ببله باتفاق الامامین وان قال الامام الثانی بصرف حکم الوضوء عنه لعارض وسیجیئ فی الرسالة التالیة ان الاصح قول محمد وھذہ عین الجزئیة المطلوبة فانه جنب ذولمعة وقد احدث قبل التیمم لها فوجب الوضوء علیه وکذلك ھو مفاد المنیة علی نسخة المتن کماقدمنا وکذلك نص علیه فی شرح الوقایة کما تقدم وقد اقرہ المحشون و الناظرون ولم یستشکله احد کما استشکلوا جمیعا قوله فی صدرالباب*وماھو الا لان ما ھنا فی حدث مستقل فلایحوم حول ایجاب الوضوء فیه شبهة ولاارتیاب*،وھھنا تعود جمیع الابحاث التی اوردناھا فی الافادة العاشرة علی طریقة السؤال*ودفعناھابعدم الاستقلال*فترد الاٰن ولامرد لشیئ منها ولازوال*ورحم اللہ الفاضل البرجندی والعلماء جمیعا اذ صور وجود الجنابة من دون حدث بثلاث صور اولها ھذہ ولما اتی علی استظهار عدم وجوب الوضوء خص الکلام بالاخریین وجعل ھذہ بمعزل عنه کما نقلنا کلامه اٰخر الدلائل وتتمته فی الاشکال الخامس لان ھذہ لا یرتاب فیها وجوب

پانی سے عجز۔پائی جائے تو انہیں بھی پاک کردے گا۔مگر وضو پر قدرت کی حالت میں پاک نہ کرے گا اس لئے کہ شرط مفقود ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب دونوں حدث مستقل ہوں تو ان کے لئے تیمّم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنیً دو۲ تیمّم ہوتے ہیں ہر ایک میں اس کی شرط پر نظر کی جائے گی جہاں جس کی شرط متحقق ہو اس کے حق میں وہ تیمّم صحیح ہوگا جہاں شرط نہ متحقق ہو صحیح نہیں ہوگا۔مگر حدث مندرج والے جنب کا تیمّم اس کے برخلاف ہے اس لئے کہ اندراج کی وجہ سے وہ صورۃً بھی ایک تیمّم ہے اور معنیً بھی اور یہاں اندراج نہیں وہی عبارت دیکھ لیجئے جو ابھی ہم نے کافی کے حوالہ سے پیش کی ہے کہ باتفاق امام اعظم وامام محمد علیہما الرحمۃ اس پر وضو کے لئے کافی پانی کی دستیابی کی صورت میں وضو واجب ہے اگرچہ امام ثانی (ابو یوسف) کا قول ہے کہ اس سے وضو کا حکم عارضہ کے سبب ساقط ہوجائے گا اور آنیوالے رسالہ میں یہ بات آرہی ہے کہ اصح قول امام محمد کا ہے،اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوب جزئیہ ہے اس لئے کہ وہ لمعہ والا جنب ہے جسے تیمّم جنابت سے پہلے حدث بھی لاحق ہو تو اس پر وضو واجب ہوگیا۔اسی طرح شرح وقایہ میں بھی اس کی تصریح ہے جیسا کہ گزرا۔اسے محشین اور ناظرین نے برقرار بھی رکھا اور کسی نے اس میں اشکال نہ محسوس کیا جیسے شروع باب میں ان کے قول میں سبھی حضرات نے اشکال سمجھا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں جو کلام ہے وہ حدث مستقل کے بارے میں ہے تو اس میں ایجاب وضو کے گرد کسی شک وشبہہ کا گزر نہیں۔اور یہاں وہ ساری بحثیں آجاتی ہیں جنہیں ہم افادہ دہم

الوضوء نعم (۱) لوتیمم ثم احدث ولم یتوضأ ثم مر بماء وجاوزہ فھذا وان وجد وضوء لاوضوء علیہ سواء احدث او لم یحدث لان الحدث بعد ماکان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابۃ الی اعضاء الوضوء وکذا (۲) کل حدث یحدث بعدہ ما لم یحدث بعد رفع الجنابۃ العائدۃ عن اعضاء الوضوء بعضا اوکلا بماء اوتراب،

فظھر (۳) ان ماوقع فی مسألۃ الجنب المذکورۃ فی الخانیۃ الشریفۃ من قولہ احدث اولم یحدث سبق قلم من الامام الاجل فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ ورحمنا بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین ولاغر وفلکل جوادکبوۃ* ولکل صارم نبوۃ* ولاعصمۃ الالکلام الالوھیۃ ثم النبوۃ* والمسألۃ قد ذکرھا محرر المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاصل لم یذکر فیہ احدث اولم یحدث وھکذا اثرہ فی الخلاصۃ اذ قال رجل (۴) تیمم للجنابۃ وصلی ثم احدث ومعہ من الماء قدرمایتوضأ بہ لصلاۃ یتوضأ بہ لصلاۃ اخری فان توضأ بہ ولبس خفیہ ثم مر بالماء ولم یغتسل حتی صار عادم الماء ثم حضرت الصلاۃ ومعہ من الماء قدرمایتوضأ بہ فانہ یتیمم ولایتوضأ فان تیمم ثم حضرت الصلاۃ الاخری وقدسبقہ الحدث فانہ یتوضؤ بہ وینزع خفیہ وان لم یکن مر بماء قبل

میں بطور سوال لائے اور انہیں عدم استقلال کے جواب سے دفع کیا وہ اب پھر وارد ہوں گی اور ان میں سے کوئی نہ رد ہو سکتی ہے نہ ٹل سکتی ہے۔خدا کی رحمت ہو فاضل برجندی -اور تمام علماء- پر کہ فاضل موصوف نے بغیر حدث کے جنابت پائے جانے کی تین صورتیں پیش کیں جن میں پہلی صورت یہی ہے-اور جب عدم وجوب وضوکے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر آئے تو صرف بعد والی دونوں صورتوں سے متعلق کلام کیا اور اسے معرضِ کلام سے بالکل الگ رکھا جیسا کہ دلائل کے آخر میں ہم نے ان کا کلام نقل کیا اور اس کا تکملہ اشکال پنجم میں ہے کیونکہ اِس سے متعلق وجوب وضو میں کوئی شک نہیں-ہاں اگر تیمّم کرلیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو نہ کیا پھر (نہانے کے قابل) پانی کے پاس سے گزرا،اور اسے چھوڑ کر آگے چلا گیا-تو اس شخص کے پاس اگرچہ آبِ وضو موجود ہے مگر اس پر وضو نہیں خواہ اسے حدث ہو یا نہ ہو-اس لئے کہ اس کا حدث پہلے اگرچہ مستقل تھا مگر اب اعضائے وضو میں جنابت لَوٹ آنے کی وجہ سے مندرج ہوگیا-اسی طرح عود جنابت کے بعد جو بھی حدث ہوگا (سب مندرج ہوجائے گا) بشرطیکہ عود کرنے والی جنابت کو پانی یا مٹی کے ذریعہ اعضائے وضو سے کُلّاً یا بعضاً رفع کرنے کے بعد وہ حدث نہ پیدا ہوا ہو (کہ ایسا حدث مندرج نہ ہوگا) اس سے ظاہر ہوا کہ جنب کے مذکورہ مسئلہ میں خانیہ شریف میں واقع یہ عبارت "احدث اولم یحدث" (اسے حدث ہو یا نہ ہو) امام اجل فقیہ النفس کی سبقت قلم سے صادر ہوئی۔

ذلك مسح على خفيه الكل فی الاصل [1] اھ۔ھذا ماعندی والعلم بالحق عندربی انه بكل شيئ عليم۔

خدائے برتر انہیں اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور ان کی برکت سے دُنیا وآخرت میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ ہر اسپ خوش رفتار کو ٹھوکر بھی لگتی ہے اور ہر شمشیر بردار کو ناموافقت سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔عصمت تو صرف کلامِ الوہیت پھر کلامِ نبوت کو ہے یہ مسئلہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل (مبسوط شریف) میں بیان کیا ہے۔اس میں "احدث اولم یحدث" ذکر نہ فرمایا۔خلاصہ میں ان کی عبارت اسی طرح نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے:"ایک شخص نے جنابت کا تیمّم کیا اور نماز ادا کی پھر اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرسکتا ہے تو اس سے دوسری نماز کے لئے وضو کرے گا۔اگر اس سے وضو کرلیا اور موزے پہن لیے پھر پانی کے پاس سے گزرا اور غسل نہ کیا یہاں تک کہ پانی اس کے لئے معدوم ہوگیا پھر نماز کا وقت آیا اب اس کے پاس بقدر وضو پانی ہے تو وہ تیمّم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔اگر اس نے تیمّم کرلیا پھر دوسری نماز کا وقت اس حالت میں آیا کہ اسے حدث لاحق ہوچکا تو اس پانی سے وہ وضو کرے گا اور اپنے موزے اتارے گا۔اور اگر اس سے پہلے وہ پانی سے نہ گزرا تھا تو اپنے موزوں پر مسح کرے۔یہ سب اصل (مبسوط) میں ہے اھ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے،یقینا وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔(ت)

الافادة۱۲: تقر یری ھذا فتح وللّٰه الحمد باباٰخر للتاويل **فاقول**:مع على معناھا ولانتصرف فی شيئ من الالفاظ ونقول الجنابة اذاشملت لم يظھر معها حدث بل اندمج فيها واستُهلك كالمذی فی المنی فی حكم الطهارة فمعيتهما لاتكون الا باستقلالهما وذلك فی جنابة مقتصرة لاتشتمل محل الحدث طرأ ولايكون الا بان يتوضأ بعد الجنابة كلا اوبعضا ثم يحدث كماتقدم والفرض ان الماء يكفی للحدث لاللجنابة فيجب ان تكون

افادہ ۱۲: میری اس تقریر نے بحمدہ تعالٰی تاویل کا ایک اور دروازہ کھولا **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) عبارت شرح وقایہ میں مع اپنے معنی پر ہے اور ہم کسی لفظ میں تصرف نہیں کرتے۔ہم کہتے ہیں جنابت جب شاملہ ہو اس کے ساتھ کوئی حدث ظاہر نہ ہوگا بلکہ اسی میں مل جائے گا اور غائب ومستہلک ہوجائے گا جیسے حکم طہارت میں منی کے اندر مذی کے غ یاب واستہلاک کا حال ہے۔تو حدث وجنابت دونوں ایک ساتھ اسی وقت ہوں گے جب دونوں مستقل ہوں۔یہ اس جنابت مقتصرہ میں ہوگا جو

[1] خلاصۃ الفتاوٰی خمسۃ من المتیممین مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۸

الجنابة فی محل اکبر من اعضاء الوضوء وحینئذ لاشك انه اذا وجد وضوء یجب علیه الوضوء بالاتفاق لان تیممه یکون للجنابة خاصة ولا یرفع الحدث لکونه مستبدا بالحکم والماء کاف له والحمدلله حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه*وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمّد واٰله وذویه*اٰمین۔

پورے محلِ حدث کو شامل نہ ہو اس کی صورت یہی ہوگی کہ جنابت کے بعد کُلًّا یا بعضًا وضو کرے پھر اسے حدث ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ پانی حدث ہی کے لئے کفایت کررہا ہے جنابت کے لئے نہیں۔تو ضروری ہے کہ جنابت اعضائے وضو سے زیادہ بڑے حصّے میں ہو جب یہ صورت ہو تو بلاشبہہ آب وضو ملنے کے وقت اس پر بالاتفاق وضو واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا تیمّم خاص جنابت کے لئے ہوگا اور حدث رفع نہ کرے گا کیونکہ حدث تو اپنا مستقل حکم رکھتا ہے۔اور اس کے لئے بقدر کفایت پانی موجود ہے اور ساری حمد خدا کے لئے ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد۔اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود وہو۔الٰہی! قبول فرما۔(ت)

فظهر ان معنی کلام الامام ان المحدث علی ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم یکن معها حدث اصلا کمامر تصویرہ اوکان وهو مغمور مستهلك فیها کجنب لم یمس ماء اوغسل بدنه ماعدا اعضاء الوضوء اوغسل غیرها و غیرحصة اخری ثم احدث فی الکل قبل ان یتطهر لها،والثانی من به جنابة معها حدث کجنب توضأ اوغسل بعض اعضاء وضوئه فقط اومع غیرها من سائر البدن کلا او بعضا ثم احدث قبل التیمم لها او فعل ذلك وفنی الماء وتیمم لها ثم احدث ثم مر بماء یکفی لها فلم یغتسل،والثالث من به حدث وحده وهوظاهر وهذه احکامها اما القسم الاول

اس سے ظاہر ہوا کہ امام صدر الشریعۃ کے کلام کا معنٰی یہ ہے کہ محدث کی تین ۳ قسمیں ہیں:

اوّل: وہ جسے صرف جنابت ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی حدث بالکل نہ ہو۔جیسا کہ اس کی صورت کا بیان گزرا۔یا حدث ہو تو وہ جنابت ہی میں مخفی و مستہلک ہو جیسے وہ جنب جس نے پانی مَس نہ کیا۔یا اعضائے وضو کے ماسوا بدن دھولیا۔یا اعضائے وضو اور کسی دوسرے حصّہ کو چھوڑ کر باقی سب دھولیا۔پھر ان سبھی صورتوں میں جنابت سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا۔

دوم: وہ جسے ایسی جنابت ہے جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے۔جیسے وہ جنب جس نے وضو کرلیا یا صرف بعض اعضائے وضو دھولیے یا بعض اعضائے وضو باقی بدن میں سے کل یا بعض

(اذاکان للجنب) المتفرد بالجنابة بدلیل المقابلة (ماء یکفی للوضوء لاللغسل) ای ازالة الجنابة الشاملة کمافی الصورة الاولی او غیرها کمافی الاخیرتین فانه (یتیمم لایجب علیه التوضی عندنا)اذلاحدث معه یستقل بحکم والفرض انه لایخرجه عن جنابته فکان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعی) رضی اللّٰه تعالٰی عنه لماعلمت و(اما) القسم الثانی (اذاکان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء) مستبد بالحکم (فانه یجب علیه الوضوء) قطعالان حدثه مستقل وقدقدر علی ماء یکفی لازالته ولایکفیه التیمم (فا) عـــه ن ا (التیمم الذی یفعله انما یکون (للجنابة) خاصة لعدم الاندراج فیلزم الوضوء (بالاتفاق و) اما القسم الثالث (اذاکان للمحدث) المتفرد بالحدث (ماء یکفی لغسل بعض اعضائه	کے ساتھ دھولے پھر جنابت کا تیمّم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا یا اتنااس نے کیااور پانی ختم ہوگیااور جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر اتنے پانی کے پاس سے گزراجو جنابت کے لئے کافی تھامگراس نے غسل نہ کیا۔ سوم: وہ جسے صرف حدث ہو یہ ظاہر ہے۔اور تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں۔لیکن قسم اول (جب جنب کے پاس) وہ جسے صرف جنابت ہو اس قید کی دلیل یہ ہے کہ مقابلہ میں ایسا جنب مذکور ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہے(اتنا پانی ہو جو وضو کے لئے کافی ہو غسل کے لئے نہیں) یعنی جنابت شاملہ دُور کرنے کے لئے نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے۔یا غیر جنابت شاملہ کے لئے نہیں جیسا کہ بعد والی دونوں صورتوں میں ہے۔(تو وہ تیمّم کرے گا اور ہمارے نزدیک اس پر وضو واجب نہیں)اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو مستقل

عـــه: هذا علی التعلیل وان جعلنا الفاء للتفریع امکن تعلق قوله بالاتفاق بمایلیه علی تقدیر تأخر التیمم عن الوضوء فیکون المعنی (یجب علیه الوضوء) فاذاتوضأ (فالتیمم) الذی یفعله بعدہ یبقی (للجنابة بالاتفاق)لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعدہ ولکن الاول هو الاولی کمالایخفی ۱۲ منه غفرله (م)	یہ اس تقدیر پر ہے کہ ف برائے تعلیل ہے۔اور اگر فاء برائے تفریع مانیں تو ان کے قول بالاتفاق کا تعلق اسی عبارت سے ہوگا جس سے یہ متصل ہے اس تقدیر پر کہ تیمّم وضو کے بعد ہو تو معنی یہ ہوگا (اس پر وضو واجب ہے) تو جب وہ وضو کرلے (تو تیمّم) جسے وہ بعد میں ہی کرے گا (بالاتفاق جنابت کے لئے) باقی رہے گا کیونکہ حدث وضو سے رفع ہوگیااور اس کے بعد پانی بھی ختم ہوگیا۔لیکن اول اولی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

فالخلاف) بیننا وبین الشافعی رضی الله تعالٰی عنه (ثابت ایضا) فی وجوب صرف ذلك الماء وعدمه وھذا کماتری بحمدالله تعالٰی احق باسم الشرح من اسم التأویل اذلیس فیه صرف لفظ عن معناہ واصلا، وانا اجعله ھدیة لروح الامام صدر الشریعة*جعله الله تعالٰی لاصلاح احوالی ومغفرة*ذنوبی ذریعة*انه ھو الرؤف الرحیم*ربنا تقبل منّا انك انت السمیع العلیم*والحمدلله حمدًا کثیرا طیبا مبارکا فیه*وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وذویه*اٰمین۔[1]

حکم رکھتا ہو۔اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی اسے جنابت سے نکال نہیں سکتا تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے (بخلاف امام شافعی کے) رضی اللہ تعالٰی عنہ۔اس کی وجہ معلوم ہوچکی (لیکن) قسم دوم (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے) جبکہ حدث اپنا مستقل حکم رکھتا ہو (تو اس پر وضو واجب ہے) قطعًا کیونکہ اس کا حدث مستقل ہے اور اسے اتنے پانی پر قدرت بھی ہے جو اس حدث کو دُور کرنے کے لئے کافی ہے۔اور اس کے لئے تیمّم کفایت نہیں کرسکتا اس لئے (کہ تیمّم) جو وہ کررہا ہے صرف (جنابت کے لئے ہے) کیونکہ حدث اس میں مندرج نہیں۔تو وضو لازم ہے (بالاتفاق)۔رہی قسم سوم (جب محدث) جو صرف حدث والا ہے (کے پاس اتنا پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے دھونے کے لئے کفایت کرے تو بھی اختلاف) ہمارے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درمیان (ثابت ہے) اس بارے میں کہ اس پانی کو صرف کرنا واجب ہے یا نہیں۔(ان کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک نہیں ۱۲م الف) یہ توضیح جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے تاویل سے زیادہ شرح کا نام دیے جانے کی مستحق ہے۔کیونکہ اس میں کسی لفظ کو اس کے معنی سے پھیرنا بالکل نہیں۔میں اسے امام صدر الشریعۃ کی روح پاک کے لئے ہدیہ کرتا ہوں۔انہیں خدائے برتر میرے احوال کی اصلاح اور میرے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔اور خدا ہی کے لئے حمد ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد،ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔الٰہی قبول فرما۔(ت)

خلاصہ تحقیقات: ان چند مسائل سے واضح تنبیہ ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض ونفاس اور لفظ حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے **اقول:** وبالله التوفیق

مسئلہ (۱): جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو

[1] ماخوذ من شرح الوقایۃ، باب التیمم، المکتبۃ الرشیدیہ دہلی، ۱/۹۵

جیسے سو کر اٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یوں ہی غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اس کے ساتھ کا جیسے جنابت کے لئے تیمّم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بے ٹھا اور اس کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابلِ غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس[۱۰] دن دو[۲] منٹ خون آیا تو جس وقت دس[۱۰] رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اس کے انقطاعِ حیض اور اس پر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریانِ خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدثِ اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصال حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اس پر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ[۱] جب حدث وجنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُن کے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اس کی دو[۲] قسمیں ہیں:

اوّل: کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصّہ محلِ جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اتنی ہی جگہ ہو یا اُس کے علاوہ اور بھی ہم نے اس کا نام حدث مندرج یا مندمج رکھا اس کی بارہ[۱۲] صورتیں ہیں کہ اگر حدث[۱] کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا[۲] حدث بعض میں ہے تو جنابت کل یا (۳) اعضائے وضو سے اُس بعض یا[۴] کے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصّہ میں ہے یہ چار[۴] شکلیں ہُوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف یہیں ہو یا اس کے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل میں بھی تو بارہ[۱۲] ہو گئیں مثلاً:

(۱) جنب[۱] محدث نے وضو نہ کیا باقی کُل بدن دھولیا کہ حدث وجنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا[۲] باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت اُن کے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا[۳] اصلاً پانی نہ چھُوا کہ حدث اُس کُل اور جنابت سارے بدن میں ہے۔

(۲) محدث[۴] نے بعض اعضائے وضو دھولئے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہوئی جس کی تصویر اوپر گزری اب یہ جنابت کل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض[۵] دھولیا یا[۶] کچھ نہیں۔

(۳) جنب[۷] محدث نے بعض اعضائے وضو دھولے اور باقی بدن کُل یا[۸] بعض یا[۹] کچھ نہیں۔

(۴) محدث[۱۰] نے مثلاً دو عضو وضو دھولے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو[۲] میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث دو[۲] عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن دو[۲] اور اُن کے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا بعض[۱۱] دھویا یا[۱۲] کچھ نہیں۔

تنبیہ اوّل: اندراج[۲] حدث کی چھ[۶] صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴۔۵۔۶۔۱۰۔۱۱۔۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متأخر ہوا تو اس بعض سے اس کا ارتفاع دھونے

ہی سے ہوگا اور دھونا جنابت کو بھی زائل کردے گا۔ ہاں باقی چھ[6] میں حدث وجنابت کا تقدم وتاخر دونوں ممکن ولہذا ہم نے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے وباﷲ التوفیق۔

دوم: حدث کُل یا بعض محل جنابت سے جُدا ہو اسے حدث مستقل یا مستبد کہیے۔ اس[1] کی دس[10] صورتیں ہیں کہ حدث کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو یہ بھی چار[4] شکلیں ہوئیں مگر دو[2] پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو[2] پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کُلی کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت وحدث میں ہے لہذا یہ دس[10] ہی صورتیں رہیں، مثلاً:

(۱) جنب[1] نے صرف بعض اعضائے وضو یا[2] ان کے ساتھ باقی کل یا[3] بعض بدن دھولیا پھر حدث ہوا کہ یہ کل اعضائے وضو میں ہے۔

(۲) جنب[4] نے صرف پورا وضو کیا یا[5] باقی بدن کا بھی ایک حصّہ دھو یا پھر حدث ہوا۔

(۳) جنب[6] نے فقط ہاتھ یا (۷) غیر اعضائے وضو کا کُل یا (۸) بعض بھی دھو یا پھر حدث ہوا اور پاؤں دھوئے کہ پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہوگئے اور حدث باقی تین ۳ اعضاء میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف دو ۲ میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے

(۴) جنب[9] نے فقط وضو یا[10] باقی بدن کا بھی بعض دھو یا پھر حدث ہوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے۔

اقول: یہاں[2] کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہوں کہ اس وقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۴۔۵۔۹۔۱۰ میں یا بعض اس وقت یہی ٹکڑا مستقل ہوگا جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہے گا جیسا باقی ۶ میں۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ اقول: استقلال[3] حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل حدث میں اصلاً نہ ہو یا ہو تو اُس کے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کُل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے نہ اُٹھے گی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کردے گا۔

ثم اقول: تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں چونتیس[34] احتمال عقلی ہیں کہ حدث[1] اگر کُل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت کُل یا[2] بعض میں ہو یا[3] ان میں کہیں نہیں اور[4] اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل اعضائے وضو یا[5] اُسی حدث والے حیض کے کُل یا بعض[6] یا بعض[7] دیگر کے کُل یا بعض[8] یا بعض[9] اول کے کُل اور دیگر کے بعض یا[10] بالعکس یا[11] دونوں بعضوں کے بعض یا[12] کسی میں نہیں۔ یہ بارہ[12] شکلیں ہوئیں جن میں سوم ودوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں اور باقی دس[10] ثلاثی۔ ان میں بارہ[12] صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کُل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض

کے ساتھ کہ ۷،۸،۱۰،۱۱ ہیں اور ہر ایک ثلاثی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصّہ جسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُس کے کُل یا بعض میں جنابت ہے اور پہلے حصّے کے کُل میں حدث ہے اور اس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے اب اگر جنابت پہلے ہے اُس کے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصّہ بےپُورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہوسکتا ہے اور جب دھو یا جائے گا جنابت کو بھی رفع کردے گا اُس کے کُل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور حدث پہلے ہے اُس کے بعد جنابت بے حدث ہوئی تو پہلے حصے کا جب تک کُل یا بعض نہ دھو یا گیا اس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھو یا گیا تو کُل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُس کے کُل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث وجنابت ساتھ ہوں تو دونوں استحالے ہیں لہٰذا ان ۳۴ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج ۱۰ مستقل۔

مسئلہ ۲(ا): حدث مندرج کوئی حکم جُداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک ومستغرق ہوجاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اس کی بارہ[۱۲] صورتوں سے ۱و ۷ جن میں جنابت وحدث باہم منطبق ہیں ایک دوسرے سے باہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کو کافی ملا تو ضرور استعمال کرے گا اُسی میں جنابت وحدث دونوں زائل ہوجائیں گے۔ نہ ملا نہ کرے گا دونوں رہیں گے، ہاں باقی دس صورتوں میں اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہوگا۔

مسئلہ ۳: صورت سوم میں کہ پُورا نہانا درکار ہے اور کُل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضوئے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کر پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہائے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لئے کافی پانی موجود ہے اور اس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُس کے گنجائش ہے بایںہمہ وضو نہ کرے صرف تیمّم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴: یوں ہی صورت ۶ میں کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن ہے کہ اُس کے لئے ایک ہی چلّو درکار ہوتا اگر اتنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمّم پر قانع ہو۔

مسئلہ ۵: یوں ہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصّہ اور اُن کے علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر اُنہیں وجوہ سے اس پر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُس پر قادر جب بھی صرف تیمّم کرے۔ غرض تضاعیف ۳ کی چاروں ۴ صورتیں ایک حکم رکھتی ہیں۔

مسئلہ ۶: باقی ۶ صورتوں ۲۔۴۔۵۔۸۔۱۰۔۱۱ میں جنابت کے لئے جتنا دھونا درکار ہے

اگراسکے لیے پانی یاوقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اس کے لئے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتدبہار کھتا ہو جب توان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمّم کرے۔

ولایلزم فیھا ولا فی الصورتین و تلفیق الطھارت من ماء و تراب بل یسقط ما تقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط کما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول۔	ان میں اور صورت ۹۔۱۲ میں طہارت کو پانی اور مٹی سے خلط کرنا لازم نہیں آتا بلکہ پہلے جو ہو چکا ساقط ہو جائے گا اور وہ صرف تیمّم سے ادا کرنے والا ہوگا، جیسا کہ دلیل اول میں امام عینی کے حوالے سے ہم نے پیش کیا۔(ت)

مسئلہ ۷: ان چھ[۲] صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہوناظاہر اصورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث ہو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہے کہ مطلوب حدث کے لئے پانی پایا اور اس کے دھونے پر قادر ہے تو عجز کہیں نہ ہوا لہٰذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جس قدر مطلوب جنابت سے بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے۔اور اگر فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں اس حصہ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہے اور تیمّم کی اجازت اب بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہے اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لئے تیمّم کرے فانہ ھو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ما تقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لفقد شرطہ العجز (کیونکہ یہی تلفیق ممنوع ہے اور سابق کے ساقط ہونے کا امکان نہیں اس لیے کہ تیمّم اپنی شرط۔عجز۔کے فقدان کی وجہ سے اس کے قائم مقام نہیں۔ت) بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔یہی حکم یہاں سے بہر حال حدث کے لئے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں۔

مسئلہ ۸: باقی چار صورتوں ۲۔۵۔۸۔۱۱ میں کہ تین کے فصل متوالی سے ہیں نظر کی جائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہے یہ مجموعہ زائد ہے یا اس کے علاوہ اب جو جنابت کے لئے دھونا ہے وہ زیادہ ہے۔بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمّم۔وجو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ اعضائے وضو کل یا بعض جس قدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ ان کا نام مطلوب حدث ہے اتنے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ت) اور جتنا بدن بعد جنابت دھل چکا اُس کا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا

نام مقدور رکھئے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہے اسے دوسرا فریق کیجئے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دھل چکا یہ فریق اول تمام اعضائے وضو دونوں فریقوں میں مشترک ہیں مشترک ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں میں نسبت دیکھی جائے جو دھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لے ے اور باقی بدن سے جتنا نہ دھلا تھا اس پر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمّم۔

مسئلہ ۹: یونہی صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت و حدث دونوں سے دھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث ومطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے لہٰذا باقی ہی بدن کے دونوں حصہ مغسول و غیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمّم۔

مسئلہ ۱۰: صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں کل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دھل چکے تھے مقدور میں شامل ہونگے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمّم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہوگیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جس قدر حدث میں نہ دھلے تھے اب دھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دھل چکے تھے ان پر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمّم۔

مسئلہ ۱۱: صورت ۱۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں مع زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہو کر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن نہ دھلے انہیں جنابت کے لئے اور باقی بدن کے لئے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمّم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دھلا اس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو تو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمّم۔

تنبیہ: یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصّہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شاملِ مقدور ہوگا۔

تنبیہ: جتنے حصہ میں فی نفسہ ضرر نہ ہو مگر اس کے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جس میں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کمانصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیساکہ علمانے اس کی تصریح کی ہے اور خدائے پاک وبرتر خُوب جاننے والا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲: جس طرح ابتدا میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمّم کو مانع نہیں یوں ہی اگر پانی اصلًا نہ تھا اور تیمّم کرلیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کرگیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو کافی ہے جب بھی اُس کے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمّم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹے گا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمّم جنابت کا تھا اور اُس کے قابل پانی نہیں بفضلہٖ عزوجل یہ تمام احکام ومسائل وتفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اس کے غیر میں نہ ملیں گے۔

ذکرناھا تفقھا ونرجو من ربنا اصابۃ الصواب* والحمدللہ العزیز الوھاب* وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب* واٰلہ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب*	ہم نے یہ تفقّہا بیان کیے اور ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ صواب ودرستی کو ہم نے پالیا اور تمام تعریف عزّت والے بہت عطافرمانے والے خدا کے لئے ہے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو بہت رجوع لانے والے آقا، ان کی آل، ان کے اصحاب اور ان کی امت پر روزِ حساب تک۔(ت)

مسئلہ ۱۳: حدث[1] مستقل ہے اس کے لئے تیمّم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائے گا جو اس کے لئے کافی ہو مطلوب جنابت سے عجز اُس کے لئے تیمّم جائز نہ کرے گا مثلًا استقلال[2] کی صورت نہم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لئے اتنا پانی درکار ہے جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لئے صرف اس پور کو۔ اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھوسکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لئے تو تیمّم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کرے گا تو تیمّم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھولے کہ حدث مستقل سے فارغ ہوجائے جنابت کے لئے تیمّم کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمّم کیا کہ دونوں کے لئے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمّم

جداجدا اپنی شرط کا پابند رہے گا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمّم ٹوٹ جائے گا اسے دھونا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۲ کہ اُس میں تیمّم صورۃً ومعنیً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لئے کافی پانی سے نہ جائے گا جب تک جنابت کو کافی نہ ہو۔

مسئلہ ۱۵: جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمّم سے ہوئی ہو پانی سے کوئی حصّہ نہ دھویا ہو اُس کے بعد جو حدث ہوگا تمام وکمال مطلقاً مستقل رہے گا کہ جنابت رفع ہوچکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنی مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہُوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمّم کا حکم تھا تیمّم کرلیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لئے بھی تیمّم ہی کافی ہُوا تھا اب بھی تیمّم کرلوں یہ نہیں ہوسکتا کہ جنابت کے لئے تو تیمّم کرچکا وہ حدث سے نہ ٹوٹے گا جب تک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمّم جنابت کے لئے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لئے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اس کے لئے تیمّم کیسے کرسکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے۔

مسئلہ ۱۶: ہاں اگر جنب نے پانی نہ پاکر تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر قابلِ جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمّم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت وحدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اس کے لحاظ سے وہی صور اندراج واستقلال جاری ہوں گی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لئے صرف تیمّم کیا تھا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جس میں اعضائے وضو بھی داخل لہٰذا حدث کہ مستقل تھا اب مندرج ہوگیا اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کرلیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہے گا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پلٹے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ (اور اسی پر قیاس کیا جائے۔ت) یوں ہی اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہوا تو انہیں تفاصیل واحکام پر رہے گا اگر بعد جنابت وعود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہ مندرج ہوجائے گا اور اگر پہلے یا اب وضو کرلیا تھا اس کے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہے گا اور اگر بعض اعضائے وضو دھولئے تھے تو اس قدر میں مستقل باقی میں مندرج۔

واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم*وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم*وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد النبی الکریم الاکرام*الحبیب الرؤف الارأف الرحیم الارحم*وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم* قادتنا	اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔اور خدائے برتر درود نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد نبی کریم اکرم،حبیب مہربان،مہربان تر،رحیم ارحم پر اور ان کی آل واصحاب سرداران اقوام پر جو راہِ راست کی جانب ہماری قیادت کرنے والے

الی الطریق الامم* وابنه وحزبه وامته وبارك وسلم* ابد الأبدین* والحمد لله ربّ العٰلمین*	ہیں اور ان کے فرزند، ان کے گروہ وان کی امت پر اور برکت و سلام سے بھی نوازے ہمیشہ ہمیشہ، اور تمام تعریف سارے جہانوں کے مالک خدا کے لئے ہے۔ (ت)

رسالہ

مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ

(حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی جلّی الشمعۃ* شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ* حمدا بریاعن الریاء والسمعۃ* اذاظھر انوار من عید الجمعۃ* وفتح بنورہ بصر المؤمن وسمعہ* واتم بظھورہ قلع کل ضلال وقمعہ* صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم ابد الصلاۃ وسلاما وبرکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ* اٰمین۔اللہ	تمام حمد خدا کے لئے جس نے شمع فروزاں کی، شمع اسلام کو بھرپور تابندگی کے ساتھ جلوہ گر گیا، ایسی حمد جوریا وسمعہ سے پاک ہو اس لئے کہ اس نے اس ذات کے انوار ظاہر کیے جس نے جمعہ کو عید بنایا اور جس کے نور سے مومن کی بصارت وسماعت کھولی، اور اس کے ظہور سے ہر گمراہی کا قلع قمع تام کیا اس ذات پر خدائے برتر کی طرف سے درود اور برکت وسلام ہو، ایسا درود وسلام اور ایسی برکتیں جو حضور کے سبھی لوگوں کو عام اور ان کی پُوری جماعت کو ہمہ گیر ہو الٰہی قبول فرما۔(ت)

رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں مسئلہ لُمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُن کے بیان میں یہ سطور ہیں وباللہ التوفیق (اور یہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے۔ت) جنب نے بدن کا کچھ حصّہ دھو یا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو ورفع حدث میں

صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں یا کیا۔ یہ مسئلہ لُمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصّہ بدن ہے جو بعد جنابت سے لانِ آب سے رہ گیا۔

اقول: یہاں تین تقسیمیں ہیں:

تقسیم اوّل: بلحاظ محل لمعہ۔ اُس میں سات احتمال ہیں:

(۱) وہ لُمعہ خود یہی اعضائے وضو ہوں انہیں کو غسل میں نہ دھو یا تھا پھر حدث بھی ہوا، اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہو چکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہوگی جن کا وضو میں دھونا فرض ہے جس پر پانی کی کفایت و عدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کردے ولہٰذا محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مُنہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ ~~تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ واستنشاق کو تو اُس پر وضو فرض ہے تیمّم جائز نہیں اور بعد تیمّم~~ اتنا پانی پائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) لُمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھو یا تھا اگرچہ اسی قدر کہ مضمضہ واستنشاق نہ کیا تھا۔

(۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی ان کے سوا تمام بدن مع دہان وبینی اور ان میں سے بعض دھو لیے تھے بعض باقی۔

(۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھو یا یا مثلاً صرف منہ دھونا اور مضمضہ باقی تھا۔

(۵) لُمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے۔

(۶) لمعہ اعضائے وضو سے جُدا بعض باقی بدن ہوا اگرچہ اسی قدر کہ پُورا نہایا اور مضمضہ واستنشاق نہ کیا۔

(۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ واستنشاق کیا۔

تقسیم دوم: بنظرِ ترتیب حدث و تیمّم و وجدان آب۔ علما نے کچھ مفصّل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمّم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُس کے لئے تیمّم کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول:** یہاں چار چیزیں ہیں:

(i) تیمّم جنابت

(ii) حدث

(iii) تیمّم حدث

(iv) وجدان آب

ان کے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس [۲۴] ہیں لیکن یہاں چند نکتے ہیں کہ اُن میں سے بہت کو کم کردیں گے۔ **اولاً:** وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے،

ولھذا لما ذکر الامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی ما اذا وجد الماء بعد التیمم للجنابۃ لم یزد علی انہ ان کفاہ غسل والا فتیممہ باق [1]۔	اسی لئے جب امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں تیمّم جنابت کے بعد پانی ملنے کی صورت بیان کی تو اس سے زیادہ نہ کہا کہ "وہ پانی اگر کافی ہو تو غسل کرے ورنہ اس کا تیمّم باقی ہے۔(ت)

تو چوبیس [۲۴] میں وہ چھ [۶] جن کی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمّم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یوں ہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آب وسط میں آئے تصویر اس پر ختم کردی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے۔

ثانیا: مذہب صحیح [۱] و معتمد پر نیت تیمّم میں تعیین حدث وجنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وہ چھ [۶] جن کی ابتدا میں تیمّم جنابت ہے اور وہ چھ [۶] جن کے آغاز میں تیمّم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجئے تو تیمّم حدث پیش از حدث باطل ہے یوں بھی یہ چھ [۶] نکل جائیں گے۔

ثالثا: جس ترتیب میں دونوں تیمّم متصل واقع ہوں ایک واجب الحذف ہے کہ تیمّم [۲] بعد تیمّم لغو ہے یوں ان ۱۸ سے پانچ رہ جائیں گی اور اس ایک سے مل کر ۶۔ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمّم وحدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمّم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو [۲] یہاں قابلِ لحاظ نہیں کہ اُن میں حدث وجنابت کا اجتماع ہی نہیں۔ اور اُن کا حکم خود ظاہر، پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمّم دُوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمّم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں، باقی چار [۴] یہ ہیں:

(۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمّم نہ کیا تھا، یہ دومِ متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار [۴] چیزوں سے اس میں دو [۲] ہیں۔

(۲) حدث ہوا پھر تیمّم کیا پھر پانی پایا۔

(۳) تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں۔

(۴) تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمّم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے۔

ثم اقول: مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث وجنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کے

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی

قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صور تکمیل اقسام کے لئے ہیں یہ سوال وہیں عائد ہوگا جہاں حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہیں رکھتا نہ وہ اپنے لئے پانی کا طالب، اور ہم رسالہ الطلبة البدیعه میں واضح کرچکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کُل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی [عہ] یا موقت کے بعد حادث ہو اور حدث جب حادث ہوگا کُل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جس پر اس مسئلہ لُمعہ میں کلام ہے اقسام مسطورہ رسالہ مذکورہ سے صورتِ اولٰی کے اقسام پر ہے جس میں حدث کُل اعضائے وضو میں تھا اُس کی آٹھ قسمیں تھیں جنابت کُل یا بعض اعضائے وضو میں تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو میں اصلا نہ ہو صرف بعض یا کُل باقی بدن میں ہو ان میں سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن میں ہو یہاں نہیں کہ کلام لمعہ میں ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن میں جنابت ہوئی باقی سات [۷] یہی سات [۷] ہیں جو ابھی تقسیم اوّل میں مذکور ہوئیں۔ یہ ان چار [۴] انواع تقسیم دوم سے مل کر اٹھائیس [۲۸] ہوئیں مگر ان میں چار [۴] وہ ہیں جن میں حدث اصلاً مستقل نہیں یعنی تقسیم اول کی دو [۲] قسم پیشین جن میں جنابت جمیع اعضائے وضو میں ہے تقسیم دوم کی دو [۲] نوع اوّل سے مل کر جن میں حدث تیمّم جنابت سے پہلے ہے لہٰذا یہ چار [۴] اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں۔

اقول: اور ان کا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لئے کافی دیکھا جائے گا اگر ہے اُس کا دھونا واجب اُس کے ساتھ حدث خود ہی دُھل جائے گا ولہٰذا پہلی صورت میں کہ جنابت صرف کُل اعضائے وضو میں تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کے لئے، اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہیں تو استعمال اصلاً ضروری نہیں اگرچہ وضو کے لئے کافی ہو ہاں تقلیل لمعہ کے لئے اسے استعمال کرے گا جس میں اختیار رہے گا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن میں جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن میں ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لُمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پُورا کرے اور کُچھ لمعہ دھوئے ہاں دونوں صورتوں میں وضو اولٰی ہے کہ ادائے سنّت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبة البدیعة (جیسا کہ کافی اور عتابی کی شرح زیادات کے حوالے سے الطلبة البدیعة میں گزرا۔ت) باقی رہیں چوبیس [۲۴] اُن میں اٹھارہ [۱۸] کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتوں قسمیں تقسیم دوم کی اخیرین سے مل کر چودہ [۱۴] ہوئیں اس لئے کہ حدث بعد تیمّم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اوّل کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے مل کر چار ہوئیں اس لئے کہ یہاں جنابت خود ہی اعضائے وضو میں نہیں تو حدث اگرچہ اُس کے

عہ: بعد جنابت اگر پُورا وضو کرلیا کل اعضائے وضو سے جنابت کا زوال کُلّی ہوگیا اور بعض دُھلے تو بعض سے اور اگر صرف تیمّم کیا تو کُل اعضا سے وقت وجدان آب تک زوال ہوا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تیمّم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ[6] یعنی تقسیم اول کی ۳۔۴۔۵ تقسیم دوم کی ۱۔۲ سے مل کر ان میں پورا حدث مستقل نہیں بلکہ اُتنے ہی حصّہ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے ان ۱۸ میں حدث پورے وضو کا پانی چاہے گا اور ان چھ[6] میں صرف اُتنا جو اس حصہ کو دھودے جس میں یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دے گا۔

تقسیم سوم: پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس میں علماء نے پانچ اصناف فرمائیں:

(۱) صرف وضو کو کافی

(۲) صرف لمعہ کو کافی

(۳) مجموع کو کافی

(۴) ہر ایک کو جدا جدا کافی کہ چاہے وضو کرلے یا لُمعہ دھولے دونوں نہ ہوسکیں۔

(۵) اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل (۱) شرح طحاوی و (۲) خزانۃ المفتین و (۳) منیہ و (۴) حلیہ و (۵) شرح وقایہ و (۶) ردالمحتار میں وضو و لمعہ سے تعبیر فرمائی۔

وانا اقول: تعبیر[1] حدث وجنابت سے جس طرح خلاصہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حق[2] تعبیر تقےید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر، اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ[6] صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُس کے لئے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ اُتنے ٹکڑے کو۔

والکافی(۳) والھندیۃ وان عبرا بالحدث واللمعۃ فقد قالا لوصرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا[1]۔	اور کافی وہندیہ میں اگرچہ حدث ولمعہ سے تعبیر کی پھر بھی یہ فرمایا "اسے اگر وضو میں صرف کیا تو بالاتفاق جائز ہے"۔
وقال فی الکافی فی الاٰخر ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ای لبقیۃ بدنہ اولمواضع وضوئہ[2] اھ۔	اور کافی کے اندر آخر میں فرمایا "پھر اتنا پانی پایا جو دونوں میں سے ایک کے لئے کافی ہے یعنی بقیہ بدن کے لئے یا مواضع وضو کے لئے" اھ
وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسألۃ اللمعۃ لوتوضأ بذلک الماء لم یجز[3] اھ۔	سراج وہاج اور منحۃ الخالق میں لمعہ کے مسئلہ میں فرمایا "اگر اس پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں" اھ،
وصدر(۴) الشریعۃ وان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ	اور صدر الشریعۃ نے اگرچہ دو جگہ حدث وجنابت سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[2] کافی

[3] منحۃ الخالق مع البحر، باب التیمم، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۳۹

غیر ان عبارته ابعد العبارات عن احاطة الاقسام لتخصیصه الکلام بلمعة فی الظهر فقد اختار القسم السادس من الاقسام السبعة عینا وبالجملة الظاهر المتبادر من کلامهم رحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم قصر الکلام علی القسمین الاخیرین الذین فیهما الحدث خارج اعضاء الوضوء والله تعالٰی اعلم بمراد عباده۔	تعبیر فرمایا سوا اس کے کہ لمعہ پشت سے کلام خاص کردینے کی وجہ سے ان کی عبارت احاطہ اقسام کے معاملہ میں سب سے زیادہ بعید ہے۔ پھر انہوں نے ساتوں اقسام میں سے قسم ششم خاص طور سے اختیار کی بالجملہ کلمات علماء سے ظاہر متبادر یہی ہے کہ کلام ان اخیر دو قسموں میں محدود ہے جن میں حدث اعضاء وضو کے باہر ہے۔ خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے اور خدائے برتر کو اپنے بندوں کی مراد خوب معلوم ہے۔ (ت)

ثم اقول: تقسیم اوّل کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہوسکیں گی۔

قسم اوّل میں صرف دو[2] ہوں گی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو و لمعہ متحد ہیں تو پہلی عـہ۱ تین[3] صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔ لہٰذا قسم عـہ۲ اوّل کہ دو[2] نوع آخر سے دو[2] تھی ان دو[2] صنفوں سے چار[4] ہوئی۔

قسم دوم میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم و چہارم محال تو یہ قسم دو[2] نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ[6] ہوئی۔

قسم سوم میں دو[2] نوع آخر کے ساتھ پُورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہٰذا یہاں بھی تین[3] ہی صنفیں ہوں گی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں۔ یہاں اول و چہارم محال اور دو[2] نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہے گا اور اب پانچوں صنفیں ہوں گی کہ یہاں اعضائے وضو دو[2] حصّے ہوگئے ایک میں جنابت ہے جو بعد جنابت نہ دھو یا تھا دوسرے میں حدث مستقل اب ہوسکتا ہے کہ پانی[1] صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصّہ چھوٹا ہو یا[2] صرف جنابت کو جبکہ وہ حصّہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا[3] پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہے یا[4] ہر حصّے کو جدا جدا جبکہ وہ

عـہ۱: یایوں کہیے کہ پہلی دو بھی ناممکن صرف سوم و پنجم ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجموع کو کافی ہونے کے یہ معنی کہ اُس سے دونوں ادا ہوسکیں یہ یہاں حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـہ۲: یہ اختلاف تعبیر ملحوظ رہے کہ قسم سے مراد تقسیم اوّل کے اقسام ہیں اور نوع سے تقسیم دوم کے اور صنف سے تقسیم سوم کے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دونوں برابر ہوں یا کم وبیش اور پانی بڑے کو کافی ہے نہ مجموع کو یا[5] کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس[10] یہ چھ[6] وہ سولہ[16] ہوئیں۔

قسم چہارم: چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو[2] نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو[2] نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو و بعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں رُو وپشت سے دو[2] دو[2] انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلٰثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا و قس علیہ تو یہ قسم بیس[20] ہوئے۔

قسم پنجم: ہر نوع کے ساتھ چار رہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محلِ وضو سے زائد ہے تو یہاں صنفِ دوم ناممکن ہے اور یہ قسم سولہ[16]۔

قسم ششم: میں بہر حال پانچوں ہو ناظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور، تو یہ بھی بیس[20] ہے۔

قسم ہفتم: میں صنف دوم محال اور مثل پنجم سولہ[16]۔ لہٰذا مسئلہ لُمعہ میں **سب صورتیں اٹھانوے**[98] ہُوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگرچہ ظاہر متبادر اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ[15] ورنہ احاطہ بہر حال نہیں ہوسکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور در کنار تفصیل مسئلہ اس وقت دس[10] کتابوں سے پیش نظر شرح[1] مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر[2] خزانۃ المفتین، [3]خلاصہ، [4]کافی پھر[5] ہندیہ، [6]منیہ، [7]حلیہ پھر [8]ردالمحتار، [9]سراج وہاج، [10]صدرالشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کرکے باقی کا اُس پر حوالہ کر دیا اور البحرالرائق نے زیر قول مصنّف لبعدہ میلا ضمنًا صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا۔ منیہ نے صرف نوعِ اوّل لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں۔ خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا۔ کافی وہندیہ نے نوعِ چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم وسوم میں صرف صنف چہارم۔ شرح طحاوی وخزانۃ المفتین وحلیہ وردالمحتار نے دو[2] نوع اخیر میں پانچوں صنف۔ شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرمادیا۔ عبارت یہ ہیں:

منیہ: جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذاکان الماء یکفی للمعۃ	**منیہ:** کسی جنب نے غسل کیا، لُمعہ رہ گیا اور اس کے پاس پانی نہیں تو لمعہ کے لئے تیمّم کرے اور اگر حدث ہونے کے بعد پانی پاجائے تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے جبکہ پانی لمعہ کے لئے کفایت کرتا ہو

ولایکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء لاللمعة یتوضأ ویتیمم عــه لاجل اللمعة وان کان الماء یکفی لاحدھما علی الانفراد فانه یغسل اللمعة ویتیمم للحدث[1] اھ۔	اور وضو کے لئے کفایت نہ کرتا ہو۔اور اگر وضو کے لئے کفایت کرے لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کی وجہ سے تیمّم کرے اور اگر پانی تنہا کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لُمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اھ۔
خلاصه: اغتسل وبقی لمعة یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعة ولایتیمم فان عــه احدث قبل غسل اللمعة ثم وجد الماء ان کفی ھما صرفه الیھما وان کان لایکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممه للجنابة باق یستعمل ذلك الماء فی اللمعة لتقلیل الجنابة	**خلاصہ** غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمّم کرے پھر اگر پانی مل جائے تو لمعہ دھوئے اور تیمّم نہ کرے۔اگر لمعہ دھونے سے پہلے اسے حدث ہو پھر اسے پانی ملے اگر دونوں کے لئے کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے اور اگر دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو تو حدث کے لئے تیمّم کرے اور اس کا تیمّم جنابت باقی ہے۔وہ پانی تقلیل جنابت کے لئے لُمعہ میں استعمال کرے گا۔

عــه۱: قوله ویتیمم لاجل اللمعة ساقط من نسخة شرح علیھا الشارحان المحققان فانصرف الکلام الی ماوجد الماء بعد التیمم للمعة وھو ثابت فی نسخة المتن فوجب ان یکون الکلام فی وجدان الماء قبل التیمم لھما ولزم ان یکون المراد اللمعة فی غیر اعضاء الوضوء کالصورة الاولی فی شرح الوقایة منه غفرله (م)

لفظ "ویتمم لاجل اللمعة" (اور لمعہ کی وجہ سے تیمّم کرے) اس نسخہ سے ساقط ہے جس پر دونوں محقق شارحوں نے شرح کی ہے تو کلام لمعہ کا تیمّم کرنے کے بعد پانی پانے والی صورت کی طرف راجع ہوگیا اور یہ لفظ متن کے نسخہ میں ثابت ہے تو ضروری ہے کہ دونوں کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملنے کی صورت میں کلام ہو۔اور لازم ہے کہ وہ لمعہ مراد ہو جو اعضائے وضو کے علاوہ میں ہو جیسے شرح وقایہ کی صورت اولٰی ۱۲منہ غفرلہ (ت)

عــه۲: قوله احدث ای بعد التیمم للمعة بدلیل قوله یتیمم الحدث وتیممه للجنابة باق ۱۲ منه غفرله (م)

"اسے حدث ہو" یعنی لمعہ کا تیمّم کرنے کے بعد جس پر یہ عبارت دلالت کررہی ہے: "تو حدث کے لئے تیمّم کرے اور اس کا تیمّمِ جنابت کرے اور اس کا تیمّمِ جنابت باقی ہے"۔۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص۶۰

فان کفی لاحدھما دون الاُخر صرف الیه وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعة ویتمّم للحدث [1] اھ۔ **کافی و ہندیه**: جنب اغتسل وبقی لمعة یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم عـه۱ (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفه الیھما وان کفی معینا صرفه الیه والتیمم للاُخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفه الی اللمعة واعاد تیممه للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لایعید فان عـه۲ لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کمافی الھندیة) قبل غسل اللمعة لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف عـه۳ واحدا بقی تیممھا جنب	اگرایک کے لئے کافی ہو دُوسرے کے لئے نہیں تواسی میں اسے صرف کرے اور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اھ، **کافی وہندیہ** کسی جنب نے غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمّم کرے، اگر تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کرے پھر اگر حدث کا تیمّم کرلینے کے بعد اتنا پانی ملاجو دونوں کو کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے۔اور اگر کسی ایک معین کے لئے کافی ہو تو اسی میں صرف کرے اور دوسرے کا تیمّم باقی ہے۔اور اگر کسی ایک کے لئے غیر معین طور پر کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے اور اپنے تیمّم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمّم نہ کیا تھا تو لمعہ دھونے سے

عـه : ای تیمم للمعة ثم احدث فتیمم له ثم وجد الماء ۱۲ منه غفرله (م)	یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمّم کیا پھر اسے پانی ملا ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عـه : ای تیمم للمعة ثم احدث فوجد الماء قبل ان یتیمم له وھو یکفی لاحدھما غیر معین فان غسل اللمعة ثم تیمم للحدث جاز بالاتفاق وان عکس ففیه خلاف ۱۲ منه غفرله (م)	یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملاجو دونوں میں سے ایک کے لئے غیر معین طور پر کافی ہے۔تو اگر لمعہ دھولیا پھر حدث کا تیمّم کیا تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر برعکس کیا تو اس میں اختلاف ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عـه : رجع الی الکلام السابق اکمالا للتخمیس ۱۲ منه غفرله (م)	پانچویں صورت کی تکمیل کے لئے کلام سابق کی جانب رجوع کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الموضوع فی الفلوات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

علی بدنه لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم لهما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدهما غیر عین صرفه الی اللمعة ویعید التیمم للحدث عند محمد[1]۔	پہلے (حدث کا جیساکہ ہندیہ میں ہے) تیمّم کرلیاتوامام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔اور اگر ان میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمّم باقی ہے۔
جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ فان عـہ۱ توضأ وتیمم لجنابته فاحدث تیمم لحدثه فان وجد ماء یکفی لاحدهما صرفه الی الجنابة ویعید تیممه للحدث عند محمد[2] اھ۔	کوئی جنب جس کے بدن پر لُمعہ ہے اُسے تیمّم سے پہلے حدث ہواتو دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کرے پھر اگر اتنا پانی ملے جو غیر معین طور پر کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اُسے لمعہ میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک حدث کے تیمّم کا اعادہ کرے۔
حلیه وردالمحتار: الواجد للماء بعد ماتیمم للجنابة ثم احدث بعد ذلك علی وجهین احدهما ان یجد الماء قبل عـہ۲ ان یتیمم للحدث فالماء اما ان یکون کافیا للمعة والوضوء فیغسلها ویتوضأ	کسی جنب کے پاس وضو کے لئے بقدر کفایت پانی ہے تو وہ تیمّم کرے اور وضو نہ کرے پھر اگر اس نے وضو کرلیا اور جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہواتواپنے حدث کا تیمّم کرے اب اگر

عـہ۱ **اقول**:ای عبثا عند هذا الامام ومن معه اومقللا للجنابة عند الاکثرین اوخارجا عن الخلاف کما بحثت ۱۲ منه غفرله(م)	**اقول**: یعنی اس امام اور ان کے موافق حضرات کے مذہب پر عبث وبے فائدہ طور پر وضو کرلیا یا اکثر حضرات کے نزدیک تقلیل جنابت کے لئے وضو کرلیا یا اختلاف سے نکلنے کے لئے وضو کیا جیسا کہ میں نے بحث کی ۱۲منہ غفرلہ (ت)
عـہ۲ **اقول**:القبلیة(۱) لاتقتضی وجود مدخولها قال تعالٰی قل لوکان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر ان تنفد کلمٰت ربی فالمعنی	**اقول**: قبلیت اپنے مدخول کے وجود کی مقتضی نہیں۔ارشاد باری تعالٰی ہے:"تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں" (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] فتاوٰی ہندیہ مایںقض التیمم پشاور ۲۹/۱

[2] کافی

واما غیرکاف لاحدھما فیتیمم للحدث واماکافیا للمعۃ دون الوضوء فیصرفه الی اللمعۃ ویتیمم للحدث واما کافیا للوضوء دون اللمعۃ فیتوضأ ولایغسل اللمعۃ ولایتیمم لھا واما کافیا لاحدھما غیرعین فیغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث الوجه الثانی ان یجد الماء بعد ان یتیمم للحدث[1] الخ فیه ذکر الخمسۃ علی نحومامر۔	اتنا پانی ملا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہے تو اسے جنابت میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک تیمّم حدوث کا اعادہ کرے" اھ **حلیہ و ردالمحتار** وہ جسے تیمّم جنابت کے بعد پانی ملے پھر اس کے بعد اسے حدث ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے پانی ملے تو پانی اگر لمعہ اور وضو دونوں کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور وضو کرے اور اگر پانی کسی ایک کے لئے ناکافی ہو تو حدث کا تیمّم کرے۔ اگر لمعہ کے لئے کافی ہو وضو کے لئے نہیں تو پانی لمعہ کے لئے صرف کرے حدث کے لئے تیمّم کرے، اور اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کو نہ دھوئے، نہ ہی اس کے لئے تیمّم کرے اور اگر غیر معین طور پر کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے دُوسری
شرح طحاوی وخزانۃ المفتین المسافر اجنب فاغتسل ثم علم انه بقی لمعۃ فانه یتیمم لانه لم یخرج عن الجنابۃ	

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد الماء من دون ان یتیمم قبله للحدث والا فالتیمم بعدہ للحدث لیس فیما اذا کفی لھما معا اوللوضوء خاصۃ وقس علیه قول الخلاصۃ احدث قبل غسل اللمعۃ بل وقول شرح الطحاوی الاٰتی وجد الماء بعد ماتیمم قبل الحدث فان وجود الحدث بعدہ غیر ملحوظ فیه وان کان لابدمنه عاش اومات علی قول ان الموت حدث کماھو الراجح عندنا ۱۲ منه غفرله (م)

تو معنی یہ ہوا کہ جنابت کا تیمّم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر پانی پایا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے حدث کا تیمّم کیا ہو۔ ورنہ اس کے بعد حدث کا تیمّم اس صورت میں نہیں جب دونوں ہی کے لئے پانی کافی ہو یا صرف وضو کے لئے کافی ہو۔ اسی پر خلاصہ کی عبارت "لمعہ دھونے سے پہلے حدث ہُوا" کاق یاس کیا جائے بلکہ شرح طحاوی کی آنے والی اس عبارت کا بھی "اسے پانی ملا اس کے بعد کہ تیمّم کرچکا حدث سے پہلے"۔ کیونکہ اس کے بعد حدث کا وجود ملحوظ نہیں اگرچہ اس سے مفر نہیں جئے یا مرے اس قول پر موت حدث ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

لبقاء اللمعة ولواحدث قبل التيمم يتيمم تيمما واحدا للمعة والحدث جميعا كما اذا احدث مرارًا لايجب عليه اكثر من وضوء واحد ولواحدث بعد التيمم ثم وجد الماء [عہ۱] فهو على خمسة اوجه اذا كفا هما جميعا يغسل اللمعة ويتوضأ للحدث وان كان لايكفيهما [عہ۲] يغسل مقدار مايكفيه حتى تقل الجنابة ويتيمم ولوكفى للمعة [عہ۳] يغسل اللمعة ويتيمم للحدث ولوكفى للوضوء دون اللمعة ويتيمم للحدث ولوكفى للوضوء دون اللمعة يتوضأ ولايغتسل اللمعة وهو كالجنب اذا تيمم ثم احدث ثم وجد الماء يكفيه للوضوء يتوضأ به ولوكفى لكل على الانفراد لاجميعًا يغسل اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم يتيمم للحدث ولوبدأ بالتيمم ثم غسل اللمعة لايجوز وعليه ان يتيمم بعد الغسل وفى النوادر ان عليه [عہ۴]

صورت یہ کہ حدث کا تیمّم کرنے کے بعد پانی ملے۔الخ اس میں بھی سابق کی طرح پانچ صورتیں ذکر کیں"۔

شرح طحاوی وخزانۃ المفتین مسافر کو جنابت لاحق ہُوئی تو اس نے غسل کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ لمعہ رہ گیا تو وہ تیمّم کرے اس لئے کہ لمعہ باقی رہ جانے کی وجہ سے وہ جنابت سے باہر نہ ہوا اور اگر قبل تیمّم اسے حدث ہوا تو لمعہ اور حدث دونوں کے لئے ایک ہی تیمّم کرے جیسے بار بار حدث ہو تو اس پر ایک وضو سے زیادہ واجب نہیں۔اور اگر بعد تیمّم اسے حدث ہوا پھر پانی ملا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) جب دونوں کو پانی کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے وضو کرے (۲) اور اگر دونوں کے لئے غیر کافی ہو تو جس حصہ تک کفایت کرے دھولے تاکہ جنابت کم ہو اور تیمّم کرے (۳) اگر لمعہ کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے (۴) اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ نہ دھوئے اور وہ اس جنب کی طرح ہے جو تیمّم کرے

عہ۱ اى قبل يتيمم للحدث لان الوجدان بعده ياتى بعده منه غفرله (م)

عہ۲ اى شيئا منهما ۱۲ منه غفرله (م)

عہ۳ اى دون الوضوء ۱۲ منه غفرله (م)

عہ۴ **اقول**:اى له ولك ان تقول ان(۱) التخيير لاينافى الوجوب كمافى كفارة اليمين ۱۲ منه غفرله (م)

یعنی حدث کا تیمّم کرنے سے پہلے اس لئے کہ اس کے بعد ملنے کا ذکر آگے آرہا ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

یعنی دونوں میں سے کسی کے لئے کافی نہ ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

یعنی وضو کے لئے کافی نہ ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

اقول: یعنی اسے اختیار ہے۔یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تخییر منافی وجوب نہیں جیسے کفارہ یمین میں ۱۲منہ غفرلہ (ت)

ان یبدء بایھما شاء۔

ولووجد الماء عـہ۱ بعد ماتیمم للمعة قبل الحدث فھو علی وجھین ان کفاہ یغسلہ وان لم یکفہ یغسل قدر مایکفیہ وتیممہ علی حالہ ولو وجد عـہ۲ بعد ما احدث وتیمم للحدث فھو علی خمسة اوجہ علی ماذکرنا ان کفاھما صرف الیھما وان لم یکفھما غسل اللمعة مقدار مایکفیہ وتیممہ علی حالہ وان کفی للمعة لاللوضوء یغسل اللمعة والتیمم علی حالہ وان کفی للوضوء دون اللمعة یتوضوء وان کفی لاحدھما علی الانفراد یغسل اللمعة وتیممہ علی حالہ وعلی

پھر اسے حدث ہو پھر پانی ملے جو وضو کے لئے کافی ہو تو اس سے وضو کرے گا (۵) اور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو، دونوں کے لئے نہیں، تو لمعہ دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کے لئے تیمّم کرے اور اگر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور اس پر یہ ہے کہ دھونے کے بعد تیمّم کرے اور نوادر میں ہے کہ اس پر یہ ہے کہ دونوں میں جس سے چاہے ابتدا کرے۔ اور اگر لمعہ کے لئے تیمّم کرنے کے بعد حدث سے پہلے پانی پایا تو اس کی دو۲ صورتیں ہیں اگر اسے کافی ہو دھوئے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور اگر حدث ہونے اور حدث کا تیمّم کرنے کے بعد پایا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں اسی طرح جو ہم نے بیان کیں۔ اگر دونوں کو کفایت کرے تو دونوں میں صرف کرے اور

عـہ۱: ای تیمم لھا ثم وجد الماء ولم یحدث بعد ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـہ۲: **اقول**: ای اجنب فتیمم للمعة ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء لان الوجوہ کلھا مسوقة فیما اذا بقی لمعة فتیمم لھا ولقولہ وتیمم للحدث فعلم ان التیمم للمعة مفروغ عنہ والا لقال تیمم لھما وقد اتضح لک بکلام الحلیة ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمّم کیا پھر اسے پانی ملا اور ابھی اسے حدث نہیں ہوا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول: یعنی اسے جنابت ہوئی تو لمعہ کا تیمّم کیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا پھر پانی ملا اس لئے کہ تمام صورتیں اس میں جاری کی جارہی ہیں جب لمعہ رہ گیا ہو پھر اس کا تیمّم کرلیا ہو اور ان کے قول وتیمّم للحدث (اور حدث کا تیمّم کیا) سے بھی یہ معنی متعین ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ لمعہ کے تیمّم سے کلام الگ ہے اور اس سے بحث نہیں ورنہ یوں کہتے تیمّم لھما (دونوں کا تیمّم کرلیا) اور حلیہ کی عبارت سے یہ معنی واضح ہوچکا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

قیاس قول محمد یتیمم [1] اھ شرح وقایۃ اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعۃ ظھرہ وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لھما ثم وجد من الماء مایکفیھما بطل تیممہ فی حق کل واحد منھما وان لم یکف لاحدھما بقی فی حقھما وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الاٰخر وان کفی لکل منفردا غسل اللمعۃ ھذا اذا تیمم للحدثین واحدا اما اذا تیمم للجنابۃ ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء [2] الخ وفیہ ذکر الخمسۃ نحومامر۔	اگر دونوں کے لئے غیر کافی ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھولے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور اگر لمعہ کے لئے کافی ہو وضو کے لئے نہیں تو لمعہ دھوئے اور تیمّم برقرار ہے اور اگر وضو کے لئے کافی ہو لمعہ کے لئے نہیں تو وضو کرے اور اگر تنہا کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور اس کا تیمّم برقرار ہے اور امام محمد کے قول کے قیاس پر تیمّم کرے"اھ۔ **شرح وقایہ** جنب نے غسل کیا اور پانی اس کی پیٹھ کے لمعہ تک نہ پہنچا اور پانی ختم ہوگیا اور اسے وضو واجب کرنے والا کوئی حدث ہُوا تو اس نے دونوں کا تیمّم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہوگیا اور اگر کسی کے لئے کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہا اور اگر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمّم باقی رہے گا اور اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھوئے یہ اس صورت میں ہے جب دونوں حدثوں کے لئے ایک ہی تیمّم کیا ہو لیکن جب جنابت کا تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمّم کیا پھر پانی ملا تو مذکورہ صورتوں میں حکم وہی ہے اور اگر جنابت کا تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا اور حدث کا تیمّم نہ کیا پھر پانی ملا الخ اس میں بھی پانچ صورتیں اسی طرح ذکر کی ہیں جو گزریں۔

توضیحاتِ مصنّف: فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزّوجل جملہ اٹھانوے ۹۸ صور مع احکام مبین کرے اُن کے لئے یہ تصویر رکھیں کہ اقسام سبعہ پیشانی پر ہوں اور ہر پیشانی کے تحت میں

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی وخزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایۃ ما ینقض التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۴

چاروں نوعیں ان رموز حروف میں لکھیں:

ت: تیمّم جنابت

ح: حدث

م: تیمّم حدث

و: وجدانِ آب

توح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمّم نہ کیا تھا کہ حدث ہُوا اور اب بھی تیمّم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور **ت ح و** یہ کہ جنابت کے بعد تیمّم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا و قس علیہ پھر ان میں ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کریں جتنی اُس میں محتمل ہیں یہاں لمعہ و وضو و ہر دو و ہر یک و ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونوں کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہیں اور جہاں پُورا حدث مستقل نہیں وہاں بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن میں حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھولیا تھا پھر حدث ہوا یوں یہ تمام صورتیں مفصل ہو گئیں اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہیں ایک ایک پانچ پانچ یا کم و بیش صورتوں کے لئے ہے لہٰذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھیں پھر جدول صور میں ہر صورت کے نیچے حکم لکھ کر جو حکم ہو اس کا نمبر تحریر کردیں کہ اُس کے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہیں فہرست میں دیکھ لیں **وباﷲ التوفیق**۔

فہرست احکام: مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھیں کہ مراجعت میں اور بھی سہولت ہو

ح و **(۱)** لمعہ دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے اُس کے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱و۲۷و۶۳۔

(۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمّم کرے ص ۱۲و۲۸و۴۸۔

(۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمّم۔ ص ۶۴و۸۴۔

(۴) پورا وضو کرے طہارت ہو گئی۔ ص ۱۳۔

(۵) وضو کرے اور باقی جگہ[عہ] دھوئے طاہر ہو گیا۔ ص ۲۹و۶۵۔

(۶) پُورا نہائے۔ ص ۴۹و۸۵۔

(۷) پہلے لمہ دھوئے پھر حدث کا تیمّم کرے اگر پہلے تیمّم کرلے گا لمعہ دھونے کے بعد پھر کرنا ہوگا۔ ص ۱۴و۳۰و۴۷و۶۶و۸۳۔ ت

عہ: باقی جگہ کے یہ معنی کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

(۸) دونوں کے لئے ایک تیمّم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحباباً نہ وجوباً یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھوسکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہوجائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص۱۵و۳۱و۵۰و۶۷و۸۶۔

ح ت و (۹) لمعہ کے حق میں تیمّم ٹوٹ گیا حدث کے حق میں باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص۱۶و۳۲و۶۸۔

(۱۰) حدث کے حق میں تیمّم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق میں باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص۱۷و۳۳و۵۲۔

(۱۱) تیمّم حدث کے لئے نہ رہا لمعہ کے لئے ہے وضو کرے۔ ص۶۹و۸۸۔

(۱۲) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پُورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص۱۸۔

(۱۳) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۳۴و۷۰۔

(۱۴) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پُورا نہائے۔ ص۵۳و۸۹۔

(۱۵) تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لُمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمّم کرے۔ ص۱۹و۳۵و۵۱و۷۱و۸۷۔

(۱۶) تیمّم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص۲۰و۳۶و۵۴و۷۲و۹۰۔

ت ح و (۱۷) تیمّم گیا وضو کرے طہارت ہوگئی؛ ص۱و۲۲۔

(۱۸) تیمّم نہ رہا وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۵و۳۹و۵۷۔

(۱۹) تیمّم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمّم کرے۔ ص۲۱و۳۷و۳۷۔

(۲۰) تیمّم باقی ہے حدث کے لئے وضو کرے ص۶و۳۸و۵۶و۷۴و۹۲۔

(۲۱) تیمّم نہ رہا پُورا نہائے ص۵۷و۹۳۔

(۲۲) تیمّم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمّم کرے ص۴۰و۵۵و۷۶و۹۱۔

(۲۳) تیمّم باقی ہے حدث کے لئے تیمّم کرے اور لمعہ کی تقلیل ص۲و۷و۲۳و۴۱و۵۸و۷۷و۹۴۔

ت ح م و (۲۴) دونوں تیمّم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص۳و۲۵۔

(۲۵) دونوں تیمّم گئے وضو کرے اور باقی عـہ جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص۸و۴۴و۸۰۔

(۲۶) لمعہ کا تیمّم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص۴۲و۲۴و۷۸۔

عـہ باقی جگہ کے یہ معنی کہ اعضائے وضو کے سوا اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲منہ غفرلہ (م)

(۲۷) حدث کا تیمّم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص۹و۳۳و۶۰و۷۹و۹۶۔

(۲۸) دونوں تیمّم گئے پُورا نہائے۔ ص۶۱و۹۷۔

(۲۹) دونوں تیمّم گئے پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمّم کرے۔ ص۴۵و۵۹و۸۱و۹۵۔

(۳۰) دونوں تیمّم باقی ہیں لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص۴و۱۰و۲۶و۴۶و۶۲و۸۲و۹۸ **واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

(۱) جنب نہالیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہُوا   **(۲)** وضو اور کُچھ اور حصۂ بدن باقی تھا
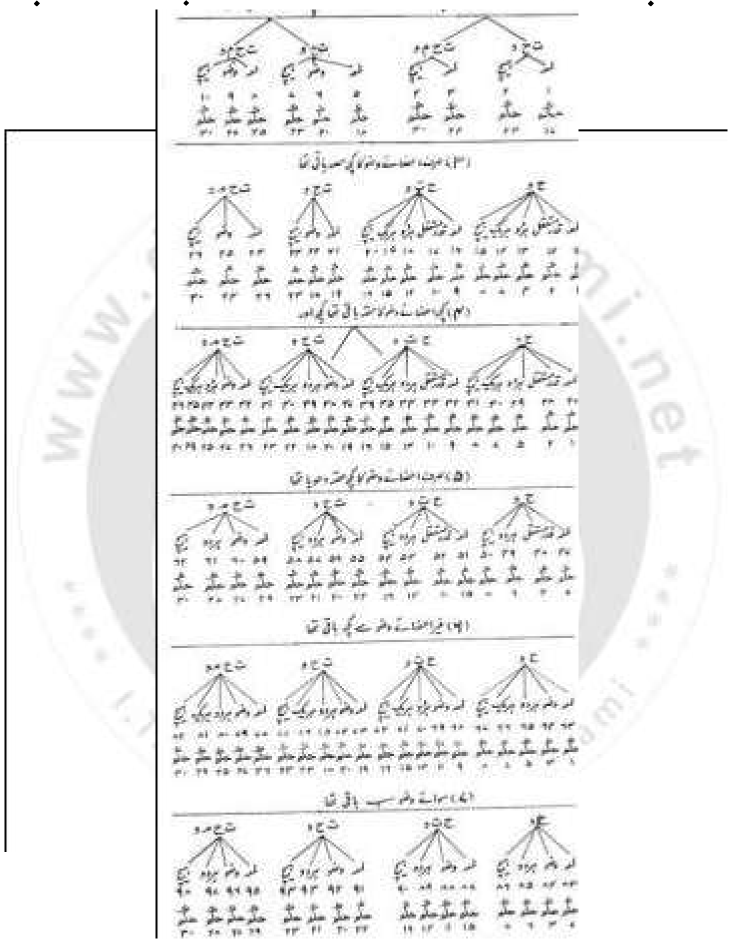
مصنف کا ضابطہ کلیہ: ثمّ اقول علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببر کاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم وتفصیل بغرض تفہیم وتسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہٖ تعالٰی اپنے منتہائے کمال کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط وربط وقلّت انتشار انہیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے ضابطہ کلیہ لکھیں کہ جملہ اقسام واحکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پُورا نہا یا مگر بعض یا کُل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمّم کرچکا اُس کے بعد حدث

ہوا کہ دو[2] صورت اخیرہ میں بتمامہ مستقل ہے اور صورت اولٰی میں صرف اُتنا کہ حصّہ مغسولہ اعضائے وضو میں ہے اس صورت میں پانی کہ پایا اگر بقیہ جنابت وحدثِ مستقل دونوں میں سے صرف ایک کو کافی ہے اس میں صرف کرے اُس کے لئے اگر پہلے تیمّم کرچکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لئے نہ کیا تھا تو اول کے حق میں ٹوٹ گیا ثانی کے حق میں باقی رہا اور اگر پانی دونوں کو معًا کافی ہے تو دونوں کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہوگئی اور اگر کسی کو کافی نہیں تو دونوں کا وہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لئے تیمّم نہ کیا تھا اب دونوں کے لئے ایک تیمّم کرے اور کرلیا تھا تو باقی رہا بہر حال لمعہ کی تقلیل کرے کہ مستحب ہے اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ میں صرف کرے تیمّم ان میں جس ایک کا یا دونوں کے لئے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کرچکا تھا کسی کے حق میں باقی نہ رہا۔ پانی نہ رہنے کے بعد حدث کے لئے تیمّم کرے پہلے کرلے گا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جس کی تفصیل وتحقیق اس تنبیہ آئندہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ت) اور اگر اس نے برخلاف حکم اُسے حدث میں صرف کرلیا حدث تو زائل ہوگیا مگر جنابت کے لئے تیمّم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع ونافع*

باذن الجامع النافع* عزجلالہ* وعم نوالہ* والحمدللہ ربّ العٰلمین* وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین* ابد الاٰبدین اٰمین*	باذن جامع نافع، اس کی بزرگی غالب اور اس کی عطا وبخشش عام ہے۔ اور تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اور خدائے برتر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر، ہمیشہ ہمیشہ، الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ: اس جدول کے ۱۸ نمبروں میں یعنی ۱۴۔۱۹۔۳۰۔۳۵۔۴۷۔۵۱۔۶۶۔۷۱۔۸۳۔۸۷ دس[10] یہ اور ۴۰۔۴۵۔۵۵۔۵۹۔ ۷۶۔۸۱۔۹۱۔۹۵ آٹھ[8] یہ ان میں اختلاف روایات ہے ان اٹھارہ[18] میں پانی لمعہ وحدث مستقل ہر ایک کے لئے جدا جدا کافی ہے کہ اُن میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں کے قابل نہیں ان میں اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دھوئے حدث میں صرف نہ کرے کہ جنابت سخت تر ہے۔ اس میں اختلاف ہوا کہ پہلی دس[10] صورتوں میں جو حدث کے لئے تیمّم کرے گا آیا یہ ضرور ہے کہ اول لمعہ دھوئے جب پانی نہ رہے اُس وقت حدث کے لئے تیمّم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کرسکتا ہے دونوں روایتیں ہیں اور پچھلی آٹھ میں کہ حدث کا تیمّم پہلے کرچکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہیں دونوں قول ہیں پھر جن کے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اس پر تیمّم کا اعادہ ہی نہیں اور جن کے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہیں کہ پہلے لمعہ دھو کر تیمّم کا اعادہ کرے

ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمّم توڑ دیا اس کا موجود رہنا دوسرا تیمّم باطل کرے گا۔منشاء اختلاف تمام صورتوں میں ایک ہے کہ آیا یہ پانی جو ازالہ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اس سے لمعہ ہی دھونے کا حکم ہے اس کے ملنے سے حدث کے لئے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہیں جنہوں نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جب تک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمّم نہ کرے اور اگر پہلے کرچکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمّم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہے اور جنہوں نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اس کے بھی قابل پایا مگر وہ بحکم شرع دوسری حاجت کی طرف مصروف ہے لہٰذا اس سے ازالہ حدث پر قدرت نہ ہُوئی انہوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمّم حدث کو توڑے گا نہ اس کے ہوتے حدث کے لئے تیمّم ممنوع ہوگا۔

اقول: ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے میں تھا ثانیاً ان روایتوں کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض عـہ۱ میں یوں کہ ایک روایت یہ ہے ایک وہ جس سے اُن کی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہیں یا نادرہ بعض میں عـہ۲ یوں کہ دوم روایت نوادر ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے۔

بعض عـہ۳ میں یوں کہ اول روایت زیادات ہے اور دوم روایت اصل۔اصل وزیادات دونوں کتب ظاہر الروایۃ سے ہیں اقول اور ہے یہی کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نافی کو اُس وقت روایت اصل خیال میں نہ تھی اور نوادر سے یاد لہٰذا اسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسبِ تصریح ثقات وہ کتاب الاصل میں موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اول سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے۔شرح وقایہ حلیہ بحر ۱۲(م)

ثالثاً: قائلین کرام کی طرف اس کی نسبت بھی مختلف طور پر آئی بعض نے عـہ۴ بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا کہ اول قول محمد دوم قول ابویوسف ہے بعض عـہ۵ نے جزماً انہیں ان کا

عـہ۱ سراج وہاج منحۃ الخالق شرح وقایہ ردالمحتار مع ان فی اصلہ الحلیۃ تسمیۃ الاصل والزیادات (م)

(بوجود اس کے اس کی اصل حلیہ میں اصل اور زیادات کا نام ذکر کیا ہے۔ت)

عـہ۲ شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲(م)

عـہ۴ محیط رضوی سراج منحہ وغیرہ ۱۲(م)

عـہ۵ کافی حلیہ ہندیہ ردالمحتار مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲(م) (اس کے باوجود حلیہ نے اس کو محیط وغیرہ سے لفظ "قیل" سے نقل کیا ہے۔ت)

قول بتایا بعض عــہ۱ نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہیں اُن کے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو۔ **اقول:** اور ہے یہی کہ اول قول محمد اور دوم قولِ ابویوسف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات **رابعا:** اختیار بھی مختلف رہا بعض نے اُس عــہ۲ پر جزم فرمایا بعض نے عــہ۳ اس پر بعض عــہ۴ نے دونوں ذکر کرکے چھوڑ دئے۔ **خامسا:** تصحیح میں بھی اختلاف پڑا بعض عــہ۵ نے اسے اصح کہا بعض عــہ۶ نے اسے ظاہرًا اوجہ **سادسا:** اُس منشأ اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی۔ بعض[1] نے یوں فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ میں صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالہ حدث پر قدرت کا مانع نہیں کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالہ حدث کی اُسے اجازت نہیں دیتی تو قدرتِ شرعیہ کب ہوئی اور بعض[2] نے یوں تقریر کی کہ نہیں بلکہ وجوب ہی میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک اسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہیں صرف اولٰی ہے لہٰذا ازالہ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابویوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعًا ممنوع ومحظور لہٰذا حدث میں صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کریں جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو۔

فی السراج الوھاج ثم منحة الخالق اذا احدث بعد التیمم ثم وجد ماء یکفی لکل واحد منھما علی الانفراد غسل به اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلھا	**سراج وہاج** پھر **منحۃ الخالق** میں ہے: "جب تیمّم کے بعد حدث ہو پھر اتنا پانی پائے جو تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو اس سے لمعہ دھوئے اس لئے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کا تیمّم کرے۔ اور اگر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھویا تو ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور وہ تیمّم کا اعادہ کرے گا ایک

عــہ۱ شرح طحاوی خزانۃ المفتیین ۱۲ (م)

عــہ۲ حلیہ نیز بدائع ومحیط رضوی بہ دلالة النص کما ستعرف (م) (اسی پر دلالۃ النص ہے جیسا کہ عنقریب جان لوگے۔(ت)

عــہ۳ در مختار ومحشیان ۱۲ (م)

عــہ۴ سراج وہاج منحہ ۱۲ (م)

عــہ۵ ہندیہ ونقل عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲ (م) (اور عتابی کی شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے۔ت)

عــہ۶ حلیہ ردالمحتار وادمی الیه فی شرح الوقایة واعتمدہ البحر تبعاً للحلبی ۱۲ (م) (شرح وقایہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بحر نے حلبی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے ۱۲۔ت)

[1] کافی ۱۲

[2] غنیہ ۱۲

فی روایۃ لایجوز ویعید التیمم وفی روایۃ لہ ان یبدأ بایہما شاء قیل الاولٰی قول محمد والثانیۃ قول ابی یوسف[1] اھ،

روایت میں ہے کہ اسے اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے، کہا گیا کہ روایت اولٰی امام محمد کا قول ہے اور روایت ثانیہ امام ابو یوسف کا قول ہے"اھ شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین

وتقدم عن **شرح الطحاوی وخزانۃ المفتین** فیما اذالم یکن تیمم قبل وجدان الماء لوبدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وفی النوادر یبدأ بایہما شاء ثم قالا فیما اذاسبق تیممہ یغسل اللمعۃ وتیممہ علی حالہ وعلی قیاس قول محمد یتیمم[2] اھ۔

سے گزرا،اس صورت میں جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمّم نہ کیا ہوا گر پہلے تیمّم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں اور نوادر میں ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے پہلے کرے پھر اس صورت میں جب اس کا تیمّم پہلے ہوچکا ہو لکھا کہ "لمعہ دھوئے اور اس کا تیمّم برقرار ہے۔اور برقیاسِ قولِ محمد تیمّم کرے"اھ (ت)

اقول: ولا(۱) فرق بین الصورتین لاتحاد المبنی کماعلمت فقدمشی اولا علی قول محمد وجعل(۲) الثانی روایۃ النوادر ومشی ثانیا علی قول ابی یوسف وجعل الاول قیاس قول محمد وفی **المنیۃ** وعلیہ ان یبتدئ بغسل اللمعۃ ثم یتیمم[3] اھ فقد مشی علی قول محمد،وفی **الدر المختار** (ناقضہ قدرۃ ماء کاف لطہرہ فضل عن حاجتہ) کعطش وعجن وغسل نجس و

اقول: دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ مبنٰی میں اتحاد ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔تو پہلے امام محمد کے قول پر چلے اور ثانی کو روایت نوادر قرار دیا۔اور ثانیا امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور اوّل کو امام محمد کے قول کا قیاس قرار دیا۔اور منیہ میں ہے: اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے پھر تیمّم کرے"۔اور اس میں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔درمختار میں ہے: "(ناقض تیمّم اتنے پانی پر قدرت ہے جو اس کی طہارت کے لئے کافی اس کی حاجت سے زائد ہو) حاجت جیسے پیاس،آٹا گوندھنا، نجس اور

[1] منحۃ الخالق مع البحر، باب التیمم، مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۳۹

[2] شرح الطحاوی للاسبیجابی وخزانۃ المفتین

[3] منیۃ المصلی باب التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۶۰

لمعة عـه جنابة لان المشغول بالحاجة كالمعدوم [1] اھ فقد مشی علی قول ابی یوسف۔

واقرہ **محشوہ** وفی **الحلیۃ** ھل علیہ ان یبتدئ بغسل اللمعة حتی لوتیمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التیمم للحدث ففی روایات الزیادات نعم وعلیها اقتصر المصنف ووجهها انه یصیر عادما للماء فیجزئه التیمم وفی روایة الاصل لابل بایهما بدأجاز لان الماء صار مستحق الصرف الی اللمعة فصار معدوما حکما کالماء المستحق للعطش۔قال رضی الدین فی المحیط وکذا غیرہ قبل مافی الزیادات قول محمد ومافی الاصل قول ابی یوسف اھ وفیها یظهر ان قول ابی یوسف

لمعہ جنابت دھونا اس لئے کہ جو حاجت میں مشغول ہے وہ معدوم کی طرح ہے" اھ اس میں امام ابویوسف کے قول پر چلے۔اور درمختار کے محشّی حضرات نے اسے برقرار رکھا۔ **حلیہ** میں ہے: کیا اس پر یہ لازم ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے یہاں تک کہ اگر حدث کا تیمّم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو اسے تیمّم حدث کا اعادہ کرنا ہے؟ روایت زیادات میں اس کا جواب اثبات میں ہے اور اسی پر مصنّف نے اکتفا کی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقدانِ آب والا ہوجاتا ہے تو اس کا تیمّم کفایت کرجاتا ہے۔اور روایت اصل میں اس کا جواب نفی میں ہے بلکہ وہ دونوں میں سے جو بھی پہلے کرلے جائز ہے اس لئے کہ پانی لمعہ میں صرف کا مستحق ہوگیا تو وہ حکماً معدوم ہوگیا جیسے وہ پانی جو پیاس کا مستحق ہوگیا ہو۔رضی الدین نے محیط اور ایسے ہی انکے علاوہ نے بھی فرمایا ہے: کہا گیا ہے

عـه قال العلامة ش ای لو اغتسل وبقیة لمعة فتیمم ثم احدث فتیمم ثم وجد ماء یکفیها فقط فانه یغسلها به ولایبطل تیممه للحدث [2] اھ **اقول**:(۱) سبحٰن اللہ اذالم یکف للوضوء کان عدم انتقاض تیممه لعدم الکفایة لاللشغل بالحاجة والشارح بصدد بیان المشغول فالوجه ان مرادہ کماصرحت به الاحکام ما اذا کفی لکل علی البدلیة ۱۲ منه غفرله (م)

علامہ شامی نے فرمایا: "یعنی اگر غسل کیا اور کوئی لمعہ رہ گیا پھر تیمّم کیا پھر اسے حدث ہُوا تو تیمّم کیا پھر اتنا پانی ملا جو صرف لمعہ کے لئے کافی ہے تو اسے اس پانی سے دھوئے گا اور اس کا تیمّم حدث باطل نہ ہوگا" اھ **اقول**: سبحان اللہ جب وضو کے لئے کافی نہ ہوا تو اس کے تیمّم کا نہ ٹوٹنا عدمِ کفایت کی وجہ سے ہوا حاجت میں مشغول کی وجہ سے نہیں اور شارح اس پانی کو بتانا چاہتے ہیں جو حاجت میں مشغول ہو۔تو وجہ صحیح یہ ہے کہ ان کی مراد حسبِ تصریحِ احکام وہ صورت ہے جب پانی بطور بدلیت ہر ایک کے لئے کافی ہو ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] درمختار، باب التیمم، مطبع مجتبائی دہلی، ۴۵/۱
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱۸۷/۱

اوجه [1] اھ۔ وعبر عنه فی ردالمحتار بقوله لاینتقض تیمم الحدث عند ابی یوسف وعند محمد ینتقض ویظهر ان الاول اوجه اھ ثم قال فیما لم یتیمم قبل الوجدان فی روایة یلزمه غسلها قبل التیمم للحدث وفی روایة یخیر اھ ملخصا من الحلیة [2] اھ

وفی **شرح الوقایة** واذاغسل اللمعة هل یعید التیمم روایتان وان تیمم اولاثم غسل اللمعة ففی اعادة التیمم روایتان ایضا وان صرف الی الحدث انتقض تیممه فی حق اللمعة باتفاق الروایتین اھ ثم قال فیما اذا لم یتیمم للحدث قبل ان کفی کل واحد منفردا یصرفه الی اللمعة ویتیمم للحدث فان توضأ به جاز ویعید التیمم للحدث ولوبدأ بالتیمم للحدث هل یعید التیمم فی روایة الزیادات یعید وفی روایة الاصل لاثم انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اهم حتی اذاکان علی بدنه اوثوبه نجاسة یصرفه الی النجاسة [3] اھ وهو کما تری یشیر الی ترجیح روایة الاصل۔

وفی الهندیة صرفه الی اللمعة واعاد تیممه للحدث

کہ جو زیادات میں ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو اصل میں ہے وہ امام ابویوسف کا قول ہے۔اھ حلیہ میں یہ بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام ابویوسف کا قول زیادہ مناسب ہے اھ۔

ردالمحتار میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: "تیمّم حدث امام ابویوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اول درجہ ہے اھ۔ پھر اس صورت کے متعلق جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمّم نہ کیا ہو لکھا ہے: "ایک روایت میں اس پر تیمّم حدث سے پہلے لمعہ دھونا لازم ہے اور ایک روایت میں اسے اختیار ہے" اھ۔ ملخصًا من الحلیہ اھ۔

شرح وقایہ میں ہے: "جب لمعہ دھولیا تو کیا تیمّم کا اعادہ کرے گا؟ دو ۲ روایتیں ہیں اور اگر پہلے تیمّم کرلیا پھر لمعہ دھویا تو بھی اعادہ تیمّم میں دو روایتیں ہیں۔ اور اگر حدث میں صرف کریں تو حق لمعہ میں اس کا تیمّم باتفاق روایتیں ٹوٹ گیا"۔اھ پھر اس صورت سے متعلق جبکہ حدث کا تیمّم پہلے نہ کیا ہو، لکھا ہے: "اگر تنہا ہر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے گا اور حدث کا تیمّم کرے گا پھر اگر اس سے وضو کرلیا تو جائز ہے اور تیمّم کا اعادہ کرنا ہے اور اگر حدث کا تیمّم پہلے کیا تو کیا تیمّم لوٹائے گا؟ روایت زیادات میں ہے کہ لوٹائے گا اور روایت اصل میں ہے کہ: نہیں لوٹائے گا پھر

---

[1] حلیہ

[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

[3] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۴، ۱۰۵

عند محمد وعند ابی یوسف لاولو صرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابته اتفاقا فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود هذا الماء فتیمم قبل غسل اللمعة لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز والاول اصح هکذا فی الکافی [1] اھ۔

اقول: قوله والاول اصح لیس فی نسختی الکافی والعبارة غیر منقولة کماھی فی الکافی کمایظهر بالمقابلة وقد(ا)نبه علیه بقوله هکذا فی الکافی کماذکر فی خطبة الکتاب اصطلاحه فی کذا وهکذا نعم ذکر بعض العصریین ان فی شرح الزیادات للعتابی انه (وهواللکنوی ۱۲) الاصح ولم یذکر الواسطة فی النقل فان صح هذا فلعله زید فی الهندیة من ثمه اومن غیره اولعله ساقط من نسختی الکافی وعلی کل فالهندیة ثقة فی النقل والله تعالٰی اعلم وفی **الکافی** ان کفی واحدا غیر عین صرفه الی اللمعة لانه اهم واعاد تیممه للحدث

قدرت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہو تو اسے نجاست کی جانب صرف کرے گا" اھ یہ کلام روایت اصل کی ترجیح کی جانب اشارہ کررہا ہے جیسا کہ سامنے ہے۔

ہندیہ میں ہے: اسے لمعہ میں صرف کرے اور تیمّم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں اور اگر اسے وضو میں صرف کرلیا جائے تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمّم کرنا ہے بالاتفاق اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمّم نہیں کیا تھا اب لمعہ دھونے سے پہلے تیمّم کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے اور اول اصح ہے اسی طرح کافی میں ہے" اھ۔(ت)

اقول: والاول اصح (اور اول اصح ہے) کافی کے میرے نسخہ میں نہیں اور عبارت جیسے کافی میں ہے ویسے منقول نہیں جیسا کہ مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اس پر اپنے الفاظ "ھکذا فی الکافی" سے تنبیہ بھی کردی ہے جیسا کہ خطبہ کتاب میں لفظ کذا اور ھکذا سے متعلق اپنی اصطلاح بتائی ہے ہاں بعض معاصرین (فاضل لکھنوی ۱۲) نے ذکر کیا ہے کہ عتابی کی شرح زیادات میں ہے کہ "وہی اصح ہے" واسطہ نقل نہ بتایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو شاید ہندیہ میں وہیں سے یا اور کسی کتاب سے یہ اضافہ کردیا گیا ہے یا ہوسکتا ہے یہ لفظ میرے نسخہ کافی میں چھُوٹ گیا ہو۔ بہرحال ہندیہ نقل میں ثقہ ہے، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

عند محمد لقدرته علی الماء ووجوب صرفه الی الجنابة لاینافی قدرته علی صرفه الی الحدث ولهذا لوصرفه الی الوضوء جاز وتیمم لجنابة اتفاقا وعند ابی یوسف لایعید لانه مستحق الصرف الی اللمعة والمستحق بجهة کالمعدوم فان لم یکن تیمم للحدث[1] الخ وقد سبق۔

اقول: اخر دلیل ابی یوسف فافاد ترجیحه وصرح فی تعلیل محمد بوجوب صرفه الی اللمعة وانه لاینافی قدرته علی الوضوء وفی الغنیة (علیه ان یبدأ بغسل اللمعة) لیصیر عادما للماء فی حق الحدث ولایجوز تیممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الی اللمعة دون الحدث لیس بواجب عنده بل علی سبیل الاولویة فوجوده یمنع التیمم للحدث وعند ابی یوسف صرفه الی اللمعة واجب فهو کالمعدوم بالنسبة الی الحدث فیجوز التیمم له قبل غسل اللمعة ولوکان تیمم بعد ما احدث

کافی میں ہے: "اگر غیر معین طور پر ایک کے لئے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے کیونکہ وہ اہم ہے اور امام محمد کے نزدیک تیمّم حدث کا اعادہ ہے کیونکہ وہ پانی پر قادر ہوگیا تھا اور جنابت میں اسے صرف کرنے کا وجوب حدث میں صرف کرنے پر قدرت کے منافی نہیں۔ اسی لئے اگر اسے وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمّم کرنا ہے بالاتفاق۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک (تیمّم حدث کا) اعادہ نہیں اس لئے کہ وہ پانی لمعہ میں صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا تھا اور جو کسی جانب کا مستحق ہو معدوم کی طرح ہے۔ تو اگر اس نے حدث کا تیمّم نہ کیا تو تھا الخ یہ کلام گزرچکا۔ (ت)

اقول: امام ابو یوسف کی دلیل مؤخر کرکے اس کی ترجیح کا افادہ کیا اور امام محمد کی تعلیل میں اس بات کی تصریح فرمائی کہ لمعہ میں اسے صرف کرنا واجب ہے اور یہ وضو پر قدرت کے منافی نہیں۔ غنیہ میں ہے (اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے) تاکہ حق حدث میں پانی نہ رکھنے والا ہوجائے۔ امام محمد کے نزدیک اس سے پہلے اس کا تیمّم حدث جائز نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو حدث چھوڑ کر لمعہ میں صرف کرنا واجب نہیں بلکہ بطور اولٰی کے ہے، تو اس کا وجود تیمّم حدث سے مانع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسے لمعہ میں صرف کرنا واجب ہے تو وہ حدث کی بہ نسبت کالمعدوم ہے اس لئے لمعہ دھونے سے پہلے حدث کا تیمّم جائز ہے اور اگر حدث ہونے کے

[1] کافی

لاجل عـه الحدث ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ینتقض تیممه عند محمد لاعند ابی یوسف بناء علی ماتقدم [1] اھ ثم ھھنا مسألة اخری من ھذا القبیل مشی فیھا الامام ملك العلماء والامام رضی الدین السرخسی علی وجوب تأخیر التیمم فظاھر قیاسه المشی علی قول محمد ھنا ففی **البدائع** بعد ذکر القدرة علی الماء الکافی وعلی ھذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر (۱) محدث علی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرھم ومعه مایکفی لاحدھما غسل به الثوب وتیمم للحدث عند عامة العلماء لان الصرف الی النجاسة یجعله مصلیا بطھارتین حقیقیة وحکمیة فکان اولی من الصلاۃ بطھارۃ واحدة ویجب ان یغسل ثوبه من النجاسة ثم یتیمم ولو بدأبالتیمم لایجزء به لانه قدر علی ماء لوتوضأ به تجوز صلاته [2] اھ وفی

بعد حدث کے لئے تیمّم کرلیا تھا پھر اسے اتنا پانی ملا جو کسی ایک کے لئے کافی ہو تو اس کا تیمّم امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، امام ابویوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا۔ اسی بنیاد پر جو پہلے بیان ہوئی" اھ۔ پھر یہاں اسی قبیل کا ایک اور مسئلہ ہے جس میں امام ملک العلماء اور امام رضی الدین سرخسی کی روش اس پر ہے کہ تیمّم مؤخر کرنا واجب ہے تو اس کا ظاہر قیاس یہ ہے کہ یہاں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ **بدائع** میں آب کافی پر قدرت کا ذکر کرنے کے بعد ہے: "اس اصل کے تحت زیادات میں چند مسائل میں کوئی حدث والا مسافر ہے جس کے کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور حدث کے لئے تیمّم کرے۔ عامہ علماء کے نزدیک اس لئے کہ نجاست میں صرف کرنا اسے حقیقی و حکمی دو طہارتوں سے نماز ادا کرنے والا بنادے گا تو یہ ایک طہارت سے نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ

عـه **اقول**: کانه زاده (۲) ایضاحا والا فلا حاجة الیه لانه لواحدث ثم تیمم لھالکان له ایضا ولایختلف الحکم ۱۲ منه غفرله (م)

اقول: معلوم ہوتا ہے کہ اسے انہوں نے بطور توضیح بڑھا دیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اگر اسے حدث ہوا پھر اس نے جنابت کا تیمّم کیا تو وہ حدث کے لئے بھی ہو جائے گا اور حکم مختلف نہ ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ماینقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۷

المحیط الرضوی ثم الھندیة لوتیمم اولاثم غسل النجاسة یعید التیمم لانه تیمم وھو قادر علی مایتوضأ به [1] اھ ورأیتنی کتبت علیه سابقا مانصه۔

اقول: ھذا علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف فلا لکونه مشغولا بحاجة فکان کالمعد لعطش وبه جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعده بزمان نظر فیه المحقق الحلبی فی الحلیة کمانظر فیه المحقق الحلبی فی الحلیة کمانظر الفقیر وللّٰه الحمد فقال بعد نقل مافی البدائع والمحیط قال العبد الضعیف غفراللّٰه تعالٰی له فیه نظر بل الظاھر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب اوتأخر لانه مستحق الصرف الی الثوب علی ما قالوا والمستحق الصرف الی جھة منعدم حکما بالنسبة الی غیرھا کما فی مسألة اللمعة مع الحدث قبل التیمم له اذاکان الماء کافیا لاحدھما فبدأ بالتیمم للحدث قبل غسلھا کماھو روایة الاصل وکمافی مسألة خوف

کپڑے سے نجاست دھوئے پھر تیمّم کرے اور اگر پہلے تیمّم کرلیا تو یہ کفایت نہیں کرسکتا اس لئے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے کہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز ہوجائے"اھ اور **محیط رضوی** پھر ہندیہ میں ہے: "اگر پہلے تیمّم کیا پھر نجاست دھوئی تو تیمّم کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس نے اس حالت میں تیمّم کیا جب کہ وہ اتنے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرے"۔اھ اس پر میں نے زمانہ سابق میں اپنی لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی:

اقول: یہ حکم امام محمد کے قول پر ہے لیکن امام ابویوسف کے قول پر اعادہ نہیں اس لئے کہ وہ پانی حاجت میں مشغول تھا تو اس پانی کی طرح ہوا جو پیاس کے لئے رکھا ہوا ہو۔اسی پر درمختار میں جزم کیا ہے"اھ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ اس پر محقق حلبی نے حلیہ میں بھی ویسے ہی کلام کیا ہے جیسے فقیر نے کلام کیا اور خدا ہی کے لئے حمد ہے انہوں نے بدائع اور محیط کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: بندہ ضعیف کہتا ہے خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے یہ محلِ نظر ہے بلکہ ظاہر جواز تیمّم کا حکم ہے۔کپڑا دھونے سے پہلے تیمّم ہو یا اس کے بعد ہو۔اس لئے کہ حسبِ ارشادِ علماء وہ پانی کپڑے میں صرف کیے جانے کا مستحق ہے اور جو کسی ایک جانب صرف کئے جانے کا مستحق ہوچکا ہو وہ دوسری جانب کی بہ نسبت حکمًا معدوم ہے جیسے حدث کے ساتھ لمعہ کے مسئلہ میں اس سے پہلے کہ

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل بیان ماینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۱

العطش ونحوہ نعم یتمشی ذلك علی روایۃ الزیادات [1] اھ،وتبعہ فی **البحر الرائق** علی الفاظہ وزاد بعدہ ولھذا قال فی شرح الوقایۃ وانما تثبت القدرۃ اذا لم یکن مصروفا الی جھۃ اھم [2]اھ **لکن** زعم فی السراج ان وجوب تاخیر التیمم فی مسألۃ النجاسۃ مجمع علیہ بخلاف مسألۃ اللمعۃ فاذن لایکون جزم البدائع والمحیط فیھا بوجوب التاخیر دلیل المشی علی قول محمد فی اللمعۃ۔ **اقول:** لکن(۱) قداسمعناك نص الامام صدر الشریعۃ اٰنفا انما تثبت القدرۃ اذا لم یکن مصروفا الی نجاسۃ [3]۔ونص الدر المختار المشغول بحاجۃ غسل نجس کالمعدوم [4] فاین الاجماع وقد جزما بہ کأنہ لاخلاف فیہ فضلا عن الاجماع علی خلافہ ثم اذقد ذکر الاجماع ھھنا	حدث کا تیمّم کیا ہو۔جب پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھونے سے پہلے تیمّم حدث سے ابتدا کی ہو۔جیسا کہ اصل کی روایت ہے اور جیسا کہ خوفِ تشنگی وغیرہ کے مسئلہ میں ہے ہاں وہ حکم روایت زیادات پر چل سکتا ہے اھ اور **البحرالرائق** میں ان ہی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے:"اسی لئے شرح وقایہ میں فرمایا:"اور قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس سے زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو"اھ لیکن سراج میں یہ خیال کیا ہے کہ مسئلہ نجاست میں تیمّم مؤخر کرنے کا وجوب متفق علیہ اور اجماعی ہے،بخلاف مسئلہ لمعہ کے اس کے پیش نظر مسئلہ نجاست میں وجوب تاخیر پر بدائع ومحیط کا جزم مسئلہ لمعہ میں امام محمد کے قول پر مشی کی دلیل نہ ہوگا۔(ت)**اقول:** لیکن امام صدر الشریعۃ کی عبارت ہم ابھی پیش کرچکے کہ"قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب نجاست کی جانب مصروف نہ ہو"۔اور دُرمختار کی یہ عبارت کہ"جو کسی نجس کو دھونے کی ضرورت میں مشغول ہے معدوم کی طرح ہے"تو اجماع کہاں؟جب کہ ان دونوں نے اس پر یوں جزم کیا ہے جیسے اس میں کوئی خلاف ہی نہیں اس کے خلاف پر

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[2] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[3] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۵
[4] الدرالمختار باب التیمم مجتبائی دہلی ۱/۴۵

وقدم نقل الخلاف فی مسألۃ اللمعۃ ابدی بینھما فارقا بہ تشبث العلامۃ الشامی فی دفع نظر الحلیۃ والبحر۔ فقال فی منحۃ الخالق ذکر فی السراج لوبدأ بالتیمم ثم غسل النجاسۃ اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألۃ الاولی ای مسألۃ اللمعۃ علی قول ابی یوسف لانہ تیمم ھنا وھو قادر علی ماء لوتوضأ بہ جاز وھناك ای فی مسألۃ اللمعۃ لوتوضأ بذلك الماء لم یجز لانہ عاد جنبا برؤیۃ الماء اھ وبہ یندفع النظر فتدبر اھ[1] و اوردہ ایضا فی ردالمحتار فقال وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ[2] اھ	اجماع تو درکنار۔ پھر جب سراج میں یہاں اجماع ذکر کیا اور اس سے پہلے مسئلہ لمعہ میں اختلاف نقل کیا تو ان دونوں کے درمیان ایک وجہ فرق بھی ظاہر کی جس سے علّامہ شامی نے حلیہ وبحر کا کلام دفع کرنے میں تمسّک کیا۔ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر پہلے تیمّم کرلیا پھر نجاست دھوئی تو اسے اجماعًا تیمّم کا اعادہ کرنا ہے۔ بخلاف پہلے مسئلہ کے یعنی مسئلہ لمعہ کے برخلاف، امام ابویوسف کے قول پر اس لئے کہ یہاں اس نے اس حالت میں تیمّم کیا کہ وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے اگر وضو کرتا تو جائز ہوتا اور وہاں یعنی مسئلہ لمعہ میں اگر اس پانی سے وضو کرتا تو جائز نہ ہوتا اس لئے کہ پانی دیکھنے کی وجہ سے وہ پھر جنب ہوگیا"۔اھ اور اسی سے وہ کلام دفع ہوجاتا ہے۔ فتدبر (تو غور کرنا چاہئے) اھ ـــ سراج کا کلام ردالمحتار میں بھی ذکر کرکے فرمایا ہے: "وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ (اور یہ ایک عمدہ دقیق فرق ہے جس میں تدبر کرنا چاہئے)" اھ (ت)
اقول: وباللہ التوفیق لہ محملان۔ **الاوّل:** الجواز بمعنی الصحۃ کماتعطیہ عبارۃ ملك العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاۃ وفیہ۔ **اوّلا** (۱): ان مجرد صحۃ الوضوء بہ لایثبت القدرۃ ولاینفی العجز	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اور توفیق خدا ہی سے ہے اس کے دو۲ محمل ہیں: **اوّل:** جواز بمعنی صحت ہو جیسا کہ ملک العلماء کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے اس طرح کہ انہوں نے جواز کی نسبت نماز کی طرف کی ہے۔ اب اس میں کلام ہے **اوّلًا** محض اتنا کہ اس سے وضو درست ہے نہ قدرت کا اثبات کرتا ہے نہ عجز کی نفی کرتا ہے۔

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

الاترى ان المريض اوالبعيد ميلا لوتحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ايضا من وجوه العجز كالمدخر لعطش اوعجن مع جواز صلاته به قطعا ان فعل۔

وثانیا: على(۱) السراج خاصة اذن يطيح الفرق فالصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا فى مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ماتقدم عن الهندية والكافى وشرح الوقاية لوصرفه الى الوضوء جاز زاد الاولان اتفاقا وعوده جنبا لايمنعه عن التوضى للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غير مندمج فيها۔

الثانى: بمعنى الحل اى لوتوضأ به فى مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عادجنبا فوجب صرفه الى اجنابة۔

اقول: وفيه

اولا: لانسلم الحل فى النجاسة فان فيه اختيار الصلاة مع نجاسة حقيقية عمدا لانه كان قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقة

دیکھئے بیمار یا ایک میل دُوری والے نے اگر مشقت اٹھائی اور پانی سے وضو کیا تو وضو صحیح ہے اور اس سے نماز جائز ہے بلکہ زیادہ اہم ضرورت میں پانی کا مشغول ہونا بھی عجز کی صورتوں میں سے ہے جیسے وہ پانی جو پیاس کے لئے آٹا گوندھنے کے لئے جمع کر رکھا ہو باوجودیکہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز قطعًا جائز ہے۔ **ثانیا:** خاص سراج پر یہ کلام ہے کہ ایسا ہے تو فرق ضائع کردینا چاہئے کیونکہ صحت اور جواز نماز تو قطعًا مسئلہ لمعہ میں بھی حاصل ہے۔ وہ دیکھئے جو ہندیہ، کافی اور شرح وقایہ کے حوالہ سے گزرا کہ اگر اس پانی کو وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے۔ ہندیہ وکافی نے اتفاقا (بالاتفاق) کا اضافہ کیا۔ اور اس کا پھر جنب ہوجانا حدث کا وضو کرنے سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ جنابت مقتصرہ ہے اور حدث اس میں مندرج نہیں۔ **دوم:** جواز بمعنی حلت ہو یعنی مسئلہ نجاست میں اگر اس پانی سے وضو کرلیا تو حلال ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے۔ اس لئے کہ پھر جنب ہوگیا تو اسے جنابت میں صرف کرنا واجب ہے۔ **اقول:** اس میں بھی کلام ہے۔ **اولًا:** ہم نہیں مانتے کہ مسئلہ نجاست میں حلت ہے کیونکہ اس میں نجاست حقیقیہ کے ساتھ نماز کی ادائگی کو قصدًا اختیار کرنا ہے اس لئے کہ اسے قدرت تھی کہ دونوں نجاستیں دُور کرے حقیقیہ کو پانی

بالماء والحکمیة بالتراب کماقال ملك العلماء ولم یکن للماء خلف فی الحقیقة فاذاصرفه الی الحکمیة التی کان یجدله خلفا فیها فقدازمع واجمع علی ان یصلی فی نجس مانع مع القدرة علی ازالته فکیف یحل ھذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ایقاع الصلاة وانما النظر فیه الی الحالة الراھنة۔	سے اور حکمیہ کو مٹّی سے جیسا کہ ملک العلماء نے فرمایا ہے اور نجاست حقیقیہ میں پانی کا کوئی بدل اور نائب نہیں تو جب اس نے پانی کو حکمیہ میں صرف کیا جس میں پانی کا ایک بدل اسے دستیاب تھا تو اس نے اس بات کا پختہ ارادہ اور عزم محکم کرلیا کہ نجس مانع کے ازالہ پر قدرت کے باوجود اُس نجس مانع کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو یہ حلال کیسے ہوگا؟۔رہا کفایت کر جانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائےگی کے وقت وہ پانی سے عاجز ہے اور اس بارے میں صرف حالت موجودہ پر نظر کی جاتی ہے۔(ت)
فان قلت بل یدل علی الحل قول ملك العلماء فکان اولی من الصلاة بطھارة واحدة [1] وقول الخانیة والخلاصة والحلیة والبحر لوتوضأ وصلی فی الثوب النجس جاز ویکون مسیئا [2] اھ فان(۱) الاساءة دون کراھة التحریم۔ **اقول:** تعلیل ملك العلماء ادل دلیل کماعلمت علی ان(۲) لفظة الاولی فیه مثلھا فی قول عـه التجنیس والمزید ان	**اگر یہ سوال ہو** کہ ملک العلماء کی یہ عبارت حلت پر دلالت کررہی ہے: "تو ایک طہارت سے نماز کی ادائےگی سے اولٰی ہے"۔اور خانیہ، خلاصہ، حلیہ اور بحر کی یہ عبارت: "اگر وضو کرلیا اور نجس کپڑے میں نماز ادا کی تو جائز ہے اور اسائت والا (بُرا کرنے والا) ہوگا"اھ اس لئے کہ اساءت کا درجہ کراہت تحریم سے نیچے ہے۔**اقول:** ملک العلماء کی تعلیل سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ناظر کو معلوم ہے مگر یہ ہے کہ جیسے اس میں لفظ "اَولی" ہے ویسے ہی تجنیس اور مزید کی اس عبارت میں ہے: "بیشک

عـه بل فی نفس البدائع من کتاب الاستحسان الامتناع من المباح اولی من ارتکاب المحظور [3] اھ ۱۲ منه غفرله (م)	بلکہ خود بدائع کتاب الاستحسان میں یہ عبارت ہے: مباح سے باز رہنا ممنوع کے ارتکاب سے اولٰی ہے اھ ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل بیان ماینقض التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

[2] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

[3] بدائع الصنائع کتاب الاحسان ایم ایم سعید کمپنی، کراچی ۵/۱۳۰

مراعاة فرض العین اولی قال الشامی فحیث ثبت انه فرض کان خلافه حراما [1] اھ.

من صدر الجهاد واطلاق(ا) المسیئ علی من ترك واجبا غیر نادر لاجرم ان قال فی الغنیة لوازال بذلك الماء الحدث وبقی الثوب نجسا لکان قدترك الطهارة الحقیقة مع قدرته علیها بغیر عذر فیکون اٰثما لکن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء [2] اھ وھذا عین مافهمت وقداداہ بلفظ اوجز وا حسن رحمه الله تعالٰی والعلماء جمیعا۔

وثانیا: اذن ینقلب الفرق فحیث جازله صرف الماء الی الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلامزیل لان یحل له صرفه الی الوضوء مع ازالة الجنابة بالتیمم لاولی وای مدخل فیه لکون الجنابة اغلظ فان الکل ینتفی اما بالماء اوبالتراب وای دلیل علی انه تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب

فرض عین کی رعایت "اولٰی" ہے اس پر شامی نے فرمایا: تو جب یہ ثابت ہوا کہ وہ فرض ہے تو اس کا خلاف حرام ہوا،اھ از شروع کتاب الجہاد اور واجب ترک کرنے والے پر لفظ "مُسِیئ" (بُرا کرنے والا) کا اطلاق کوئی نادر بات نہیں۔لاجرم غنیہ میں لکھا ہے: "اگر اس پانی سے حدث دُور کیا اور کپڑا نجس رہ گیا تو وہ طہارت حقیقیہ پر قادر ہونے کے باوجود بلاعذر اس کا تارک ہوا تو گنہ گار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہوجائے گی کیوں کہ پانی ختم ہوجانے کے بعد عجز ثابت ہوگیا" اھ یہ بعینہٖ وہ ہے جو میں نے سمجھا اور انہوں نے اسے زیادہ مختصر اور بہتر الفاظ میں ادا کیا ان پر اور تمام علماء پر خدا کی رحمت ہو۔

ثانیا: ایسا ہے تو فرق پلٹ جائے گا۔جب اس کے لئے یہ جائز ہے کہ پانی وضو میں صرف کردے اور بغیر کسی زائل کرنے والی چیز کے نجاست مانعہ کو باقی رکھے تو اس کے لئے جنابت کو تیمّم سے زائل کرنے کے ساتھ پانی کو وضو میں صرف کرلینا بدرجہ اولٰی جائز وحلال ہوگا اور اس میں نجاست کے زیادہ سخت ہونے کا کیا دخل؟ سبھی تو دور ہو جارہا ہے یا پانی سے یا مٹی سے اس پر کیا دلیل ہے کہ جو

---

[1] ردالمحتار،کتاب الجہاد، مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۱

[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص۸۶

وبالجملة ظهر بحمدالله تعالٰی ان النظر لامرد له وان الاظهر فی مسألة النجاسة مااستظهره فی الحلیة والبحر وجزم به فی شرح الوقایة والدرالمختار۔

زیادہ سخت ہے اسے مٹی سے نہیں پانی ہی سے زائل کرنا واجب ہے؟ بالجملہ بحمدِ خدائے برتر یہ واضح ہوگیا کہ اس کلام کو کوئی بات رَد کرنے والی نہیں اور مسئلہ نجاست میں اظہر وہی ہے جو حلیہ اور بحر میں ظاہر کیا گیا اور جس پر شرح وقایہ اور درمختار میں جزم ہوا۔(ت)

اقول: وبه ترجح ولله الحمد ماسلکه المحقق الحلبی صاحب الغنیة فی تقریر منشأ الخلاف(۱) فان القول بجواز الصرف الی الوضوء مع اولویة الصرف الی اللمعة هو الذی یقتضیه الدلیل وعلی تسلیم وجوب الصرف الیها ترد مسائل کثیرة ثبت فیها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعی کمابیناها فی رسالة قوانین العلماء وقد(۲) یکون الوجوب فی کلام الکافی من باب قولك حقك واجب علی فظهران الاظهر فی هذه خلاف مااستظهره فی الحلیة فالراجع فیه قول محمد وقدذیل بالاصح وهو تصحیح صریح وصاحب(۳) الحلیة رحمه الله تعالٰی لیس من اصحاب الترجیح۔

اقول: اسی سے بحمدہ تعالٰی اسے بھی ترجیح حاصل ہو گئی جس پر محقق حلبی منشأ خلاف کی تقریر میں چلے، اس لئے کہ مقتضائے دلیل یہی قول ہے کہ لمعہ میں پانی صرف کرنے کے اولٰی ہونے کے ساتھ وضو میں اس کے صرف کا جواز ہے اور لمعہ میں صرف کا وجوب مان لینے پر ان بہت سے مسائل سے اعتراض ہوگا جن میں کسی شرعی ممانعت کی وجہ سے پانی سے عجز ثابت ہے جیسا کہ انہیں ہم نے رسالہ "قوانین العلماء" میں بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کافی کی عبارت میں وجوب "**حقّك واجب علیّ**" (تمہارا حق میرے اوپر واجب ہے یعنی بقوّت ثابت ہے) کے باب سے ہو۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اس بارے میں اظہر اس کے برخلاف ہے جو حلیہ میں ظاہر کیا اور کہا "تو اس میں راجح امام محمد کا قول ہے" اور اس کے آخر میں "اصح" بھی لکھ دیا یہ صریح تصحیح ہے جبکہ صاحبِ حلیہ ان پر خدا کی رحمت ہو اصحابِ ترجیح سے نہیں ہیں۔(ت)

فان قلت کونه مستحق الصرف الی حاجة اهم لایختص بالوجوب الاتری ان المعد لعجن منه مع ان العجن غیر واجب۔

اگر سوال ہو پانی کا زیادہ اہم ضرور میں صَرف کئے جانے کا مستحق ہونا وجوب سے ہی خاص نہیں، دیکھئے آٹا گوندھنے کے لئے رکھا ہوا پانی اسی باب سے ہے باوجودیکہ آٹا گوندھنا واجب نہیں۔

اقول: ذلك تخفيف(۱) من ربكم ورحمة يراعی حاجات عبادہ بالنقير والقطمير فجاز التيمم اذاكان يبيع الماء من عندہ بفلس وقيمته ثمه نصف فلس وجاز لبعد ميل وانكان فی جهة مذهبه وهو يسير اليه لحاجة نفسه انما المنع لحق الشرع فلايتحقق الابالوجوب اذمالايجب شرعا لايمنع تركه شرعا فظهر الفرق والحمدلله رب العٰلمين ولذا مشيت فی الجدول علی قول محمد لانه المذيل بالتصحيح الصريح ولانه الاظهر من حيث الدليل ولانه الاحوط فی الدين وان كان قول ابی يوسف ايضاله قوة لانه قول ابی يوسف ولانه فی الاصل وقداستظهر اوجهيته فی الحلية واومی الی ترجيحه فی شرح الوقاية واخردليله فی الكافی غير انهم اعتمدوا حرفا واحدا وهو استحقاق الصرف وقدعلمت جوابه ولله الحمد۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور رحمت ہے وہ نقیر و قطمیر (کھجور کی چھال اور گٹھلی کے چھلکے) میں اپنے بندوں کی حاجتوں کی رعایت فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تیمّم جائز ہوگیا جب پانی والا ایک پیسے میں پانی بیچ رہا ہے اور وہاں اس کی قیمت آدھا پیسہ ہے۔ اور ایک میل پانی دُور ہو تو تیمّم جائز ہوگیا اگرچہ وہ اس کے راستے ہی کی سمت میں ہو۔ اور اس طرف وہ اپنی ضرورت کے لئے جا بھی رہا ہے لیکن حق شرع کی وجہ سے ممانعت تو یہ بغیر وجوب کے متحقق نہ ہوگی اس لئے کہ شرعًا جو واجب نہیں اس کا ترک شرعًا ممنوع نہیں اس سے فرق واضح ہوگیا، اور تمام حمد خدا کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے اسی لئے میں نقشہ میں امام محمد کے قول پر چلاہُوں اس لئے کہ اس پر صریح تصحیح کا نشان دیا گیا ہے اور اس لئے کہ دلیل کے اعتبار سے وہی اظہر ہے اور اس لئے کہ دین میں وہی احوط ہے۔ اگرچہ امام ابویوسف کے قول میں بھی قوت ہے اس لئے کہ وہ امام ابویوسف کا قول ہے اور اس لئے کہ وہ "اصل" میں ہے اور حلیہ میں اس کے اوجہ ہونے کو ظاہر بتایا، اور شرح وقایہ میں اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا اور کافی میں اس کی دلیل مؤخر رکھی۔ مگر ان سب حضرات کا معتمد ایک ہی حرف ہے اور وہ ہے استحقاق صرف اور اس کا جواب معلوم ہوچکا اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

بالجملہ[۲] حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کرے گا گنہگار ہوگا حدث کے لئے تیمّم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے کہ

خلاف علماء سے بچنا ہے اور اسی لئے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمّم کرلینا انسب واحری ہے اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لئے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اس کے بعد تیمّم کرے اگرچہ پہلے بھی کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمّم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔ تو اگر قول امام محمد کی صریح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کے لئے اسی پر عمل مناسب ومندوب ہوتا نہ کہ اس طرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح وصلاح۔

اصلح اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی بالنامع سائر اخواننا فی الدین* وجعلنا جمیعا من المفلحین* وحشرنا فی زمرۃ الصلحین* تحت لواء سید المرسلین* صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلیھم وعلٰی اٰلہ واٰلھم وحزبہ وحزبھم اجمعین* ابد الاٰبدین* والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین* وصلی اللّٰہ تعالٰی علی المصطفی واٰلہ وصحبہ* وابنہ وحزبہ* وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم اٰمین* یاارحم الرحمین واللّٰہ تعالٰی اعلم* وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم*	خدائے پاک برتر ہمارا حال ہمارے تمام دینی بھائیوں کے ساتھ درست فرمائے اور ہم سب کو فلاح والوں میں سے بنائے اور ہمیں صالحین کے زمرے میں سید المرسلین کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ خدائے برتر کا درود ہو حضور پر اور رسولوں پر اور حضور کی آل اور رسولوں کی آل اور حضور کی جماعت اور رسولوں کی جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ اور تمام حمد خدا کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے سرکار مصطفٰی، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ پر اور ہم ان کے طفیل، ان کے سبب، ان کے اندر اور ان کے ساتھ قبول فرمااے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

الحمدللہ کتاب مستطاب حسن التعمّم لبیان حد التیمم مسودہ فقیر سے اٹھارہ [۱۸] جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعًا طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اُٹھیں ع:

کم ترک الاول للاخر

(اگلے پچھلوں کے لئے کتنا چھوڑ گئے۔ت)

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہٖ تعالٰی کیسی خُوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد (اور خدا ہی کے لئے حمد ہے۔ت) کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ ۸ رسائل ہیں:

(۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ۔

کہ وقتِ طبع حاشیہ پر اس عـہ کا نام لکھنا رہ گیا۔

(۲) الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ۔

(۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ۔

(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ۔

یہ چار ضمنیہ ہیں۔

(۵) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ۔

(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ۔

(۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ۔

(۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۵ھ۔

یہ چار ملحقہ ہیں سوال وشروع جواب ۱۳۲۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہٖ تعالٰی اس مقام کے طبع کے وقت کے اوائل ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہٖ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو ۲ دن کم تین مہینے علالتِ شدیدہ ونقاہتِ مدیدہ کے ہیں جس کا بقیہ اب تک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اس کے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے وراء اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وللہ الحمد حمد الشاکرین* وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین*	اور خدا ہی کے لئے حمد ہے شکر گزاروں کی حمد اور اللہ تعالٰی کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے

عـہ یہ رسالہ (طبع جدید میں) جلد سوم کے صفحہ ۴۱۱ سے ۴۴۰ تک ہے۔

اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین* سبحٰنك اللھم وبحمدك اشھد ان لاالہ الاانت استغفرك واتوب الیك ط	فرزند، ان کے گروہ سب پر الٰہی! قبول فرما۔اور تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کامالک ہے۔ پاکی ہے تجھے اے اللہ ساتھ ہی تیری حمد بھی۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔(ت)

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۱۵: از میرٹھ محلّہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۸شوال ۱۳۳۸ھ

شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی دیر میں ذرا ذرا نمی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریبًا ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے نمی کے الکس کی وجہ سے بار بار صاف کرتا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کے چڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔

اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بنی کی راہ نکلنا ہے وہ یہی ہے چونکہ بنی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوئے سے نمی کا الکس معلوم ہوتا ہے بعض کا خیال یہ ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسُوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہئے بعض کا یہ خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ اُن کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے اُنہوں نے اپنی آمدورفت کم

کردی، یہ حالت ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر کہ طاہر ہے قابلِ سیلان بھی ہو تو ناقضِ وضو نہیں اور اگر ناسُور سے ہو جب بھی صورتِ مذکورہ سے لان کی نہیں اور چھڑانے سے چھُوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں بہر حال اس سے وضو نہ جائے گا **واللہ تعالٰی اعلم**

---

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

ذیل باب الغسل

مسئلہ ۱۱۶: از سرونج مسؤلہ عبدالرشید خان صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ۶ ماہ عرصہ سے زید حالتِ جنابت میں ہے جب اسے ضرورت غسل کی ہُوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اُسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اُسی حالتِ جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چُونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چُونا کتھا جما ہوا ہے۔ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہُوا تو کیا تدبیر کرنی چاہئے؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر وہ جگہ جہاں چُونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے نہ دُھل گئی تھی اور وہ چُونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھُڑانا باعثِ ضرر وایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھُڑا سکتا ہے تو چھُڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۷: از مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہئے یا نہیں، اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہوا گر اس نے نیت نہیں کی غسل ہُوا یا نہیں؟

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کررہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

I.T. Majlis of DawateIslami

الجواب

(۱) غسل میں نیت سنّت ہے، اگر نہ کی غسل جب بھی ہوجائے گا اور اُس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دُور ہوجانے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہوجاتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۸: مولوی عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظرِ اسلام ۳۔ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت ودفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے جیسے جریان وغیرہ، کیونکہ اس میں بھی بلاشہوت ودفق کے ہوتا ہے ان دو ۲ صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں؟ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق وشہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب:

جاگتے میں جو منی بغیر دفق وشہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق وشہوت ہے احتیاطًا غسل کرے گا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۹: از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش پاسوٹو لینڈ مسؤلہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو، زانی پر غسل چالیس ۴۰ روز تک نہیں اُترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اُترتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے فورًا ہوجائے گی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس ۴۰ دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس ۴۰ برس توبہ نہ کرے تو چالیس ۴۰ برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اُترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ! طہارت شرط ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اُترتا یعنی کافران کتابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ [1]۔	کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔

[1] القرآن ۵/۵

اور کفّار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لئے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پُرزے پُرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پُورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ ان سے ادا ہوجاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مُنہ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لئے پانی سُونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعًا نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔ امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال و ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ لان المشرکین لایغتسلون من الجنابۃ ولایدرون کیفیۃ الغسل اھ۔ وفی الذخیرۃ من المشرکین من لایدری الاغتسال من الجنابۃ ومنھم من یدری کقریش فانھم توارثوا ذلك من اسمٰعیل علیہ الصّلوٰۃ والسلام الا انھم لایدرون کیفیتہ لایتمضمضون ولا یستنشقون وھما فرضان الا تری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ماشار الیہ فی الکتاب اما ان لایغتسلوا من الجنابۃ اویغتسلون ولکن لایدرون کیفیتہ وای ذلك کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابۃ وبہ تبین ان ماذکر بعض مشایخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلك فیمن لم یکن اجنب اھ۔ مختصرا [1]۔	محیط میں ہے: "امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے سِیر کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اُسے غسلِ جنابت کرنا چاہئے کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں" (انتہی)۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ بعض مشرک غسلِ جنابت کا علم نہیں رکھتے اور بعض جیسے کفارِ قریش جانتے ہیں کیونکہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے نسلًا بعد نسلٍ ایسا کرتے آئے ہیں لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے ہیں وہ نہ کُلی کرتے ہیں نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کُلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت بہت سے اہلِ علم پر مخفی ہے تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا لہٰذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے) کتاب (سِیر کبیر) میں اشارہ فرمایا کہ یا تو وہ غسلِ جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے۔ جو بھی بات ہو بہرحال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ جنابت باقی ہے

[1] حلیہ

	اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشائخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہو اھ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصراً) (ت)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحال جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہئے کہ ذبح عبادت الٰہی ہے جس سے خاص اُس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اُس میں تسمیہ وتکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولیٰ ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔دُر مختار میں ہے:

لایکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولٰی[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	جنبی کے لئے دُعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا بھی مکروہ نہیں اور اس سے مکروہ تحریمیہ مراد ہے ورنہ مطلق ذکر کے لئے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلافِ اولیٰ ہے۔اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

سوال ۲۰ دوم: اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کرکے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اُترتا ہے یا نہیں، غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اترتا ہے جس میں حلق تک مُنہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اُتر جائے گا، ہاں کھُلے غسل خانے میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔وہ احتمالِ نظر جتنا قوی ہوگا اُتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] دُر مختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

ذیل باب المیاہ

مسئلہ ۱۲۱ : از پولول مولول ڈاک خانہ ہیروں ضلع در بھنگہ بلگرام چرن مرسلہ عبدالحکیم صاحب　　۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب:

ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کٹورے یا بادیے سے منہ لگا کر پئے گا اُس پانی سے

وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اُسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملادیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ایاك ومایسوء الاذن**[1] (جس بات کا سُننا (شرعًا) ناگوار ہو اس سے بچو۔ت) ہاں اگر اس کے سوااور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اُس سے وضو کرنا ہوگا ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۲: از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمٰن صاحب ۹۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گر جائے بشرطیکہ اوصاف ثلٰثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

الجواب:

حوض اگرچہ ہزار درہزار ہو جبکہ اس وقت اُس میں پانی دَہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اسے ناپاک کردے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۳: موضع بیتھوڈاک خانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول کا کس قدر ہونا لازم ہے۔ (۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔ (۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی الغادیۃ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

معروف پُل سے ہے۔ یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ یا جب آبِ باراں ہوتا ہے تو اس نالہ سے تمام بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکور میں گرا کرتا ہے اور زمانہ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول وبراز کیا کرتے ہیں اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بَول وبراز ہُوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینا یان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینا یان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی وناطاہر چیزیں بھی اُس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں۔

اور زمانہ میں شاید باید کمتر خصوصًا زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہو کر پانی نکلتا ہے جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہو جاتا ہے اور جب کچھ پانی اندازکا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ وبذریعہ گلیاں اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آبِ باراں کے گر کر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اُس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

(۴) یہ گڈھی دَہ در دَہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ (۵) دہ در دہ میں شرائط رنگ وبُو وذائقہ کا ہے یا نہیں۔ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔ (۶) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول میں بھی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے۔ (۷) مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہوگا یا نہیں۔ (۸) جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ وجانب شمال ساٹھ ہاتھ وجانب شرق پچاس ہاتھ وجانب غرب ۱۰۰ ہاتھ وعمق اختلافیہ درمیان گڈھی تیراتا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

(نقشہ گڈھی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

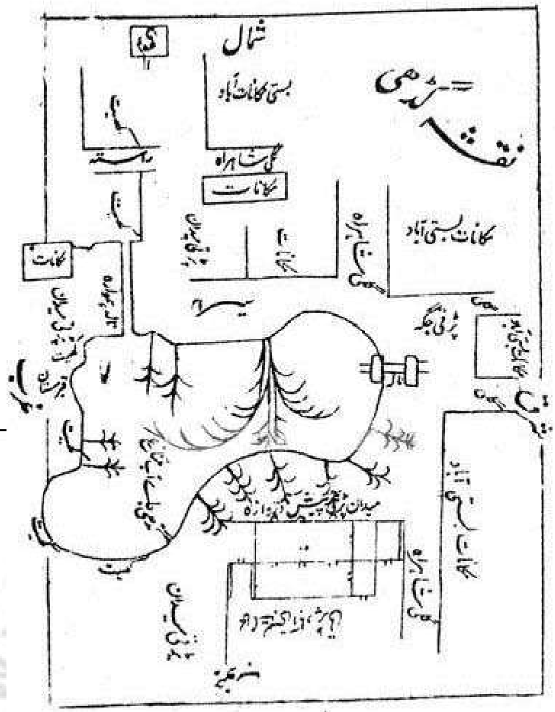

الجواب:

(۱) دہ در دہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہئے جن کا حاصل ضرب سو ۱۰۰ ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(۲) دَہ در دہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازہ ائمہ کہ مائے کثیر کی یہ تقدیر فرمائی **کما بیناہ فی فتاوٰنا** (جیسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انه حقق فیها ما اختاره اصحاب المتون من اعتبار العشر و اورد نحومائة نقل ناطقة بالصواب ولایخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الھدایة وقاضی خان و غیرهما من اھل الترجیح هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم[1]۔۔۔الخ۔	بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین دیری سے نقل کیا، انہوں نے اپنے رسالہ "القول الراقی فی حکم الفساق" میں دہ در دہ کے اعتبار میں اصحابِ متون کی مختار بات کو صحیح ثابت کرتے ہوئے (اس کی تائید میں) تقریبًا ایک سو صحیح اقوال نقل کیے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ متاخرین مثلًا صاحبِ ہدایہ اور قاضیخان نے جو (ہر طرف سے دس گز کا) فتوٰی تو وہ لوگ اہلِ ترجیح میں سے ہیں مذہب کا علم ہم سے زیادہ رکھتے ہیں لہٰذا ہم پر ان کی اتباع ضروری ہے الخ (ت)

(۳) مینہ کا پانی جب تک بہہ رہا ہے اگرچہ اُس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طهور لاینجسه شیئ مالم یتغیر احد اوصافه[2] (بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اس کا کوئی وصف نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔ت)

تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہُوا اس گڈھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڈھی کے کنارے پر نجاستیں پڑی ہوں۔

ایک حالت تو یہ تھی، دُوسری حالت اُس پانی کے گڈھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا وہ ناپاک پانی جو اُس کے ساتھ بہہ کر آئے تھے اُن کو بھی اس نے پاک کردیا فان الماء الجاری یطهر بعضه بعضا[3] (جاری پانی کا بعض (اس کے) دوسرے بعض کو پاک

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۳۳

[3] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۴۰

کردیتا ہے۔ت) اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اُوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اُس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُس میں رُکا رہے۔

اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہوا تھا یا دَہ در دَہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دَہ در دَہ پاک پانی ہو کر اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائے گا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اُسے بہادے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہوجائے گا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اُس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اُس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب دہ در دہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہتے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہوگیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ در دہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کہ پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہوگیا **لانہ فی حکم الجاری**[1] (کیونکہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔ت) اس طرح پاک وناپاک پانی مل کر گڑھی بھرے تو سب پاک ہے اور نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے۔

(۴و۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے سو۱۰۰ ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے۔

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے، درمختار میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافہ من لون اوطعم اوریح ینجس لا لوتغیر بطول مکث ولوشك فالاصل الطھارۃ ویجوز بماء خالطہ طاھر جامد کاشنان وزعفران	نجاست ملنے سے پانی کے رنگ، ذائقے اور بُو میں کسی ایک وصف کے بدلنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو تو ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ طہارت اصل ہے اور اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کوئی ٹھوس

[1] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۴۰

وفاکہۃ ورق شجر وان غیر کل اوصافہ [1]۔	پاک چیز مثلاً اُشنان، زعفران، پھل اور درختوں کے پتّے مل جائیں اگرچہ وہ اس کے تمام اوصاف بدل دے۔(ت)

(۶) دہ دَر دہ کے عرض و طول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سو ۱۰۰ ہاتھ ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض وطول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سو ۱۰۰ ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے اور عمق ہیں صحیح و معتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے ہمارے فتاوی میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے **ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر** ۱۳۳۴ جسے تحقیق بازغ و تنقیح بالغ دیکھنی ہو اس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں، ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے او یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ ورسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ رسول کے لئے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۴: از بلند شہر بالائے کوٹ محلّہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لئے تعمیر ہوا اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلّہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عـہ ۱۰ روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس سے وضو جائز ہے اول تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگا یا گیا بلکہ اُس کے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا بصورتِ اجرت تو ظاہر ہے کہ اُس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دے دو اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد ونقد زرحرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شے میں خباثت نہ آئی **کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی مافصلناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کا

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

مفتٰی بہ قول ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے مفصل بیان کیا ہے۔ت) اور اگر بالفرض عقد و نقد اُس شرا میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دے دی اس نے زرحرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شے خبیث ہُوئی مگر کیا معین کرسکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کون سا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔امام محمد فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم یعرف شیئا حراما بعینہ ہندیۃ عن الذخیرۃ[1]۔	ہم اسی بات کو اختیار کریں گے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو اسے فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔(ت)

ہاں اگر اکثر چُنائی ایسی ہی خبیث اشیاسے ہو تو اس سے وضونہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل فی[2] ھذا عند قوم (کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک ایسی صورت میں اکثر کُل کے حکم میں ہوتا ہے۔ت) اگرچہ اس کے پانی میں کوئی نقص نہیں، نہ اس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرحرام سے ہو لان الکراھۃ لمجاور (کیونکہ کراہت،اس سے ملنے والی چیز کے باعث ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از باسنی متصل ناگور ماڑواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹۔شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طول مکث و کثیر الاستعمال کی وجہ سے بدبُو کرجائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ایک مولوی صاحب ماءِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرمارہے ہیں اور یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے لہٰذا نجس ہے تو کیا وہ دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے مولٰنا عبدالحہ صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضیئ فی الحوض الکبیر المنتن اذالم یعلم نجاستہ[3]۔(بڑے بدبودار حوض ینجس بتغیر احد اوصافہ بنجس لا لو تغیر بمکث اھ سے وضو کرنا جائز ہے جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ت) اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا۔الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] تبیین الحقائق باب مسح الخفین المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۵۰

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب المیاہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۱۸

الجواب:

طول مکث سے بدبولانا پانی کو نجس نہیں کرسکتا اگرچہ کٹورا بھر ہو، تنویر وغیرہ متون میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه بنجس لا لوتغیر بمکث[1]۔	نجاست ملنے سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا۔(ت)

درمختار میں ہے:

فلوعلم نتنه بنجاسة لم یجز ولوشك فالاصل الطهارة[2]۔	اگر نجاست کی وجہ سے پانی کے بدبودار ہونے کا یقین ہو تو وضو جائز نہیں اور اگر شک ہو تو اصل چیز طہارت ہے (لہٰذا جائز ہوگا)۔(ت)

دہ در دہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا نہ کہ مائے مستعمل سے مائے مستعمل صحیح ومعتمد ومفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں طاہر غیر مطہر ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کامذہب معتمد ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وھو طاھر لیس بطھور[3]۔	اور وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایة ھی المشھورة عنه واختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوی[4]۔	اسے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے اور ان سے مشہور روایت یہی ہے اور محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا اسی پر فتوٰی ہے۔(ت)

مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز۔ درمختار میں ہے:

غلبة المخالط لومماثلا کمستعمل	اگر (پانی میں) ملنے والی چیز اسی جیسی ہو جیسے مستعمل

[1] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[2] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[3] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۷

[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۷

فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر بالکل والا لا [1]۔	پانی تو غلبے کا اعتبار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر مطلق پانی نصف سے زیادہ ہے تو تمام پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابلِ التفات۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۶: از پوربندر کاٹھ یاوار میٹھی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین جامع شریعت و طریقت حکیم امت مولٰنا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب **متع اللہ المسلمین بطول بقائھم۔**

بعد تسلیم فدویت ترمیم معروض رائے شریف و ذہن لفیط ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کو اوپر کو پتھّر لگانے سے مُنہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پُورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لئے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کرجاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہوجاتا ہے اس لئے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے۔ سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کرکے تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ،

اگر پانی پتھّر سے نیچا ہے تو وہ دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور پانی اُس حد سے اونچا ہو کر پتھّر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہوجائے گی ہاں وضو کے لئے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہوجائے گا قابلِ وضو نہ رہے گا وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہوجائے اس کے پاک کردینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصّہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۷: از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت ہو گیا تو جو قطرے اس کی رِیش وغیرہ سے گریں گے اُس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اُن قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں بدن اتنا پُونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۸: از شہر گیا محلّہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸۔ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب:

جب آب مطلق اصلًا نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمّم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمّم سے نماز باطل۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

فصل فی البئر

مسئلہ ۱۲۹تا ۱۳۴: از شہر کہنہ محلّہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خان ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چُوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن پیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کاٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنویں میں جائے تو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنویں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پُورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اُس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اُس کنویں میں دو۲ آدمی کے قد پانی ہے اور پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اُوپر بھی پانی چھ سات اُنگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا (کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون بنوائے گا یہ تو بیکار ہُوا جاتا ہے) تو کنواں پاک ہُوا یا نہیں؟

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کیے ہوئے ہما وشما کے کہنے سے کنویں کو پاک کرادیں یا کردیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو ایسی نجاست جو کہ ساٹھ ۶۰ ڈول نکالنے سے پاک ہوسکتی ہے اور ہما وشما کے کہنے سے جنھوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ۲۰ ڈول نکلوادئے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کُنواں پاک ہوگیا۔ اُن کے واسطے کا کیا حکم ہے۔

(۶) اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کرکے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دہرانا چاہئے۔

الجواب:

(۱) کُل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کرلیں کہ اتنے ڈول ہے اُس قدر نکال لیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اس کا جواب اُوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا، **واللہ اعلم۔**

(۳) چڑیا چوہا مثلاً کنویں میں مرکر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہوجائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہوگیا ہوگا اور اس کا اندازہ چھ ۶ مہینے کیا گیا ہے باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سو ۱۰۰ یا دوسو ۲۰۰ ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہوجائے وہ باقی کے سو ۱۰۰ دوسو ۲۰۰ ڈول نکال دیں کنواں پاک ہوگیا لان الولاء غیر شرط (کیونکہ مسلسل نکالنا شرط نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہوتا ہے اب اتنا ہونا چاہئے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کردیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کیے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۶) جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کرکے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اس کے بعد پانی پاک کرلیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہہ گیا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور

اگر کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اُس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہوگئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہوگئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک دھویا نہ جائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۵: از شہر بریلی محلّہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲۔رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیاارشاد ہے علمائے دین کااس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسّی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھااور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنویں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسّی پر لپیٹا تھااس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔لوگوں کاشبہہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہئے۔

الجواب:

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: از شہر بریلی محلّہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۲۔رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لئے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسّی بندھی ہُوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کامَیلا دوپٹّا رسّی پر لپٹا ہوا جو کہ ایک عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسّی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اُس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پہیّے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنویں میں گر گیا اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب:

بے نمازی عورت کامَیلا دوبٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسّی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ، رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم وثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خُون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کُل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم وشک پر نجاست نہیں ہوسکتی ایساہی زیادہ شک ہو تو بیس ۲۰ ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۷: از شہر کہنہ بریلی محلّہ گھیر جعفر خان پنجابی ٹولہ مسئولہ جناب محمود علی خان صاحب رضوی ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا اُس کنویں میں گلہری گر کر مر گئی اور سڑ کر پھٹ گئی ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جاوے کہ کنواں پاک ہو جاوے۔

الجواب:

اگر کنواں آپ دہ در دہ ہو یعنی اس کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذراسی نجاست سے اُس کا کُل پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ کثرت عمق یا زیادات آمدِ آب کے سبب اُس سے دس [10] حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں ~~جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہو جائے گا خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز~~ میں اور خواہ نکالنے سے اس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلًا نہ گھٹے ہر صورت میں اُتنے ڈول نکالنے سے پاک ہو جائے گا اور وہ جو آج کل بعض بے علم لوگ ایسے کُنویں سے ۳۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔ ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسّی میں پتھّر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں، خم نہ پڑے جب تہہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سو [100] ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اس سے حساب لگالیں مثلًا بیس [20] ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سو [100] ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں یا دو [2] معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کرکے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُس قدر نکال دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: از رامہ تحصیل گوجر خان ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۰۔ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنویں میں گر پڑے اور اس کے مُنہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کُل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اُس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی نہ پہنچا صرف بیس [20] ڈول تطییبِ قلب کے لئے کافی ہیں، دُرمختار میں ہے:

لواخرج حیاً ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الاان	اگر زندہ نکالا گیا اور وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہیں نکالا جائے گا

یدخل فمه الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح [1]۔	مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس وقت اس کے جھُوٹے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ناپاک ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ نہیں۔ یہی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیة لوقعت شاۃ وخرجت حیة ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطهیر [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس (صاحبِ دُرمختار) کے قول "لم ینزح شیئ" (کچھ بھی نہ نکالا جائے) سے مراد یہ ہے کہ نکالنا واجب نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اگر بکری گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اطمینانِ قلب کے لئے بیس ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لئے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹: از ضلع فرید پور موضع قتل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی ایک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنویں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اب اس کنویں کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کرلیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ۲۰ ڈول نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۹/۱

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۵۶/۱

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۱۴۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملّا یعقوب علی خان ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سُوتی یااُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں

یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا اُنہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فورًا پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔

فی المنیة والغنیة (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفة الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستقر القدم الی الکعب (اومنعلین) ای جعل الجلد علی ما یلی الارض منہما خاصة کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذاکانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذاکان بحیث لایجاوز الماء منه الی القدم فھو بمنزلة الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الابعد لبث اودلك بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال[1]۔	منیہ اور غنیہ میں ہے (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں) یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصّہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جُوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فورًا پاؤں تک پہنچاتی ہے۔ (ت)
(وعلیه) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسك علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیه ضیق یستمسك علی الساق من غیر شد والحد	(وعلیه) یعنی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتوی ہے، اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہا نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو

[1] غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۰

بعدم جذب الماء اقرب وبمایمکن فیه متابعة المشی اصوب۔	وہ باندھے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے۔ موزے کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے اور اس کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو، حق کے زیادہ قریب اور بہترین تعریف ہے۔(ت)
وقدذکر نجم الدین الزاهدی عن شمس الائمة الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماکان رقیقا منها لایجوز المسح علیه اتفاقا الاان یکون مجلدا او منعلا وماکان ثخینا منها فان لم یکن مجلدا اومنعلا فمختلف فیه وماکان فلاخلاف فیه [1] اھ ملتقطا۔	نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیں پتلی ہوں تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں جب تک وہ مجلّد یا منعل نہ ہوں اور اگر وہ (دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں اختلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی انتخابًا۔(ت)
قلت وههنا وهم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیة شرح الوقایة فلاعلیك منه بعد ماسمعت نص امام الشان شمس الائمة وکذلك نص فی الخلاصة بمایکفی لازاهته کماحققه فی الغنیة وذکر طرفا منه فی ردالمحتار فراجعها ان شئت والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔	فاضل اخی یوسف چلپی کو حاشیہ شرح وقایہ کے اس مقام پر ایک وہم [۲] ہوا۔ لہٰذا امام الشان شمس الائمہ کی تصریح سننے کے بعد اب تمہیں وہ قول اختیار نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح خلاصہ میں بھی تصریح ہے جو اس کے ازالہ کے لئے کافی ہے جیسا کہ غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور کچھ بحث ردالمحتار میں بھی مذکور ہے اگر چاہو تو وہاں رجوع کرو۔ اور اللہ سبحانہ، وتعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۴۱: مقام کہنہ دہانہ ضلع رزے ڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بُوٹ جن سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بُوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں وہ بُوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں۔ چونکہ چمڑے کے موزے پر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۱

[۲] چلپی نے فرمایا اگر وہ ثخین نہ ہو تو نیچے چمڑا چڑھا ہونے کے باوجود مسح جائز نہیں۔ ذخیرۃ العقبٰی ص ۵۲

مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمایئے کہ بُوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب:

درست ہے معراج الدرایہ پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شیئ فهو کخروق الخف[1] والله تعالٰی اعلم۔	ایسے موزے پر مسح جائز ہے جو قدم کے اوپر سے کھلا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو تو وہ بند کی طرح ہے اور اگر قدم کی پیٹھ سے کچھ حصہ ننگا ہو تو وہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہے۔ اور الله تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۹۲

باب الحیض

مسئلہ ۱۴۲: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی ہٰذہ المسئلۃ درو سالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است نونے نماز میگزارد ہم دراثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود واگر نفل بود قضا واجب آید۔ بینوا توجروا۔	اللہ تعالٰی آپ کو اپنی رحمت سے نوازے، اس مسئلہ میں آپ کی کیارائے ہے، رسالہ "طہارتِ کبرٰی" میں لکھا ہے: "کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو اور نماز کے دوران اسے حیض آجائے تو وہ نماز توڑدے پھر اگر وہ فرض نماز ہے تو حصولِ طہارت کے بعد اس کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر نفل نماز ہو تو واجب ہوگی۔ بیان کریں اجر پائیں۔(ت)

الجواب:

دریں رسالہ اگرچہ بس یار جاخطا سرزدہ اماایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر و غیرھما من الاسفار الغرّ وجہش انچہ	اس رسالے میں اگرچہ بہت جگہ غلطی واقع ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے اسی کی مثل البحرالرائق، درمختار اور ان کے علاوہ عمدہ کتب میں منقول ہے،

کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد واگر قبل ازاتمام فسادے رونماید قضالازم آید اماایں حکم حکم شروع قصدی ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزرادہ فراموش کردو باز عقدش بربست پیش ازفراغ بیادش آمد ہمچناں بشکست قضابر دلازم نیست کہ ایں شروع بربنائے ظن غلط بود،ہمچناں چوں زن راحیض رسید پیداشد کہ نمازایں وقت برو واجب نبود وظن وجابے کہ بربنالیش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیراکہ نزدمااعتبار مرآخر وقت راست کمانصواعلیہ پس قضا لازم نیاید بخلاف نفل کہ شروع دروے نہ بظن وجوب بودونہ عروض حیض درآخروقت مانع تنفل دراول ست پس شروع دروے صحیح بودچوں فاسد شد قضا واجب آمد۔واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	اس کا سبب جو اس وقت خیال میں آرہا ہے یہ ہے کہ نماز اگرچہ نفل ہو شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے اگر تکمیل سے پہلے کوئی فساد ظاہر ہو تو قضالازم ہوگی لیکن یہ حکم اس نماز کا ہے جسے قصداً شروع کیا ہو۔لہٰذا اگر کوئی شخص نمازِ ظہر اداکرکے بھُول گیا ہو پھر اس کی نیت کرلی لیکن فارغ ہونے سے پہلے یاد آگیا اور اسی حالت میں نماز توڑدی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ شروع کرنا غلط گمان کی بنیاد پر تھا۔اسی طرح جب عورت کو حیض آیا تو اس وقت کی نماز اس پر فرض نہ تھی اس نے فرض خیال کرتے ہوئے شروع کردی تھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے جیسے فقہاءِ کرام نے بیان فرمایا لہٰذا قضالازم نہیں ہوگی۔بخلاف نفل کے کہ وہ نہ تو واجب سمجھ کر شروع کئے اور نہ ہی آخر وقت میں حیض کا شروع نفل پڑھنے سے مانع ہے لہٰذا نوافل کا شروع کرنا صحیح تھا جب فاسد ہوگئے تو قضا واجب ہوگئی۔اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بزرگ وبرتر ذات کا علم سب سے زیادہ مکمل اور مستحکم ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۴۳ ۴صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسمّاۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حبس طمث تھا بالکل ادرار مسدود تھا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوئی باعانت دوااجرائے دم ہوا ہے ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے،ہاں اگر دس۱۰ روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کریں اور وہ پچھلا طمث جس کے بعد احتباس ہوگیا تھا اگر دس۱۰ دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دن دس سے بڑھے تو وہ جتنا دس سے کم تھا اُتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وہ چھ۶ روز کا تھا تو چار۴ دن کی نماز قضا کریں اور چار کا تو چھ کی وعلی ھذا القیاس **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۴: از جالندھر محلّہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ۲۔ شوال ۱۳۱۴ھ۔

عورت حالت حیض اور نفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقہ نقشبندیہ میں دستور ہے کر سکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت ارقام فرمائیں۔

الجواب:

ہاں اُمّ المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علٰی کل احیانہ [1] رواہ الامام احمد ومسلم وابوداود والترمذی وابن ماجۃ۔"	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرماتے تھے"۔اس (حدیث) کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المؤمن لاینجس [2] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	"مومن ناپاک نہیں ہوتا"اسے چھ ائمہ حدیث (اصحابِ صحاح ستّہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

دُرمختار میں ہے:

لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسھا وحملھا [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	حائضہ اور جنبی کے لئے دُعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۵: از علی گڑھ ۵۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اوّل: ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہوتا ہے سپیدی آجانے کے بعد بے نہائے اس سے

[1] سنن ابوداؤد باب فی الرجل یذکر اللہ علٰی غیر طہور مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۴

[2] جامع ترمذی، باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب، طبع مجتبائی پاکستان ۱/۱۷

[3] درمختار، باب الحیض، مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۵۱

صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

جو حیض اپنی پُوری مدّت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہوجائے اس میں دو۲ صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اُتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خُون بند ہوگیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہالے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پہلے مہینے سات ۷ دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آکر ختم ہُوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس ۱۰ دن سے کم میں ختم ہوا تو اُس سے صحبت جائز ہونے کے لئے دو۲ باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا ۱ تو عورت نہالے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمّم کرنا ہو تو تیمّم کرکے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمّم کافی نہیں یا ۲ طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نمازِ فرض فرض ہوجائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اُس سے صحبت جائز ہوجائے گی ورنہ نہیں مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہود یہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

فی الدر المختار یحل وطؤھا اذا انقطع حیضھا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقلہ فان لدون عادتھا لم یحل (الوطؤ وان اغتسلت لان العود فی العادۃ غالب بحر) وان لعادتھا فان کتابیۃ حل فی الحال (لانہ لااغتسال علیھا لعدم المطالب) والالایحل حتی تغتسل اوتتیمم بشرطہ (ھو فقد الماء بہ والصلٰوۃ بہ علی الصحیح کمایعلم من النھر و غیرہ وبھذا ظھر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلاۃ مع الصلاۃ بہ ایضا) اویمضی علیھا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ	در مختار میں ہے: اگر عورت کا حیض، زیادہ دنوں کے بعد ختم ہو تو اس کے ساتھ غسل واجب بلکہ مستحب غسل سے بھی پہلے وطی کرنا جائز ہے اور اگر کم از کم مدت میں ختم ہو تو (دیکھیں گے) اگر عادت سے کم میں ختم ہو تو جماع جائز نہیں اگرچہ غسل کرلے کیونکہ عادت کی طرف لَوٹنا غالب ہے (بحرالرائق) اگر عادت کے مطابق ختم ہوا تو کتابیہ ہونے کی صورت میں اسی وقت وطی حلال ہوجائے گی کیونکہ اس پر غسل واجب نہیں اس لئے کہ اس سے (غسل کا) مطالبہ کرنے والی چیز (یعنی اسلام) نہیں۔ اگر وہ کتابیہ نہیں تو جب تک غسل یا شرائطِ تیمّم پائے جانے کی صورت میں تیمّم نہ کرے اس سے جماع جائز نہیں۔ صحیح قول کے مطابق (اس کے لئے تیمّم کی) شرط یہ ہے کہ پانی نہ ہونا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہے جیسا کہ

یعنی من آخر الوقت لتعلیلھم بوجوبھا فی ذمتھا حتی لوطھرت فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظھر کما فی السراج[1] اھ مزیدا من ردالمحتار[2]۔ ورأیتنی کتبت علی قولہ ولیس الثیاب مانصہ ای المبیحۃ للصلاۃ ولورداء واحدا یسترھا من قرنھا الی قدمھا لان المقصود کون الصلاۃ دینا علیھا وذلك یحصل بھذا القدر ولذا استظھر العلامۃ الحلبی فی الغسل ان المراد قدر الفرض وھو ظاھر[3] واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	نہر (نہرالفائق) وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ تیمّم کامل مراد ہے جس سے نہ صرف یہ کہ نماز پڑھنا جائز ہوجائے بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھ لے) یا اتنا وقت گزر جائے جس میں غسل کرکے کپڑے پہننے اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہو کیونکہ انہوں نے اسی بات کو عورت کے ذمہ (نماز) واجب ہونے کی علت قرار دیا ہے حتی کہ اگر عید کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر وقتِ ظہر گزرنا ضروری ہے جیسا کہ سراج میں ہے (انتہی) یہ ردالمحتار سے اضافہ کے ساتھ ہے۔اور میرا خیال ہے کہ میں نے اس (دُرمختار) کے قول "ولیس الثیاب" پر لکھا ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کے ساتھ نماز جائز ہوجاتی ہے اگرچہ ایک چادر ہو جو سر سے قدموں تک اسے ڈھانپ لے کیونکہ مقصد تو نماز کا اس کے ذمہ فرض ہونا ہے اور یہ اس مقدار سے حاصل ہوجاتا ہے اسی لئے علامہ حلبی نے غسل کے بارے میں بتایا کہ اس سے فرض کا اندازہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔(ت)

سوال دوم: ایامِ حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز۔ کلیہ یہ ہے کہ حالتِ حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلاکسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھُونا بلاشہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

[1] دُرمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۵

[3] جدّ الممتار علی الدر المختار باب الحیض المجمع الاسلامی مبارکپور ہندوستان ص ۱۶۴

فی الدرالمختار یمنع حل قربان ماتحت ازار یعنی مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلاشھوۃ وحل ماعداہ مطلقاً[1] اھ وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ماتحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام قیل لایباح الاستمتاع من النظر و غیرہ بمادون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ماورائہ وقیل یباح مع الازار اھ ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ماتحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الاالرجوع الیہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	دُرمختار میں ہے: "ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قُرب جائز نہیں اگرچہ بلاشہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقاً جائز ہے۔اھ"۔ اور ردالمحتار میں ہے: "حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ "امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہئے"۔امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "فقط جماع سے پرہیز کرے"۔پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی) مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اس کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا) واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۷: از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدّت چالیس ۴۰ روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی ہشت روز میں بند ہو اور نماز اور روزہ اور وطی کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

پانی کوئی چیز نہیں وہ تو رطوبت ہے نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس ۴۰ دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی رہ گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو ۲ منٹ تک خُون آکر بند ہوگیا عورت بگمانِ طہارت غسل کرکے نماز

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۴

روزہ وغیرہ کرتی رہی چالیس ۴۰ دن پُورے ہونے میں ابھی دو ۲ منٹ باقی تھے پھر خُون آگیا تو یہ سارا چلّہ نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انہیں پھر پھیرے۔

فی ردالمحتار ان من اصل الامام ان الدم اذاکان فی الاربعین فالطھر المتخلل لایفصل طال اوقصر حتی لورأت ساعۃ دما واربعین الاساعتین طھرا ثم ساعۃ وماکان الاربعون کلھا نفاسا وعلیہ الفتوٰی کذا فی الخلاصۃ [1] نھر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	ردالمحتار میں ہے: "امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو توطُہر متخلل فاصل نہیں ہوگا وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خُون دیکھا پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی پھر ایک ساعت خون دیکھا تو پُورے چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اور اسی پر فتوٰی ہے۔خلاصہ میں اسی طرح ہے نہر، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ مجدہ اتم واحکم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۸: ۸ ذی القعدہ ۱۳۲۴ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کی روٹی پکی ہوئی کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس عرصہ میں اگر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے، حیض کے کتنے دن ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:

اس کے ہاتھ کا پکاہُوا کھانا بھی جائز، اُسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔

وقدکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یدنی راسہ الکریم لام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا وھی فی بیتھا وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ فتقول اماحائض فیقول حیضتك لیست فی یدك [2]۔	سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا سر مبارک دُھلوانے کے لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قریب کرتے تھے اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اُم المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہُوں۔آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تونہیں ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۹

[2] جامع ترمذی، باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیئ من المسجد، مطبع مجتبائی لاہور ۱/۱۹

مَر جائے تو اس کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے کما نص علیہ علماؤنا وبہ قال جمہور الائمۃ (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ت) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: ۹۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنے اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہو گئی اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چُوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چار پائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس ۴۰ دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلّہ نہ ہو جائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کے لئے چالیس ۴۰ دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو اس کے کم کے لئے کوئی حد نہیں اگر بچّہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہو گیا عورت اُسی وقت پاک ہو گئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اگر چالیس ۴۰ دن کے اندر اُسے خُون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہے گے۔ چُوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں فقط وہی چیز ناپاک ہو گی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک سمجھ لینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: از فرخ آباد شمس الدین احمد شنبہ ۱۸۔ شوال ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب:

اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار، اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درہم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سُنن دارمی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ [عـہ] میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق	جب آدمی اپنی عورت سے حالتِ حیض میں صحبت کرے

عـہ: عزاہ فی المشکٰوۃ لاربعۃ وانما الذی رأیت للنسائی ما یاتی ۱۲ منہ (م)

مشکٰوۃ المصابیح میں اسے چاروں سنن کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ جو میں نے نسائی کے لئے دیکھی ہے وہ ہے جو اس کے بعد آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

بنصف دینار [1]	تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔

سنن نسائی وابن ماجہ میں انہیں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یتصدق بدینار اونصف دینار** [2] ایک یا نصف دینار تصدق کرے ورواہ الدارمی فجعل الترديد من شك الراوی حیث قال یتصدق بدینار ونصف دینار شك الحکم [3] (اسے امام دارمی نے روایت کیا اور تردید کو راوی کا شک قرار دیا کہ اس نے کہا ایک دینار صدقہ کرے یا نصف دینار، حکم (راوی کو) شک ہوا۔ ت)

مسند عـــہ احمد ودارمی وترمذی میں اُنہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاکان دما احمر فدینار واذاکان دما اصفر فنصف دینار [4]۔	جب سُرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا۔

طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادہ تصحیح اُنہیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار ومن اتاها وقدادبر الدم عنها ولم تغتسل فنصف دینار [5]۔	جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہوچکا اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

مسند میں انہیں سے یوں ہے: تصدق بدینار فان لم تجد دینار فنصف

عـــہ وعزاہ ایضا فی الجامع الکبیر لابی داود والنسائی لم ارہ لهما۔	جامع کبیر میں ہے اس کو بھی ابو داؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے میں نے یہ حدیث ان دونوں میں نہیں دیکھی۔

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹

[2] سنن ابن ماجہ باب کفارۃ من اتی حائضا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

[3] سُنن الدارمی باب من قال علیہ الکفارۃ مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۰۳

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الکفارۃ فی ذلک، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰

[5] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ بن عباس حدیث نمبر ۱۲۱۳۴ المکتبۃ الفصیلۃ بیروت ۱۱/۴۰۲

دینار [1]۔ایک اشرفی صدقہ کر اور نہ ہو سکے تو آدھی۔ درمختار میں ہے:

یندب تصدقه بدینار اونصفه ومصرفه کزکاة وهل علی المرأة تصدق قال فی الضیاء الظاهر لا [2]۔	ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے۔اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی) میں فرمایا: ظاہر بات یہ ہے کہ اس پر (واجب) نہیں۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

یتصدق بدینار اوبنصفه استحبابا وقیل بدینار انکان اول الحیض وبنصفه ان وطئ فی اخره کان قائله رأی انه لامعنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع الواحد [3] اھ اقول لاعزا فی التخییر بین الفاضل والافضل فیکون المعنی یتصدق بنصف دینار وهذا ادنی مایندب الیه کفارة لماوقع فان اکمل دینارا فاجود وایضا قدیکون الترديد باعتبار المیسر ای بدینار ان تیسر والا فبنصفه وقدروی فی الحدیث کمامر لکن الاظهر کماقال القاری فی المرقاة ان قائله اخذ التفصیل من الحدیث الاٰتی عن ابن عباس [4] اھ	ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار، اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے، گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل وکثیر کے درمیان اختیار کا کوئی مطلب نہیں اھ۔ **اقول:** فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دینا قابل تعجب نہیں لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ نصف دینار صدقہ کرے اور یہ اس کے جُرم کا کم از کم مستحب کفارہ ہے اگر پُورا دینار دے تو نہایت عمدہ ہے نیز کبھی اختیار میسر آنے والی چیز کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے یعنی اگر میسر ہو تو ایک دینار اور میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اور یہ بات حدیث میں مروی ہے جیسا کہ گزر چکا لیکن زیادہ ظاہر بات وہ ہے جو حضرت ملّا علی قاری

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت ۱/۳۶۳

[2] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۲

[3] فتح القدیر باب الحیض مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۷

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۰

ببلون الدم فانه یکون فی بدنه احمر فاذا قارب الانقطاع یصفر۔	رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ اس کے قائل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے جو آگے (مرقات میں) آرہی ہے تفصیل حاصل کی ہے (انتہی) یعنی خون کے رنگ کے اعتبار سے جو تفصیل گزری ہے، کیونکہ وہ شروع میں سُرخ ہوتا ہے اور ختم ہونے کے قریب زرد ہوجاتا ہے۔
اقول: وبه ظهر ضعف ماوقع فی البحر وتبعه ش من جعل العبارتین قولین اذقال قیل ان کان فی الاول الحیض فدینار اواٰخره فنصفه وقیل دینار لواسود ونصفه لواصفر [1] اھ قال فی البحر ویدل له مارواه ابوداود والحاکم وصححه [2] فذکر اللفظ الثالث الذی عزوناه لاحمد والترمذی ولم اره لابی داؤد واللہ تعالٰی اعلم هذا وقال القاری قال المنذری قدوقع اضطراب فی هذا الحدیث متناواسنادا رفعا ووقفا وارسالا واعضالا کذا نقله السید جمال الدین عن التخریج	**اقول**: اسی سے اس بات کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو البحرالرائق میں ہے اور امام شامی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے دو عبارتوں کو دو قول قرار دیا جب انہوں نے کہا کہ کہا گیا ہے اگر حیض کے شروع میں (جماع کیا) تو ایک دینار اور آخر میں ہو تو نصف دینار ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سیاہ رنگ ہو تو ایک دینار اور زرد رنگ ہو تو نصف دینار ہوگا [3]۔ البحرالرائق میں فرمایا اس بات پر امام ابوداؤد اور حاکم کی روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور لفظ ثالث (سُرخ رنگ) ذکر کیا جسے ہم نے امام احمد اور ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن میں نے اسے ابوداؤد میں نہیں دیکھا واللہ تعالٰی اعلم۔ اس (تقریر) کو اپنایئے حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: منذری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں متن، سند، رفع، وقف،

---

[1] ردالمحتار باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۸

[2] البحرالرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۷

[3] امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی ابتدا میں خون کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور آخر میں زرد، لہٰذا آغازِ حیض اور سیاہ رنگ ایک ہی بات ہے جبکہ اختتامِ حیض اور زرد رنگ بھی ایک ہی چیز ہے گویا ایک ہی قول کو صاحب البحرالرائق اور شامی نے دو قول قرار دیا ۱۲ ہزاروی

فقول ابن حجر وسنده حسن غير مستحسن [1] اھ **اقول:** لایضر عندنا الارسال ولاالاعضال وقد یاتی الرادی بالسند تاما وقد یحذف فلا اضطراب وکذا الرفع والوقف ثم الوصل والرفع زیادة ثقة فتقبل کماحققه المحقق فی الفتح فی غیرما موضع قال القاری قال میرك هذا بیان اضطراب الاسناد اما الاضطراب فی متنه فروی(۱) بدینار اونصف دینار علی الشك وروی(۲) یتصدق بدینار فان لم یجد فبنصف دینار وروی(۳) التفرقة بین ان یصیبها فی اقبال الدم اوفی انقطاع الدم وروی(۴) یتصدق بخمس دینار وروی(۵) بنصف دینار وروی(٦) اذاکان دما احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف دینار [2] اھ **اقول:** قدعلمت کل هذه الروایات وتخاریجها الاروایة الخمس وهو للدارمی ابن راهویه وحسنه خاتم الحفاظ عن عبدالحمید بن زید بن الخطاب قال کان لعمر بن الخطاب	ارسال اور اعضال [3] کے اعتبار سے اضطراب ہے سید جمال الدین نے تخریج سے اسی طرح نقل کیا ہے پس ابن حجر (عسقلانی) کا اس کی سند کو حسن قرار دینا غیر مستحسن ہے اھ۔ **اقول:** ہمارے نزدیک ارسال واعضال سے کوئی فرق نہیں پڑتا راوی کبھی پُوری سند لاتا ہے اور کبھی حذف کردیتا ہے لہٰذا کوئی اضطراب نہیں رفع اور وقف کا بھی یہی حال ہے پھر رفع اور وصل (راوی کے) اضافہ ثقاہت کے لئے ہیں لہٰذا اسے قبول کیا جائے جسے محقق نے فتح القدیر کے کئی مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔ ملّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرک نے کہا ہے کہ یہ اضطراب سند کا بیان ہے لیکن متن کا اضطراب یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک دینار اور نصف دینار کا بطور شک ذکر کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک دینار صدقہ دے۔ تیسری روایت کے مطابق خون آنے اور نہ آنے کے دونوں میں جماع کرنے کا فرق ہے جبکہ چوتھی روایت میں ہے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے۔ پانچویں روایت میں ہے وہ نصف دینار صدقہ کرے۔ اور چھٹی روایت میں ہے اگر خُون سُرخ ہو تو ایک دینار دے اور زرد ہو تو نصف دینار دے اھ۔ **اقول:** ان تمام روایات

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

[2] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

[3] تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو تو یہ ارسال ہے اور حدیث کی سند سے دو یا زاید راویوں کا سقوط اعضال کہلاتا ہے ۱۲ ہزاروی۔

امرأة تکرہ الجماع فکان اذا اراد ان یاتیها اعتلت علیه بالحیض فوقع علیها فاذاھی صادقة فاتی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فامرہ ان یتصدق بخمس دینار[1] اھ۔

ووقع فی کنز العمال ومنتخبه فامرہ ان یتصدق بخمسین دینارا[2] ولااراہ الاتصحیفا واللّٰه تعالٰی اعلم وذکر فیه عازیا للحارث فی مسندہ ورامز الابن ماجة ولم ارہ لم عن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه اتی جاریة له فقالت انی حائض فوقع بها فوجدھا حائضا فوقع بها فوجدھا حائضا فاتی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فذکر ذٰلك له فقال یغفراللّٰه لك یااباحفص تصدق بنصف دینار[3] **اقول:** ویبعد تعدد الواقعة فیرجع الی الترجیح فان کان ھذا اقوی سند اخرج

کی تخریج معلوم ہوچکی البتہ دینار کے پانچویں حصے والی روایت امام دارمی اور ابن راہویہ نے نقل کی ہے اور خاتم الحفّاظ (علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے اسے حسن قرار دیا ہے وہ حضرت عبدالحمید بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی، جماع کو ناپسند کرتی تھی آپ جب بھی اس کے پاس جانے کاارادہ فرماتے وہ حیض کا بہانہ پیش کردیتی۔ایک مرتبہ آپ نے اس سے جماع کیاتو (واقعی) وہ سچی تھی،آپ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دینار کا پانچواں حصّہ صدقہ کرنے کا حکم دیا اھ۔ کنزالعمال اور اس کے انتخاب میں ہے کہ آپ نے ان کو پچاس دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ میرے خیال کے مطابق ان کو پڑھنے میں غلطی لگی ہے،واللہ تعالٰی اعلم۔اس میں حارث کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہ اُنہوں نے اپنی مسند میں لکھااور ابن ماجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا لیکن میں نے اس میں وہ روایت نہیں پائی وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی ایک لونڈی کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہا میں حائضہ ہوں آپ نے اس سے جماع کیا تو اسے حائضہ پایا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوحفص! اللہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

[2] کنزالعمال محظورۃ المباشرۃ حدیث ۴۵۸۸۸ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۵۶۵/۱۶

[3] کنزالعمال محظورۃ المباشرۃ حدیث نمبر ۴۵۸۸۹ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۵۶۶/۱۶

الخمس من الاضطراب ثم **اقول**: الاصوب ان اوللتنویع کمابینته الروایات الثلاث الاخیرۃ لکن العجب انه جعلها للشك ثم ادخله فی الاضطراب وکیف یسری الاضطراب الی المتن بشك بعض الرواۃ فی بعض الالفاظ ھذا لایقول به احد ثم قدبقی علیه من الروایات خمسا دینار فروی ابوداود مرسلا عن الحکم بترك المقسم وابن عباس وفیه فامرہ ان یتصدق بخمسی دینار [1] بصیغة التثنیة فی نسخه الثلاث فعلی طریقته تمت سبعا

اقول: ولیس ھذا اضطرابا قادحا فانه مالایمکن جمعه کماافادہ المحققان العسقلانی وابن الھمام والجمع ھھنا میسور فالخمس والخمسان لمن وقع فیه خطأ کماھی واقعة الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنه والنصف والنصفان علی من تعمد کمایشیر الیه لفظ من اتی والتوزیع باعتبار

تعالٰی تمہاری مغفرت کرے نصف دینار صدقہ کرو۔

اقول: واقعہ کا متعدد ہونا (سمجھ سے) بعید ہے پس ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے اگر اس (نصف دینار والی روایت) کی سند قوی ہو تو خُمس (پانچویں حصّے) والی روایت اضطراب سے نکل جائے گی ثم

اقول: لفظ "او" تقسیمِ نوع کیلئے ہے جیسے آخری تین روایات سے واضح ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے اسے شک کے لئے قرار دے کر اضطراب میں داخل کیا (لیکن) بعض راویوں کے بعض الفاظ میں شک سے متن میں اضطراب کیسے ہوگا، اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس کے بعد روایات میں سے دینار کے دو خُمس والی روایت باقی رہ گئی امام ابوداؤد نے حکم سے مرسلًا روایت کرتے ہوئے مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر چھوڑ دیا [2]۔ اس روایت میں ہے "پس آپ نے دو خمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ان (امام ابوداؤد) کے تین نسخوں [3] میں تثنیہ کے صیغے سے مروی ہے پس ان کے طریقے پر سات روایات پُوری ہو گئیں۔

اقول: یہ اضطراب نقصان دِہ نہیں کیونکہ نقصان اس صورت میں ہوتا ہے جب روایات کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو جیسے دو محققین علامہ عسقلانی اور ابن ہمام رحمہما اللہ نے بتایا لیکن یہاں روایات کے درمیان مطابقت ممکن ہے لہذا

1 سُنن ابی داؤد باب فی اتیان الحائض مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۳۵

2 سُنن ابی داؤد میں یہ روایت امام ابوداؤد، امام اوزاعی سے مرسلًا روایت کرتے ہیں حکم سے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ ازہاروی

3 سنن ابی داؤد کے تین نسخے ہیں: (۱) نسخہ لؤلوی (۲) نسخہ ابن داسہ (۳) نسخہ ابن الاعرابی ۱۲ ازہاروی

اُخر الدم واولہ کمافی الروایۃ الثالثۃ والرابعۃ وفی اولہ ایضاً باعتبار الواجد والفاقد کمافی الروایۃ الخامسۃ وھذا جمع جلی واضح وللہ الحمد والتخفیف عن المخطئ ظاھر وعن اتی فی اخر الدم فزعم العلّامۃ فرشتۃ ان الصفرۃ مترددۃ بین الحمرۃ والبیاض فبالنظر الی الثانی لایجب شیئ وبالنظر الی الاول یجب الکل فینصف[1] اھ

اقول: وفیہ مالایخفی فان الصفرۃ حیض قطعاً لاتردد فیہ ثم التعبیر بالوجوب خلاف المذھب واستظھر القاری انہ تعبد محض لامدخل للعقل فیہ قال والاقرب ماقیل فیہ ان الحکمۃ فی اختلاف الکفارۃ بالاقبال والادبار انہ فی اولہ قریب عھد بالجماع فلم یعذر فیہ بخلافہ فی اُخرہ فخفف فیہ[2] اھ۔

اقول: اذاکان ھذا اقرب فکیف یکون کونہ تعبدیاً اظھر ولاشك انہ نزع ظاھر ولایصار الی التعبد مالم ینسد باب العقل۔واللہ تعالٰی اعلم۔

خُمس (۱/۵) اور دو خمس (۲/۵) کا حکم اس شخص کیلئے ہوگا جس نے غلطی سے جماع کیا، جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا واقعہ ہے، نصف اور پُورا دینار اس شخص پر ہوگا جس نے جان بُوجھ کر ایسا کیا جیسے لفظ "من اتی" (جو شخص عورت کے پاس جائے) سے اشارہ ہوتا ہے اور تقسیم خون کے آغاز واختتام کے اعتبار سے بھی ہے جیساکہ تیسری اور چوتھی روایت میں ہے اور شروع میں دینار پانے والے اور نہ پانے والے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پانچویں روایت میں ہے یہ جمع نہایت روشن اور واضح ہے اور اللہ تعالٰی ہی کیلئے حمد وستائش ہے مخطی سے تخفیف کا ہونا توظاہر اور جو مرد حیض کے آخری ایام میں جماع کرے تو اس کے بارے میں علّامہ فرشتہ کا خیال ہے کہ زرد رنگ سُرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے لہٰذا دوسرے (سفید رنگ) کا اعتبار کرتے ہوئے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور پہلے (سُرخ رنگ) کے اعتبار سے پُورا دینار واجب ہوتا ہے لہٰذا (زرد رنگ میں) نصف کردیا جائے گا اھ۔

اقول: اس قول کی خرابی واضح ہے کیونکہ زرد رنگ قطعًا حیض ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر وجوب سے تعبیر کرنا خلافِ مذہب ہے۔مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ محض ایک تعبدی حکم ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ حیض کے آغاز واختتام میں کفارہ کے اختلاف میں یہ حکمت ہے کہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

[2] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱

شروع میں وہ زمانہ جماع سے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس ضمن میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بخلاف اختتام حیض کے، لہٰذا اس وقت کفارہ میں تخفیف ہو گی اھ۔

اقول: جب یہ بات اقرب ہے تو اس (مقدار) کا تعبدی ہونا کیسے اظہر ہوگا اس میں شک نہیں کہ یہ محض ظاہری نزاع ہے اور وہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتا جب تک عقل کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

بالجملہ حاصل جمع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہُوا اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکماً وہ صورت داخل کہ خون دس ۱۰ دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دَین ہُوئی) وہ ایک خُمس دینار کفارہ دے اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اوّل میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔

اقول: دینار شرعی دس ۱۰ درم ہے تو خُمس دینار کی جگہ دو ۲ درم، دو ۲ خُمس پر چار، نصف پر پانچ، کُل پر دس ۱۰ ہوئے، اور درم شرعی اس انگریزی روپے سے ۲۵/۷ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے ۵ ۱۹/۲۵ پائی ہوا اور دس ۱۰ درم دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے ۳/۵ پائی، مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کہ ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑھے چار ماشے ہے اور اس کا خمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصہ واللہ تعالٰی اعلم۔ یہ سب دربارہ حیض تھا اور اس پر نفاس واضح القیاس مرقاۃ میں زیر روایت ثالث **اذاکان دما احمر** (جب حیض کا خون سرخ ہو۔ت) ہے **ای الحیض وقیس بہ النفاس**[1] اھ (یعنی حیض کا خون سُرخ ہو اور اسی پر نفاس کو قیاس کیا جائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۱: از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے؟

الجواب:

بچّہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر پاؤ منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس ۴۰ روز تک پھر نہ آیا تو اُسی پاؤ منٹ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۰۱/۲

کے بعد پاک ہو گئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا ے یا اُس سے کم، تو جس وقت بند ہوا اس وقت پاک ہوئی۔ بیس [20] تیس [30] چالیس [40] جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اُتنا نفاس ہے اُس کے بعد پاک ہو گئی باقی استحاضہ ہے اُس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر پہلی ولادت ہے تو چالیس [40] دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اُس میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پُورے چالیس دن پر بند ہو تو نہالے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولالت پر جتنے دن آیا تھا اُتنے دن پُورے کرکے بند ہوا تو ابھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہو گیا تو واجب ہے اخیر وقت مستحب تک انتظار کرکے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہو جائے تو اُسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس دن پُورے ہوں **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۲: از جنوبی افریقہ مقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواڑی۔

زید اگر ایامِ حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلہ کو مس کرکے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور ڈر یہ کہ کہیں زنا میں نہ پھنس جاؤں۔

الجواب:

پیٹ پر جائز ہے ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض ونفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کرسکتا **کمافی المتون وغیرھا** (جیسا کہ (کتب) متون وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال [153] دوم: نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ اُن میں بعض کلماتِ قرآن ہیں مگر ذکر وثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیتِ ذکر ہی ہے نہ نیتِ تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔ **کماصرحوا بہ قاطبۃ** (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال [154] سوم: عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اُس کو جواب دے یا نہیں؟ اور اگر اپنے دل میں کوئی کلامِ الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

دل میں بایں معنی کہ نِرے تصوّر میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو، اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تمیم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے کیا۔ت) تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ (ای القراٰن) لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ[1]۔	جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے دعاؤں کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الھدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالٰی[2]۔	ہدایہ میں اللہ تعالٰی کے ذکر کیلئے وضو کے مستحب ہونے پر تصریح کی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

ترك المستحب لایوجب الکراھۃ[3]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مستحب کو چھوڑنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۵۵: از پچم گاؤں ضلع پٹرہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر ۱۰۔ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیاتِ قرآن بھی شامل ہوں تو اُس کو بلاوضو چھُونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اُس جگہ کو بلاوضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھُونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو توحرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] دُرمختار، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۸

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۸

فصل فی المعذور

مسئلہ ۱۵۶: از لکھنؤ محلّہ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

ما تقولون ایھا السادۃ العلماء فی من لایستطیع ان یصلی صلاۃ واحدۃ الابوضع القطن فی الاحلیل لمابہ من سلس البول وجریانہ فی کل وقت بحیث یبتل رأس احلیلہ وینجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع ویجری علیہ احکام المعذورین من الوضوء فی کل وقت واداء الصلٰوۃ بذلک الثوب وعدم صلوحہ لامامۃ الناس وغیرھا من الاحکام ام لاوکیف یصلی فی الاسفار سیما اذاکان علی الوابور البری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلادنا فان فی وضع القطن ھناک فی الاحلیل تعذرا ای تعذر بینوا ھذا وفصلوا بمالامزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف واستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فی غدان شاء اللہ تعالٰی۔	اے رہبری کرنے والے علماء کرام! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو آلہ تناسل کے سوراخ میں رُوئی رکھے بغیر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ سلسل البول کا مریض ہے اور اس کا پیشاب ہر وقت اس طرح جاری رہتا ہے کہ عضو مخصوص کے سوراخ کا سر تر رہتا ہے اور اس کی ازار ناپاک رہتی ہے کیا وہ شرعی طور پر معذور ہے اور اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے کہ وہ ہر وقت کیلئے وضو کرے اور وہ اس ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکے نیز وہ لوگوں کی امامت کرانے اور اس طرح کے دیگر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یا وہ معذور نہیں ہے۔وہ سفر میں نماز کیسے پڑھے خصوصًا جب بھاپ سے چلنے والی گاڑی پر ہو جو ہمارے اکثر شہروں چلتی ہیں کیونکہ وہاں سوراخ ذکر میں رُوئی رکھنے میں کوئی نہ کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے قرآن وسنّت اور اقوالِ سلف سے اس طرح تفصیل سے بیان فرمائیں کہ مزید گنجائش نہ رہے اور کل (بروز قیامت) اللہ سبحانہ وتعالٰی کی طرف سے عظیم ثواب کے مستحق ہوں،اِن شاء اللہ تعالٰی۔(ت)

الجواب:

الحمدﷲ وحدہ اذاکان احتشاؤہ یردمابہ کماوصف فی السؤال فقدخرج عن حد العذر والتحق بالاصحاء یتوضأ لکل حدث ویغسل کل نجس ویؤم کل نفس ولایعذر فی ترك الاحتشاء بل ھو فریضۃ علیہ کفریضۃ الصلاۃ قال فی الدر یجب ردعزرہ اوتقلیلہ بقدر قدرتہ ولوبصلاتہ مؤمنا وبردہ لایبقی ذاعذر [1] اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ والمسألہ ظاھرۃ وفی الزبر دائرۃ اما تعسرہ فی العجلۃ الدخانیۃ فضلا عن تعذرہ فلا یظھرلہ وجہ فان من سافر فحمل معہ زادہ لایثقل علیہ القطن ان زادہ وان کان یزعم انہ یخرج بصدمات الحرکۃ فلیطولہ ولیسفلہ ولیربط العضو الی فوق۔ وذکر العلامۃ الشامی فی ردالمحتار ان من کان بطیئ الاستبراء فلیفتل نحوورقۃ مثل الشعیرۃ ویحتشی بھافی الاحلیل فانھا تتشرب مابقی من اثرالرطوبۃ التی یخاف خروجھا وینبغی ان یغیب فی المحل لئلا تذھب الرطوبۃ الی طرفھا الخارج و	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو یکتا ہے۔ اگر رُوئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہوجاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ عذر کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہوگا۔ ہر حدث (اصغر) کے بعد وضو کرے جہاں نجاست لگی ہو اسے دھوڈالے اور ہر ایک کی امامت کراسکتا ہے اس سے رُوئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر فرض ہے۔ دُرمختار میں ہے: "حسبِ طاقت عذر کو دُور کرنا یا کم کرنا واجب ہے اگرچہ اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعے وہ اور اس کو دُور کرنے کے بعد وہ معذور نہیں رہے گا اھ البحر الرائق وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے مسئلہ ظاہر ہے اور (تمام) کتب میں موجود ہے بھاپ سے چلنے والی گاڑی میں مشکل پیش آنے نہ کہ متعذر ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کیونکہ جو آدمی سفر کرتے ہوئے زادِ راہ لے جاتا ہے وہ اگر اس میں رُوئی کا اضافہ کرلے تو کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کا خیال یہ ہے کہ گاڑی کی بار بار حرکت سے رُوئی نکل جائیگی تو وہ اسے لمبا کرکے نیچے کی طرف کرے اور اوپر کی طرف سے عضو کو باندھ دے۔ علّامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا جس شخص کو تاخیر سے طہارت حاصل ہوتی ہو وہ جو کے دانے برابر (روئی وغیرہ کا) پتّا وغیرہ بٹ کراسی

[1] درمختار فروع من باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

للخروج من خلاف الشافعی وقدجرب ذلك فوجد انفع من ربط المحل لکن الربط اولی اذا کان صائما لئلا یفسد صومه علی قول الامام الشافعی رحمه الله تعالٰی اعلم اھ[1]۔	عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالے وہ رطوبت کے باقیماندہ اثر کو جس کے نکلنے کا ڈر ہے جذب کرلے گا اور چاہیے کہ اسے اندر غائب کردے تاکہ رطوبت اس کی باہر والی جانب نہ نکلے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف عمل کرنے سے بھی بچ جائے گا۔ اس کا متعدد بار تجربہ کیا گیا اور اسے باندھنے سے زیادہ نافع پایا لیکن جب روزہ دار ہو تو باندھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر (بھی) اس کا روزہ نہ ٹوٹے اھ
اقول: لکن مجرد الربط لایسد الخلة لصاحب السلس فهویجب علیه الاحتشاء کماذکرنا ولامراعاة للخلاف فی اتیان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان یأخذو رقة لهاصلابة مع نعومة کورقة التمر الهندی فیطویه طیا ویحتشی به بحیث یکون وسطه داخلا ویبقی طرفاه عندراس الاحلیل فانه اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الی فوق کماوصفنا والله تعالٰی اعلم۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) سلسل البول والے کیلئے محض باندھنا سوراخ کو بند نہیں کرتا اس میں (رُوئی وغیرہ) داخل کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور واجب کی ادائیگی میں اختلاف (سے بچنے) کی رعایت نہیں کی جاتی اور میرے نزدیک بٹی ہوئی چیز رکھنا نہایت اچھا ہے وہ یوں کہ ایک پتّا جو سخت ہونے کے ساتھ کچھ نرم بھی ہو، جیسے ہندی کھجور کا پتّا ہوتا ہے، لیا جائے اور خوب لپیٹ کر سوراخ میں اس طرح داخل کرے کہ اس کا درمیانی حصّہ داخل ہوجائے اور کنارے آلہ تناسل کے کنارے کے پاس رہ جائیں۔جریان کو بند کرنے کیلئے یہ طریقہ نہایت نافع اور زیادہ مناسب ہے اگر نکلنے کا ڈر ہو تو اُوپر سے اس جگہ کو باندھ دے، جیسا کہ ہم نے طریقہ بیان کیا ہے۔والله تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۵۷: مسئولہ مولوی مودود الحسن سہسوانی ۲۲۔رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو۲ دو۲ تین۳ تین۳ منٹ کے بعد دُبر سے ایک قسم کے جانور جن کو چُنچنے کہتے

[1] ردالمحتار فصل الاستنجائ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریباً ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر اخیر شب میں بالکل انقطاع ہو جاتا ہے کہ ایک کَرم بھی طلوعِ شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہو جاتا ہے ہر روز اسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہو جائے اگر منقطع ہو جائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر میں مرض منقطع ہو جائے نماز باوضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر وعصر کی بھی صحیح ہو گئیں اور مغرب وعشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہوگا اور وقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روزِ اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کُلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک ہی بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مُہلت نہ ملی تو وہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارضہ ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا۔

فی ردالمحتار لوعرض بعد دخول وقت فرض انتظر الٰی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وان استوعب الوقت الثانی لایعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ برکویۃ ونحوہ فی الزیلعی والظھیریۃ[1] الخ وباقی المسائل معروفۃ متوناوشروحا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے اگر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر پیش آیا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر منقطع نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر دوسرے وقت میں ختم ہوجائے تو اس (پہلی) نماز کو لوٹائے اور اگر دوسرے وقت کو گھیرے تو نہ لوٹائے کیونکہ اس وقت عذر ثابت ہوگیا جس کی ابتداء پیش آنے کے وقت سے ہوگی اھ برکویہ، زیلعی اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے الخ اور باقی مسائل متون اور شروح کے اعتبار سے معروف ہیں، **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم** (ت)

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۳

مسئلہ ۱۵۸و۱۵۹: از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرح متین مسائل ذیل میں موجب حکم قرآن مجید وحدیث شریف ارشاد فرمایئے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطافرمائے ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھااب صرف اس قدر باقی ہے کہ مسّوں میں ہر وقت چپک سارہتا ہے اور طرادت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارت کُلّی حاصل نہیں ہے لہذا بوجہ اس کے وہ شخص ہو وقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور عملدرآمداس کااس صورت سے رہتا ہے کہ اول وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھااس کے بعد وضو کیااور نمازپڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھاجائے تو پاجامہ ناپاک ہوجائے بعدازاں ظہرکے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیابعد انفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیااور وضو کرکے نمازپڑھ لی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔اب مغرب وعشاکے وقت پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھانمازِ مغرب وعشاخواہ وضو خواہ تیمّم سے ادا کرے۔

تواب ان صور تہائے مذکورہ بالامیں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طورپر اداہوگئیں یانہیں اور حالاتِ مذکورہ پر نمازپڑھنا اور نمازکافی ہونادرست ہے یانہیں؟

[2]ایسا شخص جس کا بیان اُوپر گزراجبکہ اُس کی نمازکامل متصور ہو توایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یانہیں؟۔اور رمضان المبارک میں نمازِ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔عنداللہ ارشادکافی کہ جس سے اس عاجز معذور ومجبور کی تسلّی ہوجائے ارقام فرمادیجئے۔

الجواب:

اگر [1]وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوتِ سیلان نہیں کپڑاالگ کرکے اُسے چھڑالاتا ہے اگرچہ بار بار مختلف جگہ مس ہونے سے قدر درہم سے زائدآلودہ ہوجاتاہو تواُس سے نہ وضو جائے گانہ کپڑاناپاک ہوگا۔

اور [2]اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اُس کے تلوّث سے محفوظ اور اُس کا سیلان لنگوٹ تک محدودرہے تواس صورت میں ضرور جتنی بار بہہ کرخروج کرے گی فی نفسہ حدث وناقض وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدر درم سے زائد بھرجائے تو بذاتہٖ ناپاک ہے اور پاجامہ کاپاک ہونااس کی پاکی کوکافی نہیں۔

ہاں [3]اگر لنگوٹ باندھنااس کے سیلان ہی کو منع کردیتا ہے تو ضرور اُس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگانہ وضو جائے گانہ کپڑاناپاک ہوگا۔

پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دُوسری صورت میں اگر معذوری کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کاملہ خود اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اُس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے۔

ہاں اگر کبھی اسے یہ تجربہ ہولیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دو [۲] صورتیں ہیں اگر اس حالت کے بعد نماز کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ برابر ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار، تو معذور ہے، اس کی اپنی نماز ہوجائے گی مگر امامت نہیں کرسکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذور جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لئے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اُسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے ولہٰذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پُوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو اُن میں تو اُس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرائض ہوں خواہ تراویح مگر صبح کو جو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہوجائے کل کا تجربہ آج کیلئے کافی نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح معناہ اذاکان بحیث لولاالربط سال لان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذلك لانه لیس بحدث اھ ای وان فحش کمافی المنیة [1]۔	فتح القدیر میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس صورت میں ہو کہ باندھنے کے بغیر جاری ہوجاتا ہو کیونکہ اگر قمیص زخم سے ٹکرا کر تر ہوجائے تو اس وقت ناپاک نہ ہوگی جب تک وہ (زخم) اس صورت میں نہ ہو (یعنی جاری ہونے کی صورت میں ناپاک ہوگی) کیونکہ وہ (نہ جاری ہونے والا) حدث نہیں اگرچہ زیادہ ہو جیسا کہ منیہ میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی البزازیة اذاقدر ذوجرح علی منع دم بربط لزم وکان کالاصحاء [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بزازیہ میں ہے اگر زخمی (زخم کو) باندھنے کے ذریعے خُون روکنے پر قادر ہو تو اس پر (باندھنا) لازم ہے اور وہ شخص غیر معذور لوگوں کی طرح ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] ردالمحتار، مطلب نواقض الوضوء، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۰۳

[2] تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین، قبیل باب الانجاس، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۲۲۵

مسئلہ ۱۶۰: از قصبہ نجیب آباد و ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چپک سا ہر وقت آتا ہے تو اس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اُس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، صورتِ اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اُس وضو کو اگر قبل از وقت کرلیا۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کرکے مسجد کو چلاگیا تو اس وضو سے نمازِ جمعہ ادا ہو گی یا نہیں اور یا نمازِ مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اس سے نمازِ مغرب ادا ہو گی یا نہیں یا مثلاً نمازِ تہجّد کے وقت جسم وغیرہ دھو کر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کرے نماز تہجّد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو ۲ رکعت سنّت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور ازاں بعد طلوعِ آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا بعد طلوع نمازِ اشراق سے فارغ ہو کر مکان کو آیا۔ تو اب اُس تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اس کی ہو گئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہے اور اُس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔ اور دوسری صورت کو جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پُونچھ جائے اس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے عنداللہ و عندالرسول مع دلائل ارشاد فرمایئے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ رہے گا واللہ تعالٰی اعلم آپ کو اجرِ عظیم و ثوابِ جمیل عطا فرمائے۔

الجواب:

مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا الگ کر چھڑالاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اس صورت میں معذور بتایا تھا اور اس میں بھی درم سے کم و زائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کیلئے درم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجّد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقتِ عشا خارج ہو گیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۱و ۱۶۳: از شہر محلّہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸۔ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہُوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی یااس کو پھر قضاپڑھے درصورت ثانیہ جب ایساوقت آخر ہوگیاکہ نماز دوسرے وقت میں جاکر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھراس کی قضاپڑھے یانہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہوجائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب:

(۱) نہیں کہ خروج وقت ناقضِ وضوءِ معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر تک نمازیں فرض ونفل پڑھ سکتا ہے کہ دخولِ وقت ناقضِ وضو نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) نماز بالاجماع باطل ہو گئی کہ خروج وقت ودخولِ وقت دونوں پائے گئے توخلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہوجائے گی اور امام کے نزدیک نہیں **کما فی المسائل الاثنا عشریۃ** (جیساکہ بارہ مسائل والی صورت میں ہے۔ت) اگر وقت قلیل رہ گیااور خلال نماز میں خروج وقت کااندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثناو تعوذ ودرود دعاترک کرے رکوع وسجود میں صرف ایک بار **سبحٰنك** کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہوجائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط **لان الیقین لایزول بالشك** (اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ت) ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہوجائیگا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہوسکے گی اُس کے اتباع سے پڑھ لے **فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کمافی الدر**[1] (بلاشبہ ایسی ادائیگی جو بعض کے نزدیک جائز ہو، چھوڑنے کی نسبت اولٰی ہے جیساکہ دُرمختار میں ہے۔ت) پھر قضاپڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۲: مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک ۲۶محرم ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بعارضہ بواسیر سخت مبتلا ہے

[1] درمختار کتاب الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۱/۱

اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب وروز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور اُن میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے اس سے بچاؤ اُس شخص کو غیر ممکن ہے کسی صورت سے وہ اپنا کپڑا نہیں بچاسکتا۔ اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کردیتا ہے ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کرلیتا ہے رطوبت مسّوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کیے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالٰی اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب:

مسّوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے بلکہ ان کی سطح بالاتر پر تری ہو کہ کپڑا الگ کرچھڑالائے جب تو اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلّف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اُس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا لان مالیس بحدث لیس بنجس (کیونکہ جو چیز حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ت) ہاں جبکہ بہہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور ہے پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اُس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اُس پر لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اُتنا ہی ناپاک ہوجائیگا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲۸۶/۲

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

باب الانجاس

(نجاستوں کا بیان)

مسئلہ ۱۶۴: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے اگر سُرمہ دانی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا ان کا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جائز ہے۔

اخرج البیہقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد	بیہقی نے بقیہ سے عمرو بن خالد سے قتادہ سے انس

عن قتادہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج [1]	بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم عاج کا کنگھا کرتے تھے۔(ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

انہ (یعنی الفیل) کسائر السباع فی الاصح [2] الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اصح قول کے مطابق ہاتھی باقی درندوں کی طرح ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۶۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چُوہا راب کے گھڑے میں گر کر مر گیا پھُولا پھٹا نہ تھا نکال دیا۔ یہ راب پاک یا ناپاک، اور طریقہ تطہیر کیا ہے۔ بیّنوا توجّروا۔

الجواب:

اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کی گرد کی تھوڑی راب نکال دیں باقی سب پاک ہے۔

فقدعُدَّ فی الدرالمختار وغیرہ التقویر من المطھرات [3]۔ قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو سمن جامد من جوانب النجاسۃ وخرج بالجامد المائع وھو ماینضم بعضہ الی بعض فانہ ینجس کلہ مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح [4] اھ ملخصا۔	دُرمختار وغیرہ میں کھرچ کر نکالنے کو پاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے اطراف میں جما ہوا (مثلاً) گھی کھُرچنا، لفظ "جامد" سے مائع نکل گیا یعنی جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو وہ تمام کا تمام ناپاک ہے جب تک کثیر کی حد کو نہ پہنچے اھ فتح القدیر، انتہی (خلاصہ)۔(ت)

اور اگر پتلی تھی توسب ناپاک ہو گئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ جس قدر راب ہو

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی، باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱/۲۶

[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص۸۹

[3] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۴

[4] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۱

اُتنا ہی پانی اُس میں ملاکر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے، تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں وقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہوجائے۔

قال العلامة خسروفی الدرر لوتنجس العسل فتطهیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ ھکذا ثلث مرات [1] اھ ملخصاً۔ وفی ردالمحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی ھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی [2] اھ۔	علامہ خسرو نے الدرر میں فرمایا: اگر شہد ناپاک ہوجائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے تین بار اسی طرح کیا جائے (انتہی) تلخیص۔اور ردالمحتار میں شرح شیخ اسمٰعیل سے ہے انہوں نے جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ یہ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔اھ (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملاکر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس شَے کے اجزا سے خوب خلط ہو کر پانی تین بار جُدا ہوجائے یہ بات اگر صرف پانی ملاکر حرکت دینے سے حاصل ہوجائے کافی ہے۔

کماصرح بہ فی مجمع الروایۃ وشرح القدوری وحققہ العلامۃ الخیر الرملی فی فتاواہ وایدہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار فراجعہ۔	جیسا کہ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی ہے، علّامہ رملی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی تائید کی ہے پس اس کی طرف رجوع کرو۔(ت)

دُوسرا طریقہ سہل وعمدہ یہ ہے کہ اُس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہہ جائے سارا گھڑا پاک ہوجائے گا یا دُوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اُوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملاکر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہو کر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہوجائے گی، یوں راب ضائع بھی نہ ہوجائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بُوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد ورنہ وہ پاک بھی

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب تطہیر الانجاس مطبوعہ دار السعادۃ بیروت ۱/۴۵

[2] ردالمحتار، مطلب فی تطہیر الدھن والعسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۵

ناپاک ہوجائیگی لہذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہ، اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں بعدہ، پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھرلیں اور باقیماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہوئی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملا کر یونہی پاک کرسکتے ہیں دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس وعلٰی ہذاالقیاس۔

فی القھستانی المائع کالماء والدبس وغیرھما طھارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ کماروی عن محمد کمافی التمرتاشی واما بالخلط مع الماء الخ۔[1]	قہستانی میں ہے مائع، جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کی جنس سے ملا کر دھار چھوڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے، تمرتاشی میں ایسے ہی ہے، اور یا پانی کے ساتھ ملا کر پاک کیا جائے الخ۔(ت)

اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ[2] (جو تحقیق حاصل کرنا چاہے وہ ردالمحتار کی طرف رجوع کرے الخ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

نہیں جنب کا پسینہ مثل اس کے لعابِ دہن کے پاک ہے۔

فی الدرالمختار سؤر الآدمی مطلقا ولوجنبا اوکافرا طاھر وحکم العرق کسؤر اھ ملخصا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: "آدمی کا جھوٹا مطلقًا پاک ہے چاہے جنبی ہو یا کافر ہو، اور پسینے کا حکم جھوٹے جیسا ہے (انتہی) ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ الخ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۲۴

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰

مسئلہ ۱۶۷: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سُرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اُس کی سُرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پڑیا کی نجاست پر فتوٰی دئے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اُس کا یہ کہ پُڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر (۱) بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس (۲) میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

حتی فی موضع النص القطعی کمافی ترشش البول قدرؤس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر [1]۔	حتی کہ نص قطعی کی جگہ میں جیسا کہ سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے (باعثِ تخفیف ہیں) جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔(ت)

نہ کہ محلِ [۳] اختلاف میں جو زمانہ صحابہ سے عہدِ مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کہ [۴] جہاں صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم وامام ابویوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح و تصحیح نے مختار ومرجح رکھا ہو نہ کہ [۵] ایسی حالت میں جہاں اُس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہلِ فتوٰی کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخری امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ [۶] جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلاوجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامہ مومنین ومومنات جمیع دیار واقطار ہندیہ کی نمازیں معاذاللہ باطل اور انہیں آثم ومصر علی الکبیرہ (گناہ گار اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا۔ت) قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دُور پڑنا ہے **وباللہ التوفیق۔**

پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پُڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجہ قوّت وشوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اُس کے حضور محض مضمحل ومہجور ہوجائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہوسکتا **کما حققت ذلك بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر**

[1] فتح القدیر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۳

(جیسا کہ میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ الاحلی من السکر لطلبة سکرر وسر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

اور جہاں مصری ناپاک ہوجائے تو اس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعتِ مال ہے اور اضاعتِ مال حرام بلکہ اگر اُس کے بڑے بڑے ٹکڑے دَلدار ہیں جن پر سے کھُرچ کر نجاست کو دُور کرسکتے ہیں جب تو یوں ہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کیلئے کافی ہے۔ کمانصوا علیہ فی مسئلة تقویر السمن کمافی الدر المختار وغیرہ من اسفار الکبار (جیسا کہ فقہاءِ کرام نے گھی کھُرچنے کے مسئلہ میں بیان فرمایا جس طرح در مختار وغیرہ میں اکابر کی کتب سے منقول ہے۔ت)

اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کھُرچنا میسر نہیں یا نجاست جگر میں پیر گئی کہ کھُرچے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق وسیال ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے اب فوراً بحالت رقّت وسیلان ہی یہ پاک مصری اُس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر اُبلنے لگے اور قدرے بَہہ جائے سب پاک ہو گئی یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا میں دونوں کی دھار ایک ہو کر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کمابیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: ایضًا۔

روسر کی شکر جیسی شاہجہان پور میں بنتی ہے اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئاحرامابعینہ[1]۔	ہم اسے اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی چیز کا بالذات حرام ہونا معلوم نہ ہو۔(ت)

فقیر نے اس شکر کی تحقیق یں بحمد اللہ تعالٰی ایک کافی و وافی رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الاحلی من السکر لطلبة سکرر وسر ۱۳۰۳ھ لکھا جس میں نہ صرف اس شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں

[1] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

وغیرہا کا حکم منقح کر دیا اس باب میں بفضلہٖ تعالیٰ وہ نفیس ضوابط لکھے جس سے ہر جزئیہ کا حکم بہ نہایت انجلا منکشف ہوسکے من شاء فلیرجع الیھا (جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹: از رائے پور ڈاک خانہ ہنڈوان راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی اور قریب چار پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعد ازاں اسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی ایسی صورت میں اُس سرکہ کو کھانا چاہیے یا نہیں، اور حرام ہے یا مکروہ اور اگر سرکے میں مر جائے تو کیا حکم ہے، اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہو سکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیے فقط۔

الجواب:

جبکہ وہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے۔

فی الدرالمختار لواخرج حیاولیس بنجس العین ولابہ حدث اوخبث لم ینزح شیئ الاان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ [1]۔	درمختار میں ہے اگر اسے زندہ نکالا گیا تو وہ نہ تو نجسِ عین ہے اور نہ ہی اس پر پاخانہ یا نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہ نکالا جائے مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے پس (اس وقت) اس کے جھُوٹے کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

پھر اگر اس کا مُنہ سرکہ میں نہ ڈوبا بلکہ تیرتی ہی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کیلئے کراہت تنزیہی ہے فقیر کے لئے اس قدر بھی نہیں۔

فی الدرالمختار سؤرسواکن البیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا ان وجد غیرہ والالم یکرہ اصلاکاکلہ لفقیر اھ ملخصا [2]۔	درمختار میں ہے گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جھُوٹا ضرورت کے تحت پاک ہے اس کے سوا موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کیلئے اس کا کھانا (مکروہ نہیں) اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر مر جائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر غنی ازالہ کراہت اور سرکہ کا اپنے حق میں ستھرا نظیف ہو جانا چاہے یا مر جانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں: ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی لوٹے میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ یہ مُنہ تک بھر کر اُبل جائے اور باہر نکلنا شروع ہو

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰

جب زمین پر کچھ دُور بَہہ جائے موقوف کریں سارا گھڑا صاف ونظیف ہو جائے گا۔اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سرکہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دوڈیڑھ ہاتھ طول کے بہہ جائے۔

دوم: یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سرکہ کالے کر دونوں سبوچے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ مُنہ کا نیچے رکھا ہو دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں اور دیگچے میں ایک دھار ہو کر گریں یوں جس قدر سرکہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک ونظیف بلاکراہت ہو جائیگا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سرکہ کا کوئی جز بغیر دوسرے سرکہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سرکہ ابھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار اول گئی یا دُوسرا گھڑا ختم ہوگیا اس میں کا سرکہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہو کر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سرکہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سرکہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے۔یہ دونوں نفیس طریقے بغور سمجھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ وہ نہ صرف ازالہ کراہت بلکہ ازالہ نجاست میں بھی بکار آمد ہیں۔دودھ،پانی،سرکہ،تیل،رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہو جائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی،**وعلی ھذا القیاس** ہر شَے اپنی ہی جنس کے ساتھ ملاکر بطور مذکور بہادیں یا دھاریں ملاکر برتن میں لے لیں سب پاک ہو جائے گا اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل واعلٰی ہے کہ اس میں اس شَے کا کوئی جُز ضائع نہیں جاتا۔درمختار میں ہے:

المختار طھارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[1]۔	مختار یہ ہے کہ ناپاک چیز کو محض جاری کرکے پاک کیا جائے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان قل الخارج[2]۔	اگرچہ نکلنے والا کم ہو۔(ت)

علّامہ عبدالبرابن الشحنہ نے فرمایا:

لانہ صارجاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ	کیونکہ وہ حقیقتًا جاری ہوگیا اور بعض کے نکلنے سے

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶

[2] البحرالرائق کتاب الطھارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۸،ردالمحتار مطلب یطھر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

وقع الشك فی بقاء النجاسة فلاتبقی مع الشك[1]۔	نجاست کے باقی رہنے میں شک ہے، توشک کے ساتھ نجاست باقی نہیں رہے گی۔(ت)

بدائع میں ہے:

وعلی هذا حوض الحمام اوالاوانی اذا تنجس[2]۔	حمام کا حوض اور برتن ناپاک ہوجائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔(ت)

شرح تنویر میں ہے:

حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح[3]۔	اصح قول کے مطابق تمام مائع چیزوں کا حکم پانی کی طرح ہے۔(ت)

شرح نقایہ میں ہے:

المائع کالماء والدبس وغیرهما طهارته اما باجرائه مع جنسه مختلطابه کماروی عن محمد کمافی التمرتاشی[4] الخ۔	مائع(بہنے والی چیز) پانی اور شیرے وغیرہ کی طہارت اس کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کرنے سے ہوتی ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے تمرتاشی میں ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

هذا صریح بانه یطهر بالاجراء نعم علی ماقدمناه عن الخلاصة من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع اوذراعین تیقید بذلك هنالکنه مخالف لاطلاقهم من طهارة الحوض بمجرد الجریان[5]۔	یہ اس بارے میں واضح ہے کہ وہ جاری کرنے سے پاک ہوجاتا ہے۔ہاں جو کچھ ہم نے اس سے پہلے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جریان ایک یا دو ہاتھوں سے زیادہ بلند ہونے کے ساتھ خاص ہے۔یہ قید وہاں تو صحیح ہے لیکن حوض کے بارے میں ان کے اطلاق کے خلاف ہے کیونکہ وہ محض جاری ہونے سے پاک ہوجاتا ہے(ت)

[1] ردالمحتار مطلب یطهر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰
[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مایقع بہ التطهیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷
[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[4] جامع الرموز فصل یطهر الشیئ الخ مکتبہ اسلامیہ قاموس گنبد ایران ۱/۹۵
[5] ردالمحتار مطلب فی الحاق نحو القصعة بالحوض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱

خزانہ میں ہے:

اناء ان ماء احدھما طاھر والاٰخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کله[1]	دو برتن جن میں سے ایک کا پانی پاک ہو اور دوسرے کا ناپاک ہو بلند جگہ سے ان کا پانی گرایا جائے پھر فضا میں ان کا پانی مل کر گرے تو تمام پانی پاک ہو جائے گا۔(ت)

ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیہ علّامہ فاضل شامی قدس سرّہ السامی میں ہے

من شاء فلیرجع الیھا قلت واذاکانت النجاسة تزول بھذا فزوال الکراھة من باب اولی فانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسة کماحققه المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فمزیل المعلوم احق واحری بازالة الموھوم واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے قلت جب اس طریقے سے نجاست زائل ہو جاتی ہے تو کراہت کا زوال بطریق اولٰی ہوگا وہ گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھوٹے میں نجاست کے وہم سے ہوتی ہے جیسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے پس جو چیز معلوم نجاست کو زائل کرتی ہے وہ موہوم نجاست کو زائل کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہے اور زیادہ مناسب ہے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اس ذات بزرگ وبرتر کا علم زیادہ کامل اور مضبوط ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۰: از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابودین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے ذوی الاقتدار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان مذبوحہ رابدون برآوردن پروچاک شکمش درآب گرم انداختہ برون برآوردہ پرہاے برکندہ پزانند پس بعدم چاک شکم اوکہ آلایش بطنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است ورحلت وحرمت آں جانور مذبوحہ صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان فرمایند	کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور متقی مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ذبح کی ہوئی مُرغیوں کے پَر اکھیڑنے اور پیٹ چاک کیے بغیر ان کو گرم پانی میں ڈالتے ہیں پھر باہر نکال کر پَر اکھاڑ کر پکاتے چونکہ پیٹ چاک نہ کرنے کی وجہ سے پیٹ کی آلائش اندر ہی رہتی ہے لہٰذا وہ مردار ہوگیا۔ بنابریں اس مذبوحہ جانور کے حلال وحرام ہونے میں شک پیدا ہوگیا

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

بسند عبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔	اس مسئلہ کی کیا صورت ہوگی۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کی کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب:

پیداست کہ مراد اینان ازینکار یختن ماکیان دریں آب نمی باشد بلالکہ ہمیں ایصال حرارتے لظاہر جلدش تا مواضع بینخاے پرسست ونرم شود وبرکندن نیز آساں گردد اینقدر راتیز گرم آبی کہ بحد جوش وغلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب وجزآں دراجزائے باطنہ لحم باشد بلکہ اگر ایں چنیں کنند مقصود ایشاں رازیاں دارد پس ہمیں قدر کہ در آب فاترے نہادند یا در جوشش آب مہلت بسیارے ندادند نجاست باجزائے گوشت سرایت نمی کند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہٰذا دریں صورت حکم مردار زنہار نتواں داد طہارت وحلت او ہمیں بسندست کہ لحم راسہ بار بہ آب شویند وفشرند وبکار برند۔	ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل کا مقصد مرغیوں کو اس پانی میں پکانا نہیں ہے بلکہ یہی ان کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچانا ہے تاکہ پَر کی جڑوں والی جگہ ڈھیلی اور نرم پڑ جائے اور پروں کا اکھاڑنا آسان ہوجائے۔ اس کام کیلئے اتنے گرم پانی کا ہونا ضروری نہیں جو جوش کی حالت کو پہنچ چکا ہو نہ ہی زیادہ ٹھہرنا جو پانی اور اس کے اجزا کا گوشت کے اندرونی اجزاء میں سرایت کرنے کا باعث بنے بلکہ اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے مقصد میں نقصان ہوگا۔ پس اتنے کام سے کہ نیم گرم پانی میں رکھیں یا اُبلے ہوئے پانی میں زیادہ دیر نہ رکھیں نجاست، گوشت کے اجزاء میں سرایت نہیں کرتی محض ظاہری سطح تک پہنچتی ہے لہٰذا اس صورت میں ہرگز مردار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے پاک وحلال ہونے کیلئے یہی کافی سند ہے کہ گوشت کو تین بار پانی سے دھوئیں اور نچوڑیں اور کام میں لائیں۔ (ت)
آرے اگر ماکیان بحالت غلیان وفوران آب آں مقدار در آب مکث کرد کہ نجاست باطن بسبب جوش ودرنگ در قعر وعمق لحم نفوذ نمود آنگاہ بر قول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہیچ حیلہ او را طاہر وحلال نتواں ساخت۔	البتہ اگر مرغیوں کو اُبلتے ہوئے پانی میں اتنا وقت رکھیں کہ پانی کے جوش اور اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے اندر کی نجاست گوشت کی گہرائیوں میں سرایت کرجائے تو اس وقت مفتٰی بہ قول کے مطابق وہ مردار ہوجائیں گی، کیونکہ اسے کسی طریقے سے بھی پاک اور حلال نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم در فتح القدیر فرماید:

لوالقیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنھا لنتف اوکرش قبل الغسل لایطھر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطھر علی قانون ماتقدم فی اللحم۔

محقق علی الاطلاق، دین وملت میں کامل، سیدی امام محمد بن ہمام، اللہ تعالٰی ان کی ذاتِ والا صفات سے ہمیں برکت عطا فرمائے، فتح القدیر میں فرماتے ہیں: اگر تم مرغی کے پیٹ کو چاک کرنے سے پہلے اسے دھوئے بغیر پَر اُکھاڑنے کے لئے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دی تو وہ کبھی بھی پاک نہ ہوگی البتہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر گوشت کے بارے میں جو قانون گزر چکا ہے اس کا پاک ہونا ثابت ہے۔(ت)

قلت وھو سبحٰنه اعلم ھو معلل بتشربھا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتھران اللحم السمیط بمصر نجس لایطھر لکن العلۃ المذکورۃ لاتثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیه اللحم بعد ذلك زمانا یقع فی مثله التشرب والدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لایصل الماء الی حد الغلیان ولایترك فیه الامقدار ماتصل الحرارۃ الی سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلك الترك یمنع من جودۃ انقلاع الشعر فالاولی فی السمیط ان یطھر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلك الماء فانھم لایتحرسون فیه عن المنجس۔ وقدقال شرف الائمۃ

قلت وھو سبحٰنه اعلم اس مذکور بالا قول کی علّت یہ ہے کہ پانی کے جوش کے باعث وہ نجاست گوشت کے اندر جذب ہوجاتی ہے، اسی بنیاد پر مشہور ہے کہ مصر میں سمیط (بکری کا بچہ جس کے بال صاف کرکے اسے بھُون لیا جائے) کا گوشت ناپاک شمار ہوتا ہے وہ پاک نہیں ہوتا، لیکن یہ علت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک پانی جوش کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اس کے بعد اس میں گوشت اتنی دیر تک نہ ٹھہرا رہے جس سے پانی گوشت کے اندر داخل ہوکر جذب ہوجائے۔ اور سمیط میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ نہ تو پانی جوش کی حد کو پہنچتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں اتنی دیر چھوڑا جاتا ہے کہ حرارت، جِلد کی سطح کے نیچے پہنچ جائے اور بالوں کے نیچے مساموں میں داخل ہوجائے بلکہ اس کو اس قدر (پانی میں) چھوڑنا اچھی طرح بال اکھاڑنے سے بھی مانع ہے پس سمیط کے بارے میں بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ اِس نجس پانی سے جِلد کا ظاہر ناپاک ہوگیا لہٰذا تین بار

بھذا فی الدجاجۃ والکرش والسمیط مثلھما[1] اھ۔ وقال قدس سرہ قبل ذلك ناقلا عن التجنیس طبخت الحنطۃ فی الخمر قال ابویوسف تطبخ ثلثا بالماء وتجفف کل مرۃ وکذا اللحم وقال ابوحنیفۃ لاتطھر ابدا وبہ یفتی اھ قال والکل عند محمد لاتطھر ابدا[2]۔	دھونے سے پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ لوگ ناپاک کرنے والی چیز سے پرہیز نہیں کرتے۔ شرف الائمہ نے مرغی اور کرش (جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھڑی) کے بارے میں یہی بات فرمائی اور سمیط ان دونوں کی مثل ہے الخ۔ صاحبِ فتح القدیر قدس سرہ، نے اسے پہلے تجنیس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ گندم، شراب میں پکائی گئی اس کے بارے میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اسے تین بار پانی میں پکایا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے۔ گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوگی اور اسی پر فتوٰی ہے اھ اور فرمایا یہ سب کچھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ (ت)
وازینجا بوضوح پیوست کہ ہرکہ ایں کارخواہدا ولے واحوط درحقش آنست کہ اولًا ماکیان راشکم چاک وازامعا پاک کند وخون مسفوح کہ بمحل ذبح منجمد مے شود شوید پس ازاں بہر آبے کہ خواہد تہد تا از نجس شدن لحم ایمن ماند سید علّامہ احمد طحطاوی درحاشیہ درمختار فرمودہ فالاولی قبل وضعھا فی الماء المسخن ان یخرج مافی جوفھا ویغسل محل الذبح مما علیہ من دم مسفوح تجمد[3] اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس کیلئے بہتر اور زیادہ محتاط یہ ہے کہ پہلے مرغی کا پیٹ چاک کرکے اسے آنتوں سے پاک کرے اور بہنے والے خون کو جو گردن وغیرہ پر جم جاتا ہے دھولے اس کے بعد جس پانی میں چاہے رکھے تاکہ گوشت کے ناپاک ہونے سے مطمئن ہو۔ علّامہ احمد طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں رکھنے سے پہلے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے نکال لیا جائے اور ذبح کے مقام سے جما ہوا خون مسفوح دھولیا جائے اھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱: از شہر کہنہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگ ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرھا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۸۶

[2] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرھا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۸۵

[3] طحطاوی حاشیہ درمختار آخر باب الانجاس دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۶۴

الجواب:

بادامی رنگ کی پُڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پُڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتوٰی دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطهارة والنجاسة۔	نص سے ثابت ہے کہ حرج دُور کیا گیا اور عموم بلوٰی اسبابِ تخفیف سے ہے خصوصًا مسائلِ طہارت اور نجاست میں۔(ت)

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پُڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتوٰی دینا پسند کرتا ہے۔

وقد ذکرنا علی هذه المسئلة کلاما اکثر من هذا فی فتاوٰنا وسنحقق الامر بمالامزید علیه ان ساعد التوفیق من الله سبحٰنه وتعالٰی والله تعالٰی اعلم۔	ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسی مسئلہ پر اس سے بھی زیادہ بحث کی ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے توفیق معاون ہُوئی تو ہم اس سلسلے میں ایسی تحقیق کریں گے جس کے بعد مزید گنجائش نہیں رہے گی۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۷۲: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک، اور جس شے کی بِیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے۔ اور جس کی نجاست خفیفہ جیسے باز یا کوّا، اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ۔ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مرغی، اس کی قے بھی نجاست غلیظہ۔ اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اس کا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہر حال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی۔ مثلًا مُرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھّو لگا اور نکل گیا

یہ پانی پیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ مااستحال الی نجاسۃ ولا لاقی محلھا (کیونکہ اس نے نجاست میں حلول نہیں کیا اور نہ ہی نجاست کی جگہ سے ملا۔ت) بلکہ اسے سؤر یعنی جھُوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے مل کر آیا ہے اُس جانور کا جھُوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا۔

اقول: اتقن ھذا التحقیق النفیس فلعلک لاتجدہ مصرحابہ فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمداللہ من کلمات العلماء استنباطًا واضحًا کالصبح حین الاسفار۔	**اقول:** اس نفیس تحقیق کو محفوظ کرلو شاید تم اسے بڑی کتب میں بھی بالتصریح نہ پاؤ بحمداللہ تعالٰی ہم نے اسے علماءِ کرام کے کلام سے روزِ روشن کی طرح واضح استنباط کیا ہے۔(ت)

دُرمختار میں ہے:

مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ[1]۔	ہر جانور کا پِتّا اس کے پیشاب کی طرح اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔(ت)

کتاب التجنیس والمزید میں ہے: لانہ واراہ جوفہ[2]۔ (کیونکہ اس نے اسے پیٹ میں چھپایا۔ت)

درمختار میں ہے:

ینقضہ قیئ ملا فاہ من مرۃ اوطعام اوماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولومن صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولوھو فی المریئ فلانقض اتفاقا[3] اھ ملخصا۔	صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچّے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ نجاست سے مِل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ ملخصا۔(ت)

[1] درمختار باب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

[2] ردالمحتار باب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۳

[3] درمختار نواقض الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۵

وقدعلم من له ادنی فهم وجه الاستنباط فی المسألتین واعلم انابیننا الکلام علی ظاهر الروایة المصحح المرجح الواضح الوجه القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان ههنا فی بعض الصور کلام للکمال اجبنا عـه عنه علی هامشه والحمدلله حمدا کثیرا والله تعالٰی اعلم۔	جس شخص کو ادنٰی سمجھ بھی حاصل ہے وہ دونوں مسئلوں میں استنباط کی وجہ جان سکتا ہے جان لو کہ ہمارے کلام کی بنیاد ظاہر روایت ہے جس کی تصحیح کی گئی اسے ترجیح دی گئی وہ نہایت واضح ہے اس کی دلیل قوی ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔اگرچہ اس جگہ بعض صورتوں میں کمال نے کلام کیا ہے جس کا جواب ہم نے اس کے حاشیے پر دیا ہے۔اللہ تعالٰی کے لئے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۳: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۰۔ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نجس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوگی بغیر مبالغہ کے یا نہیں بینواتوجروا۔

الجواب:

نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تواُس کی تطہیر میں عدد اصلا شرط نہیں بلکہ زوال عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہوجائے یا دس بار میں مگر بقائے اثر بقائے عین پر دلیل تو زوال اثر مثل رنگ وبو ضرور لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا، صابُون یا گرم پانی وغیرہ سے چھُڑانے کی حاجت نہیں۔درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بعد جفاف بزوال عینها واثرها ولوبمرة اوبمافوق ثلث فی الاصح ولایضربقاء اثرکلونٍ وریح لازم فلایکلف فی ازالته الٰی ماء حار اوصابون ونحوه[1] اھ ملخصا۔	اصح قول کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ سے عینِ نجاست اور اس کا اثر دُور کیا جائے، خواہ ایک مرتبہ سے یا تین ۳ سے بھی زیادہ مرتبہ سے دور ہو تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، اور ایسا اثر جو اس کے لئے لازم ہوچکا ہے (یعنی دور نہیں ہوتا) مثلًا رنگ اور بُو، تو اسے گرم پانی یا صابن وغیرہ کے ساتھ دُور کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اھ ملخصا (ت)

عـه وقدتقدم فی المسألة العاشرة باب الوضوء (م) | اس کا جواب باب الوضوء کے دسویں مسئلہ میں گزرچکا ہے۔(ت)

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

اور غیر مرئیہ کو سُوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول پر غلبہ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہو جائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہو گیا اگرچہ یہ غلبہ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں۔ اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں اس قول پر اگر یوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی۔ ایک جماعتِ علماء نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لئے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبہ ظن پر عمل کرے، ان علماء کا قصد یہ ہے کہ دونوں قولوں کو ہر دو حالت وسوسہ وعدمِ وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اُٹھادیں۔

اقول: الا ان هذا التطبيق لايكاد يلائم ظاهر اطلاق عامة المتون فان الموسوسين فى الناس اقل قليل بالنسبة الى غيرهم واطلاق الحكم المختص بالغالب الكثير غير بعيد ولامستنكر بخلاف عكسه كمالايخفى۔	**اقول:** مگر یہ تطبیق عام متون کے ظاہر اطلاق کے مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وسوسے والے لوگ دوسروں کی نسبت بہت کم ہیں اور حکم کا اطلاق جو غالب اکثریت سے مختص ہے وہ (عقل سے) نہ تو بعید ہے اور نہ ہی غیر معروف، بخلاف اس کے عکس کے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

دُوسری جماعتِ ائمہ نے فرمایا قول ثانی قول اول کی تحدید وتقدیر ہے یعنی یہ غلبہ ظن غالبًا تین بار میں حاصل ہوتا ہے۔

ای وانما العبرة للغالب وعليه تبنى الاحكام ويقطع النظر عن القليل النادر۔	یعنی اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور احکام کی بنیاد بھی یہی ہے، قلیل وکمیاب سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر دونوں قول قولِ ثانی کی طرف عود کر آئیں گے ہدایہ وکافی ودرر وغنیہ وتنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک وہ بہت قرینِ قیاس ہے بالجملہ دنوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر الروایۃ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح وترجیح۔

اقول: مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالبًا اُسی میں احتیاط زیادہ اور اُس میں انضباط ازید اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مُداہن وبے پروا ہیں انہیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں اُن کی بے پرواہی کی مطلق العنانی ہے لہٰذا قول ثانی ہی پر عمل انسب والیق ہے اور ہدایہ وکافی کی توفیق حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں۔ بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوال نجاست کا ظن غالب نہ ہو اور غالبًا بلامبالغہ سرسری طور پر ایک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق حاصل نہ ہوگی۔

دُرِ مختار میں ہے:

يطهر محل غير مرئية بغلبة ظن غاسل لومكلفا والا فمستعمل طهارة محلها بلاعدد به يفتى وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لايقطر وبتثليث جفاف فى غير منعصر[1] اهملخصاً۔	جس جگہ نجاست دکھائی نہ دیتی ہو اگر دھونے والے کو غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے ورنہ اس جگہ کی طہارت کے لئے گنتی کے بغیر پانی استعمال کیا جائے اسی پر فتوی ہے اور وسوسہ والے کے لئے جس چیز کو نچوڑنا ممکن ہے اسے تین بار دھونا اور یوں نچوڑنا کہ اب قطرے نہ گریں اور جس چیز کو نچوڑنا ممکن نہیں اس کو تین بار خشک کرنا مقرر ہے۔اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بلاعدد به يفتى،كذافى المنية وظاهره انه لوغلب على ظنه زوالها بمرة اجزأه وبه صرح الامام الكرخى فى مختصره واختاره الامام الاسبيجابى وفى غاية البيان التقدير بالثلث ظاهر الرواية وفى السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلث مختار البخاريين والظاهر الاول ان لم يكن موسوسا وان كان موسوسا فالثانى اھ بحرقال فى النهر وهو توفيق حسن اھ وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الافى الموسوس وهوماشى عليه المصنّف واستحسنه فى الحلية وقال وقدمشى الجم الغفير عليه فى الاستنجاء۔ **اقول:** وهذا مبنى على تحقق الخلاف	اس (صاحبِ درمختار) کا قول "بلاعدد" (گنتی شرط نہیں) پر فتوی ہے،منیہ میں بھی اسی طرح ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہوجائے تو یہی کافی ہے۔امام کرخی نے اپنی مختصر میں اسی کی تصریح فرمائی اور امام اسبیجابی نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ تین بار کا مقرر کرنا ظاہر روایت ہے۔سراج میں ہے کہ عراقیوں کے نزدیک غلبہ ظن کا اعتبار مختار ہے جبکہ تین بار کا اندازہ بخارا والوں کا مختار ہے۔اور پہلا ظاہر ہے اگر وسوسے والا نہ ہو،اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو دوسری بات ظاہر ہے اھ (بحرالرائق انتہی) نہر الفائق میں فرمایا کہ یہ اچھی تطبیق ہے اھ۔صاحبِ مختار نے بھی یہی راستہ اختیار کیا کہ انہوں نے وسوسہ نہ کرنے والوں کے بارے میں اسی کا اعتبار کیا ہے مگر وسوسہ کرنے والے کے بارے میں ان کا وہی موقف جس پر مصنف (صاحبِ دُرمختار) چلے ہیں اور حلیہ نے بھی اسی کو مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا استنجاء کے بارے میں جم غفیر کا یہی مسلک ہے (ت) **اقول:** میں (علامہ شامی) کہتا ہوں اس کی

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

وھو ان القول بغلبة الظن غیر القول بالثلث قال فی الحلیة وھو الحق واستشھد له بکلام الحاوی القدسی والمحیط۔	بنیاد (دونوں باتوں میں) ثبوتِ اختلاف پر ہے یعنی جب غلبہ ظن کا قول تین کے قول کا غیر ہو حلیہ میں فرمایا یہی حق ہے اور انہوں نے اس پر حاوی قدسی اور محیط کے کلام سے شہادت پیش کی ہے۔(ت)
اقول: وھوخلاف مافی الکافی ممایقتضی انھما قول واحد وعلیه مشی فی شرح المنیة فقال فعلم بھذا ان المذھب اعتبار غلبة الظن وانھا مقدرة بالثلث لحصولھا بھافی الغالب وقطعًا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاھر مقام المسبب الذی فی الاطلاع علی حقیقته عسرکالسفر مقام المشقة اھ وھو مقتضی کلام الھدایة وغیرھا واقتصر علیه فی الامداد وھو ظاھر المتون حیث صرحوا بالثلث [1] اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	**اقول:** (میں (علامہ شامی) کہتا ہوں) یہ (اختلاف) اس کے خلاف ہے جو کافی میں ہے اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قول ہیں۔ شرح منیہ میں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب میں غلبہ ظن کا اعتبار ہے اور وہ تین بار کا اندازہ ہے کیوں کہ غالب یہی ہے تین بار دھونے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور یہ کہ سبب ظاہر کو اس مسبّب کے قائم مقام رکھنا ہے جس کی حقیقت پر اطلاع مشکل ہے جیسے سفر مشقت کے قائم مقام ہے اھ ہدایہ وغیرہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے اور الامداد بھی اسی پر اختصار کیا گیا ہے۔ ظاہر متون بھی یہی ہیں کیونکہ انہوں نے تین کی تصریح کی ہے اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۷۴:

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جُوتے پر پیشاب پڑگیااور اس پر خاک جم کر تندار ہوگیاتو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جُوتے پر اگر پیشاب پڑگیااور اس پر خاک جم گئی توایسے ملنے سے جس سے اُس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۴۲

فی الدر المختار ویطھر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل مایری بعد الجفاف ولومن غیرھا کخمر وبول اصابه تراب به یفتی بذلك یزول به اثرھا والاجرم لھافیغسل انتھٰی [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے موزہ اور اس کی مثل جیسے جُوتا (وغیرہ) اگر جسم والی نجاست سے ناپاک ہوجائیں اور یہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہو اگرچہ (یہ جسم نجاست کے) غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس پر مٹّی پڑ گئی، تو یہ ایسے رگڑنے سے پاک ہوجائیں گے جس سے اثر زائل ہوجائے اسی پر فتوی ہے اور جس نجاست کا جسم نہ ہو اسے دھویا جائے گا اھ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از کلکتہ دھرم تلا نمبر۱ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدّا رُوئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے، بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدّا خوب تَر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدّے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے بینوّا توجّروا۔

الجواب:

شبہہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشك (یقین شک سے دُور نہیں ہوتا۔ت) ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدّے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور [۲] یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدّے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور [۳] گدّے میں خاص اُس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدّے کے محلِ نجاست کو تر کردے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کہ خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کرسکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے متصل ہوکر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیرر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے

[1] دُرمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

اجزادوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں)

جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وہ موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپاک ہے۔مثلاً گدّے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابلِ تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کے ہیں۔

هذا هو التحقيق الذى عولنا عليه لظهور وجهه ولكونه احوط وان كان الكلام فى المسئلة طويل الذيل ذكر بعضه فى ردالمحتار اٰخر الانجاس واٰخر الكتاب وفيه عن البرهان ولايخفى منه انه لايتيقن بانه مجرد نداوة الا اذاكان النجس الرطب هو الذى لايتقاطر بعصره اذيمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولاينبع منه شيئ بعصره كماهو مشاهد عند البداية بغسله [1] اھ وفيه عن الامام الزيلعى لانه اذالم يتقاطر منه بالعصر لاينفصل منه شيئ وانما يبتل مايجاوره بالنداوة وبذلك لايتنجس [2] الخ وفيه عن الخانية اذاغسل رجله فمشى على ارض نجسة بغير مكعب فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض	یہی وہ تحقیق ہے جس پر ہم نے اعتماد کیا کیونکہ اس کا سبب ظاہر ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اگرچہ اس مسئلہ میں کلام کا دامن نہایت طویل ہے جس میں سے کچھ ردالمحتار میں باب الانجاس اور کتاب ردالمحتار کے آخر میں مذکور ہے۔اور اس میں البرہان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ اس کے محض رطوبت ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا مگر جب کہ تر نجاست کے نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں کیوں کہ ممکن ہے کہ خشک کپڑے کو بہت سی نجاست لگے اور نچوڑنے سے اس سے کچھ نہ نکلے جیسا کہ اسے دھونے کا آغاز کرتے وقت مشاہدہ ہوتا ہے۔الخ اسی (ردالمحتار) میں امام زیلعی سے نقل کیا کہ جب نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں تو اس سے کچھ بھی جُدا نہ ہوگا اور اس سے ملنے والی چیز محض مجاورت (ملنے) سے تر ہوگی اور اس سے وہ ناپاک نہیں ہوتی۔

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۵۵

[2] ردالمحتار مسائل شتی مصطفیٰ البابی مصر ۵/۵۱۷

لکن لم یظهر اثر طبل الارض فی رجله فصلی جازت صلاته وان کان بلل الماء فی رجله کثیرا حتی ابتل وجه الارض وصارطینا ثم اصاب الطین رجله لاتجوز صلاته[1] الخ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	اور اسی (ردالمحتار) میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص پاؤں دھو کر جُوتے کے بغیر ناپاک زمین پر چلا اور اس کے پاؤں کی رطوبت سے زمین تر ہوگئی اور زمین پر نشان لگ گیا لیکن زمین کی رطوبت اس کے پاؤں میں ظاہر نہیں ہوئی اب اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر پاؤں میں پانی کی رطوبت زیادہ تھی حتی کہ زمین کاظاہر تر ہوگیا اور کیچڑ پاؤں میں لگ گیا تو اس کی نماز جائز نہیں الخ واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول میں یا چُونے میں چُوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

چُوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ اشیا کھالی جائیں بشرطیکہ اس کا رنگ یا بُو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر چُونے میں نکلے اور وہ چونا جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

[1] ردالمحتار مسائل شتّٰی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۸

رساله
سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب ۱۳۱۲ھ
کتّے کی طہارتِ عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان

مسئلہ ۱۷۷: از بنارس محلّہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ابقاھم اللہ تعالٰی الٰی یوم الدین اس میں کہ زید تو مستنداً بقولہ تعالٰی یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ[1] الآیۃ (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لئے کیا حلال ہے۔ت) ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید قتلہ الکلب المعلم المرسل ولم یاکل منہ (اور ان احادیث کو دلیل بناتے ہوئے جن میں ایسے شکار کے کھانے کا حکم ہے جسے سکھائے ہوئے اور چوڑھے ہُوئے کتّے نے شکار کیا لیکن اس سے کچھ نہیں کھایا۔ت) کہ ازانجملہ ایک یہ حدیث عدی بن حاتم ہے:

قال قلت یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیك قلت	فرماتے ہیں میں نے عرض کیا" یارسول اللہ ! ہم سکھائے ہوئے کتّوں کو (شکار پر) چھوڑتے ہیں

[1] القرآن ۴/۵

وان قتلن قال وان قتلن [1] الحدیث۔	(اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: "جو کچھ وہ تمہارے لئے روک رکھیں اسے کھاؤ"۔ میں نے عرض کیا "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں؟" فرمایا: "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں" الحدیث (ت)

اور احادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیۃ وصید وزرع وغنم (جانوروں کی حفاظت، شکار، کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کیلئے کتا رکھنے کی اجازت کے بارے میں احادیث۔ت) کہ از انجملہ ایک یہ حدیثِ عبداللہ بن مغفل ہے:

قال انی لمن یرفع اغصان الشجرۃ عن وجہ رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امۃ من الامام لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود وبھیم ومامن اھل بیت یرتبطون کلبًا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الاکلب صیدا وکلب حرث اوکلب غنم [2]۔	آپ فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے آگے سے ٹہنیاں اٹھا رہے تھے جب آپ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر کتے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس ہر سیاہ کتے کو مار دو، اور جو لوگ گھروں میں کتا رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کُتا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لئے کُتا (اس سے مستثنٰی ہے)۔ (ت)

واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصید (شکاری کتے کہ حصولِ قیمت کے بارے میں آپکی اجازت سے متعلق احادیث۔ت) کہ از انجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال رخص رسول اللہ فی ثمن کلب الصید [3]۔	فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت فرمائی ہے۔ (ت)

وحدیث ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی عھد رسول اللہ	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

---

[1] جامع الترمذی باب مایؤکل من صید الکلب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۷

[2] جامع الترمذی باب من امسک کلباً ماینقص من اجرہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۰

[3] مسند امام اعظم ابو حنیفہ کتاب البیوع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۹

فلم یکونوا یرشون شیأً من ذلك [1]۔	کتے (اِدھر اُدھر) آتے جاتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے (یعنی کتوں کے ان کے ساتھ چھُونے سے) کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔(ت)

وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قال علیه الصلاۃ والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر [2]۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چمڑے کو رنگ لیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

ومستدلا باقوال علمائنا الحنفیۃ (اور ہمارے علماء حنفیّہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے۔ت) کہ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جو عامہ کتب فقہ میں ہے:

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والآدمی [3]۔	خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

اور دُوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے:

ولیس الکلب بنجس العین [4]۔	اور کتّا نجس عین نہیں۔(ت)

اور تیسرا جو تنویر الابصار اور اُس کی شرح درمختار میں ہے:

اعلم انه لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوٰی وان رجح بعضھم النجاسة کما بسطه ابن الشحنة [5]۔	جان لو! امام اعظم کے نزدیک کتّا نجسِ عین نہیں۔اور اسی پر فتوٰی ہے،اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے نجس ہونے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن الشحنہ نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے۔(ت)

اور چوتھا یہ جو ردالمحتار میں ہے:

وھو (ای عدم کون الکلب نجس العین) الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع و	اور وہ (یعنی کُتّے کا نجس العین نہ ہونا ہی) صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ہے،بدائع۔متون سے

[1] صحیح البخاری باب اذاشرب الکلب فی الاناء قدیمی کُتب خانہ کراچی ۲۹/۱
[2] جامع الترمذی، باب جاء فی جلود المیتۃ،آفتاب عالم پریس لاہور، ۲۰۶/۱
[3] منیۃ المصلی فصل فی النجاسۃ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۰۸
[4] ہدایہ شریف، قبیل فصل فی البئر، المکتبۃ العربیہ، کراچی، ۲۴/۱
[5] درمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۳۸/۱

وھو ظاھر المتون بحر ومقتضی عموم الادلۃ فتح [1]۔	ے ہی ظاہر ہوتا ہے البحرالرائق۔ عام دلائل کا مقتضٰی یہی ہے، فتح القدیر (ت)

اور پانچواں یہ جو علمگیری میں ہے:

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین [2]۔	صحیح یہ ہے کہ کتّا نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور چھٹا یہ جو عنایہ میں ہے:

الاصح ان الکلب لیس بنجس العین [3]۔	اصح بات یہ ہے کہ کُتّا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور ساتواں یہ جو غایۃ البیان میں ہے:

فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشایخ والاصح انہ لیس بنجس العین [4]۔	اس کے نجسِ عین ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور آٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے:

یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح [5]۔	کتّے کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ نجسِ عین نہیں۔ (ت)

اور نواں یہ جو نہر الفائق میں ہے:

یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ماعلیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ [6]۔	کتّے کا چمڑا بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ ذاتی طور پر پاک ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے ناپاک ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

اور دسواں یہ جو شامی میں ہے:

فمعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ	اس کے طاہر عین ہونے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک

[1] ردالمحتار، باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۳۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الفصل الاول من الباب الثالث مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹

[3] العنایۃ مع فتح القدیر قبیل فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۲

[4] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ/ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۸

[5] مراقی الفلاح مع الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۰

[6] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱/۴۰۹

مادام حیا وطہارۃ جلدہ بالدباغ والذکاۃ وطہارۃ مالا تحلہ الحیوۃ من اجزائہ کغیرہ من السباع[1]۔	زندہ ہے ذاتی طور پر پاک ہے۔اس کا چمڑا دباغت یا ذبح (شرعی) کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے نیز اس کے جن اجزاء میں زندگی سرایت نہیں کرتی دوسرے درندوں کی طرح وہ بھی پاک ہیں۔(ت)

اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے:

قلت لم یتضح لی الی الاٰن دلیل علی کونہ نجس العین ودلائل المثبتین کلہا مخدوشۃ[2]۔	میں کہتا ہوں اب تک مجھے اس کے نجس عین ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں ملی، نجس ثابت کرنے والوں کے تمام دلائل کمزور ہیں۔(ت)

اور بارھواں وہ جو مولوی عبدالحی لکھنوی نے تعلیق ممجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہُب پر دباغت سے مطلقًا دلالت کرتی ہیں کہا ہے:

وبہذہ الاحادیث ونظائرہا ذہب الجمہور الی الطہارۃ بالدباغۃ مطلقا الا انہم استثنوا من ذلک جلد الانسان لکرامتہ وجلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ واستثنی ایضا جلد الکلب من ذہب الی کونہ نجس العین وہو قول جمع من الحنفیۃ وغیرہم ولم یدل علی دلیل قوی بعد[3]۔	ان احادیث اور ان کی مثل پر بنیاد رکھتے ہوئے جمہور فقہاء نے دباغت کے ذریعے مطلقًا طہارت کی راہ اختیار کی ہے مگر انہوں نے اس سے انسان کے چمڑے کو اس کی عزّت کی بنیاد پر اور خنزیر کے چمڑے کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی قرار دیا ہے اور جو لوگ کتّے کو نجسِ عین سمجھتے ہیں انہوں نے اس کو بھی مستثنٰی کیا ہے احناف کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ فقہاء کرام کا یہی قول ہے لیکن ابھی تک اس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں پائی گئی۔(ت)

اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے:

اختلف المشایخ فی التصحیح والذی یقتضیہ	تصحیح میں علماء کا اختلاف ہے اور "ایما اھاب"

[1] ردالمحتار قبیل فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[2] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

[3] تعلیق ممجد لعبدالحی اللکھنوی

عموم ایما اھاب طھارۃ عینہ ولم یعارضہ مایوجب نجاستھا فوجب حقیقۃ عدم نجاستھا[1]۔	(جو بھی چمڑا) کا عموم طہارت عین کا مقتضی ہے اور اس کے مقابلے میں نجاست کو واجب کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا نجس نہ ہونا حق ہوا۔ (ت)

کہتا ہے کہ کُتّا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں تو وجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلاضرورت کتّے سے از روئے اصطیاد کے جواز انتفاع پر بلکہ بجز کھانے کے اور اُس سے سب طرح کے فائدے اُٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، قرطبّی نے کہا ہے:

وقدذکر بعض من صنف فی احکام القراٰن ان الایۃ تدل علی ان الاباحۃ تناولت ماعلمنا الجوارح وھو ینظم الکلب وسائر جوارح الطیر وذلك یوجب اباحۃ سائر وجوہ الانتفاع فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بھابسائر وجوہ المنافع الاماخصہ الدلیل وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب وسباع الطیر[2]۔	احکامِ قرآن کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اباحت ان تمام شکاری جانوروں کو شامل ہے جن کو ہم سکھائیں اور اس میں کتّا اور تمام شکاری پرندے بھی شامل ہیں اور یہ (جواز) انتفاع کے تمام طریقوں کی اباحت کو واجب کرتا ہے پس یہ کتّے اور (دیگر) شکاری جانوروں کو بیچنے اور ان سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جس کو دلیل نے خاص کرلیا ہو، اور وہ شکاری جانوروں یعنی کسب کرنے والے کتّوں اور درندوں کو کھانا ہے (اور یہ جائز نہیں)۔ (ت)

اور کسی چیز سے بلاضرورت انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدمِ نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدمِ نجاست پر بھی دلالت کی کماھو ظاھر (جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ ت)

اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کُتّے کیچڑ میں بھرے ہوئے پانی میں بھیگے ہوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے رش بھی نہ ثابت ہوا تو ان کے اجسام اور اعیان کے عدم نجاست ثابت ہُوئی۔

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوزبہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] الجامع لاحکام القرآن زیر آیہ وما علمتم من الجوارح الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۶۶

اور احادیث اذن فی اقتناء الکلب (کتّا رکھنے کی اجازت سے متعلق احادیث۔ت) کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحہ نے سعایہ میں کہا ہے:

نعم لها دلالة علی طهارة جسمه وعدم تنجس عینه البتة فان الاذن فی اقتنائه دال علی انه لیس ینجس العین[1]۔	ہاں اس کے جسم کے پاک ہونے اور نجس عین نہ ہونے پر یقینا دلیل ہے کیوں کہ اسے رکھنے کی اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نجس عین نہیں۔(ت)

اور باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور عمرو استدلالًا باحادیث الامر بقتل الکلاب (کتوں کو ہلاک کرنے کے حکم سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ت) واحادیث عدم دخول الملٰئکۃ بیتافیہ کلب (جس گھر میں کتّا ہو اس میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بارے میں احادیث۔ت) واحادیث الامر بغسل الاناء من دلوغ الکلب سبعا اوثمانیا اوثلثا واھراق مافضل من شربہ (کتّے کے چاٹنے سے برتن کو سات یا آٹھ یا تین بار دھونے اور اس کے پینے سے جو بچ جائے اسے بہادینے کے بارے میں احادیث۔ت) وحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ:

ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی ای دار اُخرین فلم یجب فقیل له فی ذلك فقال ان فی دار فلان کلبا فقیل له وان فی دار فلان هرة فقال الهرة لیست بنجسة انما هی الطوافین علیکم والطوافات[2]۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم نے دعوت دی، آپ نے قبول کرلی۔ اور آپ کو دوسروں کے گھر میں بلایا گیا تو آپ نے قبول نہ کیا، اس بارے میں آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتّا ہے۔ عرض کیا گیا اور فلاں کے گھر میں بلّی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بلّی ناپاک نہیں اور وہ تمہارے پاس آنے جانے والے (غلاموں) اور آنے جانے والی (لونڈیوں) کی طرح ہے۔(ت)

وتمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیۃ کو ازانجملہ ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان الکلب نجس[3]۔	ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا ناپاک ہے۔(ت)

---

[1] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ احکام الاسار سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۴۶

[2] التلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، اب بیان النجاسات، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل، ۱/۲۵

[3] المبسوط للسرخسی سؤر مالایوکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/۴۸

اور دوسرا یہ جو ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے:

فی فتاوٰی قاضی خان مایدل علی ان الکلب نجس العین وفی موضع آخر مایدل علی انہ لیس کذلك وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول [1]۔	فتاوی قاضی خان میں ایسی بات ہے جو کتّے کے نجسِ عین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی میں) دوسری جگہ وہ بات ہے جس میں ایسا نہ ہونے پر دلالت ہے اور میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک صحیح روایت، پہلی ہے (یعنی نجسِ عین)۔(ت)

اور تیسرا یہ جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتبِ فقہ میں ہے:

اذاسد کلب عرض النھر ویجری الماء فوقہ انکان مایلاقی الکلب اقل ممالایلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والالا [2]۔	اگر کتّا نہر کی چوڑائی بند کردے اور پانی اس کے اوپر سے جاری ہو تو اگر کتّے سے ملا ہوا پانی اس سے کم ہے جو اس (کے جسم) سے ملا ہوا نہیں ہے تو (نہر کی) نچلی جانب سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔(ت)

کہتا ہے کہ کتّا نجس العین ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل کلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور احادیث امر بغسل اناء کا تو جواب یہ دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضُعف ہے۔ احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر ان کی نجاست کے سبب نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتّا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکور ہی کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اس کا نسخ وارد ہوچکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناعِ ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہوسکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو۔

قال العلامۃ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات وبعض الکلاب یسمی شیطانا والملائکۃ	علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں جس گھر میں کتّا ہو اس میں فرشتوں کے نہ آنے کا باعث کتّوں کا بکثرت نجاست کھانا ہے، اور بعض کتّوں کو تو شیطان کہا جاتا ہے اور فرشتے شیطان

[1] شرح النقایۃ لابی المکارم

[2] شرح الوقایۃ بیان مایجوزبہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۸۴

ضد الشیاطین ولقبح رائحة الکلب والملئکة تکرہ والرائحة الخبیثة ولانھا منھی عن اتخاذھا فعوقب متخذھا بحرمانہ دخول الملئکة بیتہ[1]۔	کی ضد میں، نیز کتا بدبودار ہوتا ہے اور فرشتے بدبُو کو پسند نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ کتا رکھنے سے منع کیا گیا پس اسے رکھنے والے کو یوں سزادی گئی کہ اس کے گھر میں فرشتوں کا داخلہ نہیں ہوتا۔(ت)

اور نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ جس گر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اُس میں فرشتے نہیں آتے اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفۃ میں اور ابن قانع نے سوط بن غزی سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور **متضمخ بخلوق**[2] پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے۔

اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے عمار سے مرفوعًا اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازہ کافر پر خیر سے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر اور جنازہ کافر اور متضمخ بزعفران وغیر ذلک پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل اناء کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے، ہاں نجاست لعابِ کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اُس کے عین کی نجاست پر۔اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اوّلًا تو یہ دیتا ہے کہ مولٰنا الہداد جونپوری نے حاشیہ ہدایہ میں اور دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دار قطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دار قطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی دارقوم من الانصار ودونھم دار فیشق ذلك علیھم فقالوا یارسول اللہ تاتی دارفلان ولاتاتی دارنا فقال	رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چند انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے ان میں سے نیچے کی جانب ایک گھر تھا ان پر یہ بات گراں گزری تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ فلاں

[1] حیٰوۃ الحیوان الکبرٰی، زیر لفظ الکلب، مصطفی البابی حلبی مصر، ۲/ ۲۹۰

[2] خلوق[2] (ایک خاص قسم کی خوشبو) لگانے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان فی دارکم کلبا قالوا فان فی دارھم سنورا فقال النبی السنور سبع[1]۔	کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ تمہارے گھر کتا ہے۔انہوں نے عرض کیا تو ان (فلاں کے) گھر بلّی ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلّی ایک درندہ ہے۔(ت)

کے ساتھ پایا تو اول تو اصح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں۔

قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعدذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابازرعة عنه فقال لم یرفعه ابونعیم وھو اصح وعیسی عـه لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعه علی ھذا الحدیث الامن ھو مثله اودونه وقال ابن حبان خرج عیسی عن حدالاحتجاج ولما ذکرہ الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد به عیسی عن ابی زرعة وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقدضعفه ابوحاتم وابوداود وغیرھا وقال ابن الجوزی لایصح[2] انتھی ملخصاً۔	حافظ ابن حجر (عسقلانی) نے تلخیص میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا ابن ابی حاتم نے علل میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ سے پُوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابونعیم نے اسے مرفوع ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔اور عیسٰی (راوی) قوی نہیں۔عقیلی نے فرمایا اس حدیث میں ان کی متابعت وہی کرے گا جو اس کی مثل یا اس سے کم (درجہ میں) ہو۔ابنِ حبان نے کہا: عیسٰی حجت کی حد سے نکل گیا (یعنی اس کی بات کو دلیل نہیں بناسکتے) اور حاکم نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوزرعہ سے روایت کرنے میں عیسٰی متفرد ہیں اور وہ سچّے ہیں ان پر کبھی جرح نہیں ہُوئی،انہوں نے اسی طرح کہا،(لیکن) ابوحاتم اور ابوداؤد کے علاوہ دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا،اور ابن جوزی نے کہا یہ صحیح نہیں انتہی ملخصا(ت)

اور تیسرے بر تقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب

عـه: ھذا احد رواۃ ھذا الحدیث ۱۲(م) | اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ ہیں۔(ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۲/ ۳۲۷

[2] التلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۵

پر ہرگز دلالت نہیں۔ہاں بلّی کے مثل کُتّے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے اور ثانیًا یہ کہ بر تقدیر اس کے اُس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتّے کا بہ نسبت بلّی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ کمالایخفی علی من له طبع سلیم وذھن مستقیم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کی فطرت سلیم اور ذہن ٹھیک ہے۔ت) اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلّی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلّی کے، اور بحث اس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اُس پر دلالت نہیں فتدبر، اور اقوالِ فقہا میں سے اُن دونوں قولوں کا تو جو مبسوط اور شرح نقایہ میں ہے جواب یہ دیتا ہے کہ اول تو ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور اُن اقوال میں جو میرے دلائل سے ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ اقرب الی الصواب اور لفظ اصح کہا ہے وقد صرحوا بان لفظ الاصح اٰکد من الصحیح فیتبع الاٰکد کما صرح به فی ردالمحتار [1] (فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ "اصح" لفظ "صحیح" سے زیادہ مؤکد ہے پس جس میں زیادہ تاکید ہے اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت)

اور دوم: اگر ہم مساوات لفظ تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوٰی تو اس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بماعلیه الفتوٰی دون غیرہ (پس اسے اختیار کیا جائے جس پر فتوٰی ہے نہ کہ اس کے غیر کو۔ت)

اور سوم: اگر ہم اختلاف فتوٰی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بموجب قاعدہ اذا اختلف التصحیح والفتوٰی فالعمل بمافی المتون اولی [2] (جب تصحیح اور فتوٰی میں اختلاف ہو تو جو کچھ متون میں ہے اس پر عمل کرنا اولٰی ہے۔ت) کے عمل مافی المتون ہی پر کیا جائے گا۔

والمراد بالمتون لیس جمیع المتون بل المختصرات التی الفھا حذاق الائمة وکبار الفقھاء المعروفین بالعلم والزھد والفقة والثقة فی الروایة کابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم والشھید	متون سے مراد تمام متون نہیں بلاکلہ وہ مختصر کتب میں جن کو ماہر ائمہ اور فقہاءِ کبیر جو علم، زہد، فقہ اور روایت میں ثقاہت کے ساتھ مشہور ہیں، نے تالیف کیا جیسے ابوجعفر طحاوی، کرخی، حاکم، شہید، قدوری اور وہ لوگ جو اس طبقے

[1] الدرالمختار علی حاشیہ ردالمحتار، مطلب اذا تعارض التصحیح، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۵۰/۱

[2] ردالمحتار مطلب اذا تعارض التصحیح مطبوعہ مجتبائی دہلی ۴۹/۱

والقدوری ومن فی ھذہ الطبقة وقدکثر اعتماد المتأخرین علی الوقایة لبرھان الشریعة وکنزالدقائق لابی البرکات والمختار لابی الفضل ومجمع البحرین لمظفر الدین ومختصر القدوری لاحمد بن محمد وذلك لماعلموا من جلالة مولفیھا والتزامھم ایراد مسائل معتمد علیھا واشھرھا ذکرا واقولھا اعتمادا الوقایة والکنز ومختصر القدوری وھی المراد بقولھم المتون الثلثة۔	میں شامل ہیں متاخرین کا برہان الشریعۃ کے وقایہ، ابوالبرکات کی کنزالدقائق اور ابوالفضل کی المختار مظفر الدین کی مجمع البحرین اور احمد بن محمد کی مختصر القدوری پر بہت زیادہ اعتماد ہے، اور یہ اس لئے کہ انہیں ان کتب کے مولفین کی جلالت علمی نیز قابلِ اعتماد مسائل ذکر کرنے کے التزام کا علم تھا۔ ان میں سے ذکر کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور قول کے اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ وقایہ، کنزالدقائق اور مختصر القدوری ہے اور فقہاء کرام کے قول متون سے یہی "تین متون" مراد ہیں۔ (ت)

توان سب میں علی الخصوص ان متون ثلثہ میں بجز اس کے طاہر العین ہونے کے اور کچھ نہیں ہے وللہ الحمد، اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلبِ میت ہے۔ حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں کہا ہے:

قوله واذاسد کلب ای میت[1]	قولہ اور جب کتا (نہر کی چوڑائی) بند کرے، یعنی مردہ (کتا)۔ (ت)

اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتّا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور بر تقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اُس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز اس میں کہ بر تقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو ردالمحتار میں نقلاً عن البدائع ہے

قال مشایخنا من صلی وفی کمه جر وتجوز صلاته وقیده الفقیه ابوجعفر الھندوانی بکونه مشدود الفم[2]۔	ہمارے مشائخ نے فرمایا جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین میں کتّے کا بچّہ تھا تو اس کی نماز جائز ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے قید لگائی ہے کہ اس کا مُنہ باندھا ہوا ہو۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں نقلاً عن المحیط ہے:

[1] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[2] ردالمحتار باب المیاہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

صلی ومعه جروکلب اومالایجوز الوضوء بسورہ قیل لم یجز والاصح انکان فمه مفتوحا لم یجز لان لعابه یسیل فی کمه فینجس لوا کثر من قدر الدرهم ولوکان مشدودا بحیث لایصل لعابه الی ثوبه جازلان ظاهر کل حیوان طاهر ولایتنجس الابالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلایظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی[1]۔	کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس کتّے کا بچّہ یا وہ چیز تھی جس کے جھُوٹے سے وضو جائز نہیں، تو کہا گیا (نماز) جائز نہیں، یقینا زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھُلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہہ کر اسے ناپاک کردے گا جبکہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہو کہ اس کا لعاب نمازی کے کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ مرنے کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا، اندرونی نجاست اپنے اصل مقام پر ہے لہٰذا نمازی کے پیٹ کی نجاست کی طرح اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا۔ (ت)

اور نیز یہ جو اُس میں نقلاً عن الحلیۃ ہے:

والاشبه اطلاق الجواز عند امن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصّلاۃ[2]۔	زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے جبکہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اس قدر (لعاب) جاری ہونے سے بے خوف ہو جو مانع طہارت ہے۔ (ت)

بوجہ اس کے اُس پر یعنی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنی علی الصحیح صحیح (جس کی بنیاد صحیح پر ہو وہ صحیح ہوتا ہے۔ت) کے صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی اعطی کل شیئ خلقه ثم هدی فکان اصل کل شیئ طاهرا اذمن القدوس الطاهر بدا وصلی اللہ تعالٰی علی السید الطیب الطاهر الذی میز	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر اسے ہدایت دی، پس ہر چیز کی اصل پاک ہے کیونکہ وہ پاکیزہ طاہر ذات کی طرف سے ظاہر ہُوئی طیب وطاہر سردار پر

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۳۹

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

الخبیث من الطیب بنور الھدی وعلی اٰلہ الاطائب وصحبہ الطاھر وبارك وسلم دائما ابدا قال احد کلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفرالله له وحقق امله اٰمین قول زید اصح وارجح واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے۔	جس نے نورِ ہدایت کے ساتھ ناپاک کو پاک سے جُدا کردیا آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ کرام پر اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلامتی ہمیشہ ہمیشہ نازل ہو۔ سگِ بابِ نبوی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی قادری، بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی بخشش کرے اور اس کی امید کو ثابت وسچ کردے (آمین) نے کہا کہ زید کا قول زیادہ صحیح، راجح اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے نیز معقول ومنقول کے زیادہ موافق ہے۔(ت)

اور اس کے اکثر دلائل وجوابات صحیح ونجیح وقابل قبول فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں یہ جانور سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب ہے صحیح واصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن وحدیث ومختار وماخوذ للفتوٰی عند جمہور مشائخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور اور مسئلہ خود کثیر الدرر ومعروف ومشہور لہٰذا اداءً لحق الجواب وکشف الصواب جمیع ابحاث متقدمہ حدیث وفقہ وترجیح وتزییف میں اضافہ چند فائدہ زائدہ منظور

اما الحدیث فنذکر ماذکر اصحابنا ثم نورد تحقیق الروایة ثم نشیر الی تنقیح الدرایة۔	رہی حدیث تو ہم وہی ذکر کرینگے جو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا پھر روایت کی تحقیق لائیں گے اس کے بعد درایت کی درستگی بیان کرینگے۔(ت)

آثار عدیدہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا مہر مقرر کرسکتے ہیں۔

قال العلامة علی القاری علیه رحمة الباری فی المرقاة کتاب البیوع باب الکسب تحت حدیث ابی مسعود الانصاری رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نھی عن ثمن الکلب مانصه ھو محمول عندنا علی ماکان فی زمنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم حین امر بقتله وکان الانتفاع به ے یومئذ محرما ثم رخص فی الانتفاع به حتی روی انه قضی فی کلب صید قتله رجل	علّامہ ملّا علی قاری ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو، نے مرقاۃ کے کتاب البیوع، باب الکسب میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کو "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا" کے تحت فرمایا "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جب آپ نے اسے مار دینے کا حکم دیا اور ان دنوں اس سے نفع حاصل کرنا حرام تھا پھر اس سے انتفاع کی اجازت دے دی

باربعین درهما وقضی فی کلب ماشیة بکبش ذکره ابن الملك[1] اھ۔	یہاں تک مروی ہے کہ ایک شخص نے شکاری کتّا ہلاک کردیا تو آپ نے (اس کے خلاف) چالیس درہم کے ساتھ فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کیلئے رکھے گئے کتّے کے سلسلے میں ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ فرمایا اسے ابن الملک نے ذکر کیا اھ (ت)
اقول: ظاهره عزوذلك الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقدصرح به فی الاسرار والنهایة وذخیرة العقبٰی[2] وغیرها من الشروح والاسفار فقالوا ان عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنهما روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قضی فی کلب باربعین درهما ولکن ظنی ان المعروف عــه وقفه فلعل قضی فی الموضعین علی البناء للمفعول.قال الامام الاجل ابوجعفر فی شرح معانی الآثار نزول هذه الاٰیة بعد تحریم الکلاب وان هذه الاٰیة اعادت الجوارح المکلبین الی صیرتها حلالا واذاصارت کذلك کانت فی سائر الاشیاء التی هی حلال فی حل امساکها واباحة اثمانها	**اقول:** بظاہر یہ،رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور اسرار، نہایہ ذخیرۃ العقبٰی وغیرہ شروح اور بڑی بڑی کتب میں اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے کُتّے کے سلسلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا لیکن میرے خیال میں اس کا موقوف ہونا معروف ہے شاید دونوں جگہوں میں "قُضِیَ" مبنی للمفعول ہے۔امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ اس آیت کا نزول کتّوں کو حرام قرار دینے کے بعد ہوا اور اس آیت نے سکھائے ہوئے شکاری کتّوں کو دوبارہ حلت کی طرف لوٹا دیا یعنی ان کا روکا ہوا (شکار) حلال ہوگا،ان کی قیمت لینا جائز ہوگی اور ان میں سے

عــه بعد کتابتی لهذا المحل رأیت المحقق حیث اطلق ذکر الحدیث فی الفتح عن الاسرار ثم قال هذا لایعرف الاموقوفا الخ والله الحمد ۱۲ منه	اس جگہ کی کتابت کے بعد میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق نے اس حدیث کو فتح القدیر میں اسرار سے ذکر کیا ہے پھر فرمایا یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی مگر موقوفًا الخ وللہ الحمد ۱۲منہ (ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/ ۳۸

[2] ذخیرۃ العقبٰی علی شرح الوقایۃ مسائل شتی من البیع، مطبع منشی نولکشور کانپور ۲/ ۴۰۰

وضمان متلفیها ما اتلفوا منها کغیرها اوقدوری فی ذلك عمن بعد النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم حدثنا یونس ثنا ابن وهب قال سمعت ابن جریج یحدث عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عبدالله بن عمرو انه قضی فی کلب صید قتله رجل باربعین درهما وقضی فی کلب ماشیة بکبش اه، ثم اسند عن ابن شهاب الزهری انه قال اذا قتل الکلب المعلم فانه یقوم قیمته فیغرمه الذی قتله ثم عن محمد بن یحیی بن حبان الانصاری قال کان یقال یجعل فی الکلب الضاری اذا قتل اربعون درهما[1] اه وفی عمدة القاری للعلامة البدر محمود العینی عن عثمٰن رضی الله تعالٰی عنه انه اجاز الکلب الضاری فی المهر وجعل علی قاتله عشرین من الابل[2] ذکره ابوعمر فی التمهید۔	جو کچھ ضائع کیا گیا، ضائع کرنے والے پر اس کی ضمان ہوگی جیسا کہ دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ خود اس کا کھانا حلال ہوگیا) اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں (صحابہ کرام وتابعین) سے بھی روایات مروی ہیں۔ہم (امام طحاوی) سے یونس نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابنِ جریج سے سُنا وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبداللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شکاری کتے کو کسی نے ہلاک کردیا تو انہوں نے اس کے بدلے میں چالیس درہموں کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اھ، پھر (امام طحاوی نے) ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا انہوں نے فرمایا: جب معلّم کتّا ہلاک کیا جائے تو اس کی قیمت معین کرکے قاتل تاوان ادا کرے پھر محمد بن یحیٰی بن حبان کا قول نقل کیا فرماتے ہیں کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص شکاری کتّے کو ہلاک کرے تو اس کے بدلے میں چالیس درھم مقرر کئے جائیں اھ علامہ بدر الدین عینی محمود کی عمدۃ القاری میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مہر میں شکاری کتا دینا جائز قرار دیا ہے اور اس کے قاتل پر بیس ۲۰ اونٹ تاوان رکھا ہے، اسے ابوعمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔(ت)

ان احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت اور پُرظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو

ولذا جعل التضمین فی الدر مبنیا علی القول	اسی لئے دُرمختار میں اس کی ضمان مقرر کرنے کیلئے

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۲۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب ثمن الکلب ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۲/۵۹

بالطھارۃ حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیه الفتوٰی فیباع ویوجر ویضمن [1] الخ قال الشامی ھذہ الفروع بعضھا ذکرت احکامھا فی الکتب ھکذا وبعضھا بالعکس والتوفیق بالتخریج علی القولین کمابسطه فی البحر [2] الخ۔ **اقول:** وانتظر مانذکرہ فی جواز البیع وفتش تعرف۔	طہارت کے قول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔جب انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کُتّا نجسِ عین نہیں ہے۔اور اسی پر فتوی ہے لہٰذا اسے بیچا جاسکتا ہے اُجرت پر دیا جاسکتا ہے اور اس کی ضمان بھی (واجب) ہوگی۔الخ علّامہ شامی نے فرمایا: ان فروع میں سے بعض کے احکام، کتب میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں اور بعض کے بالعکس،اور ان کے درمیان مطابقت دونوں پر تخریج کی صورت میں ہوسکتی ہے جیسا کہ البحرالرائق میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔الخ **اقول:** جو کچھ ہم بیع کے جواز میں ذکر کریں گے اس کا انتظار کرو اور جستجو کروگے جان لوگے (ت)
واما الفقه: فنقول نقول کثیرۃ بشیرۃ شائع فی کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوٰی۔	رہا فقہ کے بارے، تو ہم کہتے ہیں کتب مذہب میں چاہے وہ متون شروح ہوں یا فتاوٰی،ان میں اس مسئلہ کا بکثرت ذکر ہے۔(ت)

مختصر[۱] قدوری وہدایہ[۲] وقایہ[۳] ونقایہ[۴] ومختار[۵] وکنز[۶] ووافی[۷] واصلاح[۸] ونور الایضاح[۹] وملتقی[۱۰] وتنویر وغیرہا عامہ متون میں تصریح صریح ہے کہ:

کل اھاب دبغ فقدطھر الاجلد الخنزیر والآدمی [3]۔	خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے (ت)

اس کلیہ سے صرف یہی دو استثنا فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلاً پتا نہیں دیتے ولہذا علامہ زین العلماء نے البحرالرائق[۱۳] پھر علامہ حسن شرنبلالی نے غنیہ[۱۳] ذوی الاحکام میں تبعا للمحق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا:

الذی یقتضیه عموم مافی المتون کالقدوری والمختار والکنز طھارۃ عینه ولم یعارضه	متون مثلاً مختصر القدوری، المختار اور کنزالدقائق کا عموم اسی بات کا مقتضی ہے کہ اس (کتّے) کا عین پاک

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[3] المختصر للقدوری کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۷

ما یوجب نجاستها فوجب احقیة تصحیح عدم نجاستها [1] الخ۔	ہے اور ایسی کوئی چیز معارض نہیں جو اس کی نجاست کو واجب کرتی ہو لہٰذا اس کی طہارت کا زیادہ حق ہونا ثابت ہوا۔(ت)

علامہ سید ابو سعود ازہری نے فتح اللہ ۱۴ المعین میں فرمایا:

قوله وکل اهاب مقتضی هذه الکلیة طهارة جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماهو المفتی به من انه لیس بنجس العین [2]۔	اس کا قول "وکل اهاب" (اور ہر چمڑا) ایک ایسا کلیہ ہے جس کے مطابق کتّے کا چمڑا بھی دباغت کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہ قول ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔(ت)

اسی میں حکم قیل بیان کرکے فرمایا:

وکذا الکلب ایضا علی ماعلیه الفتوی من طهارة عینه وان رجح بعضهم النجاسة [3]۔	کُتّے کا بھی یہی حکم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارتِ ذاتی پر فتوی ہے اگرچہ ان (فقہاءِ کرام) میں سے بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔(ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ محمود نسفی کافی ۱۵ شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین لانه ینتفع به حراسة واصطیادا فکان کالفهد فیطهر بالدباغ [4]۔	کتا نجس عین نہیں کیونکہ حفاظت اور شکار کے لئے اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لہٰذا وہ چیتے کی طرح ہے پس دباعت سے پاک ہوجائے گا۔(ت)

اسی طرح مستخلص ۱۶ الحقائق میں ہے۔امام ۱۷ زیلعی تبیین ۱۸ الحقائق پھر علّامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں:

فی الکلب روایتان بناء علی انه نجس العین اولا والصحیح انه لایفسد مالم یدخل	اس بنیاد پر کہ کتّا نجس عین ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو ۲ روایتیں ہیں صحیح یہ ہے کہ (پانی وغیرہ) خراب

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوزبہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[3] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۷

[4] کافی شرح وافی

فاِنّه لانه لیس بنجس العین [1]۔	نہیں کرتا جب تک منہ نہ ڈالے کیونکہ وہ نجسِ عین نہیں ہے۔(ت)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر (۱۸) میں ہے:

(کل اھاب دبغ فقط طھرا لاجلد الادمی لکرامته والخنزیر لنجاسة عینه) واختلف فی جلد الکلب والصحیح انه یطھر [2]۔	(ہر چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے مگر آدمی کا چمڑا اس کی عزّت اور خنزیر کا چمڑا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا) کتّے کے چمڑے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

نقایہ اور اُس کی شرح جامع[۱۹] الرموز میں ہے:

(کل اھاب دبغ طھر الاجلد الخنزیر والادمی) فی الاکتفاء رمزالی ان الکلب یطھر به خلافا للصاحبین ففی کونه نجس العین خلاف کمافی الزاھدی والاول الصحیح کمافی التحفة [3]۔	(جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے) (ان دونوں پر) اکتفاء کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دباغت سے کتّے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے اس میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں ہے۔(ت)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

تنزح (بوقوع خنزیر ولوخرج حیاولم یصب فمه الماء) لنجاسة عینه (و) تنزح (بموت کلب) قید بموته فیھالانه غیر نجس العین علی الصحیح [4]۔	خنزیر کے گرنے سے سارا پانی نکالا جائے اگرچہ زندہ نکلے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو کیونکہ وہ نجس عین ہے،اور کتّے کے مرنے سے تمام پانی نکالا جائے،اس کے ساتھ موت کی قید اس لئے لگائی ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ نجس عین نہیں ہے۔(ت)

علامہ احمد مصری اس کے حاشیہ (۲۰) میں فرماتے ہیں:

[1] غنیہ ذوی الاحکام بر حاشیہ الدرر الحکام مطبعۃ احمد کامل امکائنہ فی دار السعادۃ ۱/ ۲۷
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی ابحاث الماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲
[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۴
[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحاوی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

ھو قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندھما نجس العین کالخنزیر والفتوٰی علی قول الامام وان رجح قولھما کما فی الدرعن ابن الشحنۃ[1]۔	امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ خنزیر کی طرح نجس عین ہے، فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے اگرچہ صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ درمختار میں ابن الشحنہ سے منقول ہے۔(ت)

علّامہ محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ[۲۱] میں فرماتے ہیں:

کون الکلب لیس بنجس العین ھو المرجح۔	کتّے کے نجس عین نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

قدسلف مرارا انہ القول الراجح[2]۔	بارہا گزر چکا ہے کہ اسی قول کو ترجیح ہے۔(ت)

یہی قول امام صدر[۲۶] شہید کا مختار ہے،

کمافی الطحطاوی علی الدر وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین وھو اختیار الصدر الشھید[3]۔	جیسا کہ درمختار کی شرح طحطاوی میں اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے شرح طحاوی سے منقول ہے کہ کُتا نجسِ عین نہیں ہے صدر الشہید کا مختار قول بھی یہی ہے۔(ت)

اُسی میں تحفہ[۲۳] الفقہاء امام علاء الدین سمرقندی ومحیط[۲۴] امام رضی الدین وبدائع امام[۲۵] العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے:

الصحیح انہ لیس بنجس العین[4]۔	صحیح بات یہ ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

وفی موضع آخر من البدائع وھذا اقرب القولین الی الصواب انتھی ومشی علیہ غیر واحد من المشایخ[5]۔	بدائع میں دوسرے مقام پر ہے کہ یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے اھ اکثر مشائخ نے یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

---

1 حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

2 حلیہ ابن امیر الحاج

3 حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۴

4 بدائع الصنائع فصل فی طہارۃ الحقیقیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳

5 بدائع الصنائع فصل امابیان المقدار الذی الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۴

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ۲۶ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الذی تقتضیه الدرایة عدم نجاسة عینه لماقال صاحب الهدایة ولعدم الدلیل علی نجاسة العین والاصل عدمها والدلیل الدال علی نجاسة سؤره لایقتضی نجاسة عینه[1]۔	درایت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا عین ناپاک نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا نیز اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اصل چیز عدم ہے اور وہ دلیل جو اس کے جھوٹے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کے نجس ہونے کی مقتضی نہیں ہے۔(ت)

صغیری۲۷ میں فرمایا:

جروالکلب اذاجلس علیه بنفسه فعلی الروایة الصحیحة ینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حاصل للنجاسة[2] اھ ملخصا۔	اگر اس (نمازی) پر کتے کا بچہ خود بخود بیٹھ جائے تو صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو کیونکہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

علامہ شرنبلالی تیسیر۲۸ المقاصد شرح نظم الفرائد میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس نجس العین فی الاصح[3]۔	اصح قول کے مطابق کتا نجسِ عین نہیں ہے۔(ت)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے:

علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لا ینجسه اذالم یصل فمه الماء وهو الاصح[4]۔	اس قول کی بنیاد پر کہ کتا نجسِ عین نہیں ہے وہ پانی (وغیرہ) کو ناپاک نہیں کرے گا جب تک اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے، یہی زیادہ صحیح ہے۔(ت)

اُسی میں کتاب التجنیس۳۰ والمزید للامام برہان الدین الفرغانی سے ہے: انه الاصح[5] (یہی زیادہ صحیح ہے۔ت) بزازیہ۳۱ میں اسی سے یوں ہے: هو الصحیح[6] (وہی صحیح ہے۔ت) نیز وجیز میں جامع صغیر۳۲

[1] غنیۃ المستملی فصل فے البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۷
[3] تیسر المقاصد شرح نظم الفرائد
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۷
[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۴
[6] فتاوی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ، نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

سے ہے:

جلدہ یطھر بالدباغ عندنا[1]۔	ہمارے نزدیک اس کا (کتے کا) چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔(ت)

اُسی میں نصاب ۳۳ سے ہے:

ان کان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ[2]۔	اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو (نماز) جائز ہے اھ یعنی اُسے اٹھانے والے کی نماز جائز ہے۔(ت)

مجموعہ علامہ ۳۴ انقروی میں ہے: سنہ لیس بنجس[3] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت)

اسی میں بحوالہ قنیہ ۳۵ امام اجل ابونصر دبوسی ۳۶ سے ہے:

طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذا رأی عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا[4]۔	راستے کا کیچڑ اور اس میں کتوں کی گزرگاہ پاک ہے مگر جب اس میں عینِ نجاست دیکھے۔فرمایا روایت کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور ہمارے اصحاب کی تصریح کے قریب ہے۔(ت)

اسی طرح طریقہ محمدیہ ۳۷ میں مجمع الفتاوٰی ۳۸ سے ہے۔خلاصہ ۳۹ میں ہے:

لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا من کلب اوذئب تجوز صلاتہ[5]۔	اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک ہار تھا جس میں کتّے یا بھیڑیئے سے کوئی چیز تھی (مثلاً بال وغیرہ) تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح وترجیح اور اس پر جزم واعتماد بناو تفریع شراح ہدایہ مثل

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ الحقیقیۃ، نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱

[3] فتاوٰی انقرویہ، کتاب الطہارۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۴

[4] فتاوٰی انقرویہ کتاب الطہارۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۴

[5] خلاصۃ الفتاوی، الفصل السابع، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/ ۴۴

علامہ[۴۰] قوام الدین کاکی وعلامہ[۴۱] سغناقی صاحبِ نہایہ وغیرہما وعقد الفوائد شرح نظم الفرائد[۴۲] للعلامۃ ابن الشحنۃ وامام اسبیجابی شارح مختصر طحاوی[۴۳] وذخیرۃ[۴۴] وتوشیح شرح الہدایہ[۴۵] للعلامۃ السراج الہندی وتجرید[۴۶] وعمدۃ المفتی[۴۷] وغیرہا سے ثابت۔ بحر الرائق میں ہے:

صحح فی الهدایة طهارة عینه وتبعه شارحوها کالاتقانی والکاکی والسغناقی[1]۔	ہدایہ میں اس کی ذاتی طہارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے شارحین جیسے اتقانی، کاکی اور سغناقی نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقدصرح فی عقد الفوائد شرح منظومة ابن وهبان بان الفتوی علی طهارة عینه[2]۔	ابن وہبان کی منظوم شرح عقد الفرائد میں تصریح کی گئی ہے کہ فتوی اس کی ذاتی طہارت پر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال القاضی الاسبیجابی واما الکلب یحتمل الذکاة والدباغة فی ظاهر الروایة خلافا لماروی والحسن[3]۔	قاضی اسبیجابی نے کہا ظاہر روایت کے مطابق کتّا ذبح اور دباغت کا احتمال رکھتا ہے یہ حسن کی روایت کے خلاف ہے (ت)

اُسی میں ہے:

ذکر فی السراج الوهاج معزیا الی الذخیرة اسنان الکلب طاهرة واسنان الاٰدمی نجسة لان الکلب یقع علیه الذکاة بخلاف الخنزیر والاٰدمی اھ ولایخفی ان هذاکله علی القول بطهارة عینه لانه علله بکونه یطهر بالذکاة[4]۔	السراج الوہاج میں، ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ کتّے کے دانت پاک ہیں اور آدمی کے دانت ناپاک ہیں کیونکہ کتّے کو ذبح کیا جاسکتا ہے نہ کہ خنزیر اور آدمی کو اھ مخفی نہیں کہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی طہارت کے قول کی بنیاد پر ہیں کیوں کہ انہوں نے اس کی علّت یہ بیان کی ہے کہ وہ ذبح کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

[1] البحر الرائق، کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

اُسی میں ہے:

ذکر السراج الھندی فی شرح الھدایۃ معزیاً الی التجرید ان الکلب لواتلفہ انسان ضمنہ ویجوزبیعہ وتملیکہ وفی عمدۃ المفتی لواستأجر الکلب یجوز [1]۔	السراج الہندی نے ہدایہ کی شرح میں تجرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کتے کو مارے دے تو ضامن ہوگا اور اس کا بیچنا اور اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ عمدۃ المفتی میں ہے کتا اُجرت پر لینا جائز ہے۔ (ت)

اس کے حاشیہ منحۃ [۴۸] الخالق میں نہرالفائق سے ہے:

اقول بطھارۃ عینہ ھو الاصح [2] اھ ملخصاً۔	اس کے طاہر عین ہونے کا قول ہی زیادہ صحیح ہے اھ۔ تلخیص، مرقاۃ [۴۹] میں زیرحدیث اذادبغ الاھاب فقدطھر (جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا۔ ت)

علامہ ابن (۵۰) ملک سے نقل فرمایا:

ھذا بعمومہ حجۃ علی الشافعی فی قولہ جلد الکلب لایطھر بالدباغ واستثنی من عمومہ الاٰدمی تکریمالہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ [3]۔	یہ (حدیث) اپنے عموم کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ کتّے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ان کے خلاف حجت ہے اس کے عموم کی وجہ سے آدمی کو اس کی عزّت واحترام کے پیشِ نظر اور خنزیر کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنٰی کیا گیا ہے۔ (ت)

یہ پچاس [۵۰] ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ ودُرمختار واتقانی ومراقی ونہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زید میں معدود ہو چکی تھیں لہٰذا انہیں شمار نہ کیا۔

وانمالم نعد السراج الوھاج لانہ وان نقل عن الذخیرۃ مامرلکنہ ذکر ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھوالمختار [4] اھ وھذا قول ثالث ذکرہ الولوالجی وغیرہ واعتمدہ الفقیہ	ہم سراج وہاج کو شمار نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ اس نے ذخیرہ سے نقل کیا جیسا کہ گزر گیا لیکن اس نے ذکر کیا کہ کتے کا چمڑا ناپاک اور اس کے بال پاک ہیں۔ یہی مختار ہے اھ۔ یہ تیسرا قول ہے جسے ولوالجی وغیرہ نے ذکر کیا اور

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

[2] منحۃ الخالق علی البحر، کتاب الطہارۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۰۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل اول من باب تطہیر النجاسات مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۷۰

[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۰۲

ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلب اذادخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولواصابہ مطرلالان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاھر [1]۔لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طھارۃ الشعر کماظنہ البحر حیث قال بعد ذکرطھرہ لایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفادمنہ ان الشعر طاھر علی القول بنجاسۃ عینہ لماذکر فی السراج الوھاج [2]الخ۔ثم قال بعد کلام طویل علم مماقررناہ انہ لایدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الخنزیر [3] الخ وتبعہ الشرنبلالی ثم الدر ثم ابوالسعود وھذا نظم الدر لاخلاف فی نجاسۃ لحمہ وطھارۃ شعرہ [4] اھقال السید العلامۃ فی ردالمحتار یفھم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاسۃ عینہ اختلفوا فی طھارۃ شعرہ والمختار الطھارۃ وعلیہ یبتنی ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان	فقیہ ابواللیث نے اپنے فتاوٰی میں اس پر اعتماد کیااور عیون میں امام ابویوسف رحمہ اللہ سے نقل کیاکہ کتاجب پانی میں داخل ہو کر اپنے آپ کو جھاڑے اوراس سے کپڑے پر چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑے کو ناپاک کردے گا اور اگر اسے بارش پہنچے تو کپڑا خراب نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں پانی اس کے چمڑے کو پہنچااور اس کا چمڑاناپاک ہے جبکہ دوسری صورت میں پانی اس کے بالوں کو پہنچا اوراس کے بال پاک ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے نجس عین ہونے کا قول کرنے والے بالوں کی طہارت پر متفق ہیں جیسا کہ صاحبِ بحرالرائق نے گمان کیاجب اس کی طہارت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات،اس کے نجس عین ہونے کے قول پر مبنی ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ نجاست ذاتی کا قول کرنے کی صورت میں بھی بال پاک ہیں، جیساکہ سراج وہاج میں ذکر کیاگیا الخ۔ پھر طویل کلام کے بعد فرمایااس چیز سے جس کو ہم نے ثابت کیا، معلوم ہواکہ جو شخص کتّے کے نجس عین ہونے کا قائل ہے اس کے قول میں بال داخل نہیں بخلاف ان کے اس قول کے کہ خنزیر نجسِ عین ہے (یعنی اس کے بال بھی ناپاک ہیں الخ شرنبلالی پھر دُرمختار اور ابوالسعود نے اس کی اتباع کی

[1] دررشرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[4] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

نجاسة عينه تقتضى نجاسة جميع اجزائه ولعل ما فى السراج محمول على ما اذا كان ميتا لكن ينافيه ما مر عن الولوالجية نعم قال فى المنح وفى ظاهر الرواية اطلق ولم يفعل اى انه لوانتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء كان البلل وصل الى جلده اولا وهذا يقتضى نجاسة شعره فتأمل[1] اھ

درمختار کی عبارت یہ ہے کہ "اس کے گوشت کے ناپاک اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں" اھ
سید علامہ (ابن عابدین) نے ردالمحتار میں فرمایا سراج کی عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ذاتی نجاست کے قائلین کا اس کے بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے اور مختار، طہارت ہے اور اسی پر ذکر اتفاق کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ اس کا نجس عین ہونا تمام اجزاء کی نجاست کا تقاضا کرتا ہے اور شاید جو کچھ سراج میں ہے وہ اس کے مُردہ ہونے کی صورت پر محمول ہو لیکن جو کچھ ولوالجیہ سے گزرا ہے وہ اس کے منافی ہے ہاں المنح میں فرمایا "اور ظاہر روایت میں مطلقًا ہے تفصیل سے بیان نہیں کیا یعنی اگر وہ پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور پانی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کردے گا برابر ہے رطوبت اس کے چمڑے تک پہنچے یا نہ، اور یہ بات اس کے بالوں کی نجاست کا تقاضا کرتی ہے پس غور کرو اھ۔ (ت)

اقول: فيه بحث من وجوه۔

اقول: اس میں کئی وجوہ سے بحث ہے:

الاول: ضمير هو المختار فى عبارة السراج كما يحتمل رجوعه الى كل من نجاسة الجلد وطهارة الشعر كذلك الى الكل اعنى المجموع من حيث هومجموع فيكون المعنى ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاهر هو المختار دون قول من يقول بطهارة الجميع وح يكون التصحيح ناظرا الى هذا القول الثالث ولايفهم خلافا بين قائلى النجاسة

اول: سراج کی عبارت میں "هوالمختار" کی "هو" ضمیر جیسے "نجاسة الجلد" اور "طهارة الشعر" میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح وہ کل یعنی مجموعے کی طرف اس حیثیت سے کہ وہ دونوں کا مجموعہ ہے لَوٹنے کا احتمال بھی رکھتی ہے۔ پس معنٰی یہ ہوگا کہ قائل کا قول "اس کا چمڑا ناپاک اور بال پاک ہیں" یہی مختار ہے نہ اس کا قول جو دونوں کی طہارت کا قائل ہے اور اس وقت تصحیح اس تیسرے قول کی طرف

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

فی طهارة الشعر۔	متوجہ ہوگی اور نجاست (کتے کے نجس عین ہونے) کے قائلین کے درمیان بالوں کی طہارت میں اختلاف نہیں سمجھا جائے گا۔
الثانی: ظاهر کلامی البحر والدر لا یدخل ولاخلاف لکونهما نکرة او فی معناها داخلین تحت النفی ناطق بنفی الخلاف اصلا وآب عن البناء علی روایة دون اخری ولاحاجة الیه علی ما قررنا عبارة السراج کما تری۔	**دوم:** البحرالرائق اور درمختار کا ظاہر کلام "لایدخل" اور "لاخلاف" نکرہ یا اس کے حکم میں ہیں جو نفی کے تحت داخل ہو کر اختلاف کی بالکل نفی کرتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ ایک روایت پر مبنی ہو دوسرے پر نہ ہو اور اس کی حاجت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے سراج کی عبارت سے ثابت کیا جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔
الثالث: لاغرو فی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فلربما تترك امثال القیود اعتمادا علی معرفتها فی مواضعها ولذا لما قال فی المنیة وفی البقال قطعة جلد کلب التزق بجراحة فی الرأس یعید ماصلی به[1] اھ	**سوم:** کتّے سے مراد غیر مذبوح اور چمڑے سے بغیر دباغت چمڑا مراد لینا تعجب خیز بات نہیں کیونکہ بعض اوقات امثال قیود کو ان کے مقام میں حصول معرفت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے اسی لئے جب منیہ نے کہا کہ بقالی میں ہے کتّے کے چمڑے کا ٹکڑا سر میں زخم کے ساتھ چمٹ گیا تو پڑھی گئی نماز لوٹائے اھ۔
فسره العلامة الشارح ابرهیم الحلبی هکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولامذکی یعید ما صلی به ای بذلك الجلد اذاکان اکثر من قدر الدرهم وحده اوبانضمام نجاسة اخری وهذا ظاهر[2] اھ۔وح لاملمح لکلام السراج الی قول نجاسة العین کما افاد	علامہ شارح ابراہیم حلبی نے اس کی وضاحت یوں کی کہ اسی طرح کہ کتّے کا چمڑا یعنی جسے دباغت نہ دی گئی ہو اور نہ اس (کتّے) کو ذبح کیا گیا اس چمڑے کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹائے جبکہ وہ تنہا (چمڑا) ایک درہم سے زائد ہو یا اس کے ساتھ دوسری نجاست ملی ہوئی ہو اور یہ ظاہر ہے اھ۔اس وقت سراج کے کلام میں نجاست عین

[1] منیۃ المصلی فصل الآسار مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۵۸
[2] غنیۃ المستملی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۱۹۱

هو رحمه الله تعالٰی ولایعکر علیه بمنافاته لما ذکر الولوالجی کما لا یخفی فانه وان نافاه فقد وافق لاصح الارجح ولیس السراج ههنا فی بیان کلام الولوالجی حتی یجب التوافق بینهما۔

الرابع: هب ان نجاسة العین تقتضی نجاسة جمیع الاجزاء لکن لقائل ان یقول لا بدع فی استثناء الشعر الا تری ان الخنزیر نجس العین باتفاق مذهب اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم ومع ذلك محمد یقول بطهارة شعره ففی الخلاصة من الفصل السابع من کتاب الطهارة شعر الخنزیر اذا وقع فی البئر علی الخلاف عند محمد لاینجس لان حل الانتفاع یدل علی طهارته وعند ابی یوسف ینجس لانه نجس العین ویجوز الخرز به للضرورة[1] اھ۔

وفی الغرر لمولی خسرو شعر المیتة طاهر وکذا شعر الخنزیر عند محمد قال فی الدرر لضرورة استعماله فلا ینجس الماء بوقوعه فیه وعند ابی یوسف نجس فینجس الماء[2] اھ۔

کے قول کی طرف اشارہ نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں (صاحب بحر) نے بتایا اور نہ ہی ان پر یہ الزام ہوگا کہ یہ ولوالجی کے کلام کے منافی ہے جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ وہ اگر اس کے منافی ہو تب بھی یہ اس کے موافق ہے جسے ترجیح دے کر اصح قرار دیا گیا ہے اور سراج یہاں ولوالجی کے کلام کے درپے نہیں کہ ان دونوں کے درمیان موافقت واجب ہو۔

چہارم: عین نجاست کا تمام اجزاء کی نجاست کا مقتضٰی ہونا مسلم ہے لیکن قائل کہہ سکتا ہے کہ بالوں کا استثناء کوئی نئی بات نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے تینوں اصحاب (احناف) رضی اللہ عنہم خنزیر کے نجس عین ہونے پر متفق ہیں لیکن اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ اس کے بالوں کی طہارت کے قائل ہیں، خلاصہ میں طہارت کی ساتویں فصل میں ہے کہ خنزیر کے بال کنویں میں گر جائیں تو اس میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ انتفاع کا جائز ہونا اس کی طہارت پر دلالت کرتا ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہوجائے گا کیونکہ وہ نجس عین ہے اور اس کے ساتھ سلائی کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے اھ۔ مولٰی خسرو کی غرر میں ہے کہ مردار کے بال پاک ہیں۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی پاک ہیں الدرر میں "ضرورتِ استعمال کے لئے" فرمایا پس اس کے

[1] خلاصۃ الفتاوٰی فصل سابع من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۴

[2] درر شرح غرر، قبیل فصل بئر، مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار سعادۃ، ۱/۲۴

اقول: حاصل التعلیل ان الضرورۃ اوجبت اباحۃ استعمالہ ثم اذا ثبت الاباحۃ ثبت الطہارۃ لان الشیئ اذا ثبت ثبت ببلوازمہ وجواب ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان ما ثبت بضرورۃ تقدر بقدرھا وانت تعلم انہ بین البرھان فلا جرم ان صححہ فی البدائع ورجحہ فی الاختیار وجعلہ فی الدر ھو المذھب وبما قررنا کلام الدر بان الجواب عما اوردعلیہ السید العلامۃ ابوالسعود الازھری فی حاشیۃ الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع بہ مطلقا ولومن دون ضرورۃ وجعلہ مقتضی قول النھر طھرہ محمد وعلیہ ابتنی رد قول من قال انہ فی زماننا استغنی عنہ فینبغی ان لا یجوز استعمالہ عند الکل لانعدام الضرورۃ قائلا فیہ نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعمالہ علی الضرورۃ ورد علی الدر تعلیلہ بالضرورۃ بان لوکان کذلک لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعہ فیہ لعدم الضرورۃ ولیس کذلک ولان صریح قولہ فی النھر واثر الخلاف یظھر فیما لوصلی ومعہ من شعر الخنزیر ما یزید علی الدرھم او وقع فی الماء القلیل یاباہ وبماقررناہ

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجس ہے پس پانی بھی ناپاک ہو جائیگا۔اھ (ت)

اقول: اس علت کا ماحصل یہ ہے کہ ضرورت نے اس کے استعمال کی اباحت ثابت کردی پھر جب اباحت ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی کیوں کہ جو چیز بھی ثابت ہوتی ہے وہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔امام ابویوسف رحمہ اللہ کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے اس کا اندازہ ضرورت کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی دلیل واضح ہے لہٰذا بدائع میں اسے صحیح قرار دیا،الاختیار میں اسے ترجیح دی اور درمختار میں اسی کو مذہب قرار دیا اور جس طرح ہم نے درمختار کا کلام بیان کیا اس سے اس اعتراض کا جواب واضح ہوگیا جو ان پر سید علامہ ابوالسعود الازہری نے حاشیہ کنز میں نقل کیا جب یہ خیال کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے مطلق انتفاع جائز قرار دیا ہے اگرچہ بغیر ضرورت ہو اور نہر الفائق کے قول (امام محمد نے اسے پاک قرار دیا) کو ابوالسعود الازہری نے اسی کا مقتضٰی قرار دیا اور اسی پر ان کے قول کے رَد کی بنا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں لہٰذا چاہیے کہ سب کے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہو کیونکہ ضرورت ہی نہیں رہتی ابوالسعود نے "فیہ نظر" کہہ کر اس پر اعتراض کیا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ

یظهر مافی الدرمن المنافاة حیث علل طهارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع علیه ان الماء لاینجس بوقوعه فیه [1] اھ۔	نے اس کے استعمال کا جواز ضرورت پر منحصر نہیں کیا اور الدرر نے جو ضرورت کو اس کی تعلیل قرار دیا ہے ابوالسعود نے اس کو بھی رد کردیا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کہتے اس کے گرنے سے تھوڑا پانی ناپاک ہوجاتا ہے کیونکہ ضرورت معدوم ہے حالانکہ ایسا نہیں نیز نہر میں ان کا صریح قول کہ اختلاف کا اثر اس صورت میں ہی ظاہر ہوگا جب وہ نماز پڑھے اور اس کے پاس ایک درہم سے زیادہ خنزیر کے بال ہوں یا وہ تھوڑے پانی میں گریں اس طرح کی تعلیل کا انکار کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ثابت کیا وہ الدرر میں پائی جانے والی منافات کو ظاہر کرتا ہے جب انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورتِ استعمال کو اس کی طہارت قرار دیا پھر اس پر تفریعًا کہا کہ اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اھ (ت)
اقول: ولعلك اذا تأملت فیما القینا علیك علمت ان هذا کله فی غیر محله وحاشا محمدا ان یبیح الانتفاع به بلاضرورة مع قول الله تعالٰی فانه رجس وانما الامر مابینا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذا سقطت جازت الصلاة ولم یفسد الماء فمحمد اعتبر زمان الضرورة ولم یعتبر خصوص محلها وابویوسف اعتبر الامرین جمیعا وهو الصحیح لاجرم نص فی البرهان شرح مواهب الرحمٰن ان رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده فی ذلك ومنعاه لعدم تحققها لقیام غیره مقامه [2] اھ	**اقول:** شاید جب تو اس پر غور کرے جو ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا تو جان لے کہ یہ سب کچھ اپنے محل پر نہیں ہے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ امام محمد رحمہ اللہ بلاضرورت اس سے انتفاع جائز قرار دیں حالانکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "پس بیشک یہ ناپاک ہے" بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ آپ نے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا اور اباحت سے نجاست کا ساقط ہوجانا لازم ہے جب نجاست ساقط ہوگئی تو نماز جائز ہوگی اور پانی خراب نہ ہوا، پس امام محمد رحمہ اللہ نے وقتِ ضرورت کا اعتبار کیا ہے محلِ مخصوص کا نہیں کیا، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے دونوں باتوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ یقینا برہان شرح

[1] فتح المعین، کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۷۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ کارخانہ تجارت کراچی ص ۹۰

نقله ط فی حاشیة المراقی وقال فی الغنیة شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع به للخرز ضرورة قال محمد انه لو وقع فی الماء لاینجسه[1] اھ۔	مواہب الرحمٰن میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کے بالوں سے انتفاع کی اجازت دینا اس ضرورت کی بنیاد پر ہے جو اس سلسلے میں ان کے ہاں ثابت ہوئی اور شیخین نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک ضرورت ثابت نہیں کیونکہ دوسری چیز اس کے قائم مقام ہے اھ (ت) اسے امام طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا اور غنیہ میں فرمایا کہ جب ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے سلائی کیلئے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ پانی میں گر جائیں تو اسے ناپاک نہیں کریں گے اھ۔
وقال العلامة عبدالعلی البرجندی فی شرح النقایة اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاهر لایفسد الماء ولایضر حمله فی الصلاة وهوقول محمد وذلك لضرورة حاجة الناس الی استعماله فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی الحصر واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانه لاضرورة فی استعماله کمافی الشعر[2] اھ۔	علامہ عبدالعلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا: "مطلق بالوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خنزیر کا بال بھی پاک ہے نہ وہ پانی کو خراب کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں اس کا اٹھانا نقصان دہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہ اس لئے کہ لوگوں کو سلائی کیلئے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ خنزیر نجس عین ہے، جیسا کہ حصر میں ہے لیکن خنزیر کی ہڈی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ بالوں کی طرح ہڈی کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آتی اھ (ت)
فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطهیر محمد مبتن علی الضرورة فظهر سقوط کل ماذکر هذا السید العلامة رحمه الله تعالی واستبان ان لاحجة له فی قول النهر ولامنافاة بین قولی الدرر وان عند زوال الضرورة یجب وفاق	پس دیکھو کس طرح تمام (فقہاء) نے بیان فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اسے پاک قرار دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے پس جو کچھ اس سید علامہ (ابوالسعود) رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس کا ساقط ہونا ظاہر ہوا۔ اور واضح ہوا کہ نہر کے قول میں ان کے لئے کوئی حجت نہیں اور نہ ہی

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۶

[2] شرح النقایۃ للبرجندی، کتاب الطھارۃ نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۱

الکل علی التحریم والمتنجیس کما افادہ العلامۃ المقدسی وتبعہ العلاّمۃ نوح افندی ومن بعدہ وھو الذی نعتقد فی دین اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وبہ ظھر الجواب عن ھذا البحث بان لاضرورۃ فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسۃ العمل بقضیتھا ثم رأیت البرجندی صرح بہ حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندھم اذلاضرورۃ فی استعمالہ[1] اھ

الدرر کے دو قولوں کے درمیان منافات ہے نیز ضرورت کے زائل ہونے کی صورت میں اس کی حرمت اور نجاست پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ مقدسی (کے کلام) سے اس بات کا فائدہ حاصل ہُوا اور علامہ نوح آفندی اور ان کے بعد والوں نے ان کی اتباع کی اور دین خداوندی میں ہم بھی اسی بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس بحث کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ کتے کے بالوں کی ضرورت نہیں پڑتی پس نجاست کے قائل کو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا ہوگا، پھر میں نے برجندی میں اس کی تصریح دیکھی جب انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے نزدیک کتّے کے نجسِ عین ہونے کا ذکر کیا ہے پس مناسب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کے بال بھی ناپاک ہوں کیونکہ اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اھ (ت)

الخامس: ماعزاہ للمنح مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال مانصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلك من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاھر الروایۃ اطلق ولم یفصل[2] اھ وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمزق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذاوقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین[3]۔ لکن لقائل ان یقول

پنجم: جو کچھ انہوں نے منح کی طرف منسوب کیا ہے وہ خانیہ میں بھی مذکور ہے انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور تفصیل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کتا جب پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور وہ کسی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کردے گا کہا گیا کہ اگر یہ بارش کے پانی سے ہو تو اسے ناپاک نہیں کریگا مگر جب بارش اس کے چمڑے تک پہنچ جائے اور ظاہر روایت میں اطلاق ہے تفصیل نہیں ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں "ق" کے ساتھ قاضی خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الطہارت نولکشور (لکھنؤ) ۳۸/۱
[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۱/۱
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۶/۱

اذابنیتم حکایة الوفاق علی الروایة المختارة للسراج فلاوجه للردعلیه بروایة اخری نعم لوذکر ماذکرنا عن الخانیة وبین ان الترجیح قداختلف وان التنجیس ظاھر الروایة فوجب اختیارہ وسقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیھا وبعد اللتیا واللتی فحکایة الوفاق مدخولة لاشك لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل ل اوقیل جلدہ نجس وشعرہ طاھر[1] اھ۔ **واما الترجیح فاقول** بوجوہ:	نقل کیا کہ خنزیر یا کُتّے کے بال پانی میں گر جائیں تو اُسے خراب کردیتے ہیں کیونکہ وہ نجس عین ہے۔ لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ جب تم نے سراج کی مختار روایت پر حکایتِ اتفاق کی بنیاد رکھی ہے تو دوسری روایت کے ساتھ اسے رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر وہ اس بات کا ذکر کرتے جو ہم نے خانیہ سے (نقل کرتے ہوئے) ذکر کی ہے اور بیان کرتے کہ ترجیح مختلف ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اسے ناپاک قرار دیا ہے لہٰذا اسے اختیار کرنا واجب ہے اور سراج کے اختیار کے مطابق جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے وہ ساقط ہے تو اس بات کا کوئی وقار ہوتا، مختصر اور طویل گفتگو کے بعد اتفاق کی بات محلِ نظر ہوگئی۔ بلاشک وشبہہ غرر کے متن میں تثلیث کی تصریح کرتے ہوئے کہا "اور کتا نجس عین ہے کہا گیا کہ نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا چمڑا ناپاک ہے بال پاک ہیں۔ (ت) **ترجیح:** میں اس سلسلے میں کئی طرح سے گفتگو کروں گا:

اولًا: یہی قول امام ہے

کماقدمه السائل عن الدر المختار وقدمناہ عن القھستانی والطحطاوی۔	**اول:** یہی قول امام ہے جیسا کہ سائل نے اس سے پہلے در مختار سے نقل کیا ہے، اور ہم نے قہستانی اور طحطاوی سے (نقل کرتے ہوئے) اس سے پہلے بیان کیا ہے (ت)

نظم الفرائد میں ہے:

وعندھما عین الکلاب نجاسة وطاھرة قال الامام المطھر[2]	اور ان دونوں (صاحبین) کے نزدیک کتے کا عین ناپاک ہے، اور امام پاک (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا پاک ہے۔ (ت)

[1] درر شرح غرر قبیل فصل بئر دون عشر الخ مطبعۃ احمد الکامل الکائنہ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

[2] نظم الفرائد

حلیہ میں ہے:

مشی علیہ فی الحاوی القدسی [1]۔	حاوی قدسی میں یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

فی النھایۃ وغیرھا عن المحیط الکلب اذاوقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمہ یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمہ الماء فعلی قولھما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفۃ لاباس وقال ھذا اشارۃ الی ان عین الکلب لیس بنجس [2]۔	نہایہ وغیرہ میں محیط سے نقل کیا کہ کتاجب پانی میں گر جائے اور زند نکال لیاجائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچا ہے تو تمام پانی نکالا جائے، اور اگر منہ پانی تک نہیں پہنچاتو صاحبین کے قول پر تمام پانی نکالا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور فرمایا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں۔(ت)

اسی طرح تجرید القدوری میں [3] ہے کمانقلہ عنہ ایضا فی الحلیۃ (جیسے کہ انہوں نے اسے حلیہ میں بھی ان سے نقل کیا۔ت) بحرالرائق میں ہے:

قال فی القنیۃ رامز المجد الائمۃ وقداختلف فی نجاسۃ الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انہ نجس العین عندھما وعند ابی حنیفۃ لیس بنجس العین [4]۔	قنیہ میں مجد الائمہ کے حوالے سے بتایا کہ کتے کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور نوادر وامالی کی روایات میں سے جو کچھ میرے نزدیک صحیح ہے وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک نجس عین ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجس عین نہیں ہے۔(ت)

اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں:

فی الحلیۃ عن الخانیۃ عن الناطفی انہ اذاصلی	حلیہ میں بحوالہ خانیہ ناطفی سے نقل کیا ہے کہ جب کسی نے

[1] حلیہ شرح منیۃ المصلی
[2] حلیہ شرح منیۃ المصلی
[3] تجرید القدوری
[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

علی جلد کلب اوذئب قدذبح جازت صلاتہ[1]۔	مذبوح کتّے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔(ت)

بحرالرائق میں عقدالفوائد سے ہے:

لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طہارۃ عینہ عند محمد[2] الخ۔	مخفی نہیں کہ یہ روایت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ذاتی طہارت کا فائدہ دیتی ہے(ت)

منیہ میں ہے:

روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقھا قلاوۃ علیھا سن اسد او ثعلب اوکلب جازت صلاتھا[3] اھ قال شارحھا العلامۃ ابرھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونھا اتفاقیۃ ففی الفتاوٰی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل علیہ[4] اھ اقول: نعم اطلقھا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقداسمعناک نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاھا لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق مایختارہ وان کانت ھناک خلافات عدیدۃ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ	حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے ایک عورت نے گلے میں ایسا ہار ڈال کر نماز پڑھی جس میں شیر، لومڑی یا کتے کے دانت (جڑے ہوئے) تھے تو اس کی نماز جائز ہے اھ اس کے شارح ابراہیم نے فرمایا اس روایت کا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہونا اس کے اتفاقی ہونے کے منافی نہیں فتاوٰی میں اسے مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور دلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔(ت) **اقول:** ہاں خانیہ، خلاصہ اور ولوالجیہ وغیرہ نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے ہم نے تمہیں خلاصہ کی عبارت سنائی تھی خانیہ کے الفاظ بھی بعینہٖ یہی ہیں اور حلیہ میں اسے ولوالجی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اطلاق، اتفاق پر دلالت نہیں کرتا بسااوقات اپنے مختار کو مطلق قرار دیا جاتا ہے اگرچہ وہاں متعدد اختلافات ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس کے

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] منیۃ المصلی فصل فی النجاسۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۰
[4] غنیۃ المستملی فصل فی النجاسۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۵

مانصہ۔ **اقول:** کیف تکون اتفاقیة مع ان المنقول من الثانی المشہور عن الثالث نجاسة عین الکلب وقدصححہ جماعة وان کان الاصح المعتمد المفتی بہ ھی الطہارة [1] اھ نعم ھو صحیح بالنسبة الی ماعدا الکلب من السباع المذکورة وامثالہا۔	حاشیے پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ کیسے اتفاقی ہوگا حالانکہ ثانی سے منقول اور ثالث سے مشہور ہے کہ کتا نجس عین ہے۔ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی اگرچہ زیادہ صحیح، معتمد علیہ اور مفتی بہ، طہارت ہی ہے اھ ہاں یہ کتے کے علاوہ دیگر مذکورہ بالا درندوں اور ان کی امثال کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے۔(ت)

بلکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں۔

وقدقرأنا علیك عن الانقروی عن الزاھدی عن الدبوسی فی مواطئ الکلاب فی الطین ان طہارتہا ھی الروایة الصحیحة وقریب المنصوص عن اصحابنا وھذہ کتب المذھب طافحة بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنہ وانما ذکروا الخلف فی بیع العقود فعن محمد جوازہ وعن ابی یوسف منعہ واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیہ مشی القدوری وغیرہ وصحح شمس الائمة الثانی فقال انما لا یجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال ھذا ھو الصحیح من المذھب [2] کمانقلہ فی الفتح۔لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذھب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار بعدماحق حل اثمان	ہم نے بواسطہ انقروی اور زاہدی، دبوسی سے نقل کرتے ہوئے کیچڑ میں کتوں کی گزرگاہ کے بارے میں تمہیں بتایا ہے کہ اس کا پاک ہونا ہی صحیح روایت ہے اور ہمارے اصحاب سے منصوص روایات کے قریب ہے اور یہ کتبِ مذاہب کتے کی خرید وفروخت کے جواز اور اس کی قیمت حلال ہونے سے متعلق تصریح سے بھری پڑی ہیں البتہ کاٹنے والے کتّے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔پس امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا جواز اور امام ابویوسف رحمہ اللہ سے عدم جواز منقول ہے۔اصل (مبسوط) کا اطلاق پہلی بات کی تائید کرتا ہے، قدوری وغیرہ نے یہی راہ اختیار کی ہے جبکہ شمس الائمہ نے دوسری بات کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا کاٹنے والا کتّا جو تعلیم کو قبول نہیں کرتا اس کی خرید وفروخت جائز نہیں اور فرمایا کہ صحیح مذہب یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اسے نقل کیا ہے۔یقینا حدیث ومذہب کے

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] فتح القدیر مسائل منثورہ من باب البیع مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۴۵

الکلب ھذا قول ابیحنیفة وابی یوسف ومحمد رحمة اللہ تعالٰی علیھم اجمعین [1] اھ۔وقال فی البحر امابیعه وتملیکه فھوجائز ھکذا نقلوا واطلقوا لکن ینبغی انیکون ھذا علی القول بطھارة عینه اماعلی القول بالنجاسة فھو کالخنزیر فبیعه باطل فی حق المسلمین کالخنزیر [2] الخ فینقدح من ذلك وفاقھم جمیعا علی قضیة الطھارة من جراء تلك الروایات۔

اقول: لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طھارة العین وانما یعتمد جوازہ جواز الانتفاع الا تری ان السرقین والبعرلما جاز الانتفاع بھما جاز بیعھما وقد قال فی الھدایة مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمة بیع الکلب بانه نجس العین ولانسلم نجاسة العین ولوسلم فیحرم التناول دون البیع [3] اھ فان عدت قائلا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طھارة العین فان الخنزیر لماکان نجس العین لم یجز الانتفاع به بوجه من الوجوہ بذلك عللوہ فی

حافظ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں تحقیق فرمانے کے بعد فرمایا امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تمام کا یہی قول ہے اھ۔بحر الرائق میں فرمایا کہ اس (کتے) کی بیع اور تملیک جائز ہے۔اسی طرح فقہاءِ کرام نے نقل کیا اور مطلقًا بیان کیا لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس کی عینی طہارت کے قول پر ہو لیکن نجاست کے قول پر وہ خنزیر جیسا ہوگا، لہٰذا مسلمانوں کے حق میں خنزیر کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی باطل ہے الخ پس ان روایات کے پیش نظر ان سب کا طہارت کے فیصلے پر اتفاق مطعون ہوگا۔(ت) بلکہ بیع کا جواز، جوازِ انتفاع پر مبنی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ گوبر اور مینگنی سے جب نفع حاصل کرنا جائز ہے تو ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔کتّے کی بیع حرام ہونے پر امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کہ وہ نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کا جواب دیتے ہوئے ہدایہ میں فرمایا ہم نجاست عین تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، خرید وفروخت حرام نہیں اھ۔اگر تم یہ کہتے ہوئے اعتراض کرو کہ انتفاع کا جائز ہونا بھی تو طہارتِ عین پر مبنی ہے کیونکہ جب

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۵۰

[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳

[3] الہدایۃ مسائل منثورہ من کتاب البیوع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۱۰۳

عامة الکتب نعم یجوز الانتفاع بنجس العین علٰی سبیل الاستھلاك وھذا ھو الثابت فی السرقین[1] کما افادہ فی النھایة ونقلہ فی البحر۔ قلت نعم ھذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطھارة اماجعلہ وجھا لتخصیص جواز البیع بقول الطھارة فکلا کیف وحل الانتفاع بالکلب بطریق الاصطیاد مجمع علیہ قطعا لما نطق بہ النص الکریم فمبنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکرالصاحبان مبنی المبنی اعنی الطھارة کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافھم۔	**اقول:** لیکن فتح القدیر سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جو از بیع، طہارت عین پر موقوف نہیں ب خنزیر نجس عین ہے تو کسی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں۔عام کتب میں اس کی یہی علّت بیان کی ہے ہاں نجس عین کو ہلاک کرکے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔یہی بات گوبر میں بھی ثابت ہے، جیسا کہ نہایہ میں اس بات کا فائدہ دیا اور اسے البحر الرائق نے نقل کیا۔میں کہتا ہوں ہاں یہ اصل مدعٰی یعنی طہارت کی دلیل بن سکتی ہے لیکن اسے طہارت کے قول پر جوازِ بیع کی تخصیص کیلئے سبب قرار دینا ہر گز صحیح نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کتّے سے شکار کے طریقے پر نفع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ قطعی طور پر متفق علیہا مسئلہ ہے کیونکہ اس کو قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے پس جوازِ بیع کی بنیاد سب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ صاحبین اس بنیاد کی بنیاد یعنی طہارت کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنیاد کی فرع یعنی جواز بیع کا انکار کیا ہے۔پس اسے سمجھو۔(ت)

اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام علما فرماتے ہیں قول امام پر افتالازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق آئی ہوں۔

اللھم الالضرورة اوضعف دلیل وقدعلم انتفاؤھما ھھنا۔	اے اللہ ! مگر ضرورت یا ضعفِ دلیل کی وجہ سے،اور یقینا یہاں ان دونوں کانہ ہونا معلوم ہے(ت)

بحر الرائق وفتاوٰی خیریہ وحاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار وردالمحتار میں ہے:

واللفظ للعلامة الرملی المقرر ایضا عندنا انہ لا یفتی ولا یعمل الابقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولھما اوقول احدھما اوغیرھما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کمسألة المزارعة	اور الفاظ علّامہ رملی کے ہیں ہمارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اس سے صاحبین یا ان میں سے ایک یا کسی دوسرے کے قول کی طرف بغیر ضرورت متوجہ نہیں ہوں گے ضرورت جیسے کمزور دلیل یااس کے خلاف

[1] البحرالرائق کتاب الطھارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم۔ اذاقالت حذام فصدقوها فان القول ماقالت حذام [1]	تعامل کا پایا جانا جیسا کہ مسئلہ زراعت میں ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ آپ (امام اعظم رحمہ اللہ) صاحبِ مذہب اور امام متقدم ہیں۔ جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات تو وہی ہے جو خدام نے کہی۔

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں:

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة علی کل حال [2]۔	میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب سے ثابت وقدذکرناہ فی کتا النکاح من فتاوٰنا (ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ت) تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوے دیں اور اسی کو معمول و مقبول رکھیں۔

ثانیًا: یہی قول اکثر ہے۔

کمایظهر لمن یطالع نقولنا فی التطهیر مع ما ترکنا من الکثیر البشیر ویراجع نقول التنجس یجدها لاتبلغ نصف ذلك ولاثلثه وان شرط مع ذلك عدم الاضطراب فلا یبقی فی یده الا اقل قلیل کماستقف علیه ان شاء الله تعالٰی وقدقال فی الحلیة الکثیر علی انه لیس بنجس العین [3]۔	جیسا کہ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جو تطہیر کے بارے میں ہمارے نقول کا مطالعہ کرے باوجود کہ ہم نے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے نجس ہونے کے بارے میں نقول کی طرف رجوع کرے تو انہیں ان (نقولِ تطہیر) کا نصف بلکہ تہائی بھی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ساتھ عدمِ اضطراب کی شرط رکھی جائے تو اس کے ہاتھ میں بہت کم رہ جائیگی جیسا کہ تو عنقریب اس پر مطلع ہوگا ان شاء اللہ

[1] فتاوٰی خیریۃ مطلب لایفتی بغیر قول ابی حنیفہ وان صححہ المشائخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳

[2] التجنیس والمزید

[3] التعلیق المجلی حاشیہ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

	تعالٰی۔اور حلیہ میں فرمایا کہ زیادہ روایات اس کے نجسِ عین نہ ہونے پر ہیں۔(ت)

اور ثابت ومشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر وجمہور ہے۔

فی ردالمحتار قدصرحوا بان العمل بماعلیه الاکثر [1] اھ۔وفی العقود الدریة عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ به لان المقرر عند المشایخ انه متی اختلف فی مسألة فالعبرۃ بماقاله الاکثر [2]۔	ردالمحتار میں ہے فقہاءِ کرام نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثر کے اقوال پر ہوگا اھ۔بیری کی شرح اشباہ کے حوالے سے العقود الدریہ میں ہے کہ اسے اختیار کرنا کسی کیلئے جائز نہیں کیونکہ مشائخ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تواکثر کے قول کااعتبار ہوگا۔(ت)

ثالثاً: یہی موافق احکام قرآن وحدیث ہے۔

کماعلمت وتعلم وقدقال فی الغنیة قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایة اذاوافقتها روایة [3] اھ ومثله فی ردالمحتار۔	جیسا کہ تُونے جانا اور تجھے معلوم ہوجائیگا۔اور غنیہ میں واجباتِ نماز سے کچھ پہلے فرمایا کہ جب روایت،درایت کے موافق ہوجائے تو اس سے رُوگردانی کرنا مناسب نہیں اھ ردالمحتار میں بھی اسی کی مثل ہے(ت)

رابعًا: یہی من حیث الدلیل اقوے بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلاًظاہر نہیں۔

وقدسمعت قول الغنیة لعدم الدلیل علی نجاسة العین [4] اھ وقداعترف بذلك الائمة الشافعیة قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المهذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالة فیها فترکتها لانی التزمت فی خطبة الکتاب الاعراض عن الدلائل	تونے غنیہ کا قول سنا ہے کہ نجاستِ عین پر کوئی دلیل نہیں۔اھ شافعی ائمہ نے بھی اس کااعتراف کیاہے۔بحرالرائق میں فرمایاامام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ کہہ کر انصاف سے کام لیا کہ ہمارے اصحاب نے ایسی احادیث کو دلیل بنایا جن میں کوئی دلالت نہیں پس میں نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ میں نے خطبہ کتاب

[1] ردالمحتار، فصل فی البئر، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۶۶
[2] العقود الدریۃ قدائد تتعلق باداب المفتی (حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳
[3] غنیۃ المستملی قبیل واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵
[4] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

الواهية[1] اھ۔

وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعة الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله تعالٰی یقول لیس لنادلیل علی نجاسة عین الکلب الامانهی عنه الشارع من بیعه اواکل ثمنه[2] اھ۔

اقول: ای ولایتم ایضاً فان الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم قدنهی عن بیع اشیاء واثمانها وهی طاهرة العین وفاقا اخرج الائمة احمد والستة عن جابر رضی الله تعالٰی علیه وسلم ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والاصنام[3]۔ولاحمد ومسلم والاربعة والطحاوی والحاکم عنه رضی الله تعالٰی عنه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم نهی عن ثمن الکلب والسنور[4] علی ان علماء نا قدبینوا ان ذلك کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساك شیئ منها فنسخ بنسخه[5] کماحققه الامام

میں اس بات کاالتزام کیا ہے کہ کمزور دلائل سے اعراض کروں گا اھ۔امام عارف شعرانی شافعی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سُنا آپ فرماتے تھے ہمارے پاس کتّے کے نجسِ عین ہونے پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کو شارع علیہ السلام نے اس کی خرید وفروخت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایااھ۔(ت)

اقول: یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کی خرید وفروخت اور ان کی قیمت لینے سے منع فرمایا حالانکہ ان کا عین بالاتفاق پاک ہے۔امام احمد اور اصحاب صحاح ستّہ نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا۔ احمد، مسلم، اصحابِ اربعہ، طحاوی اور حاکم رحمہم اللہ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے اور بلّی کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔علاوہ ازیں ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت تھاجب کتّے کو قتل کرنے کا حکم تھااور کسی کیلئے اس میں سے

[1] البحرالرائق،کتاب الطہارت، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۶

[2] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۱۱۴

[3] صحیح البخاری باب بیع المیتۃ والاصنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸

[4] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۱

[5] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴۸

ابو جعفر الطحاوی وفی شرح معانی الاٰثار۔	کچھ روک رکھنا جائز نہ تھا پس اس (قتل) کے منسوخ ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوگیا جیسا کہ امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الاآثار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔(ت)

خامسًا: اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجع اصل ہے،

کمانصوا علیه فی الاصول وتشبثوا به فی مسائل الاسرار بالٰ تائین وترك رفع الیدین وغیرهما۔	جیسا کہ انہوں نے اسے اصول میں بیان کیا اور آہستہ آمین کہنے اور ترک رفع یدین جیسے مسائل میں اس کو اختیار کیا۔(ت)

اور اصل تمام اشیا میں طہارت ہے۔

حتی الخنزیر فانه من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاهرة حتی لولم یرد الشرع بتنجیس عینه بقی علی اصله فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطهارة وانما النجاسة عارضة فانها صادرة عن تکوین الله تعالٰی القدوس الطاهر [1] الخ۔ وفی الطریقة والحدیقة ص ان الطهارة فی الاشیاء اصل ش لان الله تعالٰی لم یخلق شیأ نجسا من اصل خلقته ص وش انما ص النجاسة عارضة ش فاصل البول ماء طاهر وکذلك الدم والمنی والخمر عصیر طاهر ثم عرضت النجاسة [2] اھ ملخصاً۔ ولذا قال فی الغنیة ھٰهنا والاصل عدمها [3] ای عدم النجاسة کمامر۔	حتی کہ خنزیر بھی، کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا عناصر سے اور عناصر پاک ہیں حتی کہ اگر شریعت اسے نجسِ عین قرار نہ دیتی تو وہ اپنی اصل پر باقی رہتا۔ میزان میں ہے اشیاء میں اصل طہارت ہے اور نجاست لاحق ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی پاک وطاہر کے حکم سے صادر ہوتی ہے الخ۔ الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے (متن) اشیاء میں اصل طہارت ہے (شرح) کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصلِ تخلیق میں کسی چیز کو نجس پیدا نہیں کیا (متن) نجاست عارضی ہے (شرح) پس پیشاب کا اصل پاک پانی ہے، اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر نجاست لاحق ہوئی اھ ملخصا۔ اسی لئے غنیہ میں اس مقام پر فرمایا اور اصل عدمِ نجاست ہے جیسا کہ گزر گیا۔(ت)

[1] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۴

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع تمام انواع الاربعۃ فی بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۳۷

[3] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

سادسًا: اسی میں تیسیر ہے:

لاسیما علی من ابتلی باقتنائه لصید اوزرع اوماشیة والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ [1] وقال صلی الله علیه وسلم ان الدین یسر الحدیث [2] رواه البخاری والنسائی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یسروا ولاتعسروا [3] رواه احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	خصوصًا جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو"۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سابعًا: بہت قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاست عین پر حکم فرماتے کہیں طہارت عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں جس مبسوط شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان عین الکلب نجس [4]۔	ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتے کا عین نجس ہے۔ (ت)

اُسی کے باب الحدث میں ہے:

جلد الکلب یطهر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینه نجس عندهما ولکنا نقول الانتفاع به مباح حالة الاختیار فلوکان عینه نجسًا لما ابیح الانتفاع به [5]۔	ہمارے نزدیک کتّے کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے امام حسن اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عین ناپاک ہے لیکن ہم کہتے ہیں حالتِ اختیار میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے پس اگر اس کا عین ناپاک ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا۔ (ت)

[1] القرآن ۱۵۸/۲

[2] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۱

[3] صحیح البخاری باب امر الوالی اذاوجہ امیرین الٰی موضع الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۶۳/۲

[4] المبسوط للسرخسی، سؤر مالایؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴۸/۱

[5] المبسوط للسرخسی جلد المیتۃ واحکامہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۲/۱

اُسی کی کتاب الصید میں ہے:

بھذا یتبین انه لیس بنجس العین[1]	اس سے واضح ہوا کہ یہ نجس عین نہیں۔(ت)

جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتقاض قلب بیان کیا۔

قال فی البحر ولایخفی ان هذا علی القول بنجاسة عینه[2]۔	بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات (کتّے کے جھاڑنے سے کپڑے کا ناپاک ہونا) اس کے نجس عین ہونے کا قائل ہونے کی بنیاد پر ہے (ت)

اُسی میں مثل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادہ اسنان کلب بیان فرمایا۔

قال فی البحر ولایخفی ان هذا کله علی القول بطهارة عینه[3]۔	بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے یہ سب کچھ اس کا عین پاک ہونے کی بنیاد پر ہے۔(ت)

جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایة لایطهر وهو الظاهر من المذهب (ایک روایت میں ہے پاک نہیں ہوتا اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ت) نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الا جلد الخنزیر والاٰدمی (مگر خنزیر اور آدمی کی کھال۔ت) پر اعتراض فرمایا الحصر المذکور علی خلاف الظاهر (حصر مذکور، ظاہر کے خلاف ہے۔ت) اُسی کی کتاب البیوع میں فرمایا:

صح بیع الکلب خلافاً للشافعی لانه نجس العین عنده لاعندنا لانه ینتفع به[4]۔	کتے کی خرید وفروخت صحیح ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نجسِ عین ہے ہمارے نزدیک نہیں کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔(ت)

جن درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین[5] الخ (کتّا نجسِ عین ہے الخ۔ت) اُنھی کی بیوع میں ہے:

صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانه مال	کتّے کی طرح ہر دانت والے جانور کی خرید وفروخت

---

[1] المبسوط للسرخسی ثمن کلب الصید مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۱/۲۳۵

[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

[4] ایضاح واصلاح

[5] دررالحکام فی شرح غررالاحکام فرض الغسل مطبوعہ کامل الکائنہ فی دارالسعادۃ ۱/۲۴

متقوم الاالخنزیر لانہ نجس العین [1] اھ	ملخصا جائز ہے کیونکہ وہ مال متقوم ہے سوائے خنزیر کے، کیونکہ وہ نجس عین ہے اھ ملخصا (ت)

جس خزانۃ المفتین میں ہے عینہ نجس (اس کا عین ناپاک ہے۔ت) اُسی میں ہے: سنہ لیس بنجس [2] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت) جس خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر وانتفاض فرمائے اور فرمایا:

اذامشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ اھ ملخصا [3]۔	کتّا برف پر چلے تو برف ناپاک ہوجائے گی، اسی طرح مٹّی اور گارا بھی اھ ملخصا (ت)

یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحر الرائق میں واقع ہوا،

واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیہا فروعا [4] اھ	الفاظ بحر الرائق کے ہیں کہ قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں اس کے نجس عین ہونے کو اختیار کیا اور اس کو کئی مسائل کی بنیاد بنایا اھ (ت)

اُسی خانیہ میں فرمایا: سنہ غیر نجس (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ت) اور فرمایا:

لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیہا سن کلب اوذئب یجوز صلاتہ [5]۔	اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے گلے میں ایسا ہار ہو جس میں کُتّے یا بھیڑیے کے دانت ہوں، تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اور فرمایا:

ان کان فی کمہ ثعلب اوجروکلب لاتجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لایجوزبہ التوضأ [6]۔	اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کُتّے کا بچّہ ہو تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ اس کا جھُوٹا ناپاک ہے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔ (ت)

[1] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب البیوع مسائل شتی مطبوعہ کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۲/۱۹۸

[2] خزانۃ المفتین

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[6] فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اُس کی نجاست عین کے یہ معنے ہیں کہ اس کا ماویٰ نجاسات ہیں لہٰذا اس کا بدن غالبًا ناپاک ہوتا ہے۔

حیث قال ینزح کل الماء اذاوقع فیها کلب اوخنزیر مات اولم یمت اصاب الماء فم الواقع اولم یصب اما الخنزیر فلان عینه نجس والکلب کذلك ولهذا لوابتل الکلب وانتقض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرهم افسده لان مأواه النجاسات وسائر السباع بمنزلة الکلب[1] اھ ملخصا۔	جہاں فرمایا کہ جب اس میں کتّا یا خنزیر گر جائیں تو تمام پانی نکالا جائے چاہے وہ مریں یا نہ، اور گرنے والے کا منہ پانی کو پہنچے یا نہ۔ خنزیر اسی لئے کہ وہ نجسِ عین ہے اور کتّا بھی اسی طرح ہے، اس لئے اگر کتّا تر ہو جائے اور اپنے آپ کو جھاڑے اور یہ (پانی) درہم سے زیادہ کپڑے کو پہنچے تو اسے ناپاک کردے گا کیونکہ اس کا ٹھکانہ نجاستیں ہیں اور تمام درندے کتے کی طرح ہیں اھ تلخیص (ت)

اور اسی باب سے ہے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ **کل اهاب دبغ طاهر** (ہر وہ چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے۔ت) سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثناء نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں والکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں **وبالله التوفیق**۔

واما التزییف فاقول اولا: (رہا اس کا کھوٹا پن! تو میں کہتا ہوں، **اوّلا**۔ت) امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر اُس سے احتجاج محض باطل و سحیق احادیث میں سانپ بچھّو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سب اشیا نجس العین ہوں گی۔

هذا لم یقل به احد اخرج الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجة عن ابن عمرو البخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة وابوداؤد بسند	اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابوداؤد

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

حسن عن ابی ھریرۃ واحمد باسناد حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من الدواب لیس علی المحرم فی قتلھن جناح الغراب والحدأۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور [1]۔وفی حدیث ابن عباس خمس کلھن فاسقۃ یقتلھن المحرم ویقتلن فی الحرم وعد الحیۃ بدل الحدأۃ [2] وفی احدی روایات الصدیقۃ الحیۃ مکان العقرب [3]۔احمد والشیخان وابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عمرعن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا ذاالطفیتین والابتر [4] الحدیث۔ابوداؤد و النسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ البجلی وعن عثمان بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منا [5]۔ابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر	نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیاان سب نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ مُحرِم پر پانچ جانوروں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کوّا، چیل، بچھّو، چوہا اور کاٹ کھانے والا کتّا۔حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے پانچ جانور تمام کے تمام فاسق ہیں مُحرم ان کو قتل کرے،اور انہیں حرم میں بھی قتل کیاجائے،انہوں نے چیل کی جگہ سانپ کو شمار کیا ہے۔ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بچھّو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے۔امام احمد، شیخان (بخاری ومسلم)،ابوداؤد،ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالٰی، حضرت عبداللہ ابن عمرکے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سانپوں کو قتل کرو گر گل کے پتّوں جیسے نشانات والے سانپ اور دُم کٹے سانپ کو قتل کرو (الحدیث)۔ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اور حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیاآپ نے فرمایا تمام

[1] صحیح البخاری باب مایقتل المحرم من الدواب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۵۷

[3] سنن ابن ماجہ مایقتل المحرم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۰

[4] سنن ابی داؤد باب قتل الحیات مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶

[5] سنن ابی داؤد باب قتل الحیات مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور ۲/۳۵۶

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اقتلو السودین فی الصلوۃ الحیة والعقرب[1] وایضاً ھذا عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبة[2]۔ احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من قتل حیة فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمه[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من قتل حیة فله سبع حسنات ومن قتل وزغة فله حسنة[4]۔	سانپوں کو مارو، جو شخص ان کی طرف سے حملے کا خوف رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) نماز میں دو سیاہ جانوروں سانپ اور بچھّو کو ہلاک کرو، نیز انہوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا گرگٹ کو قتل کرو اگرچہ کعبہ شریف کے اندر ہو۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: "جو شخص سانپ کو مارے گویا اس نے ایسے مشرک مرد کو قتل کیا" جس کا خون (بہانا) حلال ہوچکا تھا۔ امام احمد اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ انہی کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا: "جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے سات نیکیاں پائیں جس نے گرگٹ کو ہلاک کیا اس کیلئے ایک نیکی ہے"۔ (ت)

ثانیاً: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لاتقربھم الملئکة الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق[5] رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	تین آدمیوں کے قریب (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے جنبی، نشے والا اور خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانے والا۔ بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اس کے پاس نہیں آتے، کیا مدہوش نجس العین ہے۔

[1] سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلٰوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۹۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۰۲

[3] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۹۵

[4] مسند الامام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲۰

[5] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الخمر ومن یشربھا مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۵/۷۲

ثالثًا: ولوغ کلب سے غسل اناء بلکہ مبالغہ تسبیع و تثمین و تتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلًا علاقہ نہ ہونا اجلی بدیہیات سے ہے۔

وقداغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعله حجة زاعما انه اذاکان لعابه نجسا وھوعرق فمه ففمه نجس ویستلزم نجاسة سائر بدنه وذلك لان لعابه جزء من فمه وفمه اشرف مافیه فبقیة بدنه اولی [1] اھ۔	شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب بات کرتے ہوئے اسے حجت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ جب اس کا لعاب ناپاک ہے اور وہ منہ کا پسینہ ہے تو اس کا منہ بھی ناپاک ہوگا اور یہ تمام بدن کی نجاست کو مستلزم ہے یہ اس لئے کہ اس کا لعاب اس کے منہ کا ایک جزء ہے اور منہ اس کے جسم کا اشرف حصّہ ہے، پس باقی بدن تو بدرجہ اولٰی ناپاک ہوگا۔ اھ (ت)
اقول: ھذا کما تری یساوی ھزلا ویتساوك ھُزلا فان کون اللعاب جزء الفم ممالایتفوہ به صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم ھو انما یتولد من داخل لا من الجلد فانما یدل علی نجاسة اللحم دون العین ثم لوتم لدل علی نجاسة عین کل ماسؤرہ نجس وھو باطل۔	**اقول:** یہ بات جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مذاق کے برابر ہے اور کمزوری کے باعث متزلزل ہے کیونکہ لعاب کا منہ کا جُزء ہونا کسی عقلمند بچّہ کا قول بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ایک فاضل یہ کہے، پھر یہ (لعاب) اندر سے پیدا ہوتا ہے جلد سے نہیں، اور یہ گوشت کی نجاست پر دلالت کرتا ہے عین کے نجس ہونے پر نہیں، پھر اگر ان کی بات صحیح بھی ہو تو یہ اس چیز کے عین نجس ہونے پر دلالت کرے گی جس کا جھوٹا ناپاک ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔ (ت)

رابعًا: حدیث انھا لیست بنجس انھا من الطوافین والطوافات [2] (یہ ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے پاس چکّر لگانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ ت) حدیث حسن صحیح ہے

اخرجه الا ئمه مالك و احمد و الاربعة وابن حبان والحاکم وابن خزیمة وابن مندة فی صحاحھم عن ابی قتادة وابوداود والدار قطنی	ائمہ حدیث امام مالک، احمد، ائمہ اربعہ (بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ) ابن حبان، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے اپنی صحاح میں حضرت ابوقتادہ

[1] نیل الاوطار باب آسار البہائم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷
[2] سنن ابی داؤد باب سور الہرۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰

عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم	رضی اللہ عنہ سے نیز ابوداود اور دارقطنی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (ت) مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقاب

بلہ بالکلب ہے اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد واسحٰق بن راہویہ وابوبکر بن ابی شیبہ دارقطنی وحاکم وعقیلی سب کے یہاں اُسی قدر ہے کہ:

الهر یا السنور سبع فرواہ الاربعة الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیب عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الهر سبع [1]۔ورواہ الدارقطنی من جهة محمد بن ربیعة عن سعید عن ابی زرعة وهومطولا بالقصة والحاکم من حدیث عیسٰی بن المسیب ثنا ابوزرعة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم السنور سبع [2]۔وقال العقیلی فی ترجمة عیسٰی بن المسیب من کتاب الضعفاء حدثنا محمد بن زکریا البلخی نامحمد بن ابان ومحمدبن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسی بن المسیب عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی	(الهر یاالسنور فرمایا) بلّی درندہ ہے پہلے چار نے اسے وکیع سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلّی درندہ ہے۔دارقطنی نے محمد بن ربیعہ سے انہوں نے حضرت سعید سے انہوں نے حضرت ابوزرعہ سے روایت کیا،اس کا قصہ طویل ہے،حاکم نے عیسٰی بن مسیب کی روایت سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلّی درندہ ہے"۔عقیلی نے کتاب الضعفاء میں عیسٰی بن مسیب کا ترجمہ (تعارف) نقل کرتے ہوئے کہا ہم سے محمد بن زکریا بلخی نے بیان کیاان سے محمد بن ابان اور محمد بن صباح نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے وکیع نے،وہ فرماتے ہیں ہم سے عیسٰی بن مسیب نے بواسطہ ابوزرعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من قال لایجزئ ویغسل منہ الاناء ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۷

علیه وسلم وذکر الھر وقال ھی سبع[1] اھ فلعل العلامة الدمیری شُبّه علیه فانتقل ذھنه فی تتمّة ھذا الحدیث الی ذاك ھذا فی لفظ الھرة وقدذکره علی الصواب فی لفظ السنور فقال روی الحاکم عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه قال کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یأتی دارقوم من الانصار فساق الحدیث الی قوله فقال السنور سبع[2] اھ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انہوں نے بلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "یہ درندہ ہے" اھ۔ شاید علامہ دمیری کو شبہہ ہوگیا اور ان کا ذہن اس حدیث کے تتمہ پر اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔ یہ تو لفظ "ھرۃ" میں ہے لیکن انہوں نے لفظ "سنور" کو صحیح قرار دیتے ہوئے ذکر کیا، فرماتے ہیں حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قوم انصار کے گھر تشریف لاتے تھے پھر وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے، آپ نے فرمایا بلّی درندہ ہے اھ۔

فانقلت ربما یتحصل لناالمقصود بھذا اللفظ ایضاً فان الحدیث قدعلل زیارة اھل بیت عندھم ھرٌّ دون الذین عندھم کلب بانھا سبع فدل علی ان الکلب اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسة اسآر سائر السباع فلوکانت ھی ایضاً قصاری الامر فی الکلاب غیر متعدیة من اللعاب علی الاھاب لم یکن لھذا التعلیل معنی قلت نعم یدل علی زیادہ شیئ فی الکلب علی سائر السباع ولیکن مافیه من عدم دخول الملئکة بیتاً ھو فیه اما خصوص الفرق بنجاسة العین

اگر تم کہو کہ کبھی ہمیں اس لفظ سے بھی مقصود حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جن کے ہاں بلّی ہو وہاں جانا صحیح ہے جہاں کتا ہو وہاں نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک درندہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتا درندوں سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور ہمارے نزدیک تمام درندوں کے پس خوردہ کی نجاست ثابت ہوچکی ہے۔ پس اگر کتے کے بارے میں بھی صرف اتنی ہی بات ہو اور وہ لعاب سے چمڑے کی طرف متعدی نہ ہو تو اس تعلیل کا کوئی مطلب نہ ہوگا (قلت) ہاں کتّے میں باقی درندوں سے زائد چیز پر دلالت موجود ہے وہ یہ کہ کتّے کے بارے میں جس گھر میں یہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے لیکن نجاست عین کے ساتھ خصوصی فرق ہرگز نہیں، جو

[1] کتاب الضعفاء الکبیر فی ترجمہ عیسٰی بن المسیب مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۸۷

[2] حیاۃ الحیوان تحت لفظ السنور مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/۵۷۶

فکلا ومن ادعی فعلیه الدلیل ولعل تعلیلی هذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان[1] کمانقله فی مجمع بحار الانوار واقره۔ فان ذلك انماورد فیما نعلمه فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستة الا البخاری عن عبدالله بن الصامت عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه وفیه فانه یقطع صلاته المرأۃ والحمار والکلب الاسود قلت یااباذر مابال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یاابن اخی سألت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کماسألتنی فقال الکلب الاسود شیطان[2]۔
ولاحمد عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الکلب الاسود البهیم الشیطان[3] وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود عن ذاك محفوظ۔
فان قلت مایدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتهم کان اسود

دعوی کرے اس کے ذمہ دلیل ہے اور شاید میری یہ تعلیل، طیبی کی تعلیل کہ کتا شیطان ہے سے زیادہ اچھی ہے جیسا کہ انہوں نے مجمع بحار الانوار میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا۔ ہمارے علم کے مطابق یہ بات سیاہ کتّے کے بارے میں آئی ہے جیسا کہ نماز توڑنے سے متعلق حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری کے سوا صحاح ستّہ کے دیگر ائمہ نے بواسطہ حضرت عبدالله بن صامت، حضرت ابوذر رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ "آدمی کی نماز عورت، گدھے اور سیاہ کتّے کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے" میں نے عرض کیا اے ابوذر سیاہ کتے کی کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کو حاصل نہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں نے اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سیاہ کتا شیطان ہے"۔ امام احمد، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: "نہایت سیاہ کتّا شیطان ہے"۔ سوال وجواب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ (رنگ کی) قید ملحوظ ہے اور غیر سیاہ کتا اس (حکم) سے محفوظ ہے۔(ت) **اگر تم کہو** کہ تمہیں کیا معلوم شاید وہ کتا جو ان کے گھروں میں تھا سیاہ رنگ کا ہو؟ میں کہتا ہوں تمہیں

---

[1] مرقات المفاتیح باب السترۃ فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۴۵
[2] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۷
[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۱۵۷

قلت مایدریك لعله کان احمر اواصغر وبالجملة فالحدیث اقتصر فی معرض التعلیل علی وصف الکلبیة فلوکان العلة خصوص اللون لصرح به او اتی بلام العهد هذا ثم ان فی الحدیث تاویلا اٰخر افادہ ایضا الطیبی فقال هو استفهام انکار [1] اھ فعلی هذا یکون المعنی اثبات السبعیة للکلب ونفیها عن الهر فینصلم الاستدلال من اصله۔	کیا معلوم، شاید وہ سرخ یا زرد رنگ کا ہو۔ بہر حال حدیث شریف میں صرف اس کا کتّا ہونا ہی دلیل بنے گا۔ اگر کوئی خصوصی رنگ علّت ہوتا تو اس کی تصریح فرماتے یا لامِ عہد لاتے، اسے اپنایئے، پھر حدیث میں ایک اور تاویل بھی ہے جس کا فائدہ بھی طیّبی سے حاصل ہوا، انہوں نے فرمایا یہ استفہام انکاری ہے اھ پس اس بنیاد پر معنٰی یہ ہوگا کہ کتنے کیلئے درندگی ثابت کرنا اور بلّی سے اس کی نفی کرنا ہے، لہٰذا استدلال سرے سے ہی ختم ہوجائیگا۔ **اقول:** لیکن حدیث کے بعض طرق یہ الفاظ ہیں "ان
اقول: لکن الحدیث فی بعض طرقه بلفظ ان السنور سبع کمافی المیزان فافهم ^{عــہ}۔	السنور سبع" جیساکہ میزان میں ہے۔ پس سمجھ لو۔ (ت)

خامسًا: عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اسی کی بیوع میں یہاں تک تصریح ہے:

صح بیع الکلب والفهد والسباع علمت اولا ش هذا عندنا وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی لایجوز بیع الکلب العقور وعند الشافعی رحمه الله تعالٰی لایجوز بیع الکلب اصلا بناء علی انه نجس العین عنده [2]۔	(متن) کتے، بھیڑیے اور درندوں کی بیع جائز ہے، انہیں سکھایا جائے یا نہ۔ (شرح) یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کاٹنے والے کتّے کی بیع جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتّے کی بیع بالکل جائز نہیں، کیوں کہ وہ ان کے نزدیک نجس عین ہے۔ (ت)

بالجملہ قول اصح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ومشید ہیں لاجرم فتح میں فرمایا:

ماذکر فی الفتاوی من التنجس من وضع	فتاوٰی میں جو مذکور ہے کہ برف یا کیچڑ میں جہاں

عــہ: یشیر الی ان ان لیس بنص فی عدم حذف الهمزة (م)	اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظِ "ان" ہمزہ کے حذف نہ ہونے میں نص نہیں۔ (ت)

[1] مجمع بحار الانوار

[2] شرح الوقایہ مسائل شتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۴

رجله موضع رجل کلب فی الثلج او الطین ونظائر هذه مبنی علی روایة نجاسة عین الکلب ولیست بالمختارة[1]۔	کتّے نے پاؤں رکھا وہاں پاؤں رکھا جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے،اور اس قسم کی دوسری باتیں کتے کے نجس عین ہونے پر مبنی ہیں اور یہ بات مختار نہیں (ت)

حلیہ میں فرمایا:

الکثیر علی انه لیس نجس العین وعلی هذا فیکون الصحیح عند الکثیر انه لاینزح اذا اخرج ولم یصب الماء فمه کماهو معزو الی ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه[2]۔	بہت سے فقہاکے نزدیک یہ نجس عین نہیں لہذا اس بنیاد پر زیادہ لوگوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب کتا (پانی سے) نکالا جائے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو تو (کنویں سے) پانی نہیں نکالا جائے گا،یہ بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب ہے۔(ت)

پس عندالتحقیق اُس کے بال[1] بھی پاک، کھال[2] بھی پاک، ذبح[3] ودباغت[4] باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیه عندنا واللحم ایضا علی اضعف التصحیحین (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصحیحوں سے کمزور تر تصحیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے۔ت) زندہ ومردہ[5]،مذبوح وغیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک، ناخن[6] پاک،اگر[7] کنویں میں گرااور زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک،تطییبًا للقلب صرف بیس[20] ڈول نکالے جائیں۔کیچڑ[8] وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔پانی[9] میں بھیگا ہُوا چٹائی پر لیٹے یا[10] بدن جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہو جائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو۔ان تمام فروع میں تو اصلًا کلام نہیں،

ووقع فی الدر لیس نجس العین وعلیه الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولایفسد الثوب بعضه مالم یر ریقه ولاصلاة حامله ولوکبیرا وشرط الحلوانی شدفمه[3] اھ ملخصا۔	درمختار میں ہے کہ نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے پس اسے بیچا جاسکتا ہے،اجرت پر دیا جاسکتا ہے اور (ہلاکت کی صورت میں) اس کا تاوان لازم ہوگا اور اس کے کاٹنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا جب تک لعاب دکھائی نہ دے اسے اٹھاکر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ بڑا ہو۔حلوانی کے نزدیک اس کا منہ بندھا ہونا شرط ہے اھ تلخیص (ت)

[1] فتح القدیر،آخر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۶

[2] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۳۸

اقول: اما البیع فقد تقدم الکلام علیه وهو الکلام فی الاجارۃ فانها ایضا انما تعتمد حل الانتفاع واماعدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابه فقد اقرہ علی هذا التفریع محشیه العلامة الشامی والعبد الضعیف لا یحصله فانه ماش علی قول التجنیس ایضا قطعا لان الرجس لایعدی النجاسة الابلل ونجاسة ریقه لاخلف فیها فی المذهب فعدم النجاسة بسن یابس والتنجس بشفة رطبة کلاهما متفق علیه لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان هذه المسألة علی القولین [1] الخ ثم رأیت العلامة الطحطاوی نبه علیه معترفا ایضا من البحر واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	**اقول:** جہاں تک خرید وفروخت کا تعلق ہے تو اس پر کلام گزر چکا ہے اور اجارہ کے بارے میں بھی وہی حکم ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی تو انتفاع کا حلال ہونا ہے، لیکن کپڑے کا خراب نہ ہونا جب تک لعاب سے تر نہ ہو، اس پر اس کے محشیٰ علامہ شامی نے اس تفریع کو برقرار رکھا ہے۔ یہ بندہ ضعیف اسے نہیں مانتا کیونکہ وہ اس کے قطعی نجس ہونے کا بھی قائل ہے اور نجاست، رطوبت کے بغیر آگے متجاوز نہیں ہوتی اور تھوک کے نجس ہونے میں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں پس خشک دانت کے ساتھ ناپاک نہ ہونا اور تر ہونٹ کے ساتھ ناپاک ہوجانا دونوں باتوں پر اتفاق ہے صاحبِ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ دو قولوں کی بنیاد پر ہے الخ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحطاوی نے بحر سے اس کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

باقی رہی وہ فرع کہ اس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر کتّا خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبتنی ہے قول نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتّا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلّی حاملِ نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے نہ محمول مصلی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچّہ جس کے جسم وثوب یقینا ناپاک ہوں خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلی خود حاملِ نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جوازِ نماز بھی قطعًا مفتی بہ۔

فان مالایبتنی الا علی الصحیح لایکون	جس چیز کی بنیاد صحیح ہو وہ بھی صحیح ہوتی ہے اور یہ

[1] البحر الرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

الاصحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھات۔	جیسا کہ تم دیکھتے ہو نہایت واضح باتوں میں سے ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

(ان صلی ومعه سنورتجوز) صلاته مطلقا ان جلس بنفسه واذا لم یکن علی ظاھرہ نجاسة مانعة ان حمله اما ان کان علیه نجاسة مانعة اذ ذاك فلا تجوز صلاته کما لوحمل صبیا لایستمسك بنفسه وفی ثیابه اوبدنه نجاسة مانعة لانه حینئذ ھو الحاصل للنجاسة بخلاف المستمسك فان المصلی لیس حاملا للنجاسة التی علیه (بخلاف الکلب) اذا حمله المصلی حیث لا تجوز صلاته لانه حامل للنجاسة التی ھی لعابه اما اذا جلس علیه بنفسه فعلی روایة انه نجس العین کذلك لانه حامله وھو نجاسة واما علی الروایة الصحیحة فینبغی ان تجوز صلاته لانه غیر حامل للنجاسة کما فی الھرة ونحوھا علی ماسبق[1] اھ ملخصا۔	اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلّی تھی اس کی نماز مطلقًا جائز ہے اگر وہ خود بخود بیٹھی ہو،اور اگر اس نے اسے اٹھایا ہو تو اس صورت میں اس کے ظاہر پر اتنی نجاست نہ ہو جو مانع ہو (نماز جائز ہوگی) لیکن جب اس پر مانع کی حد تک نجاست ہو اس وقت نماز جائز نہیں جیسا کہ اگر اس نے بچہ اٹھایا ہو جو خود بخود ٹھہر نہیں سکتا اور اس کے کپڑوں یا بدن پر اتنی نجاست ہے جو نماز سے مانع ہے کیونکہ اس وقت وہ خود نجاست اٹھانے والا ہوگا بخلاف اس کے جو خود بخود ٹھہر سکتا ہے اس صورت میں نماز ہی اپنے اور پائی جانے والی نجاست کو اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا (بخلاف کتے کے) جب اسے اٹھایا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کی نجاست یعنی لعاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن جب وہ خود بخود بیٹھ جائے تو اس روایت کی بنیاد پر کہ وہ نجس عین ہے اسی طرح ہے کہ کیونکہ وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے اور وہ نجاست ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے نہیں، جیسا کہ بلّی وغیرہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔(ت)

اور اگر خود مصلی ہی نے اسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھالیا تو قول طہارت عین ہی پر اس صورت میں دو۲ قول ہیں۔

[1] غنیۃ المستملی منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص۱۹۱

اقول: والسرفیه ان الابتناء علی شیئ له وجهان احدهما ان لایبتنی الا علیه والاٰخر ان یکون هو احد مایبتنی علیه والمبنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاٰخر لایجب ان یکون صحیحا فجواز ان یکون البعض الاٰخر مما یبتنی علیه غیر صحیح فلا یکون المبتنی صحیحا بسببه وعن هذا نقول ان صحة الفرع تستلزم صحة الاصل ولاعکس لان الاصل لازم اعم فثبوته غیرقاض بثبوت ملزومه۔	اقول: اس میں راز یہ ہے کہ کسی چیز پر بنیاد رکھنے کی دو[۲] صورتیں ہیں ایک[۱] یہ کہ اس کے علاوہ دوسری چیز پر بنیاد نہ ہو، اور دوسرا[۲] یہ کہ جن باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے، یہ ان میں سے ایک ہے پہلے معنٰی کے اعتبار سے جو چیز صحیح پر مبنی ہوگی وہ قطعی طور پر صحیح ہوگی، اور دوسرے معنٰی کے اعتبار سے اس کا صحیح ہونا واجب نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دوسرا بعض جس پر اس کی بنیاد ہے وہ غیر صحیح ہو لہٰذا اس کے سبب (فرع کی صحت) سے بنیاد کا صحیح ہونا لازم نہ ہوگا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ فرع کی صحت اصل کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ اصل لازم اعم ہے پس اس کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت ضروری نہیں۔ (ت)

اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو[۲] مسلک پر مختلف ہوئی:

مسلک اوّل: جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے انہوں نے حکم صحت دیا یا تو مطلقًا جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشائخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحر الرائق و در مختار کے کتاب الطہارت میں اور حلبی وشامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا، یا اس شرط کے ساتھ کہ اُس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی یہ امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ارشاد ہے۔ محیط رضوی ونصاب وابوالسعود وغیرہا اور بحر ودُر کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ بہے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ منہ کھُلا رہے، ورنہ نہیں، اگرچہ بندھا ہو۔

اقول: بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے **کمایفیدہ ماذکر عن المحیط وغیرہ من تعلیل التقیید** (جیسا کہ وہ بات یعنی تقیید کی علت اس کا فائدہ دے گی جسے ہم محیط وغیرہ سے

ذکر کریں گے۔ت) غالبًا لعاب کلاب کا منہ کھُلا ہونے کی حالت میں میلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہٰذا شد وفتح سے تعبیر کی گئی ومثله کثیر الوقوع من الفقهاء کمالایخفی علی من تتبع (اور اس کی مثل فقہاء سے کثیر الوقوع ہے جیسا کہ تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں۔ت) غرض اختلاف لفظ میں ہے نہ معنٰی میں وبهذا یندفع التهافت المظنون فی کلمات البحر والدر والطحطاوی وبالله التوفیق (بحرالرائق، درمختار اور طحطاوی کے کلمات میں جس تکرار کا گمان تھا اس سے وہ دُور ہوگیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ت) بہرحال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاستِ لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اسی طہارت میں کلب پر بنتی اور جب وہ مفتی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقینا مفتی بہ۔

فی البحر عن البدائع انه (ای طهارة عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب ولذالك قال مشایخنا فیمن صلی وفی کمه جرو انه تجوز صلاته وقید الفقیه ابوجعفر الهندوانی الجواز بکونه مشدود الفم [1] اھ۔ وفی البحر ایضا اذاصلی وهوحامل جروا صغیرا لا تصح صلاته علی القول بنجاسة مطلقا وتصح علی القول بطهارته اما مطلقا او بکونه مشدود الفم کما قدمناه عن البدائع [2] اھ۔ وفی حاشیة المراقی انه لیس بنجس العین وعلیه الفتوٰی واثر الخلاف یظهر فیما لوصلی وفی کمه جروصغیر جازت علی الاول لا الثانی وشرط الهندوانی کونه مشدود	بحرالرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ یہ (کتے کا طاہر عین ہونا) دو۲ قولوں میں سے صحت کے زیادہ قریب قول ہے۔ اس لئے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس آدمی کی آستین میں کتّے کا بچّہ ہو اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی کے نزدیک جواز کے لئے اس کے منہ کا باندھا ہونا شرط ہے اھ۔ بحرالرائق میں ہی ہے کہ جب کسی آدمی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے کتے کا چھوٹا سا بچّہ اٹھار کھا تھا تو اس قول پر کہ وہ نجس ہے نماز مطلقًا صحیح نہیں ہوگی اور طہارت کے قول کی بنیاد پر یا تو مطلقًا صحیح ہوگی یا اس صورت میں کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بدائع سے نقل کیا اھ۔ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نجس عین نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور اختلاف کا اثر اس

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

الفم [1] اھ ملخصاً،وفی البزازیۃ عن النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز [2] اھ وفی شروط الصلاۃ للدر والبحر وفتح اللہ المعین واللفظ للدر ما یتحرك بحرکۃ او یعد حامل لہ کصبی علیہ نجس ان لم یستمسك بنفسہ منع والالا کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح [3] اھ۔ وفی حاشیتہ للعلامۃ ط **قولہ** ان شد فمہ لوقال وکلب ان لم یسل منہ ما یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ لوعلم عدم السیلان اوسال منہ دون المانع لایبطل الصلاۃ وان لم یشد فمہ حلبی وفیہ تأمل [4] اھ ونقل العلامۃ الشامی ما افادہ الحلبی فاقرہ وایدہ وفی الحلیۃ فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ جروکلب ومالا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ قیل لم یجز والاصح یسیل فی کمہ فیصیر مبتلا بلعابہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز الصلاۃ ان کان اکثر من قدر الدرھم فان فمہ مشدودا بحیث لایصل لعابہ	صورت میں ظاہر ہوگا جب وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتّے کا چھوٹا بچّہ ہو، پہلے قول کے مطابق نماز جائز ہوگی دوسرے کے مطابق نہیں۔اور ہندوانی نے منہ بندھا ہونا شرط رکھی ہے اھ تلخیص۔ بزازیہ میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ اگر کتّے کے بچّہ کا مُنہ باندھا ہوا ہو تو نماز جائز ہے اھ۔نماز کی شرائط میں درمختار، بحرالرائق اور فتح اللہ المعین میں ہے الفاظ درمختار کے ہیں کہ جو اس کی حرکت سے حرکت کرے یا اسے اٹھانے والا شمار ہو جیسے بچہ کہ اس پر نجاست ہو اگر وہ خود بخود نہ ٹھہر سکے تو منع کیا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جنبی اور کتا،اگر اس کا منہ باندھا ہو۔یہ اصح قول کے مطابق ہے اھ۔اور اس کے حاشیہ میں علامہ (طحطاوی) نے فرمایا"یہ کہنے کی بجائے کہ اگر اس کا منہ باندھا ہوا ہو،وہ فرماتے،اور کتّے کے منہ سے اگر وہ چیز نہ نکلے جو نماز کو روکتی ہے"تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ جاری نہ ہونا معلوم ہو یا اس سے اتنا جاری ہو جو مانع نہیں ہے تو نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ منہ باندھا ہوا نہ ہو۔(حلبی) اور کہا اس میں غور کرو اھ۔علامہ شامی نے وہ بات نقل کی جس کا فائدہ حلبی سے حاصل ہُوا

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۸

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

[3] الدرالمختار باب شروط الصلاۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۰

الی ثوبه جازلان ظاهر کل حیوان طاهر ولایتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلا یظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی انتهی[1]۔والاشبه ان هذا التفصیل فی کلب من شانه غلبة سیلان لعابه بحیث یبلغ مایسیل منه قبل فراغ حامله ما یمنع صحة الصلاة وانشد فوه یمنع ذلك منه وما لیس کذلك فالاشبه فیه اطلاق الجواز کماهوظاهر مافی البدائع عن مشایخنا[2]اھ۔	پھر اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی۔اور حلیہ میں رضی الدین کی محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کے ساتھ کتّے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز نہیں، کہا گیا ہے کہ نماز جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا مُنہ کُھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہتا رہے گا اور وہ لعاب سے تر ہو کر ناپاک ہو جائے گی لہٰذا ایک درہم سے زیادہ ہونے کی صورت میں نماز کے جواز کو روکے گی اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ موت کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا جبکہ اندر کی نجاست اپنے مرکز میں ہے۔پس نمازی کے اندر کی نجاست کی مثل اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا انتہی۔زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جس کا لعاب اکثر جاری رہتا ہے کیونکہ اس کا لعاب جب اس صورت میں ہو کہ جو کچھ جاری ہوا وہ اُٹھانے والے کے فارغ ہونے سے پہلے اس حد تک پہنچ جائے جو نماز کے صحیح ہونے سے مانع ہے اگرچہ اس کا منہ بند کیا جائے تو یہ نماز سے مانع ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس میں مطلقًا جواز (کا قول) زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ہمارے مشایخ کے اُس قول سے ظاہر ہے جو بدائع میں ہے۔(ت)

مسلک دوم: جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرونِ دہن آئے حکمِ نجاست پالیا جیسے خُون کہ اندر سے نکل کر دہن وزبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکور میں دہنِ کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حمل نجاست کا موجب ہے، انہوں نے مطلقًا فساد نماز کا حکم دیا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ منتقی ومنیہ وغنیہ میں اسی

[1] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۵۸
[2] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی، مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۵۸

پر جزم فرمایا۔

ففی الاربع الاول اللفظ متقارب والمعنی واحد والسیاق للوجیز صلی ومعه حیوان حی یجوز التوضئ بسؤرہ کالفارۃ یجوز واساء وان کان سؤرہ نجسا کجروکلب لایجوز وفی النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز [1] اھ۔وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن المنتقی عن محمد صلی ومعه حیۃ اوسنورا وفارۃ اجزأہ وقد اساء وان کان ثعلب اوجر وکلب لم تجز صلاته وذکر فی جنس هذہ المسائل اصلا فقال کل مایجوز التوضئ بسؤرہ تجوز الصلاۃ معه ومالایجوز الوضوء بسؤرہ لا تجوز الصلاۃ معه [2] انتهی۔قال فی الحلیۃ بعد نقله ولکن لایعری عن تأمل وسنوضحه الخ والموعود به هو ما قدمنا عنها من ان الاشبه التفصیل بالشد والفتح فی کلب شانه کذا واطلاق الجواز فی غیرہ قال بعد تحقیقه وحینئذ فیظهر ان فی کلیۃ الاصل المذکور نظرا فتنبه له [3] اھ۔وفی المنیۃ ان صلی ومعه سنورا وحیۃ یجوز	پہلی چار (کتب) میں الفاظ تقریبًا ایک جیسے ہیں اور معنے بھی،اور وجیز (بزازیہ) کے الفاظ یوں ہی کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس ایسا زندہ حیوان تھا جس کے جھُوٹے سے وضو جائز ہے مثلاً چُوہا،تو نماز جائز ہوگی لیکن گناہ گار ہوگا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہو جیسے کتے کا بچہ،تو نماز ناجائز نہیں ہوگی۔اور نصاب میں ہے اگر کتّے کے بچّہ کامنہ بندھا ہوا ہو تو جائز ہوگی انتہی۔ حلیہ میں بحوالہ ذخیرہ،منتقٰی سے امام محمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے پاس سانپ یا بلّی یا چوہا تھا تو نماز جائز ہے۔لیکن اس نے گناہ کیا۔اور اگر لومڑی یا کتّے کا بچّہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس قسم کے مسائل کے بارے میں قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:"جب اس کے جھُوٹے سے وضو جائز ہو تو اس کے ساتھ نماز بھی جائز ہوگی اور جس کے جھُوٹے سے وضو جائز نہ ہو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی انتہی۔اسے نقل کرنے کے بعد حلیہ میں فرمایا لیکن یہ غور وفکر سے خالی نہیں اور ہم عنقریب اس کی وضاحت کرینگے الخ،جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی ہے جو ہم

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱
[2] حلیۃ المحلی
[3] حلیۃ المحلی

بخلاف جرو الکلب [1] اھ۔ وفی الغنیة لایقال النجاسة التی فی محلها غیر معتبرة ولایعطی لها حکم النجاسة لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محله الذی توله فیه واتصل بالفم الذی له حکم الظاهر بالنظر الی ما یخرج من الباطن فاعتبر نجاسة وقد تنجس بها لسانه وسائر فمه فکان مانعا اھ [2] ملخصاً۔	نے اس سے پہلے ان سے نقل کی ہے یعنی منہ باندھنے اور کھُلا چھوڑنے کی تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جو اس شان کا ہو اور مطلق جواز اس کے غیر میں ہے انہوں نے تحقیق کے بعد فرمایا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدے میں نظر ہے پس اس سے آگاہی حاصل کرو (انتہی) منیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلّی یا سانپ ہو تو جائز ہوگی بخلاف کتّے کے بچّے کے انتہی۔ غنیہ میں ہے یہ نہ کہا جائے کہ جو نجاست اپنے محل میں ہے غیر معتبر ہے اور اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم نے مان لیا لیکن لعاب اپنے اس مقام سے جہاں وہ پیدا ہوا منتقل ہو کر منہ سے مل جاتا ہے جسے باطن سے باہر آنے والی چیز کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر کا حکم دیا جاتا ہے لہذا اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا اور اس سے اس کی زبان اور تمام منہ ناپاک ہوگیا پس وہ مانع ہوگا انتہی تلخیص۔ (ت)

اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لئے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع بہائم میں مفقود، لہذا صحتِ نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی صحیح صحیح نہیں یہ تو اختلافِ علماء تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے محیط رضوی و بحر الرائق و دُرِ مختار وغیرہا میں صراحۃً اس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور۔

کما مر وقد صرح العلامة الفقیه خیر الدین الرملی فی فتاواه الخیریة لنفع البریة من کتاب الطلاق بما نصه وانت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لایعدل عنه الی غیره [3] اھ وفیها من کتاب الصلح حیث	جیسا کہ گزرا علامہ فقیہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوٰی الخیریہ لنفع البریہ کی کتاب الطلاق میں اسے صراحۃً بیان کیا اور تم جانتے ہو کہ اس کے اصح ہونے پر تنصیص کے بعد غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاتا انتہی اور اس کی کتاب الصلح میں ہے کہ جب اصح ثابت

[1] منیۃ المصلی، فصل الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ۱۵۸

[2] غنیۃ المستملی فصل الاسآر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹

ثبت الاصح لایعدل عنہ[1]۔	ہوجائے تو اس سے عدول نہیں کیا جاتا۔(ت)

معہذا اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوٰی اور شروح فتاوے پر مرجح ہیں۔ کمانصوا علیہ فی مواضع لاتحصی کثرۃ (جیسا کہ انہوں نے بیشمار مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ت) تو ثابت ہوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فروع سابقہ صرف طہارت عین ہی پر ابتنا ہے اور ایسی جگہ بلاشبہہ المبنی علی صحیح صحیح صحیح (جو چیز صحیح پر مبنی ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ت)

اما تدقیق الغنیۃ **فاقول:** وباللہ التوفیق سلمنا ان الریق لایتولد فی الفم لکن لاشك ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لایسمی ریقا مالم یطلع فی الفم وبہ فارق الدم ولایجب لکون شیئ معدن شیئ تولدہ فیہ الاتری ان العروق معادن الدم لاشك مع انہ لایتولد فیھا بل فی الکبد ثم یسری الیھا ویجری فیھا وقدرأینا کم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لاتفسدہ عللتموھا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیھا لیست بنجسۃ لکونھا فی محلھا[2] اھ امافاذاکانت رطوبۃ رحم امھا علی جلدھا فی محلھا فماظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سھوا اما	میں غنیہ کی تدقیق کے بارے میں، اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں، ہم نے مان لیا کہ لعاب منہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا معدن منہ ہی ہے حتی کہ جب تک وہ منہ میں ظاہر نہ ہو اس کو لعاب نہیں کہا جاتا اور اس سے خون (کا حکم) الگ ہوگیا، اور کسی چیز کے کسی کیلئے معدن ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں پیدا بھی ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خون کا معدن رگیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے پھر ان کی طرف چلتا اور رگوں میں جاری ہوتا ہے۔ ہم نے تمہیں دکھایا کہ بکری کا تربچّہ جو اپنی ماں سے پیدا ہو کر پانی میں گرا پانی خراب نہیں ہوا تم نے اس کی علّت یوں بیان کی کہ اس پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ وہ اپنے محل میں ہے اھ۔ پس جب بچّہ کی جلد پر اس کی ماں کے رحم کی رطوبت اپنے محل میں ہے تو منہ میں پائے جانے والے

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۰۴

[2] غنیۃ المستملی فصل فی الانجاس مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۰

الاول فلما سمعت واما الاٰخر فلان المحل الذی لایحکم فیہ بنجاسۃ النجاسۃ انما ھو معدنھا لا ما اصابتہ ومعدن تلك الرطوبات ھی الرحم دون جلد السخلۃ کمالایخفی والفرع ماش علی قول الامام بطھارۃ رطوبۃ الرحم فقدحققنا فیما علقنا علی ردالمحتار ان الفرج فی قولھم رطوبۃ الفرج طاھرۃ عندہ لاعندھما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا ومایری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین۔	لعاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس کا اپنے محل میں نہ ہونا اور بکری کے بچّہ کی رطوبت کا اپنے محل میں ثابت ہونا دونوں باتیں سہو ہیں۔ پہلی بات اس بنیاد پر جو تم نے سُن لیا۔ اور دوسری بات اس لئے کہ وہ محل اس کا معدن ہے جس میں (پائی جانے والی) نجاست پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، نہ وہ جو اس کو پہنچے۔ اور ان رطوبات کا معدن رحم ہے، نہ بچّہ کی جلد۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور فرع، امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کہ رحم کی رطوبت پاک ہے، پر جاری ہوتی ہے ہم نے ردالمحتار کی تعلیق میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ فرج انکے قول "فرج کی رطوبت، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے صاحبین کے نزدیک نہیں" میں عام معنی کے اعتبار سے فرج خارج، فرج داخل اور رحم سب کو شامل ہے۔ اور وہ جو فروع میں تعارض دکھائی دیتا ہے تو یہ دو قولوں پر تفریع کی بنیاد پر ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل وفرع میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح ورجیح وصحح وارجح پر ماشی ہے **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق** (تحقیق اسی طرح چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ت)

تنبیہ نبیہ: ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت وبمعنی اباحت خصوصًا اباحت بالمعنی الاخص **الغیر الشامل لکراھۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین** (خصوصًا اباحت اخص معنی کے اعتبار سے جو کراہتِ تنزیہی کو شامل نہیں یعنی دونوں طرفوں کے برابر ہونے میں۔ت) میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں بہت افعال کہ مکروہِ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح ومسقط فرض مکروہ فعل جائز ومباح بالمعنے المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک اول کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرمارہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا ناکافی نہ کسی رُکن وفرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذاللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ وناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب

اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں انہیں اُٹھائے ہو نا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ ومنتقٰی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ **یجوز واساء اجزأہ وقد اساء** (جائز ہے لیکن برا کیا، اسے کفایت کرتا ہے لیکن وہ گنہگار ہوا۔ت) نماز تو ہو گئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانوروں کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچّوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے: **یکرہ حمل الطفل**[1] (بچّہ کو اٹھانا مکروہ ہے۔ت) یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے۔ نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

لایکرہ تقلد المصلی بسیف ونحوہ اذالم یشتغل بحرکۃ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال[2]۔	نمازی کا تلوار وغیرہ باندھنا مکروہ نہیں جب اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو اگر وہ مشغول رکھے تو حالتِ جنگ کے سوا مکروہ ہے۔(ت)

تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی وبدزبانی ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے روشن ہو گیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیّہ کرام خصّھم اللہ تعالٰی باللطف العام وعمّھم بالجود والانعام واللہ تعالٰی (انہیں عمومی لطف وکرم کے ساتھ خاص فرمائے اور انہیں عام جود وانعام عطا فرمائے۔ت) میں شمار کرنا محض سفاہت وبے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمہ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک تو سگ نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظمیہ اہل مسلک ثانی مطلقًا اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں، رہے قائلینِ طہارت سے اہلِ مسلک اول وہ بھی اسائت وکراہت کی تصریح فرماتے ہیں اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت وحاجت خواہ اپنی نادانی وجہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہو گی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہیے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشاوہ اس تہمت سے پاک ومنزہ ہیں **وللہ الحمد**، **الحمدللہ** کہ یہ جواب ۲۴ رجب مرجب عــہ ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ روز جان سے افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ **سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب** ۱۳۲۲ھ (کتے کی طہارت عین کے قائلین سے عیب دور کرنے کا

عــہ: بسبب مکابرہ بعض اہل بدعت وتحریر بعض دیگر فتاوائے ضروریہ بارہ روز تک یہ جواب نہ لکھا گیا ۱۲ (م)

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیمایکرہ للمصلی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۰۲

بیان۔ت) تام ہوا۔

(واٰخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین وافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔	اور ہماری آخر پکار یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور صلاۃ وسلام تمام رسولوں کے سردار، ہمارے سردار اور مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تمام آل واصحاب پر ہو۔(ت)

واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۸: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں چُل ہوتی ہے جس وقت کھجلاتا ہُوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے اُس جگہ کا پاک کرنا سیلان آب تو بغیر سارے بدن زیرین کے ہو نہیں سکتا لہٰذا اس موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تَر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہوں کہ اوّل کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو اِن شاء اللہ تعالٰی اطمینان کُل ہوجائے گا، **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہ اور مشائخ فتوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی اسی پر فتوی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دُور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اس کا اثر نہ رہے مگر اُتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائیگا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی اُن کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرہ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے دغدغہ عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر

جاتا رہا انگلی پاک ہوگئی۔ عورت ۲ کے سرِ پستان پر ناپاکی تھی بچّے نے دُودھ پیا یہاں تک کہ اثرِ نجاست زائل ہوا پستان پاک ہوگئی،

فی الدرالمختار والبحر وغیرھما تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا [1]۔	درمختار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے ناپاک انگلی اور پستان تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے (ت)

شراب پی ۳، اس کے بعد لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثرِ خمر نہ رہا منہ پاک ہوگیا۔ یونہی ۴ بلّی نے چوہا کھاکر زبان سے اپنا منہ صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اُس کے بعد پانی پیا، پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فی التنویر سؤر شارب خمر فورشربھا وھرۃ فوراکل فارۃ نجس [2] فی ردالمحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفیتہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لاینجس لا بد ان یکون المراد اذا لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح [3] اھ۔ وفیہ عنھا فی مسألۃ الھرۃ فان مکث ساعۃ ولحست فمھا فمکروہ منیۃ ولاینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لا تزول عندہ الابالماء [4] الخ۔	تنویر میں ہے شرابی کے شراب پینے کے فوراً بعد کا جھُوٹا اور بلّی کے چُوہا کھانے کے فوراً بعد کا جھُوٹا ناپاک ہے۔ ردّالمحتار میں حِلیہ سے منقول ہے کہ بخلاف اس کے جب ایک ساعت ٹھہر جائے اور زبان اور لعاب کے ساتھ ہونٹوں کو چاٹنے کے بعد اپنا لعاب تین بار نگل لے پھر (پانی وغیرہ) پئے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس سے یہ بات مراد لینا ضروری ہے کہ جب اس کے لعاب میں شراب کے ذائقے یا بُو کا اثر نہ ہو اھ۔ اور اسی (ردالمحتار) میں اِس (حلیہ) سے بلّی کے مسئلے میں ہے کہ اگر وہ ایک ساعت ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹ لے تو مکروہ ہے (منیہ) شیخین کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناپاک ہوجائے کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے بغیر نجاست زائل نہیں ہوتی۔ (ت)

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳
[2] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۰
[3] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳
[4] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۴

تے ہوئی اور اتنی دیر کے بعد کہ آمد و رفت لعاب نے اس کا اثر کھو دیا یا نماز پڑھی نماز ہوگئی۔

فی المنیۃ والحلیۃ م وکذا باللحس اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ بریقہ ثلاث مراۃ یطھر کما یطھر فمہ بریقہ [1] ش فی الفتاوی الخانیۃ اذا قاء ملأ الفم ینبغی ان یغسل فاہ فان توضأ ولم یغسل فاہ حتی صلی جازت صلاتہ لانہ یطھر بالبزاق فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وکذا اذا شرب الخمر ثم صلی بعد زمان وکذا اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ فطھرھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا وکذا السکین اذا تنجس فلحسہ بلسانہ اومسحہ بریقہ وکذا الصبی اذا قاء علی ثدی الامام ثم مص الثدی مرارا یطھر انتھی وکذا فی غیرھا والذی تقتضیہ القواعد المذھبیۃ من تحریر الکلام فی ھذا المقام انہ اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ حقیقیۃ فان کانت مرئیۃ ولحسھا ھو اوغیرہ حتی ذھب عینھا واثرھا ان کان لایشق زوالہ یطھر وان کانت غیر مرئیۃ فتطھر باللحس ثلاث مرات کماذکرہ المصنف فی ھذہ المسألۃ اوحتی یغلب علی الظن زوالھا وسیصرح المصنف ان الفتوی علیہ [2]۔	منیہ اور حلیہ میں ہے ماتن نے فرمایا "اور اسی طرح چاٹنے کے ساتھ (پاک ہوجاتا ہے) جب کسی آدمی کے ہاتھ کو شراب لگ گئی پس اس نے اپنے لعاب کے ساتھ تین بار چاٹا تو پاک ہوجائیگا جیسے اس کا منہ تھوک کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے اس پر شارح نے فرمایا فتاوٰی خانیہ میں ہے جب کسی نے منہ بھر کر قے کی تو چاہے کہ اپنا مُنہ دھولے اگر اس نے وضو کیا لیکن کُلی نہیں کی یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اس کی نماز جائز ہوجائیگی کیونکہ وہ امام اعظم اور امام ابویوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھوک سے پاک ہوجاتا ہے۔اس طرح جب شراب پی پھر کچھ دیر بعد نماز پڑھی یوں ہی جب اس کے بعض اعضا پر نجاست لگی اور اس نے اس کو اپنی زبان سے پاک کردیا یہاں تک کہ اس کا اثر چلاگیا اسی طرح جب چھُری ناپاک ہوگئی پھر اس نے اسے زبان سے چاٹا یا تھوک سے صاف کیا یوں ہی جب بچّہ نے ماں کے پستان پر قے کی پھر کئی بار پستان کو چُوسا تو وہ پاک ہوجائے گا انتہی۔ دوسری کتب میں بھی اسی طرح ہے۔ قواعدِ مذہبیہ اس مقام پر جس کلام کے تحریر کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب کسی عضو پر نجاستِ حقیقی لگ جائے تو اگر وہ دکھائی دینے والی ہے اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کو چاٹ لیا یہاں تک کہ اصل نجاست اور اس کا اثر زائل ہوگیا۔ اگر اس کو دُور کرنے میں مشقّت نہ ہو تو پاک ہوجائے گا، اور

[1] منیۃ المصلی فصل فی الاسآر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴۷

[2] حلیہ

	اگر وہ نجاست دکھائی نہیں دیتی تو تین بار چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے جیسا کہ مصنّف نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یا کہ اس وقت جبکہ اس کے زوال کا غالب گمان ہوجائے۔ عنقریب مصنّف اس کی تصریح کریں گے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔(ت)

٦ پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہوگیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی وفتاوٰی ذخیرہ وتتمۃ الفتاوٰی ظہیریہ وحلیہ وغیرہا میں اُس کی تصریح ہے۔

فی الحلیة بعدما تقدم اٰنفا اعلم بانهم صرحوا کما فی الخلاصة وکما یشیر الیه مانقلنا اٰنفا من الخانیة بان الحکم بالطهارة فی هذه الفروع تفریع علی ان الطهارة للبدن من النجاسة الحقیقیة یکون بغیر الماء من المائعات الطاهرات وقدعرفت انه قول ابی حنیفة وابی یوسف علی اختلاف عن ابی یوسف فی ذلك غیران فی محیط الشیخ رضی الدین ولومسح موضع المحجمة بثلاث خرقات رطبات لطائف اجزأه من الغسل لانه عمل عمل الغسل وقال ابویوسف لایجزئه حتی یغسله انتهی وعن الاول فی الذخیرة وتتمة الفتاوی الصغری الی ان الحاکم قال انه روی عن ابی حفص عن محمد بن الحسن رحمه الله تعالٰی ومشی علی الثانی قاضی خان بعد ان حکاه عن الفقیه ابی جعفر حیث قال اذاکان علی بدنه نجاسة فمسحها بخرقة مبلولة ثلاث مرات حکی عن الفقیه ابی جعفر انه قال یطهر اذاکان الماء متقاطرا علی بدنه ثم قال بعد ذلك ولومسح موضع الجمامة بثلاثة خرق مبلولة قدمر قبل هذا	حلیہ میں اس کے بعد جو ابھی گزرا ہے" جان لو کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جیسا کہ اس کی طرف وہ بات اشارہ کرتی ہے جسے ہم نے ابھی خانیہ سے نقل کیا ہے کہ ان فروع میں طہارت کا حکم، اس بات پر تفریع ہے کہ نجاست حقیقیہ سے بدن کی طہارت پانی کے علاوہ دیگر پاک بہنے والی چیزوں سے ہوجاتی ہے اور تم معلوم کرچکے ہو کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول ہے لیکن امام ابویوسف رحمہ اللہ کا کچھ اختلاف بھی ہے۔ شیخ رضی الدین کی محیط میں ہے اگر حجامت کی جگہ کو کپڑے کے تین باریک تر ٹکڑوں سے صاف کیا تو دھونے کے قائم مقام ہے کیونکہ اس نے غسل کا عمل کیا امام ابویوسف فرماتے ہیں دھونے کے بغیر کفایت نہ ہوگی (انتہی) اور پہلے کے بارے میں ذخیرہ اور فتاوٰی صغرٰی کے تتمہ میں ہے، یہاں تک کہ حاکم نے کہا یہ ابوحفص سے اور وہ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے کو قاضی خان نے فقیہ ابوجعفر سے حکایت کرنے کے بعد اختیار کیا جب کہا "اگر اس کے بدن پر نجاست ہو پس وہ اسے کپڑے کے تر ٹکڑے کے ساتھ تین بار صاف کرے تو فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ پاک ہوجائیگا بشرطیکہ اس کے بدن پر پانی کے قطرے گریں اس کے بعد فرمایا اگر تین تر ٹکڑوں کو حجامت کی جگہ پھیرا تو پہلے گزر چکا کہ یہ

انه یجوز اذاکان متقاطرا والولوالجی حیث قال ولواصاب بعض اعضائه نجاسة قبل یدہ ثلثا ومسحها علی ذلك الموضع ان کانت البلة من یدہ متقاطرة جاز والا فلا لانه یکون غسلا انتهی فقیاس هذا انه لایجوز عند ابی یوسف ازالة النجاسة المذکورة فی الفروع الماضیة بالبزاق حتی یکون متقاطرا بحیث تسمی الازالة غسلا واللّٰه تعالٰی سبحٰنه اعلم[1] اھ ماافاد واجاد علیه رحمة الملك الجواد وفی ردالمحتار بقی مایطهر بالمسح موضع الحجامة ففی الظهیریة اذامسحها بثلاث خرق رطبات لطاف اجزأہ عن الغسل واقرہ فی الفتح وقاس علیه ماحول محل الفصد اذاتلطخ ویخاف من الاسالة السریان الی الثقب قال فی البحر وهو یقتضی تقیید مسئلة المحاجم بمااذا خاف من الاسالة ضررا والمنقول مطلق اھ اقول وقدنقل فی القنیة عن نجم الائمة الاکتفاء فیها بالمسح مرة واحدة اذازال بها الدم لکن فی الخانیة لومسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة یجوز ان کان الماء متقاطرا اھ والظاهر ان هذا مبنی علی قول ابی یوسف فی المسئلة بلزوم الغسل کمانقله عنه فی	جائز ہے جبکہ قطرے گریں اور ولوالجی سے نقل کیا انہوں نے فرمایا اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے پھر وہ اپنے ہاتھ کو تین بار تر کرکے اس جگہ پر ملے تو اگر اس کے ہاتھ کی رطوبت متقاطر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ یہ دھونا ہوجائے گا (انتہی) اس کا قیاس یہ ہے کہ گزشتہ فروع میں جس نجاست کا ذکر کیا گیا ہے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو لعاب سے دور کرنا اس وقت جائز ہے جب لعاب قطروں کی طرح گرے کیونکہ اس ازالے کو دھونا قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (انتہی) ان پر سخی بادشاہ کی رحمت ہو۔ انہوں نے کیا ہی اچھا فائدہ پہنچایا۔ ردالمحتار میں ہے کہ جو چیزیں پونچھنے سے صاف ہوجاتی ہیں ان میں سے حجامت کی جگہ باقی رہ گئی۔ ظہیریہ میں ہے جب تین تر اور نرم ٹکڑوں سے پُونچھا تو دھونے کے قائم مقام ہوگا۔ فتح القدیر میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے پچھنا کی جگہ کے ارد گرد کو بھی اس پر قیاس کیا ہے جب وہ وہ آلودہ ہوجائے اور پانی بہانے سے سوراخ میں جانے کا ڈر ہو۔ بحر میں فرمایا اس کا تقاضا یہ ہے کہ حجامت کی جگہوں کے مسئلے کو اس بات سے مقید کیا جائے کہ جب پانی بہانے سے ضرر کا خوف ہے، اور جو کچھ منقول ہے وہ مطلق ہے (انتہی) قنیہ میں نجم الائمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ پونچھنے پر اکتفا اس وقت ہوگا جب اس سے خون نکلنا بند ہوجائے۔ لیکن خانیہ میں ہے کہ حجامت کی جگہ کو تین تر ٹکڑوں کے ساتھ پونچھا تو جائز ہے

[1] حلیہ

الحلیة عن المحیط[1] الخ۔	شرطیکہ پانی کے قطرے گریں (انتہی) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے اس قول پر مبنی ہے کہ دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ سے حلیہ میں محیط کے حوالے سے نقل کیا۔(ت)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہٰذا لعابِ دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوالِ نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔

وعلیه تبتنی المسائل المذکورة وعلیه مشی الذخیرة والتتمة والظهیریة والمحیط الرضوی وغیرها۔	اور مسائل مذکورہ اسی پر مبنی ہیں اور ذخیرۃ، تتمہ، ظہیریۃ اور محیط رضوی وغیرہ میں یہی راہ اختیار کی ہے۔(ت)

مگر امام ابویوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں۔

وهو الذی مشی علیه فی الخانیة والولوالجیة واختاره الفقیه ابوجعفر والیه یمیل کلام الفتح ویرد علیه وفاقه الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا یسمی مروره سیلانا کما تقدم عن الحلیة۔	خانیہ اور ولوالجیۃ نے یہی راستہ اختیار کیا۔ فقیہ ابوجعفر نے اسے پسند کیا۔ فتح القدیر کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے لیکن تھوک کے مسائل میں ان کا امام اعظم رحمہ اللہ سے موافق ہونے پر اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے تھوک کے زیادہ ہونے پر محمول کیا جائے جس کے گزرنے کو جاری ہونا کہا جاسکے جیسا کہ حلیہ سے گزرا۔(ت)
اقول: وقد لا یساعده التعبیر باللحس والاطلاقات او یقال ان امرار الریق باللسان بمنزلة الصب کما ابداه عذرا عنه فی الغنیة۔	**اقول:** چاٹنے یا مطلق تھوک کی صورت میں یہ تعبیر اس کی موافقت نہیں کرتی یا کہا جائے کہ لعاب کو زبان کے ساتھ گزارنا بہانے کی طرح ہے جیسا کہ غنیہ میں ان سے عذر پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے۔(ت)
اقول: وفیه نظر ظاهر فالظاهر ان وفاقه ههنا لاجل الضرورة کما مشی علیه فی الغنیة اولاً واللّٰه تعالٰی اعلم۔	**اقول:** یہ بھی واضح طور پر قابلِ اعتراض ہے ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہاں (امام صاحب کی) موافقت کرنا ضرورت کے تحت ہے جیسا کہ غنیہ کے شروع میں انہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

توحاصلِ امامِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاستِ حقیقیہ پانی لعاب دہن خواہ کسی

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۷

مائع طاہر سے ہو دھو کر خواہ پُونچھ کر کہ اکثر نہ رہے مطلقاً کافی وموجبِ طہارت ہے پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورت سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پُونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصولِ تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے۔

هذا هو التحرير البالغ بتوفيق الله تعالٰى وبه تبين ان تقييد الفتح مسألة الفصد بخوف الضرر ميل منه الى مذهب الثانى اوارشاد الى الاحوط والا فعلى مذهب صاحب المذهب لاحاجة اليه ولذا قال فى البحر ان المنقول مطلق وبه تبين تخصيص العلامة الشامى تطهير المسح بموضع الحجامة جمود على تصوير وقع فى مسألة والا فهو لايوافق شيأً من المذاهب لاسيما مذهب صاحب المذهب كما علمت وقداسمعناك من النصوص مافيه غنية ولله الحمد والله تعالٰى اعلم۔	اللہ تعالٰی کی توفیق سے یہی تحریر (مقصد تک) پہنچنے والی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ پچھنے لگوانے کے مسئلے میں فتح القدیر کا خوفِ ضرر کی قید لگانا ان کا دوسرے مذہب کی طرف میلان ہے یا زیادہ محتاط کی طرف رہنمائی کرنا ہے ورنہ صاحبِ مذہب کے مذہب پر اس کی حمایت نہیں اسی لئے بحر الرائق میں فرمایا کہ منقول مطلق ہے اور اسی سے واضح ہُوا کہ علامہ شامی کا مسح کے ساتھ پاک کرنے کو حجامت کی جگہ سے خاص کرنا صرف اسی صورت سے متعلق ہے جو اس مسئلے میں واقع ہوئی ورنہ وہ کسی مذہب بالخصوص صاحبِ مذہب کے مذہب کے موافق نہیں جیسا کہ تم نے جان لیا اور ہم نے تمہیں بے پروا کردینے والی نصوص سنادیں، وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹: غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضورِ اقدس! پرسوں کوّے کی بیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اُسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعد کو وضو کیلئے جو پانی لینے کو جانا ہوا تو مٹکے میں بیٹ پڑی دیکھی پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پُونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اُسی حالت میں صدری رُوئی کی پہن لی اور بٹن بھی لگا لیے اب یہ نہیں معلوم کہ پوروں سے صدری بھیگی یا نہیں بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کرسکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں

بلکہ سرے سے وہ پانی ہی جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اس کے بعد بیٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از گلگٹ مرسلہ سردار امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈّی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈّی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے بینوا توجروا۔

الجواب:

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سوئر کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں، ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔

لمحل خلاف محمد فانه قائل بنجاسة عينه[1] كالخنزير كما في الفتح القدير وردالمحتار وغيرهما ورعاية الخلاف مستحبة بالاجماع۔	کیونکہ اس جگہ امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے۔ آپ خنزیر کی طرح اس کے بھی نجس عین ہونے کے قائل ہیں جیسے فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے اور اختلاف کی رعایت کرنا بالاجماع مستحب ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

شعر الميتة غير الخنزير وعظمها طاهر[2] اه ملخصًا۔ والله تعالٰى اعلم۔	خنزیر کے علاوہ مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں انتہی تلخیص۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۱: ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آداب غلامانہ بجالا کر ملتمس ہوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ زیادہ حد ادب، کمترین احمد حسین عرف منجھلا عفی عنہ۔

الجواب:

گرامی برادر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر گوبر بالکل دُھل گیا اس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۷

[2] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۹

مضائقہ نہیں مگر غالبًا اول ہی بارش میں اس کی امید کم ہے۔اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکتے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بُو تھی تو بے شک ناپاک ہے اور اگر رنگ وبُو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اُس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے والسلام والمسئلة فی الهندیة وغیرها واللّٰه تعالٰی اعلم (یہ مسئلہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے۔اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

رسالہ

الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر ۱۳۰۳ھ

(یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کیلئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

از نوابِ گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ الجلیل پنجابی ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سُنا گیا کہ اُس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سُنا جاتا ہے شرعًا کیا حکم رکھتی ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولی وشکر * لمن حمد العلی الاکبر *	جس نے بلند و بالا ذات کی تعریف کی، مولا تعالٰی نے اسے

شکرک ربنا الذ واحلی* من کل ما یلذ ویستحلی* والصلاۃ والسلام* علی سیدالانام* اعظم یعسوب لنحل الاسلام* عذاب الریق حلو الکلام* منبع شھد یزیل السقام* واٰلہ وصحبہ العظام الفخام* ما اشتفی بالعسل مریض سقیم* واحب الحلو مسلم سلیم* اٰمین*	سنا اور جزا عطا فرمائی۔اے ہمارے رب! ہر اس چیز پر تیرا شکر نہایت لذیذ وشیریں ہے جس سے لذت اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہے اور درود وسلام مخلوق کے سردار پر جو اسلام کے درخت خرما کیلئے شہد کی مکھّی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں جن کا لعاب میٹھا اور کلام شیریں ہے شہد کا منبع ہیں، جو بیماریوں کو دُور کردیتا ہے، اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل واصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفاء اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے، آمین۔(ت)

امابعد اس مسئلہ سے سوال متکرر آیا اور آرائے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہوا جس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم امور لہٰذا مناسب کہ بحول الواہب اس تازہ فرع کی تحقیق وتنقیح اور حکم شرع کی توضیح وتصریح اس نہج نجیح وطرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلہ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح وآشکار ہو جائے افقر الفقرا عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الخفی الحنفی الوفی وغفرلہ وللمومنین واحسن الیہ والیھم اجمعین (نہایت طاقت والا مولا اسے اپنی کامل اور غیبی مہربانی سے نوازے، اسے اور تمام مومنوں کو بخشش دے اس سے اور تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے۔ت) اس بارہ میں یہ مختصر فتوی لکھتا اور الاحلی عــہ من السکر لطلبۃ سکر روسر (شکر روسر کے طالب کیلئے یہ رسالہ

عــہ: من لطائف ھذا الاسم مطابقتہ للسمی من جھۃ ان الرسالۃ کما حکمت علی ھذا السکر بحکمین الحل فی صورۃ والحرمۃ فی اخری کذلك لھذا الاسم وجھان الی کلا الحکمین فالمعنی علی الحل انھا احلی لھم من السکر لتسویغھا لھم ما تشتھیہ انفسھم مع ازالۃ الوساوس ودفع الطعن وعلی الحرمۃ انھا وان نھتھم عن سکر فلم تحرمھم الحلاوۃ فان تحقیق حکم الشرع لذۃ القلب وتناول المشتھیات لذۃ النفس والاولی اھم واعلی فھذہ الرسالۃ احلی لھم من السکر الذی حرم علیھم ۱۲ منہ۔(م)	اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اسم با مسمّٰی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام دو حکم بیان کئے ہیں اسی طرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے۔حلت کے لحاظ سے عوام کیلئے یہ شکر سے زیادہ میٹھا ہے کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کرکے عوام کیلئے شکر کو مرغوب بنادیا ہے، اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کردیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذّت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذّتِ نفس حاصل ہوتی ہے۔پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلیٰ ہے اس لئے شکر کو حرام کرنے والا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے ۱۲ منہ (ت)

شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔ت) اس کا تاریخی نام رکھتا ہے وباللّٰہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک پہنچانا ہے۔ت) پیش از جواب چند مقدمے موضع صواب واسائل جالرشاد من الملک الجواد (فیاض بادشاہ سے رہنمائی کا سوال کرتا ہوں۔ت)

مقدمہ اولٰی:

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کی بھی مطلقًا پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی ۱۲) نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزو بدن ایسا ناپاک کہ اصلًا صلاحیتِ طہارت نہیں رکھتا، اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلًا جو جانور خون سائل نہیں رکھتے اُن کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے تو اس کی آمیزش سے استخواں کیونکر ناپاک ہوسکتے ہیں۔

فی تنویر الابصار والدرالمختار وردالمحتار شعر المیتة غیر الخنزیر وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها الخالیة عن الدسومة [1] (قید للجمیع کما فی القهستانی فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذا کان فیه دسومة [2]) ودم سمك طاهر [3] انتهت ملخصة۔	تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے "خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈّی، پٹھے، کُھر اور سینگ جو چربی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے ساتھ ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔پس اکھاڑے ہُوئے بال اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خُون پاک ہے، انتہت تلخیص (ت)

مگر حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی عـــہ مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزائیہ حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارتِ مستلزم وحلت نہیں جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیر ذلک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام۔

عـــہ: یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ ان کا استثنا معلوم ومعروف ۱۲منہ (م)

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۸/۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۸/۱

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۸/۱

فی الحاشیۃ الشامیۃ اذاکان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکلہ وھو الصحیح لقولہ تعالٰی حرمت علیکم المیتۃ وھذا جزء منھا وقال عــہ۱ علیہ الصلاۃ والسلام انما یحرم من المیتۃ اکلھا امااذاکان جلد مالایوکل فانہ لایجوز اکلہ اجماعا بحرعن السراج [1] اھ ملخصا۔وفی الغنیۃ شرح المنیۃ عن القنیۃ حیوان البحرطاھر وان لم یؤکل حتی خنزالبحر ولوکان میتتۃ [2] اھ۔ وفیھا تحت قولہ والمسك طاھر حلال زاد قولہ حلال لانہ لایلزم من الطھارۃ الحل کما فی التراب منح [3] اھ۔	حاشیہ شامیہ میں ہے جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور یہ اس کا جز ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے"۔اور اگر ایسے جانور کا چمڑا ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالاجماع اس کا کھانا جائز نہیں۔البحرالرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی) تلخیص۔اور اسی میں ہے" مشک (کستوری) پاک حلال ہے"کے تحت ہے حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مٹی میں ہے (منح) اھ۔اور غنیہ شرح منیہ میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو۔یہاں تک کہ دریائی خنزیر بھی،اگرچہ مردار ہو۔اھ (ت)

مقدمہ ثانیہ:

شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلّت عــہ۲ اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن کہ

عــہ : **اقول:** اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربۃ کلھم عن ابن عباس وابن ماجۃ عن ام المومنین میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲منہ (م) عــہ۲: یعنی سوا بعض اشیاء کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ۱۲منہ (ت)	**اقول:** اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی سب نے متقارب الفاظ سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۶

[2] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[3] غنیۃ المستملی قبیل ستر العورۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۸

طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقین ہی سے متصور نرا ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہتے ہیں تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا وہ صدہا وساوس ہائلہ وفتنہ پردازی اوہام باطلہ ودست اندازی ظنون عاطلہ سے امان میں رہا۔ حدیث صحیح میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث [1] رواہ الائمة مالك والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور یہ نفیس ضابطہ نہ صرف اسی قسم کے مسائل میں بلکہ ہزارہا جگہ کام دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع وانکار کرتے اور اُسے حرام یامکروہ یا ناجائز کہتے سنو جان لو کہ بار ثبوت اُس کے ذمّہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اُس کا دعوٰی اُسی پر مردود اور جائز ومباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک باصل موجود، علماء فرماتے ہیں یہ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیّہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علما وائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کو اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

فی الطریقة المحمدیة وشرحها الحدیقة الندیة للعلامة عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطهارة لقوله سبحٰنه وتعالٰی هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا والیقین لایزول الشك والظن بل یزول بیقین مثله وهذا اصل مقرر فی الشرع منصوص علیه فی الاحادیث مصرح به فی کتب الفقهاء من الحنفیة والشافعیة وغیرهم ولم ارفیه مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شك اوظن فی طهارة ماء اوطعام	علّامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا فرمایا، اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا لہٰذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں

[1] بخاری شریف باب ماینہی عن القاسد والتدابر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۶/۲

وغیر ذلك مما لیس بنجس العین فذلك الشیئ طاھر فی حق الوضوء وحل الاکل وسائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاسته الخ اھ ملتقطا [1]۔ وفی الاشباہ والنظائر شك فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ [2] الخ وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لامع الشك والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل [3] الخ وفی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لا یزول بالشك قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقہ والمسائل المخرجۃ علیھا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقہ [4] واکثر۔	جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو تو بھی پاک ہے الخ اھ ملتقطا۔(ت) اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجود نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے الخ اور حدیقہ میں ہے حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلّت ہے الخ علّامہ سید حموی کی غمز العیون میں ایک قاعدے "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا" کے تحت ہے کہا گیا ہے کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں۔(ت)

مقدمہ ثالثہ:

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعتِ مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبین سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات	احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لئے

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہا فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱/۲۔۱۰۷

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۸۷/۱

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱/۲۔۱۰۷

[4] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۸۵/۱

الحرمة اوالکراھة اللذین لابدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مع انه ھوالمشرع فی تحریم الخمر امّ الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی [1] وآثرہ ابن عابدین فی الاشربة مقررا۔	دلیل کی ضرورت ہے، کو ثابت کرنے کے ذریعے اللہ تعالٰی پر افترا باندھا جائے بلکہ اباحت کے قول میں احتیاط ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود، تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی اھ ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔(ت)

مقدمہ رابعہ:

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو بہزار ''''تفاوتِ اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کر سُنا ہے نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہُوا تو یہ کہ فلاں کافرمایا فاسق منتہائے اسناد تھا پھر معلوم ومشاہد کہ جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں زید سے ایک واقعہ سُنیے کہ مجھ سے عمرو نے کہا تھا عمرو سے پُوچھیے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا۔ بکر سے دریافت ہوا تو اور تفاوت نکلا۔ علی ھذا القیاس۔ الخ

وماھذا الالما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من فشوِ الکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الابعد الاخر وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایأتی علیکم زمان الّا الذی بعدہ شرمنه حتی تلقوا ربکم [2] اخرجه احمد ومحمد بن اسمعیل والترمذی والنسائی	اور یہ بات حضور علیہ السلام کی اس خبر کی بنیاد پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو"۔ اسے امام احمد،

[1] ردالمحتار کتاب الاشربة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶

[2] بخاری شریف باب لایأتی زمانٌ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۴۷

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : امس خیر من الیوم خیر من غدو کذلك حتی تقوم الساعۃ[1]۔	محمد بن اسمٰعیل (بخاری)، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: "کل گُزرا ہوا آج سے بہتر تھا اور آج کا دن آنے والے کل سے بہتر ہے، تاقیامت اسی طرح ہوگا"۔(ت)

حدیث موقوف میں ہے شیطان آدمی کی شکل بن کر لوگوں میں جھُوٹی بات مشہور کردیتا ہے سُننے والا اوروں سے بیان کرتا اور کہتا ہے مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا جس کی صورت پہچانتا ہوں نام نہیں جانتا۔

مسلم فی مقدمۃ الصحیح عن عامر بن عبدۃ قال قال عبداللہ ان الشیٰطین لیتمثّل فی صورۃ الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولاادری مااسمہ یحدث[2]۔	امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جناب عامر بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان آدمی کی شکل میں ایک قوم کے پاس آتا ہے اور ان سے جھُوٹی بات بیان کرتا ہے پھر وہ منتشر ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے میں نے ایک آدمی کو بیان کرتے ہوئے سُنا میں اس کو چہرے سے پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔(ت)

علماء فرماتے ہیں افواہی خبر اگرچہ تمام شہر بیان کرے سننے کے قابل نہیں نہ کہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔

الفاضل المصطفی الرحمتی فی صوم حاشیۃ الدر المختار لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کماقد تشیع اخبار یتحدث بھاسائر اھل البلدۃ ولایعلم من اشاعھا کماورد عــہ ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطٰن بین الجماعۃ فیتکلم	دُرمختار کے حاشیہ (ردالمحتار) میں (استفاضہ کے معنی کے بارے میں) فاضل مصطفٰی رحمتی کا قول منقول ہے کہ محض خبر پھیلنا کہ شائع کرنے والے کا علم نہ ہو (استفاضہ نہیں ہے) جیسے بعض بے بنیاد خبریں لوگوں کی زبان پر عام ہوجاتی ہیں لیکن شائع کرنے والے کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف

عــہ: قدمناتخریجہ آنفا منہ (م)	(ہماری طرف سے ابھی اس کی تخریج گزر چکی ہے۔(ت)

[1] مجمع الزوائد باب فیمامضی من الزمان الخ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲۸۶/۷

[2] مقدمۃ الصحیح لمسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۱

بالکلمۃ فیتحدثون بہا ویقولون لاندری من قالہا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم [1] اھ ملخصا۔	میں وارد ہے کہ آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کرینگے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سُننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ ملخصا (ت)

سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت وھوکلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع [2] اھ۔	میں کہتا ہوں یہ اچھّا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ "جب اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہوجائے کیونکہ مجرد شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ت)

مقدمہ خامسہ:

حلت حرمت طہارت نجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض عـــہ نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ﴿۱۴۱﴾ [3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہر گز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر۔

قال اللہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ (ت)

عـــہ: یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلًا کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اُس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اُس کا ماخوذ اور لحم حرام وکم من شیئ یثبت ضمنًا ولایثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمنًا ثابت ہوتی ہیں اور قصدًا ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

[1] ردالمحتار کتاب الصوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲
[2] القرآن ۴/ ۱۴۱
[3] القرآن ۴۹/ ۶

دُر مختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فتیمم ولایتوضأ ان اخبربها مسلم عدل منزجرعما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا [1]۔	دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو، خبر دے تو تیمم کرے، وضو نہ کرے۔اور فاسق ومستور الحال کی خبر کے بارے میں غور وفکر کرے انتہی تلخیص۔
وفی العالمگیریة عن الکافی لایقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاهر الروایات وهو الصحیح [2] اھ۔	اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے اھ۔
وفی ردالمحتار عن الهدایة الفاسق متهم والکافر لایلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم [3] اھ۔	اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔اھ (ت)

ہاں فاسق ومستور میں اتنا ہے کہ اُن کی خبر سُن کر تحری واجب اگر دل پر اُن کا صدق جمے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اُس سے وضو کرلے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اُس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اُس کی یہ بات دل پر کچھ عـہ جمتی ہوئی ہو کہ جو خُدا کو جھٹلاتا ہے اُس سے بڑھ کر جھُوٹا کون پھر ایسے کی بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر وہ بھی وہاں جب کچھ حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اهل الذمة لایقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال	فتاوائے امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمّی (کافر) ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس

عـہ: کچھ اس لئے کہ مجرد خبر کافر کا بے ملاحظہ امور دیگر جو اس کے مؤیدات وقرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک جمنا کالمحال ہے ۱۲منہ (م)

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۳

فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولوتوضأ وصلی جازت صلاتہ [1] اھ وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ رجل اشتری لحما فلما قبضہ فاخبرہ مسلم ثقۃ انہ قدخالطہ لحم الخنزیر لم یسعہ ان یاکلہ [2] اھ۔	بات میں سچّا ہے توکتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کرکے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت) اور فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں اھ (ت)
قلت ومفھوم المخالفۃ معتبر فی الکتب کماصرح بہ الائمۃ والعلماء **وفی** ردالمحتار عن الذخیرۃ انہ فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب [3] اھ۔ **وفی** شرح التنویر عن شرح النقایۃ والخلاصۃ والخانیۃ اما الکافر اذاغلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب [4] اھ	**میں کہتا ہوں** کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلما نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ وبچار ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے اھ (ت) اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھُوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہادینا زیادہ پسندیدہ ہے اھ (ت)

مقدمہ سادسہ:

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یااُس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقًا ناپاک یاحرام وممنوع قرار پائیں کہ اس سے اگریقین ہُوا تواُن کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر نفس شے میں سواظنون وخیالات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرماچکی کماذکرنا فی المقدمۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم نے

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمایقبل قول الواحد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۷/۴۸۷
[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۹
[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۴
[4] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۳

دوسرے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ت) اور توضیح المرام مسائل مسائل شرح سے اس کے چند نظائر بھی معرض بیان میں آنا مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس واللہ تعالٰی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار فجار جہاں گنوار نادان بچّے بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر اُن کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التتارخانیة ثم ردالمحتار من شك فی انائه اوثوبه اوبدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار[1] اھ۔	تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں، تو جب تک (نجاست لگنے کا) یقین نہ ہو وہ پاک ہے اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن میں سے چھوٹے اور بڑے، مسلمان اور کفار (سب) پیتے ہیں (پاک ہیں) اھ
اقول: وھذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا ھذا لایعیبه عائب ولاینکرہ منکر فکان اجماعًا۔	**اقول:** یہ بات پہلے دَور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا اور نہ کوئی منکر اس کا انکار کرتا ہے پس اجماع ہوا۔ (ت)

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنوں و خیالات ہیں اُن جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرے پھر علما فرماتے ہیں جُوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبًا للقلب (دل کی تسلّی کے لئے) دس بیس ۲۰ عــہ ڈول تجویز کیے گئے۔

فی الطریقة والحدیقة عن التاترخانیة سئل الامام الخجندی عن رکیة وھی البئر وجدفیها	طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پُوچھا گیا اور یہ ایک

عــہ: الاول مصرح به بعض الکتب والثانی لضابطة وضعها محمد نظرا الی ان العشرین اقل ماورد کمافی الخانیة وھذا ھو الاولی بالاخذ واللہ اعلم ۱۲ منه (م)	پہلے کی تصریح بعض کتب میں موجود ہے اور دوسرا اس ضابطہ کی بناء پر جسے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے وضع کیا ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ احادیث میں وارد شدہ اقوال میں تعداد کے اعتبار سے سب سے کم بیس ۲۰ کا قول ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا اولٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لا [1] اھ ملخصاً۔	کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جُوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے اسے معلوم نہیں کہ اس میں کب گرااور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں اھ تلخیص۔
اقول: بل قدصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم واصحابه الصلاة فی النعال التی کانوا یمشون بھا فی الطرقات [2]۔کمافی حدیث خلع النعال عند احمد وابی داود جمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه واخرج الائمة احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسًا اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یصلی فی نعلیه [3] قال نعم۔واخرج ابوداود والحاکم وابن حبان والبھیقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحته عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعًا وھذا حدیث الاول خالفوا الیھود (وفی روایة والنصارٰی) فانھم لایصلون فی نعالھم ولاخفافھم [4] وقد کثرت الاحادیث القولیة والفعلیة فی ھذا المعنی مرفوعات وموقوفات۔	**اقول:** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جُوتا اتارنے والی حدیث میں ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔اور امام احمد، بخاری ومسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پُوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس سے اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصارٰی کی بھی) کیونکہ وہ اپنے جُوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔(ت)

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل اباد ۲ /۶۷۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳ /۹۲

[3] صحیح البخاری باب الصلٰوۃ فی النعال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۵۶

[4] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ فی النعال مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۹۵

قلت وقد افرزت فی هذه المسئلة وتحقیق الحکم فیها کراسة لطیفة تحتوی بعون الملك القوی علی فرائد نظیفة وفوائد شریفة سمیتها جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال حاصل ماحققت فیها ان الصلاۃ فی الحذاء الجدید والنظیف المصون عن مواضع الدفق ومواقع الریبة تجوز بلاکراهة ولابأس وکذا النعل الهندیة اذا لم تکن صلبة ضیقة تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیها بل قد یقال باستحبابه واما غیر ذلك فیمنع منه ومن المشی بها فی المساجد وان کانت رخصة فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔	**میں کہتا ہوں** میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک عمدہ کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے میں نے اس کا نام جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال (جُوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی واقفیت کا عمدہ اجمالی بیان۔ت) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ کے مقامات سے محفوظ ہو، بلاکراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہندوستانی جُوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو، بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جُوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مساجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلافِ زمانہ سے بدل جاتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) غور کرو کیا کچھ گمان ہیں بچّوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی پھر فقہا حکم دیتے ہیں جس پانی میں بچّہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست تحقیق نہ ہو۔

فی المتن والشرح المذکورین کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه لان الصبیان لایتوقون النجاسة لکن لایحکم بهابالشك والظن حتی لوظهرت عین النجاسة اواثرها حکم بالنجاسة [1] اھ ملخصا۔	مذکور متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے "اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچّے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچّے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے لیکن شک اور گمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائے گا البتہ عینِ نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہو جائے تو نجاست کا حکم دیا جائے گا اھ ملخصا (ت)

(۴) لحاظ کرو کس درجہ مجال وسیع ہے روغن کتان میں جس سے صابون بنتا ہے اس کی کلیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور چوہا

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النور الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱/۲۷

اُس کی بُو پر دوڑتا اور جیسے بن پڑے پیتا اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر ائمہ ارشاد کرتے ہیں ہم اس بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہیں کیا معلوم کہ خواہی نخواہی ایسا ہُوا ہی۔

فیھما عن التاتارخانیة عن المحیط البرھانی قدوقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یؤخذ من دھن الکتان ودھن الکتان نجس لانه اوعیته تکون مفتوحة الرأس عادة والفأرة تقصد شربھا وتقع فیھا غالبا ولکنا محشر الحنفیة لانفتی بنجاسة الصابون لانالانفتی بنجاسة الدھن لان وقوع الفأرة مظنون ولانجاسة بالظن [1] اھ ملخصا۔	ان دونوں (طریقہ وحدیقہ) میں بحوالہ تتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کھُلے منہ ہوتے ہیں اور چُوہے اس کو پینا چاہتے ہیں اور اکثر اس میں گر پڑتے ہیں لیکن ہم گروہِ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتوی نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتوی نہیں ہے اس لئے کہ چُوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی اھ تلخیص (ت)

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار وہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طھور ومطہر بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے کہ جب طہارت ونظافت میں اہتمام تمام منظور رکھتے ہیں تو ان سے زائد یہ فضیلت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے پھر علما اُن چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں۔

فی ردالمختار عن التترخانیة طاھر ما یتخذہ اھل الشرك او الجھلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب [2] اھ ملخصا۔	ردالمحتار میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں اھ ملخصا (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رافت ورحمت وتواضع ولینت وتالیف واستمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الامام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ان	امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی من الصنفین فیماورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱۱

یهودیا دعا النبی صلی الله تعالٰی علیه وآله وسلم الی خبز شعیر و اهالة سخنة فاجابه [1]۔	کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔(ت)

(٦) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن کون نہیں جانتا جیسے ہوتے ہیں وہ انہی ظروف میں شرابیں پیَیں سَور چکھیں جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں، پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

فی الحدیقة اوعیة الیهود والنصاری والمجوس لا تخلوعن نجاسة لکن لایحکم بها بالاحتمال والشك [2] اھ ملخصا۔	حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بنا پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا اھ تلخیص (ت)

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام حضور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے۔

احمد فی المسند و ابوداود فی السنن عن جابر رضی الله تعالٰی عنه قال کنا نغزو مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فنصیب من آنیة المشرکین واسقیتهم ونستمتع بها فلا یعیب ذلك علینا [3]، قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالاٰنیة والاسقیة من غیر غسلها فلایعیب علینا فضلا عن نهیه وهو دلیل الطهارة وجواز الاستعمال [4] اھ ملخصا۔ **اقول:** بل قدصح عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم التوضؤ من مزادة مشرکة	امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداؤد نے سُنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام اس بات کو ہمارے لئے معیوب نہ جانتے۔ محقق نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں اور مشکیزوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لئے معیوب نہ سمجھتے، روکنا تو الگ بات ہے۔یہ طہارت اور جوازِ استعمال کی دلیل ہے اھ تلخیص۔(ت) **میں کہتا ہوں،** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار المعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲۷۰/۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۱/۲ء

[3] سنن ابی داؤد باب فی استعمال آنیۃ اھل الکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱۸۰/۲

[4] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۲/۲ء

وعن امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنه من جرة نصرانیة مع علمه بان النصارٰی لایتوقون الانجاس بل لانجس عندهم الادم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج. الشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی الله تعالٰی عنه وعن جمیع الصحابة ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واصحابه توضؤا من مزادة امرأة مشرکة [1]. الشافعی وعبدالرزاق وغیرهما عن سفٰین بن عیینة عن زید بن اسلم عن ابیه ان عمر رضی الله تعالٰی عنه توضأ من ماء فی جرة النصرانیة [2]۔ **قلت** وقد علقه عـــه خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیة [3] اھ فی الطریقة وشرحها وقال الامام الغزالی فی الاحیاء	اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خونِ حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔امام بخاری ومسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمر ابن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عُیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔(ت) **میں کہتا ہوں،** امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے

عـــه: **اقول:** واذ قد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیه کما وقع عن الشاہ ولی الله الدهلوی فی ازالة الخفاء فیه خفاء کمالایخفی ۱۲ منه (م)	**اقول:** جب یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاری نے اسے معضلاً ذکر کیا تو مطلقاً تعلیق کی طرف منسوب کرنے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ازالۃ الخفاء میں واقع ہوا ہے) میں خفاء (غلطی) ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلام اسٹیم پریس لاہور ۳۰۹/۲

[2] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلام اسٹیم پریس لاہور ۳۳۴/۲

[3] صحیح البخاری باب وضوء الرجل مع امرائتہ وفضل وضوء المراۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲/۱

سیرۃ الاولین استغراق جمیع لاھم فی تطھیر القلوب والتساھل ای عدم عــہ المبالاۃ فی تطھیر الظاھر وعدم الاکتراث عــہ بتنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی ان عمر مع علو منصبه توضأ بماء فی جرۃ نصرانیة مع علمه بان النصارٰی لایتحامون النجاسة وعادتھم انھم یضعون الخمر فی الجرار[1] اھ ملخصا۔	وضو فرمایا اھ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے "امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا: پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر وغم کا محور دلوں کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سُستی کرتے اور بدن، کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پروانہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں اھ تلخیص (ت)۔

(۷) تامل کرو کس قدر معدن بے احتیاطی بلکہ مخزن ہر گونہ گندگی ہیں کفار خصوصًا ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز استنجاء کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہما نجاسات سے احتراز کریں پھر علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

فی الدرالمختار ثیاب الفسقة واھل الذمة طاھرة[2] وفی الحدیقة سراویل الکفرة من الیھود والنصارٰی و المجوس یغلب علی الظن نجاسته لانھم لایستنجون من غیر ان یأخذ القلب بذلك فتصح الصلاۃ فیه لان الاصل الیقین بالطھارۃ[3] اھ ملخصا۔	درمختار میں ہے فاسق اور ذمّی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں اھ اور حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے اھ تلخیص (ت)
عــہ۱ : اقول الاولی لفظًا ومعنیً تبدیل العدم بالقلة ۱۲ منه (م)	**میں کہتا ہوں** لفظی اور معنوی اعتبار سے بہتری "عدم" کو "قلت" سے تبدیل کردینے میں ہے ۱۲ منہ (ت)
عــہ۲ : ای قلته ای ترك التعمق فیه ۱۲ منه (م)	یعنی کم پرواہ کرتے یعنی پاکیزگی میں کوشش کو ترک کرتے تھے۔(ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الدقۃ امر الطھارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ فیصل آباد ۶۵۸/۲
[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۷/۱
[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطھارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۱۱/۲

بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ لباس غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون وساوس کو دخل نہیں دیتے۔

فی الحلیة التوارث جارفیما بین المسلمین فی الصلوۃ بالثیاب المغنومة من الکفرۃ قبل الغسل[1] اھ	حلیہ میں ہے کہ کفار سے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل سے چلاآرہا ہے اھ (ت)

یہ سات ؎ نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو تو وجہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کرآئے کہ طہارت وعلت اصل ومتیقن اور ازلہ یقین کو یقین ہی متعین۔ **وللذا** عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم بطہارت کے لئے ادنٰی احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکمِ نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کی امثال اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں قطعًا حکمِ طہارت ہے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آبِ کثیر میں اُتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہوگیا ہو۔

فی حاشیة ابن عابدین افندی رحمه اللہ تعالٰی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثله فی الفتح[2] اھ۔ یقول العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی له علقت ھھنا علی ھامش ردالمحتار مانصه۔	حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے: "البحرالرائق میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہوگئی ہو علاوہ ازیں طہارت اصل ہے اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ۔ بندہ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیے پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (ت)

[1] حلیۃ المحلی

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

اقول: لولاهيبة العلامة المحقق على الاطلاق مقارب الاجتهاد صاحب الفتح رضى الله تعالٰى عنه لقلت ان هذا الاحتمال انما يتمشى فى السوائم اوفى بعضها اما العلوفة فلاتخفى احوالها على مقتنيها غالبًا والحكم عام فلا بد من توجيه اٰخر ويظهر لى عــه والله تعالٰى اعلم ان هذا الاشتمال انما هو ظاهر يغلب على الظن من غيران يبلغ درجة اليقين لان البول لاينزل على الافخاذ والقرب غير قاض بالتلوث دائما وهى ربما تتفاج وتنخفض حين الاهراق فلم يحصل العلم بالنجاسة والى هذا يشير اٰخر كلام المحقق حيث يقول وقيل ينزح من الشاة كله والقواعد تنبو عنه مالم يعلم يقينا تنجسها [1] اھ نعم الظهور المفضى الى غلبة الظن يقضى باستحباب التنزه وهذا لاشك فيه قد استحبوا فى هذه المسئلة نزح عشرين دلوا كما نص عليه فى الخانية [2] فافهم. والله تعالٰى اعلم اھ ماعلقته على الهامش	**اقول:** اگر محقق علی الاطلاق اور منصب اجتہاد کا قُرب رکھنے والے صاحبِ فتح القدیر کی ہیبت کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گر میں چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لہٰذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی. اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے لگا ہونا ظاہر ا غلبہ ظن ہے درجہ یقین کو نہیں پہنچتا کیوں کہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے بہا دیتے ہیں لہٰذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلامِ محقق کا آخری حصّہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری (کے گرنے) سے پُورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبہ ظن تک پہنچائے

عــه: ثم ان المولى سبحٰنه وتعالٰى فتح وجها اٰخر شافيا كافيا ابلج ازهر كماقدمناه فى فصل البير والحمدلله اللطيف الخبير فراجعه فانه مهم كبير ۱۲ منه غفرله (م)	پھر مولٰی سبحٰنہ نے ایک دوسری وجہ ظاہر فرمائی جو شافی، کافی، واضح اور روشن ہے جیسا کہ ہم نے اسے فصل فی البئر میں پہلے ذکر کیا ہے، اور سب خُوبیاں اللہ لطیف وخبیر کے لئے ہیں پس اس کی طرف رجوع کرو کہ یہ ایک بڑا معاملہ ہے۔ (ت)

[1] فتح القدیر فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۲

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل مایقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

لکن لایعکر به علی ماردنا اثباته ههنا من ان المعهود من العلماء ابداء الاحتمال للحکم بالطهارة دون العکس فان هذا حاصل بعد کما لیس بخاف علی ذی فهم۔	پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں فقہاء کرام نے اس مسئلے میں بیس ۲۰ ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ خانیہ میں اسے بیان کیا۔پس سمجھ لو،اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اھ یہ وہ ہے جو میں نے حاشیے پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علماء سے معروف ہے کہ احتمال، حکمِ طہارت کو ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے کہ نہ کہ اس کا عکس۔اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیساکہ کسی بھی ذی فہم پر مخفی نہیں۔(ت)

مقدمہ سابعہ:

شدّت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست وآلودگی کا غلبہ وقوع وکثرت شیوع ہو بیشک باعثِ غلبہ ظن اور ظن غالب شرعًا معتبر اور فقہ میں مبنائے احکام، مگراس کی دو ۲ صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم وجود یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پُورا مزاحم ورافع ہوگا اور غالبًا اصطلاح علما میں غالب ظن واکبر رای اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

فی غمزالعیون والبصائر شرح الاشباه والنظائر الشك لغة مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وهو الوقوف بین الشیئین بحیث لایمیل القلب الی احدهما فان ترجح احدهما ولم یطرح الاٰخر فهو ظن فان طرحه فهو غالب الظن وهو بمنزلة الیقین وان لم یترجح فهو وهم۔ولبعض متأخری اصولیین عبارة اخری اوجز مماذکرناه مع زیادة علی	الاشباہ والنظائر کی شرح غمزالعیون والبصائر میں ہے"شک، لغت میں مطلق تردّد کو کہتے ہیں اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا اور دو چیزوں کے درمیان یوں ٹھہر جانا کہ دل، ان میں سے ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہوجائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظنِ غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے (ت) بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے

ذلك وهی ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعی والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الاٰخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الاٰخر والشك تجويز امرين لامزية لاحدهما على الاٰخر انتهى اهملخصاً۔[1]

لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین، دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو اعتقاد، دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیلِ قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ ظن، دو۲ باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔ وہم، دو۲ باتوں کا (اس طرح) جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک، دوسری کی نسبت ضعیف ہو۔ اور شک، دو۲ باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو اھ ملخصاً۔

اقول: وبالله التوفيق انما يتعلق غرضنا من هذه العبارة بماذكر السيد الفاضل رحمه الله تعالٰى من التفرقة بين الظن وغالب الظن واما بقية كلام فماشٍ على المعهود من العلماءِ الكرام من عدم التعمق فی الالفاظ عند اتضاح المرام ولابأس ان اذكره اشباعًا للفائدة وان كان اجنبيا عن المقام۔ (قوله رحمه الله تعالٰى استواء طرفی الشیئ اقول تفسير بالاعم فانه يشمل المعقول والمحسوس کاستواء طرفی حوض مربع مثلا ولوزيد عندالعقل لما نفع ايضا لان المربع كمايستوى طرفاه فی الخارج فكذا فی الذهن بل لوقيل استواء

میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے ان کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظنِ غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کلام کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماءِ کرام کے درمیان معروف ہے کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور و فکر نہیں کیا جاتا اور اگر میں فائدے میں سَیری حاصل کرنے کے لئے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔

ان کے قول "کسی چیز کی دونوں طرفوں کے برابر ہونے" کے بارے میں مَیں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ "عندالعقل" کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں، اور اگر "استواء

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، الفن الاول من القاعدۃ الثانیہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۸۴

طرفی المعقول لم یتم ایضا لصدقه علی الحوض المذکورفی مرتبة المعلوم سواء قلنا بحصول الاشیاء بانفسها کما لحج به کثیر من اتباع الفلاسفة اوباشباحها کما هو الحق ولبقاء الطرفین علی العموم وانما المقصود الایجاب والسلب ولبقاء الاستواء علی الاطلاق وانما المراد فی میل القلب من جهة الحکم لامن جهة اخری کملاء مة غرض وغیرہ۔(قوله وهو الوقوف الخ) **اقول**: هذا کذلك فیعم مثلا وقوف السالك بین طریقین الی بلد لایمیل قلبه الی احدهما وغیرذلک۔(قوله فان ترجح احدهما الخ) اقول یشمل المستحب مثلا ففعله مترجح علی ترکه مع ان الترك غیر مطروح ویجری فی الامور العادیة والطبعیة وغیرذلك فربما یعرض للانسان شیأان فی الطعام واللباس والدواء والنکاح وغیرها وهو امیل وارغب الی احدهما منه الی الاٰخر من دون ان یطرح الاٰخر۔(قوله فان طرحة الخ)	طرفی المعقول" (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر) کی قید لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبہ معلوم میں یہ حوض مذکور پر صادق آتی ہے چاہے ہم ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعینِ فلاسفہ نے اسے اختیار کیا یا مشابہ ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ یہی حق ہے یہ تعریف اس لئے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں اطراف عموم پر باقی رہتی ہیں حالانکہ مقصود تو ایجاب اور سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی تعریف کامل نہیں حالانکہ میلانِ قلب میں حکم کا اعتبار مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ مراد نہیں ہے۔ان کا قول "وهو الوقوف" (اور وہ ٹھہرنا ہے)، میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی شامل ہوسکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو۲ راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی (مراد ہوسکتا ہے) ان کے قول "فان ترجح احدهما" (اگر ان میں سے ایک راجح ہوجائے) کے بارے میں **میں کہتا ہوں** مثال کے طور پر یہ مستحب کو بھی شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا، چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے اور یہ طبعی وعادی امور اور اس کے علاوہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔بعض اوقات انسان کے سامنے دو۲ چیزیں ہوتی ہیں اشیاءِ خوردنی ولباس ودواونکاح وغیرہ میں وہ ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ میلان رکھتا ہے لیکن دُوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ان کے قول "فان طرحه" (اگر وہ اسے چھوڑ دے)

اقول: یصدق علی الواجب وکذا الکلام فی الامور بالغیر الشرعیۃ علی ان الظن اعم من غالب الظن ولاشك فی صحۃ اطلاق الاول علی الاٰخر والمراد بالمقابلۃ بینهما کماذکر ان هذا القسم یختص بهذا الاسم۔

(قوله وان لم یترجح فهو وهم) **اقول:** عدم الترجح یشمل الاستواء ثم الاحسن ترتیب الظن والوهم معًا علٰی شیئ واحد وهو ترجح احد الجانبین اذ لاینفك كل منهما عن صاحبه وجودا فهما متلازمان تحققا وان تباینا صدقا فكان الاسلم ان یقول فان ترجح احدهما علی الاٰخر فالراجح مظنون ویخص بالغالب ان طرح الاٰخر والمرجوح مرهوم۔(قوله مع زیادۃ علی ذٰلک) اقول ظاهرہ انه اتی بجمیع ما مر و زاد مع انه زاد شیأً ونقص اٰخر اعنی التفرقۃ بین الظن وغالبه۔(قوله و الاعتقاد جزم القلب) **اقول:** المعروف شمول الاعتقاد للظن عن هذا تسمعهم یعرفون الظن بالاعتقاد الراجح کمانص علیه فی شرح

کے بارے میں **میں کہتا ہوں** کہ یہ واجب پر بھی صادق آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہوسکتا ہے علاوہ ازیں ظن، ظنِ غالب سے عام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور ان دونوں میں مقابلہ سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اس نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ان کے قول "**وان لم یترجح فهو وهم**" (اگر ایک جانب راجح نہ ہو تو وہم ہے) کے بارے میں کہتا ہوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وہم اکٹھے ایک چیز پر مرتّب ہوتے ہیں اور وہ دو[2] جانبوں میں سے ایک کا راجح ہونا ہے کیونکہ وجودی طور پر ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے جُدا نہیں ہوتا پس تحقیق کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اگرچہ صدق کے اعتبار سے جُدا جدا ہوں، لہٰذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے "اگر ان میں سے ایک، دوسرے پر راجح ہو تو وہ ظن ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو غالب کے ساتھ مختص ہوگا (ظن غالب ہوگا) اور جسے ترجیح حاصل نہیں ہوئی وہ موہوم ہوگا۔ان کے قول "**مع زیادۃ علی ذلک**" (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) کے بارے میں مَیں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ، گزشتہ تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور غالب ظن کے درمیان فرق کا بیان کم کردیا۔ان کے قول "**والاعتقاد جزم القلب**" (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے) کے بارے میں مَیں کہتا ہوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد،

المواقف من المقصد الاول من المرصد الخامس من الموقف الاول اللهم الا ان یصطلح علی تخصیصه بالجازم قلت وقد یشهد له قولهم ان الاٰحاد لا تفید الاعتقاد فافهم۔ (قوله من غیر استناد الخ) **اقول:** الله اعلم بما افاد من قصر الاعتقاد علی التقلید اما نحن قد رأینا ان علم الاصول یقال له علم العقائد وربما نسمع الائمة یقولون نعتقد کذا الدلیل کذا واعتقدنا کذاالبرهان کذا وهذا الامام الاعظم رحمه الله تعالٰی یقول فی صدرالفقه الاکبر اصل التوحید ومایصح الاعتقاد علیه [1] الخ افتری ان المعنی مایصح الجزم به من دون استناد الی قاطع (قوله والظن تجویز امرین الخ) **اقول:** یشمل تجویز العزیمة والرخصه والعزیمة اقوی۔(قوله والوهم الخ) **اقول اولًا** یشمل تجویز الرخصه والعزیمة والرخصه اضعف **وثانیا**	ظن کو بھی شامل ہے اسی لئے تم ان سے سُنو گے کہ وہ ظن کی تعریف، اعتقاد راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ اپنی اصطلاح بنالیں۔ میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین) کا قول کہ خبر واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی، شہادت ہے، سمجھ لو۔ ان کے قول "من غیر استناد" (کسی نسبت واضافت کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقلید پر بند کردیا ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ علم اصول کو علم العقائد کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہم فلاں دلیل کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں برہان کی بنیاد پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں اصل توحید اور ہے جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف نسبت کیے بغیر جس پر جزم صحیح ہو؟ ان کے قول "والظن تجویز امرین" (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے) الخ کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ ان کے قول "والوهم الخ" (اور وہم الخ) کے متعلق میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت وعزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت

[1] فقہ اکبر شروع کتاب مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ص ۲

لافرق بین تفسیری الظن والوهم فتجویز امرین احدهما اقوی هو بعینه تجویز امرین احدهما اضعف۔(قوله والشك الخ) **اقول**: یشمل الاباحة والتخییر وبالجملة فلا یخلو شیئ من التفاسیر الثمانیة المذکورة للشك والوهم والظن من الشکوك فالاوضح الاخصر فی حدها ما **اقول**: اذا لم تجزم فی حکم بایجاب ولا سلب فان استوے یا عندك فهو الشك والا فالمرجوح موهوم والراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحیث طرح القلب الجانب الاٰخر فهو غالب الظن واکبر الرأی والله تعالٰی اعلم ولنرجع الی ماکنافیه۔	زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وہم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو۲ باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہٖ ان دو۲ باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو۔ان کے قول "والشک" (اور شک۔آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت وتخییر کو شامل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شک وہم اور ظن کے بارے میں مذکورہ آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لہٰذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وہ ہے جو میں کہتا ہوں (یعنی) جب ایجاب وسلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم اور راجح مظنون ہوگا۔اور اگر ترجیح اس حد کو پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہیے جس میں ہم تھے۔(ت)

دُوسرے یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف وقلّت یہ صورت نہ یقین کاکام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبہ شک وتردّد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلماتِ علماء میں کبھی اسے بھی ظنِ غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقۃً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبہ ظن۔

ففی الحدیقة الندیة غالب الظن اذا لم یأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك[1] اهوفی شرح المواقف الظن هو المعبر عنه بغلبة الظن لان الرجحان ماخوذ فی حقیقته فان ماهیته هو	حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اھ اور شرح مواقف میں ہے ظن ہی کو غلبہ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے اس لئے اس کی

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱۷

الاعتقاد الراجح فکانه قیل اوغلبة الاعتقاد التی هی الظن وفائدة العدول الی هذه العبارة هی التنبیه علی ان الغلبة ای الرجحان ماخوذة فی ماهیته [1] اھ۔	ماہیت اعتقاد راجح ہی ہے گویا کہا گیا" یا غلبہ اعتقاد جو ظن ہے "اور اس عبارت کی طرف رُخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنے پائے جاتے ہیں اھ (ت)

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر وافضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب ومتحتم ہوجائے دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچّوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ وکثرت ووفور وشدّت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات وغالب احوال تلوث وتنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس ۱۰ بیس ۲۰ دفعہ مگر ازانجاکہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہٰذا علمانے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز اور فاعل زنہار آثم ومستحق عقاب نہیں اور اُس غلبہ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یوں سہی پر تحقیق وتیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتّہ باعتبار غلبہ وظہور احتراز افضل وبہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

فی الطریقة المحمدیة وشرحها لکن هنا ای فی غلبة الظن من غیران یأخذ به القلب یستحب الاحتراز عنه ویکره تنزیها استعماله کسراویل الکفرة وسؤر الدجاجة المخلاة والماء الذی ادخل الصبی یده فیه واوانی المشرکین وقال فی الذخیرة یکره الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاهر من حال اوانیهم النجاسة فانهم یستحلون شرب الخمر واکل المیتة ولحم الخنزیر ویشربون ذلك ویاکلون فی قصاعهم واوانیهم فیکره للمسلمین الاکل والشرب	طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے" لیکن یہاں پر یعنی غلبہ ظن میں کہ اسے دل قبول نہ کرتا ہو اس سے احتراز مستحب ہے اور اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جیسے کفار کی شلوار پاجامے، گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھوٹا، وہ پانی جس میں بچّہ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن، ذخیرہ میں فرمایا "مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن بظاہر غالبًا نجس ہیں وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کو حلال جانتے، اسے کھاتے پیتے اور اپنے پیالوں اور دوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں پس ان کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا

[1] شرح المواقف المرصد الخامس مقصد الثانی قم ایران ۱/ ۴۹۸۔۴۹۹

فیھا قبل الغسل ثلاث مرات۔وذٰلك مقدار مایغلب علی ظنه انھا طھرت لوکانت متحققة النجاسة دفعا للوسواس اعتبارا للظاھر من حال تلك الاوانی کماکرہ التوضی بسؤر الدجاجة المخلاة لانھا لاتتوقی عن النجاسة فی الغالب والظاھر المتبادر للافھام لعدم تمییزھا وعدم تحاشیھا عن استعمال ذلك وکماکرہ التوضی بماء قلیل ادخل الصبی یدہ فیه لانه لایتوقی من النجاسة فی الظاھر المتبادر والغالب الکثیر المعتاد وکماکرہ الصلاۃ فی سراویل المشرکین اعتبارا للظاھر فانھم لایستنجون اذابالوا و تغوطوا وکان الظاھر من سراویلھم النجاسة ومع ھذا ای کون الغالب الظاھر من حال اوانیھم النجاسة لواکل اوشرب فیھا قبل الغسل جاز ولایکون اٰکلا ولاشاربا حراما لان الطھارۃ اصل لان الله تعالٰی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة عارضة فاصل البول ماء طاھر وکذلك الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسة فیجری علی الاصل المحقق حتی یعلم بحدوث العارض وما یقول الانسان بان الظاھر الغالب فی الاشیاء المذکورۃ النجاسة قلنا نعم	استعمال مکروہ ہے۔اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر ان برتنوں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے اس طرح ان برتنوں کے ظاہری حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دُور ہو جائے گا جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کے جھُوٹے سے وضو مکروہ ہے کیونکہ عام طور پر وہ نجاست سے نہیں بچتی۔اور ذہنوں میں ظاہر ومتبادر بات یہ ہے کہ وہ اس (نجاست) کے استعمال میں نہ تمیز کرتی ہے اور نہ ہی اس سے بچتی ہے۔اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے جس میں بچّہ نے اپنے ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچتا۔اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت کے بعد استنجاء نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری حال ناپاکی ہے اور اس کے باوجود یعنی ان کے برتنوں کے بارے میں ظاہر وغالب یہی ہے کہ وہ ناپاک ہیں، اگر دھونے سے پہلے ان میں کھایا یا پیا تو جائز ہے اور کھانا پینا حرام نہ ہوگا کیونکہ طہارت اصل ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا نجاست (بعد میں) لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی اصل پاک پانی ہے اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوئی پس حکم اصل پر جاری ہو گئی جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے کا علم ہو جائے۔اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہرًا مذکورہ اشیا میں گمان نجاست ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت

لکن الطهارة ثابتة بیقین والیقین لایزول الا بیقین مثله انتهی ثم قال فی الذخیرة ولاباس بطعام الیهود والنصارٰی کله من غیر استثناء طعام دون طعام اذاکان مباحا من الذبائح وغیرها لقوله تعالٰی وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم من غیر تفصیل فی الاٰیة بین الذبیحة وغیرها وبین اهل الحرب وغیر اهل الحرب وبین بنی اسرائیل کنصارٰی العرب ولابأس بطعام المجوس کله الا الذبیحة وقال فی الذخیرة فی موضع اٰخر روی عن ابن سیرین رحمه الله تعالٰی ان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کانوا یظهرون ویغلبون علی المشرکین ویأکلون ویشربون فی اوانیهم ولم ینقل انهم کانوا یغسلونها وروی عن اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما هجموا علی باب کسری وجدوا فی مطبخه قدورا فیها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقیل لهم انها مرقة فاکلوا وبعثوا بشیئ من ذلك الی عمر رضی الله تعالٰی عنه فتناول عمر رضی الله تعالٰی عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه ای بقیة الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم منه ایضا فالصحابة رضی الله تعالٰی عنهم اکلوا من الطعام الذی طبخوا المجوس لان الاصل حل الاکل ولاتثبت الحرمة بالظن وطبخوا ای الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم فی قدورهم قبل الغسل والدلیل له ان الطهارة اصل

یقین سے ثابت ہے اور یقین یقین کاملِ کے ساتھ زائل ہوتا ہے اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا: "یہود ونصارٰی کے تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ کھانا ہو وہ نہ ہو جبکہ وہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سوا، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے" آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیر ذبیحہ، اہلِ حرب، غیر اہلِ حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں کے ذبیحہ کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سرین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حملہ کرکے مشرکین پر غالب آتے تو ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات منقول نہیں کہ وہ ان کو دھوکر استعمال کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کسرٰی کے دروازے پر جمع ہوئے تو ان کے باورچی خانہ میں ہانڈیاں پائیں جن میں طرح طرح کے کھانے تھے انہوں نے ان کے بارے میں پُوچھا تو بتایا گیا کہ یہ شوربہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے بھی اسے تناول فرمایا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کھانے سے کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اُسکا کھانا حلال ہے اور گمان سے حُرمت ثابت نہیں ہوتی نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے ان میں پکایا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ طہارت اصل ہے

والنجاسة عارضة وقدوقع الشك فی العارض ولاترتفع الطهارة الثابتة بقضیة الاصل ومایقول القائل ان الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولکن الطهارة کانت ثابتة بیقین والیقین لایزول بالشك والظن الایبقین الایری انه اذا اصاب عضوانسان اوثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة اوالماء القلیل الذی ادخل الصبی یده اورجله فیه وصلی مع ذلك جازت صلاته واذاصلی فی سراویل المشرکین جازت ایضا لاناقد تیقنا الطهارة وشککنا فی النجاسة فلم تثبت بالشك کذا هنا فی طعام المجوس وقدورهم لاتثبت النجاسة بالشك وان کان الاحتیاط عدم ذلك فی نظیره ولانقول بهذا فی واقعة الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لاحتمال معارضة هذا الاحتیاط امر اٰخر کالحاجة الی الطعام فی ذلك الوقت اوبیان الجواز للقاصر لانهم من اهل القدوة کماقال علیه الصلاة والسلام علیکم بسنّتی وسنّة الخلفاء الراشدین من بعدی انتهی مانقله عن الذخیرة[1] اهـ مانقلته عنهما بتلخیص و	اور نجاست لاحق ہونے والی اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہُوا جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے، ختم نہیں ہوگی۔اور وہ جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر، نجاست ہی ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین کے ساتھ ثابت ہوئی تھی اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین سے دُور ہوتا ہے کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مُرغی کا جھُوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے پس وہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہانڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوتی اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدمِ طہارت ہی ہے اور صحابہ کرام کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لئے بیان جواز، کیونکہ وہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتداء کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہے" اھ جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے وہ مکمّل ہوگیا۔جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور

[1] الحدیقۃ الندیہ والنوع الرابع فی اختلاف الفقہاء مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۷۱۱

التقاط وھو کماتری کلام نفیس یفید النفائس ویبید الوساوس واللہ الحافظ من شر الدسائس۔

انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے وہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے جو عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا اور وسوسوں کو دُور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سازشوں کے شر سے حفاظت فرمانے والا ہے۔(ت)

اقول: ومما ینبغی التنبه له ان قوله فیمامر انه لم ینقل عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم انهم کانوا یغسلون اوانی الغنائم وقصاعها کانه اراد به الادامة والالتزام والا فقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الامر بغسلها احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وغیرهم عن ابی ثعلبة رضی اللہ تعالٰی عنه قال قلت یارسول اللہ انا بارض قوم اهل کتاب افناکل فی اٰنیتهم قال ان وجدتم غیرها فلا تأکلوا فیها وان لم تجدوا فاغسلوها وکلوا فیها [1] وفی لفظ ابی داؤد انهم یأکلون لحم الخنزیر ویشربون الخمر فکیف نصنع باٰنیتهم وقدورهم [2] الحدیث

وفی احدی روایتی ابی عیسٰی سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن قدور المجوس

اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں اس بات پر آگاہی مناسب ہے کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے تھے، ان سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری ومسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھاسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھو کر ان میں کھالو۔ ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث)

ابوعیسٰی کی دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی

---

[1] بخاری شریف کتاب الذبائح باب صید القوس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۲/ ۸۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۴

فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیھا[1]۔

وعند احمد عن ابن عمر ان اباثعلبة رضی اللہ تعالٰی عنھم سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم افتنا فی اٰنیة المجوس اذا اضطررنا الیھا قال اذا اضطررتم الیھا فاغسلوھا بالماء واطبخوا فیھا[2]۔ فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصه اذ ما کانوا لیخالفوا امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یأتمروا به ابدا ھذا ومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی ھذا الحدیث للندب والنھی للتنزیه واللہ تعالٰی اعلم۔

وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرة بالاختصار قال العبد اصلحه اللہ تعالٰی ومما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیھم وان نساء ھم لایتوقین عن السرقین وکذا یأکلون لحم ماقتلوه

ہانڈیوں کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم بتایئے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی سے دھو کر اِن میں پکاؤ۔ جب حکم ثابت ہوا تو عملاً دھونا بھی ثابت ہوگیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ ہمیشہ بجالاتے اسے اختیار کیجئے۔ اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہو جائیگا کہ امر، استحباب کے لئے ہے اور نہی تنزیہ کے لئے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا بندہ عرض کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرہ، دُودھ، پنیر اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کے برتنوں کے (نجاست سے) ملوث ہونے کا احتمال ہے ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت

[1] ترمذی شریف باب جاء فی الاکل فی اٰنیة الکفار آفتاب عالم پریس مطبع مجتبائی لاہور ۲/۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۴

وذلك ميتة فالاباحة فتوى والتحرز تقوى [1] اھ ملخصا **اقول**: واراد بالاباحة ما لا اثم فيه وبالتقوی الرعة فافهم۔

کھاتے ہیں اور یہ مردار ہوتا ہے پس فتوٰی کے اعتبار سے وہ مباح ہے لیکن تقوٰی یہ ہے کہ اجتناب کرے اھ ملخصا اقول اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو اور تقوٰی سے مراد شبہات سے بچنا ہے پس سمجھ لو۔(ت)

فائدة جليلة: يقول العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف اعلم ان هذا الذى جزمنا به وعولنا عليه فيما مر من ان المكروه تنزيها ليس من الاثم فى شى لا كبيرة ولا صغيرة ولايستحق العبد به معاقبة مالا كثيرة ولايسيرة هو الحق الناصع الذى لامحيد منه وبه صرح غير واحد من العلماء ففى حظر ردالمحتار تحت قوله اما المكروه كراهة تنزيه فالى الحل اقرب اتفاقا بمعنى انه لايعاقب فاعله اصلا لكن يثاب تاركه ادنى ثواب تلويح [2] اھ۔

عظیم فائدہ: بندہ ضعیف، اس پر لُطف و کرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا نہ زیادہ کا اور نہ ہی کم کا، یہی واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی اور معتمد علماء نے اس کی تصریح کی ہے ردالمحتار کے باب الحظر میں اما المکروہ کراھة تنزیہ کے تحت ہے کہ بالاتفاق حلّت کے زیادہ قریب ہے یعنی اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن تارک کو کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا، تلویح اھ۔(ت)

اقول :والى الحل اقرب يعنى الاباحة والافالحل المقابل للحرمة ثابت لاشك وفيه اٰخر الاشربة عن العلامة ابى السعود المكروه تنزيها يجامع الاباحة [3] اھ

اقول: حلت کے زیادہ قریب ہونے سے مراد اباحت ہے ورنہ وہ حُلّت جو حُرمت کے مقابلے میں ہے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابوالسعود سے نقل کیا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اھ (ت)

اقول : يعنى الاساغة وعدم الحظر ونفى الحرج وسلب الحجر والا فاستواء الطرفين يباين ترجح احد الجانبين ولو

اقول: اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگرچہ

---

[1] نصاب الاحتساب

[2] ردالمحتار کتاب الحظر و بالاحۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵/۲۱۴

[3] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵/۳۲۷

دون عزم وفیه من الصلاۃ الظاھر انه اراد بالمباح مالایمنع فلا ینافی کراھة التنزیه[1] اھ. وفی شرح الطوالع من بحث العصمة ترك الاولی لیس بذنب فالاولی ومایقابله یشترکان فی اباحة الفعل[2] اھ .**اقول:** والمعنی ماذکرنا اعنی الرخصه وعدم التشدید المعبر عنه بنفی البأس وانت تعلم ان لوکان اثما لماجامع الاباحة اذلاشیئ من الاثم بمباح ولکان مما یمنع فان کل اثم ولوصغیرۃ محظور ولما جاز التعبیر عنه بلا بأس به اذ ما من اثم اِلّا وفیه بأس ولماساغ الجزم بنفی العقاب علیه فقد ثبت فی العقائد تجویز العقاب علی الصغائر نعم قد افصح العلماء ان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3]۔کمافی صلاۃ ردالمحتار عن البحر صاحب البحر فی بعض رسائله وھو المستفاد من کلمات غیرہ فی ھذا المقام۔وقدزلت قدم بعض عہ المشاھیر من ابناء العصر فزعم ان المکروہ تنزیها صغیرۃ فاذا اصر	قصدًانہ ہو۔اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے "ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ راہتِ تنزیہی کے منافی نہ ہوگا" اھ۔شرح الطوالع کی بحث عصمۃ میں ہے کہ اولیٰ کا چھوڑنا گناہ نہیں پس اولیٰ اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر ہیں اھ، **اقول:** جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب رخصت اور عدم تشدید ہے جس کو "لا باس به" سے تعبیر کیا گیا ہے اور تُو جانتا ہے کہ اگر وہ گناہ ہوتا تو مباح کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں، اور وہ ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لا باس به" کے ساتھ اس کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب کی نفی کا جزم نہ کرتے کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ہاں علماء نے واضح کیا ہے کہ ہر مکروہِ تحریمہ صغائر سے ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحب البحرالرائق نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے اس مقام پر دوسروں کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔بعض علماءِ عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلاً

عــه :یعنی المولوی عبدالحی اللکنوی فی رسالة فی شرب الدخان ۱۲ منه (م)	یعنی مولوی عبدالحیٔ لکھنوی سے اپنے رسالہ فی شرب الدخان میں لغزش ہوئی۔(ت)

[1] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۵/ ۳۲۷

[2] شرح الطوالع

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریما من الصغائر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۵۶

یکون کبیرۃ کما نص علیه فی رسالة له وقد استوفینا الکلام علی هذا المرام فی رسالة عـه اخری واللّٰه الموفق۔	مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ) سے لغزش ہوئی۔اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو بار بار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے (شرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پُورا کلام کیا ہے۔اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔(ت)

مقدمہ ثامنہ:

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اُسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومحقق ہو کر یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا اور بالکل متضائل ومضمحل مانتا ہے اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس غلبہ ظن سے ذاہب وزائل ہوگیا مگر یہ کہ اس فرد خاص کی محفوظی کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا ولہذا علماء نے فرمایا دیبائے فارسی ناپاک اور اُس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا خلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا۔

فی الدرالمختار دیباج اهل فارس نجس لجعلهم فیه البول لبریقه [1] اھ وفی الحلیۃ عن	دُرمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کیلئے پیشاب

عـه : ثم الفنا فیه بتوفیق اللّٰه تعالٰی رسالة مستقلة سمیناها جمل مجلّیه ان المکروہ ۱۳۰۴ھ تنزیها لیس بمعصیه ۱۲ منه (م)	اللہ تعالٰی کی توفیق سے پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ رکھا ہے ۱۲منہ (ت)

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجه اهل فارس لاتجوز الصلاة فیه لانهم یستعملون فیه البول عند النسج ویزعمون انه یزید فی تزینه ثم لایغسلونه فان الغسل یفسده[1] الخ	استعمال کرتے ہیں اھ، اور حلیہ میں بدائع سے منقول ہے انہوں نے کہا اہل فارس جو دیباج بُنتے ہیں اُس میں نماز جائز نہیں کیونکہ وہ بُنتے وقت اُس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے پھر وہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ دھونے سے وہ خراب ہوجاتا ہے الخ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک وحرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کاالتزام کرتے ہیں تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکم تحریم وتنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افراد محفوظ سے ہو اور اصل متیقن طہارت وحلّت تو شکوک وظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو مطعوم وملبوس وظروف کفار کی نسبت یقینِ کامل نہیں کہ بے شُبہہ اُن میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہُوا تو وجہ وہی ہے کہ اُن کے طعام ولباس وظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔

فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامة تتعلق بعین مافیه النظر مطرح[2] اھ۔	احیاء العلوم میں ہے وہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے اھ (ت)

واضح تر سُنیے مجمع الفتاوٰی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے گلوں سے خُون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو نوع کی نسبت کس درجہ وضاحت وصراحت کے ساتھ وقوع نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق دیا کہ وہ بے دغدغہ پاک ہیں ان کے خشک وتر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الطریقة عنه وفیها فی الغنیة وغیرها عن القنیة الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولایغسل مذبحها ولا تتوقی النجاسات	الطریقۃ المحمدیۃ میں اس (مجموعۃ الفتاوٰی) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ غنیہ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں جن چمڑوں کو دباغت

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر بہ المحل نجساً الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱/۱

[2] احیاء علوم الدین المشار الثانی للشبہۃ مطبوعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۱۰۶/۲

فی دبغھا ویلقونھا علی الارض النجسۃ ولایغلسونھا بعد تمام الدبغ فھی طاھرۃ یجوز اتخاذ الخفاف منھا وغلاف الکتب والقرب والدلاء رطبا ویابسا[1] اھ	دی جاتی ہے اور ان کے مذبح کو دھویا نہیں جاتا اور نہ ہی دباغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ وہ اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہونے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو وہ پاک ہیں ان سے جُوتا بنانا، کتابوں کی جلدیں مشک اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک اھ (ت)

بس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطافرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہوا سے تمام افراد میں مساوی نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصًا اہل حرب کو ہم یقینا جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور بیشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وہ پوستین کہ دار الحرب سے پک کر آئے علمافرماتے ہیں اسے دیکھا چاہیے کہ اس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعًا جائز اور شک رہے تو دھونا افضل نہ کہ استعمال گناہ وممنوع ٹھہرے۔

فی الدرالمختار مایخرج من دارالحرب کسنجاب ان علم دبغه بطاھر فطاھر اوبنجس فنجس وان شك فغسله افضل اھ ومثله فی المنیة وغیرھا[2]۔	درمختار میں ہے جو کچھ دارالحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معہوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہوئی ہے تو پاک ہے اور ناپاک کے ساتھ ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔(ت)

یونہی خود منقح مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچّہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو خاص اُس بچّہ کو رکھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کرلے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز۔

فی سیرۃ الاحمدیۃ للعلامۃ محمد الرومی احمدی عن التاتر خانیۃ عن اصل الامام محمد رحمه الله تعالٰی الصبی اذادخل یدہ فی کوز ماء اورجله فان علم ان یدہ طاھرۃ	محمد رومی آفندی کی کتاب سیرت احمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچّہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کُوزے (لوٹے وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ اس کا

[1] الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۸۲/۲

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۳۸/۱

بیقین (بان غسلها له اوغسلت عنده اھ نابلسی) یجوز التوضی بهٰذا الماء وان علم ان یده نجسة بیقین (بان رأی علیها عین النجاسة اواثرها اھ حدیقة) لایجوز التوضی به وان کان لایعلم انه طاهرا ونجس فالمستحب ان یتوضأ بغیره لان الصبی لایتوقی عن النجاسات عادة ومع هذا لوتوضأبه اجزأه [1] اھ۔	ہاتھ پاک تھا (یعنی اس نے خود اسے دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا اھ نابلسی) تواس پانی کے ساتھ وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک تھا (مثلًا اس پر عینِ نجاست یا اس کانشان دیکھا اھ حدیقہ) تواس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچّہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کے باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے توکافی ہوگا اھ۔(ت)

خاص ضابطہ کی تصریح لیجئے سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

به نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینه وهو قول ابی حنیفة واصحابه [2] اھ نقله الامام الاجل ظهیر الدین فی فتاواه وغیره فی غیرها۔	ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہٖ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہوجائے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اھ اسے امام اجل ظہیر الدین نے اپنے فتاوٰی میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔(ت)

حدیقہ میں ہے:

الحرمة بالیقین والعلم وهو لم یتیقن ولم یعلم ان عین مااخذه حرام ولایکلف الله نفسا الاوسعها [3] اھ **اقول:** وهذا وانکان فی مسئلة الجوائز فلیس الحرام للغصب بدون الحرام	حرمت، یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اھ (ت) **اقول:** یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کے حکم میں غصب کی صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنیاد پر حرام ہونے والے سے

[1] الحدیقۃ الندیۃ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۱۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ باب فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ فی بیان حکم التورع الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۲۱

للنجاسة فی حکم الاجتناب کما لایخفی۔	کم نہیں ہے جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

بالجملہ ایسی صورت میں حکمِ کُلی یہی ہے کہ نوع کی نسبت غیر کلی یقین منع کلی کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ:

جب بازار میں حلال وحرام مطلقًا یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی ممیّز وعلامت فارقہ نہ ملے تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شَے میں احتمالِ حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی، یہ دعوی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابوعبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اُس پر نص فرمایا۔

فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام [1] اھ۔ وفی الحمویۃ کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل [2] اھ۔	اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہوجائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہوجائے اھ۔اور حمویہ میں ہے بازار میں حرام کی بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ چیز حلال مغلوب سے ہو اور اصل بات حلّت ہے اھ (ت)

تنبیہ اوّل: وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ت) یہ احتمال حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اُس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیا جن میں وجود حرام کا تیقن اور اُن میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ اُن میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت جب صالح ازالہ ہو تو اُن میں کسی سے اُسے زائل کردیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعیین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہوجاتا ہے مثلًا چادر کا ایک گوشہ یقینا ناپاک تھا اور تعیین یاد نہ رہے کوئی سا کونا دھولے پاکی کا حکم دیں گے عــہ۔

عــہ: تنبیہ بعد کو اضافہ فرمائی تھی مگر نامکمل رہی ۱۲ ح (م)

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی، ۱/۱۴۸

[2] حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کراچی ص ۱۴۸

مقدمہ عاشرہ:

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطہ قدرت سے ورا۔

قال اللہ تعالٰی لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1]۔	ارشادِ باری تعالٰی ہے "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔(ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال تعالٰی مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[2] وقال تعالٰی یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔اور فرمایا: "اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتاہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔(ت)

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لئے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الاغلبه فسددوا وقاربوا وابشروا[4] الحدیث اخرجه البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه وصدرہ عند البیھقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الاغلبه[5] واخرج احمد والنسائی وابن ماجة والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ	بے شک دین آسان ہے اور ہر گز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو، قریب ہو جاؤ اور خوشخبری دو، (الحدیث) اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور بیہقی شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ (دین) اس پر غالب آجاتا ہے"

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] القرآن ۲۲/ ۷۸

[3] القرآن ۲/ ۱۸۵

[4] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[5] شعب الایمان القصد فی العبادۃ حدیث ۳۸۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۱

تعالٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغلوفی الدین فانما ھلك من کان قبلکم بالغلوفی الدین [1]۔واخرج احمد برجال الصحیح والبیھقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکم لن تدرکوا ھذا الامر بالمغالبۃ [2]۔واخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفۃ السمحۃ [3] واخرج ایضا ھؤلاء فیھا بسند جید عن محجن بن ادرع الاسلمی والطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین وفی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبدالبر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر دینکم الیسرہ [4] واخرج ابوالقاسم بن بشران فی امالیہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا "دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئے"۔امام احمد نے صحیح روایوں کے ساتھ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس دین کو مغالبہ کے ساتھ ہرگز نہیں پاسکتے"۔(یعنی جو حکم ملے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو)۔امام احمد نے اپنی مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی اختیار کرنا ہے" نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبدالبر نے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو"۔

---

[1] سنن نسائی باب التقاط الحصی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۴۸/۲

[2] مسند امام احمد حدیث ابن الادرع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۳۷

[3] بخاری شریف باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۱

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث محجن بن الادرع مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۳۸/۴

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین فان اللہ قد جعله سهلا [1] الحدیث۔	ابو القاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: دین کی گہرائی (باریکیوں) میں جانے سے پرہیز کرو اللہ تعالٰی نے اسے آسان بنایا ہے۔الحدیث (ت)

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہٰذا جب تک خاص اس شَے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقة لاحرمة الامع العلم لان الاصل الحل ولایلزمه السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمته ویتحقق بها فیحرم علیه [2] ح اھ ملخصا وفیها عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طهارة الحوض مالم یغلب علی ظنه نجاسته وبمجرد الظن لایمنع من التوضئ لان الاصل فی الاشیاء الطهارة [3] اھ	حدیقہ میں ہے علم کے بغیر حُرمت نہیں کیونکہ اصل حلّت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہو جائے اور یوں وہ اس کی تحقیق کرکے اب اپنے اوپر حرام کرلے، حدیقہ ملخصًا اور اسی میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے جب تک اس کو نجاست کا غالب گمان نہ ہو جائے حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ روکے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔(ت)

بلکہ خود سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پُوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرك والطبرانی فی الاوسط والبیهقی فی الشعب باسناد لاباس به عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن	حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۹۳۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۳۴/۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۳۸/۲ ۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۶۶/۲

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذادخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل ولایسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولایسأل عنہ [1]۔	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے سے کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پُوچھے۔(ت)

امیر المومنین عــہ۱ عمر رضی اللہ عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پُوچھنے لگے کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا،

مالك فی مؤطاہ عن یحیٰی بن عبدالرحمٰن ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج فی رکب فیھم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یاصاحب الحوض ھل ترد حوضك	امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحیٰی بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لائے ان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن عاص

عــہ۱: ویروی مثل ذلك عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراۃ لہ عــہ۲ فقال عمر یا صاحب المقراۃ اولغت السباع اللیلۃ فی مقراتك فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صاحب المقراۃ لاتخبرہ ھذا مکلف لھا احملت فی بطونھا ولنا ما بقی شراب وطھور [2] ۱۲منہ۔ عــہ۲: المقراۃ بالکسر مجتمع الماء (م)	اسی طرح کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا ہے؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو یہ مکلّف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لئے ہے اور باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کے لئے ہے۔(ت) "المقراۃ" کسرہ کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔(ت)

[1] شعب الایمان باب فی المطاعم حدیث ۵۸۰۱ مطبوعہ دار الکتب علمیہ بیروت لبنان ۶۷/۵، المستدرک کتاب الاطعمہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۶/۴

[2] سنن دار قطنی کتاب الطھارۃ، ۲۶/۱

السباع فقال عمر بن الخطاب یاصاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] قال سیدی عبدالغنی ولعله کان حوضًا صغیرا والا لما سأل[2] اھ ملخصًا وقال تحت قوله لاتخبرنا ای ولوکنت تعلم انه تردد السباع لانانحن لانعلم ذلك فالماء طاهر عندنا فلواستعملناه لاستعملنا ماء طاھرا عـه ولایکلف الله نفسًا الّا وسعها[3] اھ	رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے حوض والے! کیا تیرے حوض میں درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے صاحبِ حوض! ہمیں نہ بتانا کیوں کہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے ہاں آتے جاتے ہیں۔ سیدی عبدالغنی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ پُوچھتے، انتہی تلخیص۔ وہ "لاتخبرنا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا بھی ہو کہ درندے آتے ہیں، کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے، پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم اسے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے۔ اور ہر نفس کو اللہ تعالٰی اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ (ت)
یقول العبد الضعیف غفرله القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه الله تعالٰی هذا الحدیث کماتری علی ماقدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لا العلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانه طاهرلنا مالم نعلم بذلك ولذاحمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقه الی هذا الحمل علّامة عصره سیدی زین بن نجیم المصری رحمه الله تعالٰی	بندہ ضعیف "قوی و مہربان اور بلند و بالا ذاتِ باری اس کی بخشش فرمائے" **کہتا** ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب، نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدمِ نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ کوئی چیز اگرچہ فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو۔ اسی لئے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہوجاتا ہے۔ اپنے زمانے کے علّامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی نے البحر الرائق

عـه: ای فی حقنا وان کان علٰی خلاف ذلك فی الواقع ۱۲ منه (م)

یعنی ہمارے حق میں پاک ہے اگرچہ وہ حقیقۃً اس کے خلاف ہو ۱۲ منہ (ت)

[1] المؤطاامام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷
[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فیماورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۵۶/۲
[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فیماورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۶۵۶/۲

فی البحر حیث قال (فروع) فی الخلاصة معزیا الی الاصل یتوضأ من الحوض الذی یخاف فیه قذر ولایتیقنه ولایجب ان یسأل اذا لحاجة الیه عند عدم الدلیل والاصل دلیل یطلق الاستعمال وقال عمر رضی الله تعالٰی عنه [1] الخ فذکر الحدیث المذکور بمعناه وانت تعلم ان کلامه انما هو فی الحوض الصغیر کمالا یخفی وقد استشهد بالحدیث علی عدم وجوب السؤال والتفتیش عنه وان خشی التنجس بناء علی اصابة الطهارة۔ فالعبد الضعیف تمسك به فی هذا المقام تبعًا لهما لکن الحدیث ذو وجوه وشجون فقد قیل یعنی ان الماء کثیر فلایحتمل التنجس بولوغ السباع وعلیه درج الشیخ المحقق الدهلوی رحمه الله تعالٰی فی شرح المشکٰوة ویکدره سؤال عمروبن العاص رضی الله تعالٰی عنه کما اشار الیه علی القاری وقال العارف النابلسی لوکان کثیرا مقدار العشر لما سأل لانه لایتنجس ح الابظهور اثر النجاسة فیه اجماعا وظهور الاثر یعرف بالحس فلایحتاج	میں اس حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا: (فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حوض سے وضو کرسکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آخر تک) انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا اور تم جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش کرنا واجب نہیں اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ طہارت اصل ہے۔ پس اس ضعیف بندے نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم ہیں کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو مکدر کردیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔ عارف نابلسی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

الی السؤال [1] اھ وماکان عمرو لیخفی علیه حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤاله ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث وقدکان فی فلاۃ فکان مظنۃ ورود السباع فعن ھذا نشأ السؤال وردہ عمر بطرح الاحتمال ولیتنبه ان نقله الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کمالایخفی ھذا تقریر کلامه علی حسب مرامه۔

وہ بالاجماع اسی وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا حِس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگا اھ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہٰذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ جنگل میں تھا لہٰذا وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہو سکتا تھا اس بنیاد پر سوال پیدا ہوا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترک احتمال کے ساتھ رَد کر دیا۔آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تفسیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دس ۱۰ کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔(ت)

اقول: ویظھر لی ان ھٰھنا مجال سؤال بوجھین۔اما اولا فلما قدالقینا علیك ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لا یتنجس الا بتغییر اما تحدید الکثیر ففیه نزاع شھیر واختلاف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند اٰخرین وبالعکس واذاالامر کما وصفنالك فما یدریك لعل الماء کان قلیلا عند عمرو فبحث وکثیرا عند عمر فما کتثرت والامر اظھر علی قول

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہو سکتا ہے۔**اوّل:** جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حدبندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا اختلاف جو کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے

[1] الحدیقۃ الندیۃ فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۶

اصحابنا ان الکثیر فی حق کل مایستکثرہ۔ **ویترا أی لی فی الجواب عنه** ان المجتھد لیس له ان یحمل المجتھد الاٰخر علی تقلید نفسه ویصدہ عن العمل بمذھبه ولذا انکر عالم المدینة علی ھارون الرشید اذاستأذنه ان یعلق المؤطا علی الکعبة ویحمل الناس علی مافیه فقال لا تفعل فان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اختلفوا فی الفروع وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب ابونعیم عنه فی الحلیة وعلی المنصور اذ ھم ان یبعث بکتبه الی الامصار ویأمر المسلمین ان لایتعدوھا فقال لا تفعل ھذا فان الناس قد سبقت الیھم الاقاویل وسمعوا احادیث و رووا روایات واخذ کل قوم بما سبق الیھم ودانوا به فدع الناس وما اختار کل اھل بلد منھم لانفسھم ابن سعد عنه فی الطبقات ففکذا لایجبر مجتھد بل عامی علی تقلید ظن الغیر فیما یفوض الی رأی المبتلی کما نص علیه فی البحر وغیرہ فعلی ھذا قول	بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیادہ ہو لہٰذا انہوں نے اس کی پروانہ کی۔ ہمارے اصحاب کے قول پر بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر ہے جس کو وہ کثیر سمجھے۔ اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون الرشید کی بات ماننے سے انکار کردیا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا: ایسا نہ کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابونعیم سے مروی ہے۔ اور جب منصور نے مختلف شہروں میں انکی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ ان سے تجاوز نہ کریں، تو اس کا انکار کرتے ہوئے عالمِ مدینہ نے فرمایا: "ایسامت کرو لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں انہوں نے احادیث سُنی ہیں روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا انہوں نے اسے اختیار کرکے اس پر عمل پیرا ہوگئے پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لئے اختیار کرلی"۔ اسے ابنِ سعد نے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلا کی رائے پر چھوڑی گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے جیسا کہ بحرالرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول "لاتخبرنا" (ہمیں خبر نہ دینا) کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگر تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے پر عمل کرو اور سوال نہ کرو، بلکہ اس بنیاد پر

عمر لاتخبرنا لاینبغی حمله علی ان الماء کثیر عندی وان کان قلیلا عندك فبرأیی فاعمل ولاتسأل بل المعنی علی ھذا ایضًا ھو المنع عن اتباع الظنون ای ان الماء وان تستقله لکن لست علی یقین من نجاسته فانصرف الکلام الی ما اردنا۔

واما ثانیًا: فلانا لانسلم ان الکثیر لایحتاج فیه الی السؤال فلربما ینتن الماء فیتغیر لونه فیحتمل انه لطول المکث اوحلول الخبث فیتحقق مثار للسؤال فعلم ان القلیل والکثیر سواء فی حاجة السؤال لکشف الحال عند المظنة والاحتمال بیدان الکثیر فی الاشربة المظنة کالامر الحسی اعنی تغیر احد الاوصاف بخلاف القلیل وبھذا القدر لا یستند العلم الی مجرد الحسن لان الذی یدرك بالحس لا یکفی لبتین الامر وزوال اللبس کما لا یخفی۔

وافاض الله الجواب عنه بان ھذا مضر یعود نفعا محضًا فلئن قلتم به فی قصة الحدیث [عـه] فقد ترکتم

بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگرچہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اس کی طرف پھیرا جائے گا جو ہماری مراد ہے۔

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبُودار ہوجاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہٰذا اس کا مقام سوال ہونا ثابت ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان واحتمال والی صورت ہو تو کشفِ حال کے لئے سوال کی ضرورت میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے علم، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دُور کرنے کے لئے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالٰی نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا اگرچہ یہ ضرر ہے اللہ تعالٰی اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن یہ بات کرتے ہو

عـه: فان قلت لامساغ لھذا فی

اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ما قصدتم واعترفتم بما نرید اذکان مثار سؤال عمرو ح ھواحتمال الخبث ومبنی جواب عمر ھواتباع الاصل وذلك ماکنا نبغ وانما کنتم تذھبون بالحدیث الی ان الماء کثیر لایحمل الخبث فلا تخبرنا ای اخبارك وعدمه سواء وعلی ھذا التقریر یصیر الکثیر نظیر الیسیر کما اعترفتم فلم تغن عنکم کثرتکم شیئا واللّٰه الموفق ھذا۔

تو تم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کرلیا کیونکہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار، نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد، اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں تمہارا موقف یہ ہے کہ (چونکہ) زیادہ پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا لہٰذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہوجائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

وقیل [عہ] بل ذھب عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه الی طھارۃ سؤر السباع کما تقوله الائمة الثلثة علی خلاف بینھم فی الکلب والخنزیر فقوله لا تخبرنا ای سواء علینا اخبرتنا اولم تخبرنا فانا نطھر ما تفضل السباع۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کتّے اور خنزیر کے (جھوٹے کے) بارے میں اس کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ "ہمیں خبر نہ دینا" کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لئے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قصة الحدیث اصلا اذالماء الکثیر لایتغیر بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء قلت بلٰی فان لفظ الحدیث ھل ترد لاھل تلغ ویمکن ان ترد جماعات منھن وتقع فی الماء وتبول فیه وتقضی الحاجة فتغلب النجاسة علی بعض اوصاف الماء ۱۲ منه (م)

اس کا جواز ہر جگہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "ھل ترد" ہے "ھل تلغ" نہیں اور ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جاکر بَول وبراز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آجائے۔ (ت)

عہ: معطوف علی قیل السابق منه (م)

پہلے گزرے ہوئے قیل پر معطوف ہے ۱۲منہ (ت)

اقول: وقد یلمح الیه علی مافیه قوله فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا [1] وقوله کمازاد رزین عن بعض الرواة وانی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یقول لها مااخذت فی بطونها ومابقی فھولنا طھور [2]۔

وما اخرج الامام الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه ورد حوض مجنّة فقیل انما ولغ الکلب آنفا فقال انما ولغ بلسانه فشرب وتوضأ [3]۔

ویکدر ھذا والذی قبله جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف ما یتبادر منه فان ظاھر النھی کراھة الاخبار وماذاك الاخشیة ان لواخبر لزمه التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطھارة مالم یعلم ولوکان الامر کما ذکرتم من کثرة الماء اوطھارة السؤر لما ضر اخبارہ شیأ فعلی ماینھاہ عنه بل کان حق الکلام

اقول: حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: "جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے۔

اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمر بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنّہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا ابھی یہاں کتّے نے منہ مارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی زبان سے چاٹا ہے۔ پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (ت) یہ اور اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات مکدر ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کا میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ نہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بنیاد پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا لہٰذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہئے۔ اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا پس انہوں نے کس

[1] المؤطا امام مالک الطھور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷
[2] مشکٰوۃ المصابیح باب احکام المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۱
[3] مصنف عبدالرزاق حدیث ۲۴۹ باب الماء تردہ الکلاب والسباع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۶

ح ان یقول لعمرو ماذا ترید بالاستنخبار الماء کثیر ولوولغت اوسؤرھا طاھر فما فعلت الی ھذا اشار محمد رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال بعد روایۃ الحدیث فی مؤطاہ اذاکان الحوض عظیما ان حرکت منہ ناحیۃ لم تتحرك بہ الناحیۃ الاخری لم یفسد ذلك الماء ماولغ فیہ من سبع ولاماوقع فیہ من قذر الا ان یغلب علی ریح اوطعم ای اولون فاذاکان حوضا صغیرا ان حرکت منہ ناحیۃ تحرکت الناحیۃ الاخری فولغ فیہ السباع اووقع فیہ القذر لایتوضأ منہ الایری ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ ان یخبرہ ونھاہ عن ذلك وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی[1] اھ۔

اقول: فعلی ھذا معنی قولہ فانانرد الخ وکذا استشھادہ بارشاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ثبت انا نعلم ان المیاہ قلما تسلم عن ورد السباع لکن لم نؤمر بالبحث ولابالتکلف وامرنا بالاتکال علی اصل الطھارۃ مالم نعلم بعروض النجاسۃ فلھا

بناپر اس سے منع فرمایا بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے پانی زیادہ ہے اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے پس تم کیا کروگے امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا جب حوض اتنا بڑا ہو کر اس کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی بُو اور ذائقے پر غالب آجائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اس کی ایک طرف کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں سے درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرمادیا یہ تمام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ت)

اقول: اس بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے انکے استدلال، بشرطیکہ وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی، درندوں کی آمدورفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں لیکن ہمیں بحث اور تکلّف کا حکم نہیں دیا گیا ہمیں اصل طہارت پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک نجاست کے واقع ہونے کا

[1] المؤطا لامام محمد باب الوضوء ممایشرب منہ السباع وتلغ فیہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ص ۶۶

ماحملت فی بطونها لان ماء الله مباح علی کل ذات کبد حرّاء ولنا ما غیر طهور لعدم التیقن بعروض المحذور فاٰل الکلام الی ماوصفنا لك من ان الیقین الاجمالی بعروض النجاسة لنوع لایقضی بتنجس کل فرد منه وبالجملة فالحدیث ذووجوه والاوجه ماذکرنا فصح الاستدلال علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن اواحتمال وکان اول قدوة لنا فیه امامنا محمد رضی الله تعالٰی عنه۔لکن یرتاب فیه بان النهی عن الاخبار علی هذا یکون نهیًا عن مناصحة المسلمین وصونهم عن تعاطی المنکر فی الدین فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسة مثلا وهولایدری وجب علیه اخباره بذلك ان ظن قبوله لان فعله علی خلاف امر الله سبحٰنه وتعالٰی فی نفسه وان ارتفع الاثم لعدم العلم۔

والجواب عنه کماافاد العارف النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه لایعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفا ومنعا من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد

علم نہ ہو پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا پانی ہر گرم جگر والی چیز کیلئے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضہ نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتدا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ (ت) لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیاد پر خبر دینے سے روکنا دین کے سلسلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے (نمازی کو) معلوم نہیں تو اس پر واجب ہے کہ اسے خبر کردے اگر اس کی قبولیت کا گمان ہو کیونکہ حقیقت میں اس کا یہ فعل اللہ تعالٰی کے حکم کے خلاف ہے اگرچہ عدمِ علم کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" اور دین میں خیر خواہی سے باز رکھتا اور رکاوٹ بنتا ہو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں

رضی اللہ تعالٰی عنہ نفی الوسواس فی طھارۃ الماء والنھی عن کثرۃ السؤال فی الامور المبنیۃ علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطھارۃ[1] اھ۔
قلت وحاصله ان المحذور ای کون النھی نھیًا عن النھی عن المنکر مبنی علی العلم بکونه منکرا وھو مبتن علی العلم بالتجنس واذلیس ھذا فلیس ذاك فلیس ذٰلك ولم یکن ان صاحب الحوض ھم بالاخبار فنھاہ عمر حتی یکون نھیا بعد الظن بانه یعلم شیأ وانما سأل عمرو ولایدری ماعند المسؤل عنه فاراد سدباب الظنون والتنبیه علی انالم نؤمر بذلك ولو فتحنا مثل ھذا الباب علی وجوھنا لوقعنا فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل ولاتظنن ان الامر دار بین مصلحة التوسیع ومفسدۃ النھی عن النھی عن المنکر بل بین دفع مفسدۃ الوسوسة والتعمق والمفسدۃ التی ذکرتُ وتلك حاضرۃ متیقنة وھذہ محتملة متوھمة فترجح الاول فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔

وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے اھ۔(ت)
قلت اس کا ماحصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور وہ اس پر مبنی ہے کہ اس کے نجس ہونے کا علم ہو۔ پس جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم نہیں) لہٰذا نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت بھی نہ پائی گئی اور یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کرچکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روک دیا تاکہ اس ظن کے بعد کہ وہ کچھ جانتا تھا یہ نفی کہلائے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسؤل عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیالات وگمان کا دروازہ بند کرنیکا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑ جائیں گے اور شرعی طور پر حرج دُور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دُور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود یقینی ہے جبکہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی۔ سمجھ لو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصّف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ آباد ۶۵۶/۲

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے،

فی البحر الرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینہ الخ۔	البحرالرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے انہوں نے فقیہ ابواللیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو یہ دینی اعتبار سے زیادہ محتاط ہونا ہے الخ (ت)

اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یاحرام، کوئی نجاست تواس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصًا اگر وہ شخص شرعًا معظم ومحترم ہو، جیسے عالم دین یا سچّا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تواس نے اور بے جاکیا ایک توبدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کاترک ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا حاشا وکلّا اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں تو اس میں تنہا بررو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کماھو مجرب معلوم (جیساکہ تجربہ سے معلوم ہے۔ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا" ہیہات "احبا کو رنج دینا کب رواہے۔ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تواُس کے مال وطعام کی حلت وطہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ معہذا اگر ایذا نہ بھی ہُوئی اور اُس نے براہِ بے تکلفی بتادیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعًا ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع واحتیاط کی دو۲ ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اُسے اجتناب ودامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال وتحقیق کرے تواُن امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جُوتا پہنے ہے وضو کرکے اُس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرلے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں وعلٰی ہذاالقیاس یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت وبیحیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتادینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اُس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری ہو تو عندالتحقیق اُس سے تفتیش میں بھی جرح نہیں ورنہ ہرگز بنام ورع واحتیاط مسلمانوں کی نفرت ووحشت یااُن کی رُسوائی وفضیحت یا تجسّس عیوب ومعصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک وشبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کردیا اے عزیز! مدارات خلق والفت وموانست

اہم امور سے ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بمدارۃ الناس[1] الطبرانی فی الکبیر عن جابر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس[2] الطبرانی فی الاوسط عن علی والبزار فی المسند عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن انس والبھیقی فی الشعب عنھم جمیعا رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: "مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لئے بھیجا گیا ہے"۔اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پر ایمان لانے کے بعد کمالِ عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے"۔اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔اور بزار نے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اُس کے لئے کسی گناہِ شرعی میں ابتلا ہو۔

قال اللہ تعالٰی لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ[3] وقال تعالٰی لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ[4] وقال تعالٰی وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ[5] ۔وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[6] الشیخان و	اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ اور ارشادِ خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہئے"۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ

[1] شعب الایمان فصل فی الحلم والتورۃ الخ حدیث ۸۴۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۵۱/۶
[2] شعب الایمان فصل فی الحلم والتورۃ الخ حدیث ۸۴۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۴۴/۶
[3] القرآن ۵۴/۵
[4] القرآن ۲/۲۴
[5] القرآن ۶۲/۹
[6] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۷۸/۲

وابوداود والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجهه۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق [1] احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	وہ (لوگ) انہیں راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے" اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔ اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

پس ان امور میں **ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ** یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروانہ کرے اور اتیان مستحب وترک غیر اولٰی پر مدارات خلق ومراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے اُن کی حُرمت وشناعت نہ ثابت ہو اُن میں اپنے ترفع وتنزہ کے لئے خلاف وجُدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف وموانست کے معارض اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں ہاں وہاں ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکُوچہ سلامت وجادہ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک واہلِ تکشف غافل وجاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار ومحکم گیر یہ چند سطروں میں علم غزیر وباللہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ت)

قال الامام حجة الاسلام حکیم الامة کاشف الغمّة ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی اللہ تعالٰی عنه فی الاحیاء المبارك اقول لیس له ان یسأله بل ان کان یتورع فیتلطف فی الترك و ان کان لابد له فلیأکل بغیر سوأل ایذاء	حجۃ الاسلام، حکیم الاُمہ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا: "میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس (داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر وہ تقوٰی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑ دے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پُوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی مطبوعہ دارالکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۲۹

وھتك ستر و ایحاش وھو حرام بلاشك فان قلت لعله لایتأذی فاقول لعله یتأذی فانت تسأل حذرا من"لعل"فان قنعت بلعل فلعل ماله حلال والغالب علی الناس الاستیحاش بالتفتیش ولایجوزله ان یسأل عن غیرہ من حیث یدری ھو بہ فان الایذاء فی ذلك اکثر وان سأل من حیث لایدری ھو ففیہ اساءۃ ظن وھتك ستروفیہ تجس وفیہ تسبیب للغیبة وان لم یکن ذلك صریحا وکل ذلك منھی عنه فی اٰیة واحدۃ وکم من زاھد جاھل یوحش القلوب فی التفتیش ویتکلم بالکلام الخشن المؤذی وانما یحسن الشیطان ذلك عندہ طلبًا للشھرۃ باکل الحلال ولوکان باعثه محض الدین لکان خوفه علی قلب مسلم ان یتأذی اشد من خوفه علی بطنه ان یدخله مالایدری وھو غیر مؤاخذ بمالایدری اذالم یکن ثم علامة توجب الاجتناب فلیعلم ان طریق الورع الترك دون التجسس واذالم یکن بدمن الاکل فالورع الاکل واحسان الظن ھذا ھو المألوف من الصحابہ رضی اللّٰه

کرنے میں ایذار سانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے اور یہ بلاشبہہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے۔ تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "**لعل**" "شاید" پر قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو (یعنی اس کو حرام نہ سمجھتے) اور غالب بات یہ ہے کہ تفتیش سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذارسانی زیادہ ہے اور اگر یوں پُوچھتا ہے کہ اُسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری ہے نیز اس میں تجسّس ہے جو غیبت کا باعث بنتا ہے اگرچہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں ایک آیت (سورہ حجرات آیت ۱۲) میں ممنوع قرار دی گئی ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور ایذارساں کلام استعمال کرتے ہیں در حقیقت شیطان اس کی نظروں میں اسے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ وہ حلال خور مشہور ہو، اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمانوں کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیزگاری ترک سوال میں ہے تجسّس میں نہیں اور اگر کھانا ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیزگاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی طریقہ پسند ہے، اور جو

تعالٰی عنهم ومن زاد علیهم فی الورع فهوضال مبتدع ولیس بمتبع [1] اھ ملخصاً۔	شخص پرہیز گاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، مطیع نہیں ہے تلخیص۔
وفیه قال الحارث المحاسبی رحمه الله تعالٰی لوکان له صدیق اواخ وهو یأمن غضبه لوسأله فلاینبغی ان یسأله لاجل الورع لانه ربما یبدو له ماکان مستور عنه فیکون قدحمله علی هتك الستر ثم یؤدی ذٰلك الی البغضاء وان رابه منه شیئ ایضالم یسأله ویظن به انه یطعمه من الطیب ویجنبه الخبیث فان کان لایطمئن قلبه الیه فلیحترز متلطفا ولایهتك ستره بالسؤال لانی لم ار احدا من العلماء فعله [2] اھ ملخصاً۔	اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیز گاری کے حصول کیلئے سوال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دُور رکھتا ہے اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہو جائے لیکن سوال کرکے اس کی پردہ دری نہ کرے، کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، تلخیص۔
وفی الطریقة والحدیقة مالا یدرك کله وهو الاحتراز عن الشبهات کلها فی جمیع المعاملات لایترك کله فالاولی والاحوط الاحتراز مافیه امارة ظاهرة للحرمة وهی الشبهة القویة وممن له شهرة تامة بالظلم والغصب اوالسرقة	اور الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے" جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جاسکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۱۱۹

[2] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۱۲۴

اوالخانیة اوالتزویر اونحوھا من الربٰو والمکس فی الاموال وقطع الطریق ممایمکن الاحتراز عنه من غیر ترك مافعله اولی منه ای من ترکه اوفعل ما ترکه کذلك ای اولی من فعله وھذا احتراز عما اذا ترتب علی اجتنابه عن اموال من ذکروترك الاحترام لھم اذاکانوا ممایجب احترامھم اوینبغی له کاسلاطین والحکام وقضاۃ الشرع والابوین والاستاذ والمعلم عــہ۱ والکبیر فی السن وشیخ المحلة والصدیق ولاینبغی بل لایجوز اساءۃ الظن بھم ومتی ادی ذلك الی شیئ من ھذا لم یکن الاولی ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلك الشبھات لما یعارضھا من ترك الاحترام اواساءۃ الظن بمن یجب اوینبغی احترامه ولایحسن عــہ۲ اساءۃ الظن به وھذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام[1] اھملخصا۔

مثلاً سُود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولٰی کو چھوڑے بغیر بھی ان سے اجتناب ممکن ہے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولٰی ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجالانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہوسکتا ہے۔ یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ان کے مال سے بچنے کی بنا پر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضیِ شرع، ماں باپ، استاذ، معلم، عمر رسیدہ، محلّہ کے بزرگ اور دوست تو ان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہے اور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے تو ان شبہات سے بچنا نہ تو اولٰی ہے اور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی (جائز) نہیں یہ نہایت مشکل کام ہے وہ مستحب کا ارادہ کرتے کرتے حرام میں پڑ جائے گا، تلخیص (ت)

عــہ۱: ای ولولحرفة من الحرف کماذکرہ العارف النابلسی بنفسه فی بعض المواضع من ھذا الشرح ۱۲ منه (م)

عــہ۲: ای لایجوز کماسبق ۱۲ (م)

یعنی پیشوں میں سے اگرچہ وہ کسی بھی پیشے کا معلم ہو جیسا کہ خود عارف نابلسی نے اسی شرح کے بعض مواضع پر اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی لایجوز (ناجائز ہے) جیسا کہ گزرا ۱۲ (ت)۔

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۴۰/۲ ۔۷

اقول: وھو کماتری صریح اوکالصریح فی ترک السؤال ولوکان اکثر مالہ من الحرام فانہ ذکر المشھورین بالسرقۃ وقطع الطریق والغصب والربٰو ولم یفصل مطلقا اما الامام حجۃ الاسلام فجنح عند کثرۃ الحرام الی ایجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اکثر مالہ حرام وعند ذلك لایبالی بغضب مثلہ بل یجب ایذاء الظالم باکثر من ذلك والغالب ان مثل ھذا لایغضب من السؤال[1] اھ	**اقول:** یہ ترک سوال میں صریح یا صریح کی طرح ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا زیادہ مال حرام (کی کمائی) سے ہو تو وہ چوری، ڈاکے، غصب اور سود میں مشہور لوگوں کا ذکر کرے لیکن تفصیل میں مطلقًا نہ جائے، امام حجۃ الاسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت میں وجوب سوال کی طرف ہے انہوں نے فرمایا ہم نے اس صورت میں سوال کرنا واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہوجائے کہ اس کا زیادہ مال حرام ہے اس حالت میں اس کے غصّہ وغیرہ کی پروانہ کی جائے بلکہ ظالم کو اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آدمی ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا اھ (ت)
قلت ومبنی ذلك تحریمہ الاکل عند من غالب مالہ حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انہ لایبالی فیہ بسخط احد ولا لومۃ لائم وھذا وجہ عند مشایخنا وبہ افتی الفقیہ السمرقندی وغیرہ وصححہ فی الذخیرۃ والصحیح المختار فی المذھب المعول علیہ المفتی بہ اطلاق الرخصۃ مالم یعرف شیأ حراما بعینہ وھو مذھب ابراھیم النخعی وابی حنیفۃ واصحابہ قال محمد وبہ ناخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفۃ وتصحیح الذخیرۃ ترجیح محمد۔ وابوحنیفۃ ھوالامام	**قلت** اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال حرام ہو اس کے ہاں کھانا حرام ہے، یہ پہلی قسم میں داخل ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی کی پروانہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے ہمارے مشائخ کے نزدیک یہ زیادہ مناسب ہے فقیہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتوی دیا ہے ذخیرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور قابل اعتماد مذہب اور مفتی بہ قول میں صحیح اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں پس ابواللیث کا فتوٰی امام ابوحنیفہ کے فتوی کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں۔

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المشار الثانی مطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ ۲/ ۱۲۴

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلی القول وتبعناه فی ذلك لكن يظهر لی ان التورع محمود فی نفسه وقدمدح فی احاديث متواترة المعنی فصلنا جملة منها فی كتابنا المبارك ان شاء الله تعالٰی مطلع القمرين فی ابانة سبقة العمرين"وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوی مالی اقول يترك كلا لايترك ولكن ح يكون الورع فی ترك مايظنه المتقشف ورعًا فحيث لا توجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كماوصفنا لك من شان ذاك الجرئ المجاهر فلامعنی لترك الرعة ح مع وجود المقتضی وعدم المانع فلذا ذهبنا الی استثنائه والله الموفق هذا وفی عين العلم والاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا فی عصرهم حسن وان كان بدعة [1] اھ ای حسنة اوفی العادات كمايفيده التقييد بمالم ينه عنه ومثله فی الاحياء والله تعالٰی اعلم۔	اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لئے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ (احادیث) اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرين فی ابانة سبقة العمرين" میں تفصیل سے نقل کریں گے اِن شاء الله تعالٰی، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہر گز نہیں چھوڑا جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں ایذاء رسانی، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے اس جرات مند اعلانیہ روکنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس سے (پُوچھ گچھ) کا مقتضٰی بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لئے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے والله الموفق ہذا۔اور "عين العلم والاسرار بالمساعدة" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعتِ حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ "اس سے نہ روکا گیا ہو" کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے والله تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] عين العلم باب فی الصمت وآفة اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

تمّت المقدمات

(مقدمات پورے ہوگئے۔ت)

وضع ضابطہ کلیہ دریں باب وتفرقہ درحکم عظام وشراب

اس باب میں ضابطہ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان

اقول: وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو ۲ قسم ہے:

(۱) شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنویں میں نجاست گری ہے۔

(۲) اور نوعی یعنی عہ مطلق نوع کی نسبت یقین۔ اور اس کی پھر دو ۲ قسمیں ہیں:

ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اُس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنویں۔ دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اُسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلاوجہ التزام متیقن نہیں ہوسکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ان سے حاصل پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سُنا جانا موجب تردّد وتشویش وباعثِ سوال وتفتیش ہو دو ۲ قسم ہیں:

ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر جیسے عظام یہاں منشاء توہم صرف اُن لوگوں کا بیباک ونامحتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردّد نہ آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔

عہ: اراد بالنوع مالیس بشخص بدلیل المقابلة فیعم الصنف والجنس ۱۲ منه (م)

نوع سے مراد وہ ہے جو شخصی نہ ہو کیونکہ یہاں نوعی، شخصی کے مقابل ہے تو یہ نوع اور جنس دونوں کو عام ہوگی ۱۲ منہ (ت)

دوسرے ماہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کا کوئی فرد حلال وطاہر نہیں جیسے شراب **بجمیع اقسامہا علی مذہب محمد المأخوذ للفتوی** (اپنی تمام اقسام کے ساتھ، امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی پر فتوی ہے۔ت) یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اُس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کو جرأت وجسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی وثاقت وعدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہ حُسن کران کی وثاقت واحتیاط میں شک آسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ان دو[2] صورتوں میں ہنگامِ نظر وتنقیح حکم بوجہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صُورت اولیٰ میں مجرد اُس شَے مثلاً استخواں کے پڑنے پر تیقن عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ ومباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم ولہٰذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشترا وتناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کر سکتے **کماحققنا کل ذٰلك فی المقدمة الثامنة والتاسعة** (جیسا کہ ہم نے آٹھویں اور نویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔ت) بخلاف **صورتِ ثانیہ** کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اُس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کی بوجہ تنوع افراد صورتِ اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعًا منقطع **کمالایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اسی طرح صورتِ اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخص یا نوعی کلی ہو تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورتِ اولیٰ صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔

لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمة والنجسة وهی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور۔	کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین خاص حرام وناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع وغیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔(ت)

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علٰی وجہ العموم والالتزام تیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا **وهومانع کماذکرنا** (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ مانع ہے۔ت)

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مامنہ محذور میں ہر قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ ماہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ماہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابلِ حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ عجالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہی کی کفش برداری کا تصدق والحمدللہ ربّ العٰلمین۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الوھاب

(وہاب (اللہ تعالٰی) کی توفیق سے جواب کاآغاز ہے۔ت)

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور وواجب النظر اب مقدمہ ۴ و ۵ کی تقریر پیش نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہ بازار یا منتہائے سند بعض مشرکین وکفار تو بالکل مردود ومحض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ نہیں اور اگر فساق بد اعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجتِ شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہ حجت نہ تھی مگر یہاں ممانعت کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا۔

لان التحری محتمل للخطاء کمافی الھدایۃ والظنون ربما تکذب کمافی الحدیث۔	کیونکہ سوچ وبچار میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے(ت)

اور وہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے۔

فان شھادۃ قلبك لیست حجۃ الاعلیك وذٰلك فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون۔	کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائیگی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی۔(ت)

پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت۔

فی صلاۃ ردالمحتار استفید مماذکر انه بعد العجز عن الادلۃ المارۃ علیه ان یتحری ولایقلد مثله لان المجتھد لایقلد مجتھدا[1] الخ	ردالمحتار میں نماز کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے عجز کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور وفکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد، مجتہد کی تقلید نہیں کرتا الخ(ت)

ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق وفجار بلکہ مشرکین وکفار ہوں۔

فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لایشترط فی	کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱

التواتر عند الجمھور خلافاً للامام فخر الاسلام علٰی ماشتھر مع ان کلامه قدس سرہ ایضاً غیر نص فی الاشتراط [1] کماافادہ المولی بحر العلوم فی الفواتح واللہ اعلم۔	بھی نہیں البتہ اس میں امام فخر الاسلام کا اختلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام و نجس۔

فان فی الدیانات لایشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلاتردد۔	کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردّد کے بغیر قبول کی جاتی ہے۔ (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علمانے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب پڑتا ہے۔ امام علّامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا: اگر یہ بات تحقیق ہو جائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہٰذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا۔

فی البدائع ثم الحلیة بعدذکر مانقلنا عنھما فی المقدمة الثامنة فان صح انھم یفعلون ذلك فلاشك انه لاتجوز الصلاة معه [2] اھ وفی ردالمحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار ثمه ان کان کذلك لاشك انه نجس تاترخانیة [3] اھ	بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ "اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں (انتہی) اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے وہاں درمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح ہے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں، تاتارخانیہ اھ (ت)

اسی طرح تواتر کے یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزار ہے مگر جس سے پوچھی سننا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگ اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہ ہی افواہ بازاری ہے ورنہ

---

[1] فواتح الرحموت بحث العلم بالتواتر حق مطبوعہ المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱۱۸/۲

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار مایصیر بہ المحل نجسا الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱/۱

[3] ردالمحتار قبیل کتاب الصّلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲۵۷/۱

انتہائے خبر اُس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کرے گی یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

قال المولی الناصح سیدی عبدالغنی قدس سرہ فی مبحث اٰفۃ الرقص من شرح الطریقۃ اماخبر التواتر من الناس لبعضھم بعضاً بذلك عــہ فھو ممنوع لاستناد الکل فیہ الی الظن والتوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لوسألت کل واحد منھم عن رویۃ ذلك ومعاینۃ لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذتأملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین [1] الی اٰخر ما اطال واطاب رحمہ اللہ تعالٰی۔	نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبدالغنی قدس سرہ، نے الطریقۃ المحمدیہ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم اور اندازے کی طرف منسوب ہیں، اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پُوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا میں نے تو سنا ہے۔ اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھوگے کہ وہ محض گمان، وہمی نشانیوں اور ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور وفکر اور چھان بین کروگے تو جسے تم تواتر سمجھتے ہو اس کو ایک یا دو شخصوں کی طرف منسوب پاؤ گے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (ت)

الحاصل جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جز ہے تو برف کی حرمت ونجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع ومحذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل ومہجور کہ یہ ماھو محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل وغیر کافی (دیکھو ضابطہ کلیہ کی تحریر اور

عــہ: ای بماذکر من معائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا اخبر بذلك عن رجل معین ۱۲ منہ (م)	یعنی تصوف کے جھُوٹے دعویدار حضرت کے مذکورہ عیوب (رقص وغیرہ) کی جب کسی شخص کے بارے خبر دی جائے ۱۲ منہ (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع فی آفات البدن الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۵۲۱

مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال ناروا مگر جب اُس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہوجائے گی جیسے بحالتِ اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھُوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھُوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطباء کہ ہرگز موجبِ یقین نہیں بارہا اطبّا نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کُلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اُترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء (فلاں) اطباء کی قرابادین (دواؤں کی ڈکشنری) سے زیادہ جھُوٹا ہے۔ت) مثل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجہ اولٰی قابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کا غم واہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج وطرق علاج وتدقیق علل و تحقیق علامات میں حذاقت کامل ومہارت تام۔

وھذا الذی اخترناہ فی مسئلۃ التداوی بالمحرم ھو الصواب الواضح الذی بہ یحصل التوفیق قال فی ردالمحتار قولہ اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النھایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم کمارواہ البخاری ان مافیہ شفاء لابأس بہ کمایحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس اھ من البحر۔ وافاد سیدی عبدالغنی انہ لایظھر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم	حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے تنقید و تحقیق کے ائمہ نے بھی اسے پسند کیا ہے، ردالمحتار میں فرمایا: اس (دُرمختار) قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔اور خانیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی: "اللہ تعالٰی نے اس چیز میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا"۔ جیسا کہ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کیلئے شراب حلال ہے، صاحبِ ہدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے اھ (بحرالرائق)۔اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہوتا

على الجواز للضرورة واشتراط صاحب النهاية العلم لاينافيه اشتراط من بعده الشفاء ولذاقال والدى فى شرح الدرر ان قوله لاللتداوى محمول على المظنون والا فجوازه باليقينى اتفاق كماصرح به فى المصفى اهـ۔

کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے۔اور صاحبِ نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لئے میرے والد ماجد نے الدرر کی شرح میں فرمایا کہ اس کا قول "نہ دوائی کیلئے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ المصفٰی میں اس کی تصریح ہے انتہی۔

اقول: وهو ظاهر موافق لمامر فى الاستدلال لقول الامام لكن قدعلمت ان قول الاطباء لايحصل به العلم والظاهر ان التجربة يحصل بهاغلبة الظن دون اليقين الا ان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهوشائع فى كلامهم تأمل [1] اھ مافى ردالمحتار مع بعض اختصار۔

میں کہتا ہوں یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو اھ اختصار از ردالمحتار۔(ت)

اقول: اماما ذكر من امر التجارب فللعبد الضعيف ههنا تنقيح شريف واريد ان احقق المسئلة فى بعض رسائلى ان يسر المولى سبحنه وتعالٰى واما عزوه الحديث للبخارى فلم اره فى البحر ولافى الخانية وانما رواه الطبرانى فى المعجم الكبير بسند صحيح على اصول^عـه^ الحنفية۔

اقول: وہ تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندہ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں گا اگر اللہ تعالٰی اسے میرے لئے آسان کردے باقی انہوں نے حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں نے اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا۔اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے

عـه: قاله لان رجاله رجال الصحيح على مافيه من انقطاع ۱۲ منه (م)

یہ اس لئے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ومعتمد صحیح کے راوی ہیں اس بنا پر کہ اس میں انقطاع ہے ۱۲منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب فى التداوى بالمحرم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۴

نعم رأیته فی اشربة الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه من قوله تعلیقًا فلیتنبه[1] والله تعالٰی اعلم۔	ہاں میں نے اسے صحیح بخاری کے کتاب الاشربہ کے باب "شرب الحلواء والعسل" میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تعلیقًا مروی دیکھا ہے پس اس پر آگاہ ہو جاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واجتنابِ شبہات احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہر گز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور اِن شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد (اور عود زیادہ بہتر ہے۔ت) یہ تو اصل حکمِ فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی نہ اُس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکمِ جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت) ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنہیں ٹنچر کہتے ہیں اُن سب میں یقینا شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ اُن کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خرید نا حلال نہ بیچنا جائز۔

کماحققناه فی فتاوٰنا ان اسپارتو وهی روح النبیذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فهی حرام ورجس نجس نجاسة غلیظة کالبول وما استروح به بعض الجهلة المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوة المخذولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة فی کل حرکة وکلمة۔	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ، نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے ندوہ کے ذلیل ورسوا اراکین نے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہِ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

مسلمان اسے خُوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصًا سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذاللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ رب العٰلمین (دو جہانوں کا پروردگار اللہ بچائے۔ت) اسی طرح **بیشک** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اوّلًا** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکّر کا

[1] صحیح البخاری باب شرب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۰

صرف مرور وعبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کُچھ اجزا شکّر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انکشف واستخواں کا کوئی جُز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکّر کی حلّت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال وماکول نہ ہوں۔

کمالایخفی علی عاقل وذٰلك لانه لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر ولوحرامالایورث منعًا۔	جیسا کہ یہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں اور یہ اس لئے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی۔(ت)

اور درصورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہرًا یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤمیں نکل جانا غالبًا باعثِ تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر درصورت نجاست استخوان نجاست عصیر وحرمت شکّر میں شک نہیں ورنہ[عہ] بلاریب طیب وحلال۔

اور اگر اجزائے استخوان پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط وغیر متمیز ہوکر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلّتِ شکّر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کریگی کہ اگر غیر ماکول یا مردار کے استخواں ہُوئے تو اس تقدیر پر شکّر کے ساتھ اُن کے اجزاء بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز (اختلاط اور عدمِ امتیاز کی وجہ سے۔ت) (اور ان کا کھانا گو طاہر ہوں حرام، تو شکّر بھی حرام ہوجائے گی فی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار لوتفتت فیه نحوضفدع جاز الوضوء به لاشربه لحرمة لحمه[1] اھ (درمختار وغیرہ بڑی کتب میں ہے اگر اس پانی میں مینڈک وغیرہ پھُول جائیں تو اس سے وضو جائز ہوگا لیکن اس کا پینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام ہے۔ت) روسر کی جس شکّر کا حال تحقیقًا معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)

ثانیًا: کیف ماکان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت وحلّت ہی پر فتوٰی دیا جائیگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست وحرمت پر یقین نہیں صرف ظنون وخیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲)

مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ اُنہیں نجس وطاہر وحرام وحلال کی پرواہ نہیں مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی

عہ: یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤمیں اُن پر گزر جاتا ہو ۱۲منہ (م)

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شے حرام یا نجس ہو جائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال وطاہر بھی بکثرت نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم و تنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ اُنہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو صرف اس قدر پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدامِ وحوش کا پتا چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمتِ شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے۔ مانا کہ جنگل میں سباع وخنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انہیں پانیوں سے پیتے ہیں، مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سوئر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔

قال فی الحدیقة بعد نقل ماقدمنا عنها عن جامع الفتاوی اول المقدمة العاشرة من ان بمجرد الظن لایمنع التوضئ الخ (مقولة قال ۱۲) لکن نقل قبل ذلك قال ولورأی (یعنی صاحب المجمع ۱۲) اقدام الوحوش عندالماء القلیل لایتوضأ به انتهی وینبغی تقیید ذلك بما اذاغلب علی ظنه انها اقدام الوحوش والا فیحتمل انها اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسة بالشك ویقید ایضا بانه رأی رشاش الماء حول ذلك الماء القلیل ونحو ذلك من القرائن الدالة علی ان الوحوش شربت منه و الافلا نجاسة بالشك [1] اھ۔ **قلت** فقد سبقه بهذا الحمل	ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقۃ الندیۃ جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا الخ اسے نقل کرنے کے بعد صاحب حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب مجمع نے اس سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے انتہی، اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے لہٰذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دُوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی اھ (ت) **قلت** اس بات پر (کہ پانی تھوڑا ہو) محمول

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیماورد عن ائمتنا الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۶

البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغٰی بالغین المعجمۃ وبرؤیۃ اثر اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ سبع مر بالرکیۃ وغلب علی ظنہ شربہ منہا تنجس والافلا اھ وینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی والا فمجرد الشك لایمنع الوضوء بہ بدلیل ماقدمنا عـہ نقلہ عن الاصل [1] الخ۔	کرنے میں بحرالرائق کے مصنّف نے ان سے سبقت کرتے ہوئے بحر میں کہا المبتغٰی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے۔ایک درندہ کُنویں کے پاس سے گزرا،اگر غالب گمان ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمان غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرع ثانی (درندے کا گزرنا) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحرالرائق) نے اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ (کہ اس حوض سے وضو کیا جاسکتا ہے جس میں نجاست گرنے کا خوف ہو لیکن یقین نہ ہو)۔(ت)

یااتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ٦) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت وفور وشدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علما تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ٧) پھر مانحن فیہ تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب وطاہر شاذ ونادر۔

یااتنا یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائماً صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس وحرام کردے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکّر میں احتمال محفوظی تو ہر گز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ٨) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ رَیب وشبہہ کی نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یاترک ادب بزرگان یاپردہ دری مسلمان یااور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ١٠)

عـہ ھو ماقدمناہ عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ١٢ منہ (م)	یہ وہ ہے جو ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں اصل سے خلاصہ سے البحرالرائق سے بیان کیا ہے ١٢منہ (ت)

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٨٧

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکّر میں اس طور پر ملادی گئیں کہ اب جُدا نہیں ہوسکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے رُوبرو اس میں بے حالت جریان شامل ہُوئے اور وہی رس منعقد ہوکر شکّر بنا تو بالخصوص یہی شکّر جو اس کے پیشِ نظر یوں بنی اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز۔ **یونہیں** جس خاص شکّر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجہ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکّر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روانہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکمِ جواز ہے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکّر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھئے مقدمہ ۹) یہ ہے حکمِ شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے، صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وبارک وسلم آمین!

خاتمہ:

رزقنا اللہ حسنہا آمین

بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اس شکّر کے بارے میں ہر صورت پر وہ واضح وبین کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکمِ شرع مخفی نہ رہا اب اہلِ اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکمِ حرمت ونجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدّد وناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات وتصوّرات کا دروازہ کھولا جائے گا تو مبتدیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہوجائے گا ایک روسر کی شکّر کیا ہزارہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دُودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کونسا بینہ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے ہرگز گوارا نہیں فرماتی صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وبارک وسلم۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ [1] اھ و فیہا ھو ارفق باھل ھذا الزمان	حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں اُمت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ دور کے

[1] ردالمحتار مطلب فیمن وطء من زفت الیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶

لئلا یقعوافی الفسق والعصیان [1] اھ وقد قالت العلماء من کل مذھب کلماضاق امرا تسع [2] ومن القواعد المسلّمۃ المشقّۃ تجلب التیسیر [3]۔	لوگوں کے لئے زیادہ نرمی ہے تاکہ وہ نافرمانی اورگناہ میں نہ پڑیں اھ۔ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ سختی کا باعث ہو تو اس میں وسعت آجاتی ہے اور مسلّمہ قواعد سے ہے کہ مشقت آسانی کولاتی ہے۔(ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کانہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبھات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین [4] اھ۔و فی تجنیس الامام ھان الدین عن ابی بکر ابراھیم لیس ھذا زمان الشبھات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاك [5] اھ ملخصًا وعنھما فی الاشباہ نحوذلك۔و فی الطریقۃ وشرحھا بعد النقل علی الامامین المعاصرین رحمھمااللہ تعالٰی زمانھما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ رحمھمااللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الھجرۃ النبویۃ وقدبلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسعمائۃ	فتاوٰی قاضی خان میں ہے فقہاء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ۔(تلخیص) اور ان دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے۔الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہمااللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحبِ ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو ۶۰۰ سال پہلے کا ہے اور آج اس مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہد نبوت

---

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۳۵۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول،القاعدۃ الرابعہ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۷

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول،القاعدۃ الرابعہ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۰۵

[4] فتاوٰی قاضی خان الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۷

[5] غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۰۸

وثمانین سنة من الھجرة وبلغ التاریخ الیوم الی الف وثلث وتسعین سنة من الھجرة ولاخفاء ان الفساد والتغیر یزیدان بزیادة الزمان لبعدہ عن عھد النبوة [1] اھ ملخصاً وفی العٰلمگیریة عن جواھر الفتاوٰی عن بعض مشایخه علیك بترك الحرام المحض فی ھذا الزمان فانك لاتجد شیأً لاشبھة فیه [2] اھ۔	سے دُوری کی وجہ سے جُوں جُوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد وتغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصًا۔ فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ جواہر الفتاوٰی بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہہ نہ ہو۔(ت)

سبحٰن اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے ائمہ دین یوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا اُمید ہے فاناللہ وانّاالیہ راجعون ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا:

انکم فی زمان من ترك منکم عشرما امربه ھلك ثمّ یاتی زمان من عمل منھم بعشر ماامربه نجا [3] اخرجه الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو آدمی اس چیز کے دسویں حصّے پر بھی عمل کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔(ت)

ہاں جو شخص بحکم

قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کیف وقدقیل اخرجه خ [4] وغیرہ عن عقبة بن الحارث النوفلی۔ وقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم	رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (تو اس کا بھائی ہے)

[1] الحدیقة الندیة الفصل الثانی من الفصول الثلاثة مطبع نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۷

[2] فتاوٰی ھندیة کتاب الکراھیة باب نمبر ۲۵ فی البیع الخ نورانی کتب خانہ ۵/۳۶۴

[3] جامع الترمذی ابواب الفتن، مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۱

[4] صحیح البخاری باب الرحلة فی المسئلة النازلة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

من اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ[1] اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزّت بچالی"۔ اس حدیث کو اصحابِ صحاح ستّہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

بچنا چاہے اور اُن امور کا کہ ہم مقدمہ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر وافضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہوں اُن پر طعن واعتراض کرے اُنہیں اپنی نظیر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرح پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع وتحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

وقال اللہ تبارك وتعالٰی لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾[2] وقال جل مجدہ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ[3] ای لایعب بعضکم بعضًا واللمزھو الطعن باللسان[4] و لابی داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امریئ من الشران یحتقر اخاہ المسلم[5]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھُوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھُوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا" اور اللہ بزرگ وبرتر نے فرمایا: اپنے آپ پر طعن نہ کرو۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: "مسلمان کا مال، عزّت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی انسان کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرالدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
[2] القرآن ۱۶/۱۱۶
[3] القرآن ۴۹/۱۱
[4] تعلیقات جدیدۃ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸
[5] سُنن ابنِ ماجہ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دین وسنّت صراطِ مستقیم ہیں ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے لم یجعل لہ عوجا (اس میں اصلاً کجی نہ رکھی ت) دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں مکروہات کہ مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعمِ خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر وتنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تابہ اطلاق شرک وکفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ اُسے طرح طرح سے جمائیں، اُلٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مؤاخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بفحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف وترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحٰن اللہ اچھا تشدد ہے کہ اُن سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر ومشرک بتانا بلاکہ براہِ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید وعظیم اور دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع ووخیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ"

احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعًا یسروا ولا تعسروا وبشروا ولاتنفروا[1]۔ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذابعث احدًا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولاتنفروا ویسروا ولا تعسروا[2]۔	امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو، نہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد والستۃ ماخلا مسلما عن ابی ہریرۃ	امام احمد اور اصحابِ صحاح ستہ ماسوائے امام مسلم کے

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[2] الصحیح لمسلم باب تامیر الامام الامراء الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین[1]۔	(رحمہم اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "ہلاک ہوئے غلو و تشدد والے"۔

احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلك المتنطعون[2]۔	امام احمد، مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہُوئے۔ (ت)

اور وارد ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنے والی لے کر بھیجا گیا جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں۔

الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنّتی فلیس منی[3] الی غیر ذلك من احادیث یطول ذکرھا والتی ذکرنا کافیۃ وافیۃ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ اٰمین۔	خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسانی اور ہر باطل سے جُدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنّت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔ اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی ووافی ہے ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ، نے آج تک اس شکّر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں اُنہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تو ورع و

---

[1] صحیح البخاری باب صب الماء علی البول فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵

[2] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۹

[3] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۳۶۷۸ دارالکتب العربیہ بیروت ۷/۲۰۹

احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے اُن پر ترفّع و تعلّی روا رکھے،

وباللّٰہ التوفیق* والعیاذ من المداھنۃ والتضییق* وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم* وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم* واعلم ان لنافی الکلام* علٰی ھذا المرام* بتوفیق المولی۔ سبحانہ وتعالٰی مباحث اخرٰی* ادق واعلٰی لکنھا دقیقۃ المنزع* عمیقۃ المشرع* عریصۃ المنال* طویلۃ الازیال* وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب* فکیفنا امرھا۔ فطوینا ذکرھا فھاك جوابا قل ودل۔ بفضل الملك عزوجل فَاِنْ لَّمْ یُصِبْہَا وَابِلٌ فَطَلٌّ [1]۔ ومعلوم ان ماقل وکفٰی۔ خیرمما کثر والھی [2]۔ قالہ المصطفی علیہ افضل الثنا۔ رواہ ابو یعلی والضیاء المقدسی۔ عن ابی سعیدن الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی اٰمین۔	اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، منافقت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت مکمل اور مضبوط و محکم ہے۔ **جان لو** اپنے مولٰی سبحانہ، وتعالٰی کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ اور مباحث بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلٰی ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے ان کو پانا دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے۔ ہم نے راہِ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفاء کیا اور اس کا ذکر ختم کردیا کہ جواب عزّت وبزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ راہنمائی کرنے والا ہے اگر تیز بارش نہ بھی پہنچے تو اوس کافی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر اور کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے حضرت محمد مصطفٰی علیہ افضل الثناء نے یہی بات فرمائی، اسے ابویعلٰی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔ آمین (ت)

تنبیہ: فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کیے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر وحالت مخبر وحاصل واقعہ وطریقہ مداخلت حرام ونجس وتفرقہ ظن ویقین ومدارج ظنون وملاحظہ ضابطہ کلیہ ومسالک ورع ومدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح ومراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر

[1] القرآن ۲/۲۶۵

[2] مسند ابی یعلی عن مسند ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/۱۷

سابقہ سے واضح نہ ہوجائے۔

واللہ سبحانہ الموفق والمعین۔وبہ نستعین فی کل حین۔وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدالمرسلین وخاتم النبین۔محمد واٰلہ وصحبہٖ اجمعین وعلینا معھم برحمتك یاارحم الراحمین۔اٰمین اٰمین اٰلہ الحق اٰمین۔استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم۔اٰخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشھر المکرم۔سنۃ ثلث بعد الالف ۃ وثلثمائۃ من ھجرۃ حضرۃ سید العالم۔صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ وبارك وسلم۔مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون اُخر۔والحمد للہ العلی الاکبر۔مالذا الملح وحُبّ السُّکّر۔واللہ تعالٰی اعلم۔وعلّمہ اتم۔وحکمہ احکم۔	اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد مصطفٰی اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو،اور ان کے ساتھ ہم پر بھی،اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ۔یااللہ! ہماری دعا قبول فرما،یااللہ! ہماری دعا قبول فرما،اے سچّے معبود! ہماری دعا قبول فرما۔حرمت والے ذیقعدہ کے آخر میں تین دن کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا۔۲۶ ذی القعدۃ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن تھا۔باوجودیکہ میں گمراہ لوگوں کے رَد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا،اللہ بزرگ وبرتر کے لئے حمد ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۸۳: ازنینی تال متصل سوکھاتال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خان محرر پیشی ڈائریکٹر کرنیل میجر ریاست گوالیار ۱۴ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں،عیسائی کے ہاتھ کی چھُوئی ہوئی شیرینی قابلِ استعمال ہے یا نہیں۔مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھّا چونا زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اُس کتھے چُونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگودیتا ہے بلاالکہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اُس میں استعمال کے واسطے منگوالیتا ہے اس حالت میں بکر پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :

نصارٰی کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلااصلا ناپاک نہیں وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاست سے متلوث ہی رہتا ہے۔امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

یتعین علی من له امران یقیم من الاسواق من یشتغل بهذا السبب (یرید بیع الاشربة الدوائیة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب لان النصارٰی عندهم ابوالهم طاهرة ولایتدینون بترك نجاسة الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیه انه متنجس[1]۔	صاحبِ اختیار کا فرض ہے کہ وہ ان اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھادے جواس کام میں مشغول ہیں (یعنی دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچتے ہیں) کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خونِ حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔لہٰذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔(ت)

استفسارات رد نصارٰی کے سترھویں استفسار میں ہے مسلمان لوگ بَول وبراز اور خُون سے آلُودہ رہنے کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر اُنہیں ہنسا کرتے ہیں تو ان کی چھوئی ہُوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کماحققنا ذلك فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں تحقیق سے بیان کیا ہے۔ت) اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر وخشک دونوں کو شامل اور اشد وکامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلاوجہ شرعی اپنے اوپر دروازہ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت وبدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح وشنیع۔احادیث واقوالِ ائمہ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں وقد ذکرنا بعضها فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیره من تصانیفنا منها الحدیث الصحیح بشروا ولاتنفروا[2] (ہم اپنے فتاوٰی کی "کتاب الحظر" اور دوسری تصانیف میں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اس سے ایک صحیح حدیث یہ ہے: خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔ت) وحدیث ایاك ومایعتذر

---

[1] المدخل فصل فی ذکر الشراب الذی یستعمله المریض مطبعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱۵۴/۴

[2] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

منہ [1] (جس بات سے عذر پیش کرنا پڑے اس سے بچو۔ت) وحدیث ایاك ومایسوء الاذن [2] (جو بات کان کو اچھی نہ لگے اس سے بچو۔ت) وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلایقفن مواقف التھم الی غیر ذلك من النصوص [3] (جو شخص اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہو اسکے علاوہ دیگر نصوص ہیں،ت) تو اپنا کھتا چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اُس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اُس سے بھی احتراز شرعًا درکار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ : کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہاکہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تومیں تمہارے چاقو مار دُوں،اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے،بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید نے تین ۳ گناہ کئے: مسلمان ۱ کو ناحق تہدید،مال ۲ کو ضائع رکھنے کی تاکید،مسئلہ ۳ شرعیہ پر انکار شدید۔زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: از پیلی بھیت قاضی محلّہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہہ توڑ کر سب میں اثر پلیدی سرایت کرگیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یانہیں۔

الجواب:

جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک سرایت کرے تو ہر تہہ کی نجاست جدا شمار میں آئیگی اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہہ بتہہ بدن پر ہوں جیسے شعار ودثار۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بیان ذم الحرص والطمع مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۸/ ۱۶۰

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۴/ ۸۶، مجمع الزوائد باب فیمایجنب من الکلام مطبوعہ دارالکتاب بیروت لبنان ۸/ ۹۵

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

فی ردالمحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار الی الوجه الاٰخر لوالثوب واحدا بخلاف مااذاکان ذاطاقین کدرھم متنجس الوجھین [1] اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مقدار کا دوسری طرف سرایت کرنا معتبر نہ ہوگا اگر کپڑا ایک ہو، بخلاف اس کے جب دو تہوں والا ہو جس طرح درھم کی دونوں طرفیں ناپاک ہوں الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۶: ازبزریہ عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ: شِیر خوار بچّے کا پیشاب پاک یا ناپاک؟

الجواب:

آدمی کا بچّہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو **والمسألة دوارة متونا وشروحا** (یہ مسئلہ متن وشرح کی کتب میں اکثر پایا جاتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۷: از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکوہ وغیرہ سے کُنکنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہوجاتی ہے، ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اس سے موضعِ نجاست کو ملے دوبارہ دوسرا کپڑا اسہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہوجائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی رہے ویسے ہی نماز پڑھے، معاف ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۸: از فراشی محلّہ ۷۔رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ رُوئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہوکر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سُوت کات لیا جائے تو وہ سُوت بغیر اسی کے کہ دری وغیر بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۱۱/۱

الجواب:

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یوں ہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یااُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

فی الدرالمختار یطھر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلاعدد بہ یفتی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ممایتشرب النجاسۃ وھذا کلہ اذاغسل فی اجانۃ اما لوغسل فی غدیر اوصب علیہ ماء کثیرا وجری علیہ الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار [1] اھ باختصار۔	درمختار میں ہے (نجاست) نہ دکھائی دینے والی جگہ دھونے والے کے غالب گمان کے ساتھ کہ اب جگہ پاک ہوگئی کسی خاص تعداد کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو تین بار دھو کر ہر بار نچوڑے جبکہ وہ ایسی چیز ہو جو نچوڑی جاسکتی ہے اگر نچوڑی نہ جاسکتی ہو تین بار خشک کرلیا جائے یعنی جو نجاست اس کے اندر جذب ہوئی اس کے قطرے ختم ہوجائیں یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب ٹب وغیرہ میں دھوئے اگر بڑے تالاب میں دھوئے یا اس پر بہت سا پانی ڈالے یا اس پر پانی جاری کرے تو نچوڑنے یا خشک کرنے اور بار بار غوطہ دینے کی شرط کے بغیر مطلقًا پاک ہوجائے گی یہی مختار ہے اھ تلخیص (ت)

ناپاک روئی کا سُوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بناکر پاک کرنے سے سُوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کمالایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹: از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ: غسل خانہ کے چہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اس کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے۔

لان الطباع تتنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا	کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری دو

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

ولاتنفروا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور متنفر نہ کرو۔(ت)

مسئلہ ۱۹۰: احمد یار خان موضع ٹھریا نجابت خاں ضلع وتحصیل بریلی

علماءِ دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ہذا میں جنبی شخص پیشتر ہاتھ دھو کر ناف سے نیچے ناپاکی دھولے بعد وہ تہبند پاک باندھ کر میدان میں مسنون غسل ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہبند پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہوگیا یا ناپاک رہا اور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک؟ **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

تہبند پاک رہے گا غسل کا پانی پاک ہے اُسکی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل ادا ہوجانا اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرّہ ذرّہ پر بہ جائے گا تو غسل ادا ہوجائے گا ورنہ نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۱: از ضلع گورگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴صفر المظفر ۱۳۳۲ھ۔

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کُتّے چاٹتے ہیں اُنہی کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دُودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دُودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ **بیّنوا توجّروا۔**

الجواب:

طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس وحرام ہے وبس۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ[2]۔	ہم اسی کو اختیار کرینگے جب تک ہمیں کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔(ت)

مسئلہ کی تمامتر تحقیق وتفصیل ہمارے رسالہ **الاحلی من السکر** میں ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۲: از کوٹ ضلع بجنور محلّہ کوٹرہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے وکونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ وپیشاب لگ جائے اور اس کو پانی سے دھو کر پاک کریں اور دُھوپ میں خشک کردیں اسی طرح

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی کراھیۃ الماء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

تین مرتبہ پاک کرلیا جائے تو وہ عندالشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب:

ہاں پاک ہوگیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہوگئے ہوں جیسے ہانڈی، وہ تو تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہوجاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑدیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑدیں سہ بارہ ایسا ہی کریں کہ پاک ہوجائیگا چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یوں ہی خشک کرکے تین بار دھویا جائے گا اور ثابت ہو تو صرف تین بار دھودینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس کا جرم چھڑادینا بہر حال لازم ہے خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لئے دھوپ یا سایہ شرط در مختار میں ہے:

قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر ممایتشرب النجاسة والا فبقلعها کمامر۔[1]	تین بار خشک کرنا مقرر کیا ہے یعنی جو چیز نچوڑی نہ جاسکتی ہو اور نجاست کو جذب کرلے اس کے قطرے ختم ہوجائیں ورنہ اس کی نجاست کو دُور کیا جائے، جیسا کہ گزرا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله انقطاع تقاطر زاد القهستانی وذهاب النداوة وفی التاترخانیة حد التجفیف ان یصیر بحال لاتبتل منه الید ولایشترط صیرورته یابسا جدا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس (درمختار) کے قول "انقطاع تقاطر" میں قہستانی نے اضافہ کیا ہے کہ رطوبت ختم ہوجائے۔ تاتارخانیہ میں ہے خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اب اس سے ہاتھ تر نہ ہو بالکل خشک ہونا شرط نہیں (ت)

مسئلہ ۱۹۳: مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی یا حقّہ چرمی دھو کر اور صاف کرکے مسلمان استعمال کرسکتا ہے۔

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱

الجواب : دھونے نے صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہہ نہیں رہتا، استعمال بلاشبہہ جائز ہے۔ صحیحین و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد وجامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للترمذی قال سئل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن قدور المجوس فقال انقوها غسلا واطبخوا فیها[1]۔ والله تعالٰی اعلم۔	الفاظ امام ترمذی کے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: انہیں دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۷: از لکھنؤ چوبداری محلّہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازان مکان نمبر ۱۰۳ مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۳ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصّہ نجس ہوگیا اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے، اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کو دھوئے بغیر قطرے پُونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک میں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائیگا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کرے، خاص کر اُس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اس کا بھی دُور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضرور ہے۔

الجواب:

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی الاکل فی آنیۃ الکفار مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲

جیسے مٹّی کا گھڑا یا معتسر ہو جیسے بھاری قالین دری تو شک لحاف وہاں انقطاع تقاطر یا ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہئے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصّہ زیریں پر باقی ہے مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہو گی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے درپے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔ درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بقلعها ای زوال عینها واثرها ولو بمرة اوبما فوق ثلث فی الاصح ولایضر بقاء اثرلازم ومحل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلاعدد به یفتی وقدر بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لایقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر ممایتشرب النجاسة والا فبقلعها [1]۔	اصح مذہب کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ عین نجاست اور اس کے اثر کو دُور کرنے سے پاک ہو جاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ یہ اصح مذہب ہے۔اس سے لازم ہونے والے (نہ دُور ہونے والے) اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان دہ نہیں اور جہاں نجاست نظر نہ آتی ہو اگر دھونے والے کو اس جگہ کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہوجائے تو پاک ہوجائیگی۔اس میں گنتی شرط نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔جس چیز کو نچوڑا جاسکتا ہے وہ تین بار دھونے اور خوب نچوڑنے کے ساتھ کہ اب کوئی قطرہ باقی نہ ہو، پاک ہو جاتی ہے۔اور جس کا نچوڑنا ممکن ہو اور اس میں نجاست جذب ہوتی ہو وہ تین بار خشک کرنے یعنی قطرات کے ختم ہونے سے پاک ہو جاتی ہے ورنہ اسے زائل کیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وهذا شرط فی غیر البدن ونحوه امافیه فیقوم مقامه توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیة والاظهر ان کلا من التوالی	تین بار خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے یہ شرط غیرِ بدن وغیرہ میں ہے بدن میں تین بار مسلسل دھونا اس کے قائم مقام ہوگا حلیہ میں فرمایا اظہر بات یہ ہے کہ اس میں تسلسل اور

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

والجفاف لیس بشرط فیه وقدصرح به فی النوازل وفی الذخیرة مایوافقه [1] اھ واقرہ فی البحر۔	اور خشک کرنے (دونوں) میں سے کوئی بات بھی شرط نہیں نوازل میں اس کی تصریح ہے، ذخیرہ میں اس کے موافق ہے اھ بحرالرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا، مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اُس پر پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لئے کہ ایک بار دُھل چکی اب پاؤں پر دو بار پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دو بار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بار دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اُسی نجاست سے نجس رہا اُس میں تخفیف نہ ہُوئی کہ اُس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو ۲ بار دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا (اور اسی طرح ہے۔ ت) لہٰذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دو بار دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثة متفاوتة فی النجاسة فالاولی یطھر مااصابته بالغسل ثلثا والثانیة بالثنتین والثالثة بواحدة وکذا الاوانی الثلثة التی غسل فیھا واحدة بعد واحدة وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقة والثانی بواحدة والاول بثنتین [2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	"الامداد" میں فرمایا نجاست میں تینوں پانی الگ الگ حکم رکھتے ہیں پہلا پانی جس چیز کو لگ جائے وہ تین بار دھونے سے پاک ہے۔ دوسرا پانی جسے پہنچے وہ دو بار، اور تیسرے پانی جسے پہنچے ایک بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح وہ تینوں برتن جو یکے بعد دیگرے اس میں دھوئے گئے۔ اور کہا گیا ہے تیسرا برتن محض پانی بہانے سے پاک ہوجائے گا دوسرا ایک بار دھونے سے اور پہلا دو بار دھونے سے پاک ہوگا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۱

[2] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

مسئلہ ۱۹۸: از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی ہیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹:

از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اس میں مُرغی کا بچّہ گرا اور فوراً مر گیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

گھی ناپاک ہوگیا، بے پاک کیے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین [3] طریقے ہیں: ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے ہیں یہاں تک کہ سب گھی اُوپر آجائے اُسے اتار لیں۔ اور دُوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یونہی کریں۔ پھر اتار کر تیسرے پانی سے اُسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتار لیں۔

اقول: جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الدرر لوتنجس الدھن یصب علیه الماء فیغلی فیعلوا الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیه الفتوی کمافی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوٰی وقال فی الفتاوی الخیریة لفظة فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نرمن	الدرر میں فرمایا اگر تیل ناپاک ہو جائے تو اس پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اس طرح تیل پانی پر غالب آکر کچھ اُوپر آجائے گا۔ یوں ہی تین بار کیا جائے اھ یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسے شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے۔ اور فتاوٰی خیریہ میں فرمایا: "فیغلی" (جوش دیا جائے) کا لفظ بعض

شرط لتطهير الدهن الغليان مع كثرة النقل فى المسألة والتتبع لها الا ان يرادبه التحريك مجازا فقدصرح فى مجمع الرواية وشرح القدورى انه يصب عليه مثله ماء ويحرك فتأمل اھ اويحمل على ماأذاجمد الدهن بعد تنجسه ثم رأيت الشارح صرح بذلك فى الخزائن فقال والدهن السائل يلقى فيه الماء والجامد يغلى به حتى يعلو [1] الخ۔	کتب میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لکھنے والے کی طرف سے اضافہ ہے کیونکہ ہم نے تیل کو پاک کرنے کیلئے جوش دینے کی شرط نہیں دیکھی حالانکہ یہ مسئلہ بہت زیادہ منقول ہے اور اس کی چھان بین بھی بہت زیادہ کی گئی البتہ یہ کہ اس "جوش دینے" سے مجازًا حرکت دینا مراد لیا جائے، مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی کہ اس پر اُتنا ہی پانی ڈالا جائے اور حرکت دی جائے، پس غور کرو اھ یا اسے اس صورت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ ناپاک ہونے کے بعد جم جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ شارح نے الخزائن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بہنے والے تیل میں پانی ڈالا جائے اور جمے ہوئے کو جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ اُوپر آجائے الخ (ت)

دوم: ناپاک گی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلالیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہوجائیگا۔ جامع الرموز میں ہے:

المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطًا به [2]۔	بہنے والی چیز جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کے ہم جنس کے ساتھ ملا کر جاری کیا جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ (ت)

سوم: دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی مثل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اُس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں برتن میں گریں اس طرح پاک وناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہو کر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا، خزانہ میں ہے:

اناء ان ماء احدهما طاهر والأخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا فى الهواء	دو۲ برتنوں میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہو توان کو بلند مقام سے گرایا جائے اور وہ

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

[2] جامع الرموز فصل یطھر الشیئ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵

ثم نزلاطھر کلہ [1]	فضامیں مل کر اُتریں تو تمام پانی پاک ہو جائیگا۔(ت)

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک گھی سے پہلے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اُس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہو جائے گا **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۰: از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب مرسلہ داور علی خان صاحب سہاوری ۸۔جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

اُنگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔

الجواب: انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھُوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعًا ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے گا پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ [2] ۔واللہ تعالیٰ اعلم۔	ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دُودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام، اور آیہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ [3] (بے شک مشرکین نجس ہیں۔ت،) سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے؟

الجواب:

آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

[2] القرآن ۲۴/۲۶

[3] القرآن ۹/۲۸

اگر ملوّث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے مالامال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزّوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیا جن میں نجاست یا حرمت متحقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں اور نہ طاہر وحلال کہ اصل اشیا میں طہارت وحلت ہے قال تعالٰی:

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا [1]۔	زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لئے پیدا فرمایا۔ (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کیلئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ [2]۔	ہم اسی پر عمل کرینگے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ (ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوٰی جواز اور تقوی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۲: از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمان صاحب ۹۔ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ۔

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہو گئی ہو اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پَیر رکھ دے اور مٹّی لگ جائے تو کیا پَیر ناپاک ہوگا؟

الجواب:

جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تر پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۲۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسئلہ ۲۰۳و۲۰۴: از شہر کہنہ ۱۲۔ رمضان ۱۳۳۶ھ

(۱) بچّے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آڑے میں اس کی کھانچی پڑی کھا جر کے سوار پڑا اب وہ کچی شکّر پاک ہُوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو؟ (۲) کرسی یا چُوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کِیا جائے؟

الجواب:

(۱) جب بچّے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اٹھادیا جاتا ہے زمین کُھرچ دی جاتی ہے، پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہو جاتا ہے اُس کا اثر زائل ہو جاتا ہے زمین پاک ہو جاتی ہے شبہہ اور وہم پالنا منع ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) کَرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کردے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول، اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے پاس کے دانے جُدا کردیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اُس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلا دے۔ اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اس کا یہی حکم ہے اور چُوہے کی ہے اور ناج مثلاً روٹی یا دلیے یا دال پلاؤ کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اسے نہ کھانا چاہئے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۵: از ضلع بلیا مسئولہ سید محمد رضا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑے کا پیندا تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے پاک وطاہر ہوا قابل استعمال کے ہوگیا یا نہیں اگر پاک ہوگیا تو کیوں قیمت اُس کی مثل ہنود کے اُس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلائے تو شرع میں اس کے لئے کیا حکم ہے صور تہائے مذکورہ بالا میں صاف صاف جواب مزین بدستخط ومہر مرحمت ہو۔

الجواب:

فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہو سکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابلِ سرایت بوجہ تری سبو یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اُس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اُس پر الزام نہیں، ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۶: از بریلی محلّہ گندانالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھااور قریب ہی ایک کُتّے کو کھڑادیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھاالبتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتّا کھڑا تھاکچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیاحکم ہے؟

الجواب:

جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کُتّا موجود ہے تو ضرور اُس نے کھایااور کھانا ناپاک ہوگیااگرتر مثل شیر وشوربا ہے توسب اور خشک مثل برنج ہے توجہاں مُنہ لگاہے وہاں سے اُتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۷: از بریلی شہر کہنہ مسئولہ سید گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھراجاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ مُنہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہی حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھوکر اہلِ محلّہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا یہ پانی خورد ونوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے اور پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفرین کرتے ہیں۔

الجواب: صورتِ مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔

نص علیه فی کتب المذهب قاطبة ومن احسن من بینه مصنّف الطریقة المحمدیة وشارحها قدس سرهما وقدفصلناه فی الاحلی من السکر۔	کتبِ مذہب میں اس کی تصریح موجود ہے طریقہ محمدیہ کے مصنّف اور شارح نے اسے بہت ہی اچھا بیان کیا، ہم نے "الاحلی من السکر" میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(ت)

کفار کی نفرین وآفرین کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کُتّے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاسۃ پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے ہوئے انگوچھے سے پُوچھیں جس میں تقریبًا چھٹانک بھرپیشاب ہوگا یہ کچھ قابل نفریں نہیں اور ان کا دُودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۸: از شہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب ۱۶۔ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقّہ کی تر مشک چھُودی ہے اس صورت میں وہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔اور اگر ناپاک ہے تو کسی طرح سے وہ پاک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :

تین بار اُس جگہ پر پانی بہادیں تطییبا للقلب (دل کے اطمینان کے لئے ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۹: از پیلی بھیت محلّہ بھورے خان مرسلہ سید محمد معین صاحب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ
کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا، کتّا اندر گیا اور جاکر کُتّے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فوراً کوٹھری میں جاکر کتّے کو ہٹایا تو اس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا آیا وہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب:

گھی ناپاک ہوگیا، اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہوئی باقی پاک رہا، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۱۰: از سسونہ ڈاک خانہ شیش گڈھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھِیلیں دُکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی جحت پر کھِیلوں کے ڈھیر پر لوٹ دِیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک، علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جلیبی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لے تو وہ پاک رہی یا ناپاک؟ **بینوا توجرّوا**۔

الجواب: اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وہ شے ناپاک ہوجائے گی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہوگی مگر بھنگی کی چھُوئی ہوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں لہٰذا اُس سے بچنا چاہئے۔رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بشروا ولاتنفروا**[1] (خوش کرو متنفر نہ کرو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم من المواعظ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

مسئلہ ۲۱۱: ازامام پور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کُنویں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنویں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنویں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنویں کا کیا حکم ہے اس کے پانی کا استعمال غسل، وضو، کھانے، پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اُس سے وضو یا غسل کیا ہو تو نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب:

ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اُس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقینا ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنویں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہوگیا اُس کا استعمال وضو، غسل وخورد ونوش میں حرام ہے اور وضو و غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۲: مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب:

منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضراتِ انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہُوئی اور خواہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے کہ اُن کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۳: از بلڈانہ برار بسوہ اسٹیشن متعلق ملکہ پور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کُرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب و گوبر کی چھینٹ دُم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرح شریف میں کیا تعلیم ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اگر اس سے

زائد بھی دھبّے ہوں اور دھونے سے سچّی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔

فقد طهره محمد [1] اخذ عـــه اللبلوی کمافی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	امام محمد رحمہ اللہ نے عموم بلوٰی کے پیش نظر اسے پاک قرار دیا ہے جیسا کہ دُر مختار میں ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۳ : از شہر گیا محلّہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین واحمد اللہ خان صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوئر اور کتّا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیاتِ قرآن مجید۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

جس وجہ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو، واللہ تعالٰی اعلم

عـــه: مسخه الناسخ وصوابه اٰخرا ای فی اٰخر امره حین دخل الری مع الخلیفة ورأی ببلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشایخ علی قوله هذا طین بخاری فتح واختاره مجدد المائة الحاضرة سیدی ووالدی اعلحضرت قدس سره دفعا للحرج عن الفلاحین ومن حذا حذوهم هذا ولذا اختار ههنا فی الخشی قولهما انها مخففة واستظهره فی الشرنبلالیة وعزاه الی مواهب الرحمٰن لکن فی النکت للعلامة قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحه فی المبسوط وغیره ولذا جری علیه اصحاب المتون اھ الفقیر حامد رضا قادری الرضوی البریلوی	کاتب نے اس کو مسخ کر دیا ہے، اس کا درست بیان آخر میں یعنی آپ کے آخری حکم میں ہے جب آپ خلیفہ کے ساتھ ری میں داخل ہوئے اور راستوں اور دکانوں کے گوبر سے بھرے ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ابتلاءِ عام میں دیکھا اور مشائخ نے امام محمد کے اسی قول پر بخارٰی کی مٹی کو قیاس کیا ہے فتح اور مجدد مائۃ حاضرہ میرے آقا و والد اعلٰی حضرت قدس سرہ نے کسانوں اور ان جیسا کام کرنے والوں سے حرج کو دور کرنے کے لئے اسی کو اختیار فرمایا ہے اسے محفوظ کرلو، اسی لئے یہاں مینگنی کے بارے میں شیخین کا قول اختیار فرمایا۔ شرنبلالیہ میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس کو مواہب الرحمٰن کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن علّامہ قاسم کی نکت میں یہ ہے کہ امام کا قول نجاستِ غلیظہ کے ساتھ ہے مبسوط وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اسی لئے اصحابِ متون نے اسے اختیار فرمایا اھ ۱۲(ت)

[1] در مختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۵

مسئلہ ۲۱۴: از نگینہ ضلع بجنور محلّہ شیخ کی سرائے تکیہ منہاران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خریدا گیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے، دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں، کس کا قول صحیح ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک اُن کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۵: از موضع خورد مؤ ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مُردہ کے لئے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصل ہونا چاہیئے۔

الجواب:

مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک وحرام ہے دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۶: مرسلہ حاجی اسمٰعیل بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ بمقام بھوٹا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ۔ اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اُس میں حرام جانور مثلاً چُوہا، بلّی یا کتّا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مر گیا یا جھُوٹا کر گیا اب وہ گھی وتیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور ہو کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

گھی اگر رقیق پتلا ہے تو اُس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم عــہ میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اُس جانور یا اُس کے

عــہ: حاجی اسمٰعیل میاں صاحب کے ایک سو گیارہ سوالات میں سے سوال پنجم کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۶۳ پر مسئلہ ۱۹۹ میں مذکور ہے ۱۲ (م)

مُنہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کُھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے، احمد وابوداؤد ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذاوقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وماحولھا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر جمے ہوئے گھی میں چُوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔

---

[1] سنن ابی داؤد شریف باب فی الفارۃ تقع فی السمن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۱

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

بابُ الاِستِنجَاء

(یہ باب استنجا کے بیان میں ہے)

مسئلہ ۲۱۷ : کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیااس میں پانی بچ رہا،اُس بچے ہوئے پانی سے چھوٹابڑااستنجایاوضو کرنا کیساہے اوراُسے پھینک دیناجائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پھینک دیناتو تضیعِ مال ہے کہ شرع میں قطعًا ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز، مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گرگیاہو کر غیر مستعمل پر غالب ہوگیا۔رہااستنجا،جواز میں تواُس کے بھی شُبہہ نہیں،نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظیر فقیر سے گزری۔ ہاں اس قدر ہے کہ بقیہ وضوکیلئے شرعًا عظمت واحترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرماکر بقیہ آب کو کھڑے ہوکرنوش فرمایااور ایک حدیث میں روایت کیاگیاکہ اس کاپیناستر ۷۰ مرض سے شفاہے۔تو وہ ان امور میں آبِ زمزم سے مشابہت رکھتاہے ایسے پانی سے استنجا مناسب نہیں۔تنویر کے آدابِ وضو میں ہے:

وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما[1]۔	وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہوکر پئے۔(ت)

[1] درمختار مع تنویرالابصار باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

درمختار میں ہے: **کماء زمزم**[1] (آبِ زمزم کی طرح۔ت) جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیہ وضو پیا پھر فرمایا:

احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔	میں نے چاہا کہ تمہیں دکھاؤں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ وضو کیونکر تھا۔

ردالمحتار میں ہے:

ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذااصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادًا علی قول الصادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح[3] **اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔**	آبِ زمزم شفا ہے اور اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔ ہدیۃ ابن العماد کی شرح میں علّامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ پانی سے شفا حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس مجھے شفا حاصل ہو جاتی ہے نبی صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۲۱۸: حاجی اللہ یار خان صاحب ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کر سکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ داہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کر سکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی **کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ** (جیسا کہ امام احمد اور شیخان (امام بخاری ومسلم) رحمہم اللہ تعالٰی نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ت) مگر جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں **فان الضرورات تبیح المحظورات** (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ت) درمختار

[1] درمختار مع التنویر، باب مستحبات الوضوء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۲۳

[2] جامع الترمذی باب وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸

[3] ردالمحتار مطلب فی مباحث الشرب قائما مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۸

میں ہے:

کرہ تحریما بیمین ولاعذر بیسارہ [1] اھ ملخصا۔	بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہِ تحریمہ ہے اھ ملخصا (ت)

اور نجاست جب مخرج بَول وبراز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں اُن کے بعد پانی لینا فقط سنّت ہے درمختار میں ہے:

الغسل بالماء بعد الحجر سنة [2] اھ ملخصا۔	پتھر (استعمال کرنے) کے بعد پانی سے دھونا سنّت ہے اھ ملخصا

یہ سنّت بھی اگرچہ باقی سنَنِ مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعثِ کراہت،

علی ماحققه المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعه تلمیذه المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیة۔	جیسا کہ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اور ان کی اتباع میں ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔(ت)

مگر حالتِ عذر ہمیشہ مستثنیٰ ہوتی ہے اور ترک سنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلاتامل نہ اُس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے:

یجب ای غسله ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر مانع للصلاة فیما وراء موضع الاستنجاء [3]۔	اگر (طہارت سے) مانع نجاست مخرج سے تجاوز کرجائے تو اس کا دھونا واجب اور نماز سے مانع نجاست کے اندازے کا اعتبار اس نجاست سے ہوگا جو جائے استنجا کے علاوہ ہے۔(ت)

ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے: لو شلّتا سقط اصلا [4] (اگر دونوں ہاتھ شَل ہوجائیں تو طہارت بالکل ساقط ہوجائیگی۔ت) مگر امامت

---

[1] درمختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] درمختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[3] درمختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[4] درمختار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

نہیں کرسکتا کما لا یخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ مخفی نہیں، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

مسئلہ ۲۱۹: ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹّی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب اوالحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط[1]۔	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ پیشاب کرتے پھر مٹّی یا دیوار سے خشک کرتے اس کے بعد فرماتے "ہمیں اس طرح معلوم ہے"۔اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس کے بعد وہ پانی کے ساتھ دھوتے ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرتے تو پانی اور پتھّر کو جمع نہیں کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی طریقہ تھا یہ دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔(ت)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے۔

احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ[2]۔	امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ قضائے حاجت اور پیشاب کا اثر پانی سے دھوڈالیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی یونہی کرتے تھے۔امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(ت)

اور وہی (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لیکر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی:

---

[1] کشف الغمہ فصل فی کیفیۃ الاستنجاء مطبوعہ دارالفکر بیروت، لبنان ۱/ ۴۸

[2] جامع الترمذی باب الاستنجاء بالماء مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۵

استنجے کے لئے پانی۔فرمایا: مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں۔

ابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام عمر خلفہ بکوزمن ماء فقال ماھذا یاعمر فقال ماء تتوضؤ بہ قال ماامرت کلما بلت ان اتوضأ ولوفعلت لکانت سنۃ [1]۔	امام ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے سندِ حسن کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کالوٹالے کر کھڑے ہوگئے، حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ پانی ہے آپ اس سے وضو فرمائیں۔آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروں، اگر ایسا کروں تو سنّت بن جائے گا۔(ت)

حلیہ میں ہے:

المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کماذکرہ النووی [2]۔	یہاں وضو سے استنجا کرنا مراد ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے(ت)

اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیۃ عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما [3] (فتاوٰی عالمگیری میں التبیین سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اس بزرگ وبرتر ذات کا علم مکمل ومحکم ہے۔ت)

مسئلہ ۲۲۰: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پُرانا کپڑا یا مٹّی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر تھوڑی دُور پر ہر شَے موجود ہے اور یہ کوتاہی کرگیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا

[1] سُنن ابوداؤد شریف کتاب الطہارۃ، باب فی الاستبرائ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷

[2] حلیہ (مذکورہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی)

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸

پتھّر مٹّی ہو یا پُرانا کپڑا زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلہ یا پکّی اینٹ یا ٹھیکری یا چُونا نہ ہو، دُرمختار میں ہے:

(الاستنجاء سنة مؤكدة بنحو حجر) مما هو عين طاهرة قالعة لاقيمة لها كمدر (منق وكره بعظم وورث وآجر وخزف وزجاج وفحم) وحق غير وكل ماينتفع به [1]۔	پتھّر جیسی چیز کے ساتھ استنجا سنّتِ مؤکدہ ہے یعنی وہ چیز جو پاک ہو نجاست کو دُور کرنے والی ہو اور قیمتی نہ ہو جیسا کہ صاف کرنے والا ڈھیلا ہڈّی، گوبر، پکّی اینٹ، ٹھیکری، گچ اور کوئلے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے نیز غیر کی ملکیت اور نفع بخش چیز کے ساتھ بھی مکروہ ہے (ت)

نورالایضاح میں ہے:

يكره الاستنجاء بجص [2] اھ ملخصين۔	چُونے کے ساتھ استنجاء مکروہ ہے اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البدائع السنة هو الاستنجاء بالاشياء الطاهرة من الاحجار والامداد والتراب والخرق البوالی اھ ومثله الجدار الاجدار غيره كالوقف ونحوه وللمستأجر الاستنجاء بالحائط ولولدار مسبلة [3] اھ ملخصا والله تعالٰی اعلم	بدائع میں فرمایا پاک چیز مثلاً پتھّروں، ڈھیلوں، مٹی، پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کرنا سنت ہے اھ دیوار بھی اسی طرح ہے لیکن کسی دوسرے کی دیوار نہ ہو مثلاً وقف شدہ وغیرہ۔ کرایہ دار دیوار سے استنجا کرسکتا ہے اگرچہ دیوار تر ہو۔ اھ تلخیص (ت)

مسئلہ ۲۲۱: ۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب

ازمکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار باحسن آداب زانوائے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور میرساند دیرنوالا ضرورتے درمسئلہ کتاب منیۃ المصلی واقع ست لہٰذا بخدمت فیض درجت عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا	عمدہ آداب کے ساتھ زانوائے ادب تہ کرتے ہوئے آنحضور کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے والے حضرات کی ایک عرض جو اس علاقے میں منیۃ المصلی کے ایک مسئلہ کے سلسلے میں ہے فیضدرجت، عالی مرتبت، شریعت کے رسوم کو زندہ کرنے والے، بدعت کے لوازم کو

[1] درمختار، فصل الاستنجاء، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

[2] نورالایضاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ علیمی کتب خانہ لاہور ص ۶

[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیضہم و ظلہم وبرکاتہم استفتا مع عبارت یکرہ دخول المخرج لمن فی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القراٰن لمافیہ من ترك التعظیم [1] ارسال می نمایند معنی دخول المخرج بتصریح ترجمہ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست و معنی لغوی واصطلاحی صیغہ مخرج دریںجاچیست۔ بینوا توجروا۔	مٹانے والے روشن ملّت کی اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے، چمکتی ہوئی شریعت کی برکات کے منبع حضرت مولانا محمد احمد رضا خان اللہ تعالٰی ان کے فیوض، سایہ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے، کے حضور عبارت کے ساتھ استفتاء پیش کرتے ہیں، عبارت یہ ہے "جس آدمی کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں قرآن پاک سے کچھ لکھا ہو اس کا مخرج میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم کو چھوڑنا ہے"۔ جوابًا وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں دخولِ مخرج کا معنٰی لکھیں اور بتائیں کہ مؤلّف کی کیا مراد ہے اور اس جگہ لفظ مخرج کا لغوی اور اصطلاحی معنٰی کیا ہے، بیان فرمائیں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب:

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخرج جائے خروج وایںجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار اور آداب استنجا فرمود ویدفن الخارج [2] وحلق موئے دُبر را تعلیل نمود وکیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتواند کہ خلارا مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ رامفازہ یعنی جائے فوز ونجات خوانند زیراکہ دخول خلا محض بضرورت ست وداخل در عین دخول بر قصد تعجیل خروج پس گویا اومدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہرکہ در دست اوخاتمی ست کہ بروچیزے از قرآن یا از اسمائے معظّمہ	مولانا المکرم، اللہ تعالٰی آپ کو عزت بخشے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "مخرج" نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں یہاں بیت الخلا مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے بول وبراز کو خارج کہتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار کے آدابِ استنجاء میں فرمایا: "اور خارج (پیشاب وپاخانہ) کو (زمین میں) دبادے"۔ اور دُبر کے بال مونڈنے کی علّت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب وپاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو جیسے بیابانِ مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز وفلاح کہتے ہیں کیونکہ دخولِ خلا محض ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فورًا نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے تو گویا وہ مدخل

[1] منیۃ المصلی قبیل فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۵

[2] ردالمحتار آداب استنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

مثل نامِ الٰہی یا نام قرآن عظیم یا اسما انبیاء یا ملائکہ علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است اوما مورست کہ چوں بخلارود خاتم از دست کشیدہ بیرون نہد افضل ہمین ست واگر خوف ضیاع باشد در جیب انداز دیا بچیزے دگر پوشد کہ اینہم رواست اگرچہ بے ضرورت احترازو اولٰی ست اگر ازینہا ہیچ نکرد وہمچناں درخلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیرہمیں عبارت مذکور فرماید یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القراٰن اومن اسمائہ تعالٰی لمافیہ من ترك التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصلہ الی باطن الکف ولوکان مافیہ شیئ من القراٰن اومن اسمائہ تعالٰی فی جیبہ لاباس بہ وکذا لوکان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولٰی[1] درمراقی الفلاح ست یکرہ دخول الخلاء ومعہ شیئ مکتوب فیہ اسم اللہ اوقراٰن[2] علامہ طحطاوی درحاشیہ ش فرمود لماروی ابوداود والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذادخل الخلاء نزع

نہیں مخرج ہے۔اسے سمجھو بالجملہ دخول مخرج کا معنی پاخانے نے میں جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ (کلمات) یا متبرک نام جیسے اللہ تعالٰی کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء وملائکہ علیہم الصّلوۃ والثناء (لکھے) ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجانہ لائے اور یوں ہی بیت الخلاء میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت مذکور کے تحت فرمایا مخرج یعنی بیت الخلا میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اسکی انگلی میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ (کلمات) یا اللہ تعالٰی کا کوئی اسم مبارک (لکھا ہوا) ہو کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے تو مکروہ نہیں اور اگر اس کی جیب میں کوئی ایسی چیز (کاپی وغیرہ) ہو جس میں قرآن پاک کا کچھ حصہ اللہ تعالٰی کا اسم گرامی ہو تو کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر کسی لفافے میں بند ہو تو بھی حرج نہیں لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے جس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں اللہ تعالٰی کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو تو اس کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ علامہ طحطاوی نے

[1] غنیۃ المستملی سنن الغسل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰

[2] مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ [1] اھ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی واسم رسولہ والقراٰن اھ وقال الابھری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ماعلیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی اونبی اوملك فان خالف کرہ لترك التعظیم اھ وھوالموافق لمذھبنا کمافی شرح المشکٰوۃ [2]۔	اس کے حاشیہ میں فرمایا کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" کا منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کردے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کردے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کردے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترک تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکٰوۃ میں ہے۔
در درمختار ست رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے غلاف میں لپیٹے ہُوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنؤ وپٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں آیا اُن کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

کلوخ وآب میں جمع افضل ہے نفسِ سنّت ہر ایک سے ادا ہوجاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب

[1] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی ص ۳۰

[3] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، نماز وامامت میں کوئی حرج نہیں **والمسائل فی الحلیۃ وردالمحتار وغیرھا** (مسائل حلیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں ہیں۔ت) پانی خصوصًا سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسلِ مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی پر حکمت پر محمول کیا ہے **کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار** (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بتایا۔ت) اور بحال برودتِ مثانہ نزولِ قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۲۳: ۲رجب مرجب ۱۳۲۱ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جن کی ہے اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

قوم جنّ کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی اُن سے ارشاد ہوا:

لکم کل عظم ذکر اسم اللہ یقع فی ایدیکم اوفر مایکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم[1]۔	تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اُس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہُوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لئے چارہ ہے۔(م)

پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا:

فلاتستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم[2] **رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم**۔	ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔(م) اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔(ت)

[1] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقراءۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

[2] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقراءۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

مسئلہ ۲۲۴: مسئولہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے اس باب میں جو حکم ہو حدیث وفقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالٰی (تمہارے لئے اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے۔ت)

الجواب:

اقول: کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار ۴ حرج ہیں: **اوّل:** بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلاضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔ بحرالرائق میں بدائع سے ہے:

اما تنجیس الطاھر فحرام[1] اھ ذکرہ فی بحث الماء المستعمل۔	پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے اھ اسے مستعمل پانی کی بحث میں ذکر کیا ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ماذاکان بلاعذر والوط[2] عذر۔	شرح منیۃ المصلی میں انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے ملوث ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر عذر کی صورت پر محمول کیا جائے گا اور وطی عذر ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذاکان بہ سلس فیحل کوطء المستحاضۃ مع الجریان ویظھر انہ عندنا کذلك لمافیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلاضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطء المستحاضۃ ووطء السلس تأمل[3]۔	بعض شوافع نے فتوٰی دیا ہے کہ جس آدمی کا آلہ تناسل ناپاک ہو اس کے لئے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلسل البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خُون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں بلاضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لئے کہ دھونا ممکن ہے۔ بخلاف مستحاضہ اور سلسل البول والے کی وطی کرنے کے۔ غور کرو۔(ت)

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۴

[2] ردالمحتار، مطلب الفرق بین الفرض العملی والقطعی والواجب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

[3] ردالمحتار فی حکم وطء المستحاضۃ ومن بذکرہ نجاسۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذابِ قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزھوا من البول فان عامة عذاب القبرمنه [1] رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما [2]۔	پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اُسی سے ہے (م) اسے دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ حاکم لفظ "استنزھوا" لائے ہیں اور فرمایا کہ یہ ان (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو ۲ شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا۔ فرمایا:

کان احدھما لایستتر من بوله وکان الاٰخر یمشی بالنمیمة [3] رواہ الستة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دُوسرا چغلخوری کرتا۔ (م) اسے چھ ۶ محدثین (اصحابِ ستہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

سوم: رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آڑ جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیه [4] ھکذا فی حفظی ولایحضرنی الاٰن من خرجه واللہ تعالٰی اعلم۔	جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور دکھائے اس پر بھی لعنت۔ (م) میرے ذہن میں اسی طرح ہے لیکن اس وقت مجھے یاد نہیں کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

چہارم: یہ نصارٰی سے تشبّہ اور ان کی سنّتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علّت اور یہ موجبِ عذاب وعقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ [5]۔ شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبّه بقوم فھو منھم [6]۔	جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الدار قطنی باب نجاسۃ البول مطبوعہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/ ۱۲۷

[2] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ حدیث ۴۳ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۱۲۸

[3] ترمذی شریف باب التشدید فی البول مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۱

[4] مشکوٰۃ شریف باب النظر الی المخطوبۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۷۰

[5] القرآن الحکیم ۲/ ۱۶۸

[6] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابن عمر، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت لبنان ۲/ ۵۰

اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلافِ سنّتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے میں احادیثِ صحیحہ معتمدہ وارد ہیں۔

حدیث اوّل: امام احمد وترمذی ونسائی وابن حبان صحیح میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلاتصدقوہ ماکان یبول الاقاعدا[1]۔	جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اُس سچّا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔(م)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح[2]۔	جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔(م)

یہی حدیث صحیح ابو عوانہ ومستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے:

مابال قائما منذا نزل علیہ القراٰن[3]۔ **اقول:** وبہ اندفع ماوقع للامامین الشھاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قالا واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا انہ مستند الی علمھا فیحمل علی ماوقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلاتطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ	جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ فرمایا۔(م) **اقول:** اس سے وہ شُبہہ دُور ہوگیا جو دو[2] اماموں الشاب ابنِ حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اور البدر محمود عینی کو عمدۃ القاری میں پیش آیا کہ انہوں نے فرمایا (الفاظ عینی کے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی معلومات سے منسوب ہے پس اسے اس صورت پر محمول کیا جائیگا جو آپ سے گھروں میں وقوع پذیر ہوئیں۔ لیکن گھروں کے علاوہ پر ام المومنین مطلع نہیں ہوئیں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

[1] جامع الترمذی شریف باب النہی عن البول قائمًا، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱/۴

[2] جامع الترمذی شریف، باب النہی عن البول قائمًا، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۴

[3] المستدرک للحاکم البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

تعالٰی عنه وهو من کبار الصحابة[1] اھ۔ وذلك انها رضی الله تعالٰی عنها انما ولدت بعد نزول القراٰن بخمس سنین فکیف یحمل علی ماراٰت من فعله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی البیوت وانما تقوله عن توقیف وبه یترجح ان حدیث حذیفة رضی الله تعالٰی عنه کان لعذر والاعذار مستثناة عقلا وشرعا ثم اذا ثبتت هذه سنته صلی الله تعالٰی علیه وسلم مختلیا فی بیته الکریم تثبت دلالة فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشة رضی الله تعالٰی عنها مابال قائما یعنی فی منزله والا اطلاع لها علی مافی الخارج[2] اھ۔ **اقول:** ماهو الاالاول وقدعلمت رده فلاادری مامعنی قوله وایضا۔	یاد رکھااور وہ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے اھ۔ نیز ام المومنین نزولِ قرآن کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں لہٰذا اسے کیسے اس پر محمول کیا جائے جو ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم گھروں میں دیکھا آپ تو بتانے سے بیان فرمارہی ہیں (یعنی یہ حدیث موقوف ہے) اس سے اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد ہے اور عذر عقلی اور شرعی طور پر مستثنٰی ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کی یہ سنّت خانہ اقدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطور دلالت باہر بھی ثابت ہوگئی کیونکہ گھروں سے باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، امام عینی فرماتے ہیں نیز ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ "آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا" سے مراد یہ ہو کہ آپ نے گھر میں کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا آپ کو باہر کے بارے میں اطلاع نہیں تھی اھ (ت) **اقول:** بات تو وہی پہلی ہے اور تمہیں اس کا رد معلوم ہوچکا ہے پس مجھے معلوم نہیں کہ ان کے قول "ایضًا" کا کیا مطلب ہے۔(ت)

حدیث دوم: بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلاته	تین ۳ باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلًا

[1] عمدۃ القاری باب البول قائمًا و قاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/ ۱۵۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائمًا و قاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/ ۱۵۳

او ینفخ فی سجودہ [1]۔	مٹی یا پسینہ) پُوچھنے یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھُونکے۔(م)

تیسیر میں ہے: رجالہ رجال الصحیح [2](اس حدیث کے سبب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں۔م) عمدۃ القاری میں ہے: رواہ البزار بسند صحیح [3]اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔م)قال وقال الترمذی حیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ وقول الترمذی یردُّ بہ [4](اور کہا کہ امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔اور امام ترمذی کا قول اس کے ساتھ رَد کیا جاتا ہے۔ت) **حدیث سوم**: ترمذی عــہ۱ وابن ماجہ و بیہقی امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال رأنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابول قائما فقال یاعمر لاتبل قائما فمابلت قائما بعد [5]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو"۔اس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔(م)

حدیثِ چہارم: ابن ماجہ عــہ۲ و بیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما [6]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔(م)

امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔رہی حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عــہ۱: اقتصر فی عمدۃ القاری علی عزوہ للبھیقی وھو مما لاینبغی ۱۲ منہ غفرلہ۔(م)	عمدۃ القاری میں اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔(ت)
عــہ۲: کذا اقتصر ھھنا علی عزوہ للبھیقی ۱۲ منہ غفرلہ (م)	اسی طرح یہاں بھی اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے۔(ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ما نہی عنہ فی الصّلوٰۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۶۶/۱

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث مذکور مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۹۳/۳

[3] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۳۵/۳

[4] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۳۵/۳

[5] جامع الترمذی، باب النہی عن البول قائما، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی، ۴/۱

[6] سنن ابن ماجہ باب فی البول قائماً و قاعداً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷

اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما[1]۔رواہ الشیخان۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔(رواہ الشیخان)(ت)

ائمہ کرام علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیے: اوّل: یہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منسوخ ہے۔یہ امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السّنہ میں اختیار کیا،

وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ زاد العینی لان کلامن عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما اخبربما شاھدۃ[2]	امام عسقلانی اور عینی نے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جو کچھ دیکھا اس کی خبر دی اھ (ت)
اھ۔**اقول:** معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقدرأتہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبربما شاھد لایمنع النسخ اذاعلمنا ان احدی المشاھدتین متأخرۃ مستمرۃ والحاوی علی حکم النسخ ماصح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء[3]	**اقول:** یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری دَور کی نہیں جبکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کو وصال تک دیکھا اور آپ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے لہذا آپ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔بنابریں ہر ایک کا اپنے مشاہدے کے مطابق خبر دینا نسخ کو منع نہیں کرتا جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی اور حکمِ نسخ پر آپ کا وہ قول حاوی ہوگا جو صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ ظلم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام

[1] جامع البخاری، باب البول قائما وقاعدًا، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۳۵۹

[2] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدًا ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵

[3] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدًا ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵

وقدكان صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم ابعد الناس عنه۔	لوگوں سے بڑھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے۔(ت)

دوم: اُس وقت زانوائے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا،حاکم ودارقطنی وبیہقی اُن سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمابضه [1] لکن ضعفه هذان وابن عساكر فی غرائب مالك وتبعهم الذهبی فقال منكر۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے جو زانو کے اندرونی طرف تھا کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔لیکن ان دونوں (دارقطنی اور بیہقی) اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں اسے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا یہ منکر ہے۔(ت)

سوم: وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجی کی۔

قال العینی قال المنذری لعله كانت فی السباطة نجاسات رطبة وهی رخوة فخشی ان یتطایر علیه قال العینی قیل فیه نظر لان القائم اجدر بهذه الخشیة من القاعد وقال الطحاوی لكون ذلك سهلا ینحدر فیه البول فلایرتد علی البائل [2] اھ **اقول:** انما اتجه هذا علی المنذری لزیادته خشیة التطایر ولوقال كماقلت لسلم فقد تكون مجمع نجاسات رطبة لایوجد معها موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاة قال قال السید جمال الدین قیل فعل ذلك لانه لم یجد مكانا للقعود لامتلاء الموضع	عینی نے کہا منذری کہتے ہیں شاید ڈھیری میں تر نجاستیں تھیں اور وہ نرم تھیں اور آپ کو ملوث ہونے کا ڈر ہوا۔امام عینی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی نسبت اس ڈر کے زیادہ لائق ہے۔امام طحاوی فرماتے ہیں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پیشاب اس میں اُتر جاتا ہے اور پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں لوٹتا اھ (ت) **اقول:** امام منذری اس تاویل کی طرف اس لئے متوجہ ہوئے کہ انہوں نے چھینٹے اُٹھ کر لگنے کا زیادہ ڈر محسوس کیا اور وہ ہمارے والی بات کہتے تو وہ اعتراض سے بچ جاتے کیونکہ جہاں تَر نجاستیں جمع ہوں وہاں بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔پھر میں نے مرقاۃ میں دیکھا صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں سید جمال الدین نے فرمایا کہا گیا ہے

[1] المستدرک علی الصحیحین البول قائماً او قاعداً مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱/۱۸۲، السنن الکبرٰی للبیہقی باب البول قائما مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۰۱

[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً و قاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

بالنجاسة[1] اھ فھذا ماذکرت وھو الصواب فی الجواب۔	آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ تمام جگہ نجاست سے بھری ہونے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اھ پس یہ ہے جو کچھ میں نے ذکر کیا اور جواب میں یہی بہتر ہے۔(ت)

چہارم: اُس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا۔

قال العینی قال بعضھم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیہ من السباطة علیا مرتفعا[2] اھ۔ وقال القاری فی المرقاة قال الابھری قیل کان مایقابلہ من السباطة عالیا ومن خلفہ منحدرا مستقلا لوجلس مستقبل السباطة سقط الٰی خلفہ ولوجلس مستدبرا لھا بدا عورتہ للناس اھ وقال بعد اسطر قیل فعل ذلك لانہ ان استدبر للسباطة تبدو العورة للمارة وان استقبلھا خیف ان یقع علی ظھرہ مع احتمال ارتداد البول الیہ[3] اھ۔ **اقول اولًا** : فی ھذہ الزیادة ماعلمت ان القائم اجدربہ۔**وثانیا**: لوکان مایستقبلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منھا عالیا مرتفعا لم یکن ان یختارہ لھذا لارتداد البول ح قطعا بل الصواب فیہ	عینی نے فرمایا بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لئے جگہ نہ پائی کیونکہ جس طرف آپ تھے ادھر سے ڈھیر بلند تھا اھ۔ حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں فرمایا ابہری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے سامنے کی طرف ڈھیر بلند تھا اور پچھلی جانب جھکا ہوا پست تھا اگر ڈھیر کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر پڑتے اور اُدھر پیٹھ کرکے بیٹھتے تو لوگوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اھ چند سطروں کے بعد فرمایا کہا گیا ہے آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ اگر ڈھیر کی طرف پیٹھ کرتے تو گزرنے والوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور اگر منہ اُدھر کرتے تو پیٹھ کے بل گرنے کا ڈر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی جانب پیشاب کے لَوٹنے کا احتمال بھی تھا اھ (ت) **اقول اول**: ان تمام اضافوں سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا زیادہ مناسب تھا۔ **دوم**: اگر اس جانب جدھر آپ کا چہرہ مبارک تھا بلند جگہ ہوتی پیشاب کے لوٹنے کی وجہ سے آپ اسے قطعًا اختیار نہ فرماتے بلکہ اس میں بہتر بات وہی ہے جو

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱/۳۶۳
[2] عمدۃ القاری، باب البول قائمًا وقاعدًا، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت، ۳/۱۳۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۶۳

ماقال ابن حبان کمانقل عنه فی فتح الباری انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیه من السباطة کان عالیا فامن ان یرتد الیه شیئ من بوله [1] اھ فجعل ماقام علیه عالیا ومایقابله منحدرا وجعله سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنه الابهری فجعل ماقام علیه منحدرا ومایقابله عالیا وجعله سبب خوف السقوط فی القعود مع انه کذلك فی القیام الا نادرا۔

ابن حبان نے کہی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ان سے نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیٹھنے کیلئے مناسب جگہ نہ پائی تو کھڑے ہوئے کیونکہ آپ کے سامنے سے ڈھیر بلند تھا پس آپ پیشاب لوٹنے کے خطرہ سے بے خوف ہوگئے اھ پس انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ کو بلند قرار دیا اور سامنے کی جگہ کو پست قرار دیا اور اسے پیشاب کے لوٹنے سے امن کا باعث خیال کیا تو معاملہ اس شخص کے خلاف ہوگیا جس سے ابہری نے نقل کیا کیونکہ اس نے کھڑے ہونیکی جگہ کو پست اور مقابل کی جگہ کو بلند قرار دیا اور اسے بیٹھنے کی صورت میں گرنے کے ڈر کا باعث قرار دیا حالانکہ اکثر کھڑے ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

فان قلت هذا یرد علی ابن حبان ایضا اذلایظهر الفرق فی مثله بین القیام والقعود لان الصبب اذاکان بحیث لایستقر علیه القاعد فکذا القائم۔

اگر تم کہو کہ یہ اعتراض ابنِ حبان پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ جب نشیبی جگہ ایسی صورت میں ہو کہ وہاں بیٹھنے والا نہ ٹھہر سکے تو کھڑا ہونے والا بھی اسی طرح ہوگا۔

اقول: بلی قدتکون کهیأة مثلث له حرف دقیق یستقر علیه القائم اذاوضع علیه وسط قدمیه لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانه لامستقر علیه الاالقدمیه وساقیه وثقل سائر جسمه لاحامل له۔

اقول؛ (میں کہتا ہوں) ہاں کبھی وہ تکونی شکل میں ہوتی ہے اس کے کنارے باریک ہوتے ہیں اگر کھڑا ہونے والا اس پر قدم کا درمیانہ حصہ رکھے تو وہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوتا ہے بخلاف بیٹھنے والے کے، کیونکہ اس کے لئے تو صرف پاؤں اور پنڈلیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جبکہ باقی جسم کے بوجھ کو اٹھانے والی کوئی چیز نہیں (ت)

[1] فتح الباری باب البول عند سباطة قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

پنجم: اُس وقت پشتِ مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفاء ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے۔ چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستّر مرض کی دوا ہے۔

ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لماسأله حفص الفرد عن الفائدۃ فی بوله قائما العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائما فنری انه کان به اذذاك[1] اھ۔ وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلك حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه المذکور اٰنفا[2] اھ۔	ملا علی قاری نے زین العرب سے انہوں نے حجۃ الاسلام سے یہ ذکر کیا۔ امام عینی فرماتے ہیں امام شافعی سے جب حفص فرد نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فائدہ پُوچھا تو انہوں نے جوابًا فرمایا عربی لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیٹھ کے درد کا علاج کرتے ہیں پس ہمارا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت یہی تکلیف تھی اھ۔ اور فتح الباری میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے اسی طرح مذکور ہے، امام عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابھی گزرنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے اھ (ت)
اقول: لاادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیه من فعله مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار۔	**اقول:** میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے آپ کا کسی عمل کو کسی مجبوری کے بغیر قصداً بیماری سے شفاء کے لئے اختیار کرنا اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ آپ نے اضطرار کے باوجود اسے اختیار نہ کیا۔ (ت)
ششم: زعم المارزی فی کتاب العلم فعل ذلك لانها حالة یؤمن فیها خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود ومنه قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنه البول قائما احصن للدبر[3] اھ۔ نقله فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلك لکونه قریبا	**ششم:** مارزی نے کتاب العلم میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کا یہ عمل اس لئے تھا کہ اس صورت میں دوسرے راستے سے حدث (ہوا وغیرہ) نکلنے کا خوف نہیں ہوتا بخلاف بیٹھنے کے۔ اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دُبر کو محفوظ رکھتا ہے اھ، اسے العمدۃ میں نقل کیا امام عسقلانی

[1] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶
[2] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶
[3] عمدۃ القاری باب البول قائمًا وقاعدًا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

من الدیار[1] اھ	نے اضافہ کیا کہ آپ نے یہ اس لئے کیا کہ آپ گھروں کے زیادہ قریب تھے اھ۔(ت)
اقول: وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقدعصمہ اللہ تعالٰی من کل مایستھجن۔	**اقول:** نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کی ایسی توجیہات کو میں نہایت بدذوقی سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے۔(ت)
ھفتم: قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس[2] اھ	**ہفتم:** (محدثین نے) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ آپ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول تھے اور ممکن ہے مجلس طویل ہوگئی حتی کہ پیشاب نے آپ کو روک دیا اور عادت کے مطابق آپ کے لئے دُور جانا ممکن نہ ہُوا اور آپ نے (کوڑے کرکٹ کے) ڈھیر کا ارادہ فرمایا کیونکہ وہ جگہ نرم تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو اھ (ت)
اقول: ای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتادلہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ماذکر المازری والا بطل کما یحتاج ماذکر المازری فی تاییدہ الی ان یضم الیہ ھذا کمافعل ابن حجر والا ضعف۔	**اقول:** یہ بات کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن گئی یہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عادت کے مطابق دُور جانے کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔ اسے انہوں نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے پس یہ اپنی مضبوطی کے لئے اس بات کا محتاج ہے کہ جو کچھ مازری نے ذکر کیا اسے بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ورنہ یہ باطل ہوجائیگا جیسا کہ مازری کا ذکر کردہ قول اپنی تائید کے لئے اس کے ملانے کا محتاج ہے جیسا کہ ابن حجر نے کیا ورنہ وہ کمزور رہ جائیگا۔(ت)

1 فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

2 عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

ھشتم: قال ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود البلخی فی کتابہ المسمی بقبول الاخبار ومعرفۃ الرجال حدیث حذیفۃ ھذا فاحش منکر لانراہ الامن قبل بعض الزنادقۃ قال الامام العینی بعد نقلہ ھذا کلام سوء لایساوی سماعہ وھو فی غایۃ الصحۃ[1] اھ ووقع للقاری عقب ذکر حدیث الحذیفۃ وانہ متفق علیہ قال الشیخ لوصح ھذا الحدیث لکان فیہ غنی عن جمیع ماتقدم لکن ضعفہ الدارقطنی والبیہقی والاظھر انہ فعل ذلک لبیان الجواز نقلہ الابہری[2] اھ۔

اقول: الشیخ ھو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال ھذا فی حدیث ابی ھریرۃ المار فلاادری ممن وقع ھذا التخلیط من الابھری اومن القاری۔

ہشتم: ابو القاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی نے اپنی کتاب مسمّٰی "قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال" میں فرمایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبیح منکر ہے یہ بعض زندیق بیان کرتے ہیں امام عینی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ بُرا کلام ہے اسے سننا صحیح نہیں جبکہ حدیث بالکل صحیح ہے اھ حضرت ملّا علی قاری روایت حذیفہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ متفق علیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس میں پہلے بیان سے بے نیازی ہوگی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیانِ جواز کے لئے ایسا کیا، اسے ابہری نے نقل کیا اھ (ت)

اقول: شیخ سے مراد امام ابنِ حجر عسقلانی ہیں اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے بارے میں کہی ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ گڑبڑ اکس سے واقع ہوئی، ابہری سے یا ملّا علی قاری سے۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہُوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روزِ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا وبے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی وممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انہیں احادیث کو اُن پر ترجیح بوجوہ ہو:

اولاً: وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ صد گونہ احتمال ہے۔

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

ثانیًا: فعل و قول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثًا: مبیح وحاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثمّ اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نفسِ حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رَد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پسِ پشت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھڑا کرلیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہُوا، کیا یہ نئی روشن کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں **سبحان اللہ** کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور اُن پر معاذاللہ حدیث سے استدلال لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ع

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

؎ او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا، وہ بُرائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۵: از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجاء وضو درست ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر یہ مطلب ہے کہ استنجا کے بچے ہوئے کہ پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں، اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کرلینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بُنِ مو سے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹّوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنّت یوں کہ اتنے جسم کے ایک ایک ذرّہ پر پانی بہتا ہوا گزرے اگر کوئی ذرّہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اُس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرّہ پر نہ بہا تو سُنّت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا

سنّت ہے اور ایک چُلّو پانی مسحِ سر کو چاہیے۔ یہ سب باتیں بلاافراط و تفریط جتنے پانی میں ادا ہو جائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: از ضلع ناگپور ڈاکخانہ محلّہ نیا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ می فرمایند علمائے دینِ متین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشر فعلی دیوبندی بہ کاغذات جائز ست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کرکے پھینک ڈالیں بقول فقہاء کے **یجوز الاستنجاء باوراق المنطق** (منطق کے مکتوب اوراق سے استنجا جائز ہے۔ ت)

اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اشر فعلی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا: **من شك فی عذابه و کفرہ فقد کفر**۔ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اُس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔

اشر فعلی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انہیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بیشک حرام ہے مگر وہ کہ ان کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہاء کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعلیم لازم ہے کہ نہ انکی کتابیں کہ ان کی کتابوں میں قال اللہ و قال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہُوا جنھوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ اُنھوں نے نامِ ابوجہل کے حروف متفرق کردیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں فرمایا میں نے تمہیں نامِ ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ و ۲۲۸: مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بر در دولت اعلحضرت قبلہ۔ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب حالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۹: از مقام بھوٹا بھوٹی بسور ٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب:

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ سنّتِ نصارٰی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: **من الجفاء ان یبول الرجل قائما**[1] بے ادبی وبد تہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اس کی پُوری تحقیق مع ازالہ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال ۲۳۰ دوم: بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب:

کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ وممنوع وسنّتِ نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولٰی۔ دُرمختار میں ہے **کرہ تحریما بشیئ محترم**[2] (کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ (استنجا) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

یدخل فیه الورق قال فی السراج قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجر وایهما کان فانه مکروه اھ واقره فی البحر وغیره والعلة فی ورق الشجر کونه علفا للدواب اونعومته فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه وله احترام ایضا لکونه الة لکتابة العلم ولذا علله فی التاتر خانیة بان	اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہا گیا ہے کہ وہ کتابت کا ورق (کاغذ) ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق (پتّا) مراد ہے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ بحر الرائق وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتّے (مکروہ ہونے کی) علّت اس کا جانوروں کے لئے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دُور کرنیوالا

[1]

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۵۶/۱

تعظیمہ من ادب الدین ونقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قراٰن انزلت علی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام[1]۔	نہیں اسی طرح کاغذ، صاف اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے اسی لئے تتارخانیہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے (فقہاءِ کرام) نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی عزّت ہے اگرچہ وہ کٹے ہوئے ہوں بعض قراء نے فرمایا کہ حروفِ تہجی بھی قرآن ہیں جو حضرت ہُود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔(ت)

اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا، کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے، ہاں سنّتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ واساواڑ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھُول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھُول گیا، نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہئے۔

الجواب:

اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کیلئے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جُدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضوء بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از موضع چُپڑاڈاک خانہ باسی ضلع پورینہ مرسلہ کلیم الدّین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اُسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں؟ یا کلوخ سے لینا شرط ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اُسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا؟

الجواب:

ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھلے کے اُسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لئے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لئے کوئی حرج نہیں ورنہ

[1] ردالمحتار فصل الاستنجا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

ناجائز ہے کہ استبرا واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۳: از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پُشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باجود چند علماء کے منع کرنے کے بھی اہل محلّہ بے پرواہی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے، نیز اُس شخص کے لئے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف مُنہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

پیشاب کے وقت مُنہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت، جو لوگ ایسا کریں خطاکار ہیں مہتممین مسجد یا اہلِ محلّہ پر واجب ہے کہ اُن کا رُخ جنوبًا شمالًا کریں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ شاہ محمد از دار العلوم منظر اسلام

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید دروقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را بدہد یانہ واگر دہد چہ گناہ ست واگر گناہ ست دلیل چیست۔	زید نے استنجا خشک کرتے وقت عمرو کو سلام کیا، کیا عمرو، جو استنجا خشک کررہا ہے زید کے سلام کا جواب دے یا نہ؟ اگر دے تو گناہ ہے اور اگر گناہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (ت)

الجواب:

او بیچنان ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نمود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالٰی اعلم۔	وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تم کسی کو پیشاب کرتے وقت سلام کہو کیونکہ خشک کرنا اسی وقت ہوتا ہے جب پیشاب کے قطرے باقی ہوں۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۵: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخص راعادت	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی

است کہ چوں ذکرادمی شپلد بر سرآں بول برآید دمی ایستد رواں نمی گردد اگر نمی شپلد بر سرآں بول نمودار نشود آیا دریں صورت وضواس شکستہ شود یانہ اگر دریں حالت وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یانہ یا حکم است کہ اونہ شپلدونہ وسواس کند ہرگاہ کہ بول آید وضو بکند ہرچہ بگنجد بفرمایند اگرایں عادت بود اووضو نمی کرد نمازہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند یا معاف ست بباعث حرج بسیار ازیں سوال بے ادبی معاف فرمایند۔	عادت ہے جب اس کاآلہ تناسل حرکت میں آتا ہے تو پیشاب اس کے (آلہ تناسل) کے سر کے اوپر آکر ٹھہر جاتا ہے جاری نہیں ہوتا اور اگر حرکت نہ کرے تو اس کے اوپر پیشاب ظاہر نہیں ہوتا کیا اس صورت میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر اس حالت میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا وہ معذور شمار ہوگا یا نہ؟ یا اسے نہ اچھلنے والے کا حکم دیا جائے اور کسی قسم کا وسوسہ نہ کرے جب پیشاب نکلے تو وضو کرے جو کچھ آنجناب فرمائیں۔ اور اگر اس کی یہ عادت تھی اور وضو کیے بغیر نمازیں پڑھتا رہا تو کیا تمام نمازیں لوٹائے یا زیادہ حرج کے باعث معاف ہے۔ سوال کرنے پر بے ادبی سے معاف فرمائیں۔ (ت)

الجواب:

کمیز تا آنکہ برلب عضو بر نیاید وضو بجائے خودست نماز ہا کہ ایں چناں گزاردہ ست بے خلل ست فشردن عضو پس از بول سنّت بیش نیست اگر میداند کہ ہر بار کہ می فشرد چیزے برمی آید و منقطع نمی شود واگر نفشرد بر نیاید آنگاہ اور افشردن بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزار دو وسوسہ را بدل رانہ ندہد واللہ تعالٰی اعلم۔	پیشاب جب تک عضو کے کنارے پر نہ آئے وضو قائم ہے جو نمازیں اس حال میں پڑھی ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں۔ پیشاب کے بعد عضو کو جھاڑنا صرف سنت ہے اس سے زیادہ (فرض یا واجب) نہیں، اگر سمجھتا ہو کہ جب بھی جھاڑے گا کچھ نہ کچھ باہر آئے گا اور پیشاب ختم نہیں ہوگا اور اگر نہیں جھاڑے گا تو نہیں آئے گا اس صورت میں جھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وضو کرکے نماز پڑھے اور دل میں کسی قسم کے وسوسہ کو جگہ نہ دے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶: شہر بریلی (دارالعلوم) منظر الاسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم دارالعلوم مذکور ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اُس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا لے کر فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک نہ کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض

میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور اِدھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں درحالیکہ (درحالیکہ رضائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو) جا کر پانی لا سکتا ہے یا نہیں۔

نقشہ یہ ہے:

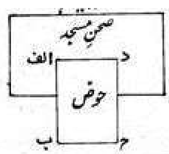

الجواب:

جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحنِ مسجد میں قدم نہ رکھا، یوں جا کر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلا کسی قسم کا حرج نہیں حوض و فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہٰذا اس پر وضو واذان بلا کراہت جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۷: از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لینے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

کاغذ سے استنجا سنّتِ نصارٰی ہے اور شرعًا منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنّتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیه الورق قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجر وایهما کان فانه مکروه اھ ورق الکتابة له احترام لکونه اٰلة لکتابة العلم ولذا علله فی التاترخانیة بان تعظیمه من ادب الدین واذاکانت العلة کونه اٰلة للکتابته یوخذ منها عدم الکراهة فیما لایصلح لها اذاکان قالعا للنجاسة غیر متقوم کماقدمنا من	کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتّا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لئے قابلِ عزّت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لئے تتارخانیہ میں اس کی علّت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علّت یہ ہو کہ وہ آلہ کتابت ہے تو اس کا

جوازہ بالخرق البوالی [1]۔	نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اسکے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پُرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔(ت)

پیشاب کے لئے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

الجمع بین الماء و الحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ [2]۔	پانی اور پتھّر کو جمع کرنا افضل ہے صرف پانی پر اکتفاء کرنے میں بھی فضیلت ہے اور صرف پتھروں سے استنجا کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے ہر ایک سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے اگرچہ فضیلت میں فرق ہے جیسا کہ الامداد وغیرہ میں بیان کیا ہے (ت)

پُرانا کپڑا بھی کافی ہے، زمین یا دیوار سے صاف کردینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس سلسلے میں حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے۔ت) ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہو جائیگی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۸: از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب:

خلاف افضل ہے خصوصًا بڑا استنجاء واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹: ازبیکانیر مارواڑ محلّہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پائخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کہ اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے، بینوا توجروا۔

الجواب:

ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا مُنہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکرِ الٰہی

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

[2] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

کرتا ہے تو اس کا لعاب ناپاک جگہ پر ڈالنا بیجا ہے، ردالمحتار میں ہے:

لایبزق فی البول [1] اھ قلت والدلیل اعم کما علمت۔	پیشاب میں نہ تھوکا جائے اھ میں کہتا ہوں اور دلیل عام ہے جیسا کہ تم جانتے ہو (ت)

البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوکنے میں حرج نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۰: از بنارس محلّہ اودھو پورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اُتر آیا اور خطبہ اس نے آلہ تناسل کو ہاتھ سے چھُوا تو کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے وضو نہ کیا اور اس شک کی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھادی چونکہ اُس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر اور مرتبہ وضو کرلیتا تھا اس مرتبہ اُس نے وضو نہ کیا تو بعدِ نمازِ جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلہ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اُس نے دُودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نمازِ جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اُس کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے کہ خدا کے پاس رہائی ہو اور شریعتِ مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لئے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا، بعد نماز دیر کے بعد جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آئی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہیں ہوسکتا **فان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ** (نوپید (نجاست) کو قریب وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ت) نہ کہ اُس وقت نیز تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقینا ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اُس وقت سے اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھاسکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۴

استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: "شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرو اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سُنوں گا، یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اُس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے"۔ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرے اُترنے کا ظن غالب ہوگیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہوچکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھادی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سے سخت گناہِ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔اور جو غیر معروف رہے اُن کے لئے متعدد جُمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۱: از بلند شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی پڑتی ہے تو اُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصًا استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آ بھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزر جاتا ہے کہ قطرہ آگیا ہے اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہبند نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر و لنگوٹ رکھ لیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہوجاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔بحر میں ہے:

متی قدر علی رد السیلان بربا ط اوحشو وجب ردہ[1]۔	جب (کپڑا وغیرہ) باندھنے یا کوئی زائد چیز رکھنے کے ذریعے جریان کو روکنے پر قادر ہو تو روکنا واجب ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۴۲: از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اُسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے؟

الجواب:

زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہادینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہالے گیا تو اُسی وقت وہیں

[1] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۲۱۶/۱

پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳: از مقام بسوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی بسوہ اسٹیشن مسئولہ سراج الدین ۱۳رمضان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا، بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پختہ اینٹ سے استنجا منع ومکروہ ہے اور اُس میں اندیشہ مرض بھی ہے جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لاسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴: از مدرسہ منظرِ اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہوجائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجا پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہوجاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کرلینا کافی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۷: از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسہ اسلامیہ باٹوہ شب۔ ۷ ازی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کیااستقبال واستدبار قبلہ بوقت پیشاب پائخانہ جائز ہے۔

(۲) کیااستقبال واستدبار جنوب وشمال بوقت پیشاب وپاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب۔

(۳) در بارہ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصًا سرورِ انبیاء سرتاج اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بہ شمال ہے اور روضہ شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہٰذا استقبالِ شمالی میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو کیا یہ ہر دو مقاماتِ اقدس واقع بہ شمال ہیں اور استقبال شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ معظّمہ کا استقبال واستدبار دونوں ناجائز ہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ مُنہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف، بلکہ دونوں یہاں سے جانبِ مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت پر زیادت کی اجازت نہیں اور اگر اُن لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانبِ شمال ہی ہیں تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظّمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب وشمال کو یوں منع ہوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو رُو یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی۔ یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اُس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵، ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبالِ قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۶: از ادھ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خان صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

بچّوں کے گلے میں بچّوں کے ماں باپ بچّوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اُوپر اُس کے کپڑا پاک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت، بچّے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

تعویذ موم جامعہ وغیرہ کرکے غلاف جُداگانہ میں رکھ کر بچّوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ اُس میں بعض آیاتِ قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے، ہاں افضل احتراز ہے، درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول	غلاف میں لپٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء

الخلاء بہ والاحتراز افضل[1]	میں داخل ہونا مکروہ نہیں البتہ بچنا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاہر ان المراد بہامایسمونہ الاٰن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الاٰیات القراٰنیۃ فاذاکان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب[2]۔	ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے آج کل ہیکل یا حمائل کہتے ہیں اور وہ آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوتی ہے جب اس کا غلاف الگ ہو جیسے موم جامعہ وغیرہ تو اس کے ساتھ بھی بیت الخلا میں داخل ہونا جائز ہے، نیز جنبی آدمی کا اسے ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی جائز ہے۔(ت)

بے ادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔

وانما الاعمال بالنیات[3] وقد کتب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی افخاذاھل الصدقۃ حبیس فی سبیل اللہ۔	اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹوں کی رانوں پر لکھا "اللہ کی راہ میں روکا ہوا"۔(ت)

اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم و مصحف کریم کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

اوّلاً: قرآن مجید اگرچہ دس' غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن، جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل، اُس کے لئے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھُونا جائز۔

ثانیاً: اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کر دینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا یہ خود خلافِ شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کیلئے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ و مورد شنع ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا:

---

[1] دُرمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴

[2] ردالمحتار، مطلب یطلق الدعاء علٰی مایشتمل الثناء، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۱۳۱

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

کان المتقدمون یکرھون شد المصاحف واتخاذ الشّدِّ لَھا لئلا یکون فی صورۃ المنع فاشبہ الغلق علی باب المسجد[1]۔	متقدمین، قرآن پاک کو (کسی چیز میں) بند کردینے اور انہیں بند کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ (اس سے) روکنے کی صورت نہ پیدا ہو تو اس طرح وہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کے مشابہ ہوجائے گا (ت)

ثالثًا: قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعًا مکروہ ناپسند ہے، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھاہُوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا **عظموا کتاب اللّٰہ**[2]۔ **رواہ ابو عبید فی فضائل القراٰن** کتاب اللہ کی عظمت کرو۔ (ابو عبید نے اسے فضائل قرآن میں روایت کیا۔ت) امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے[3] **رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنّفہ وبمعناہ ابوعبید فی فضائلہ** (عبدالرزاق نے اسے اپنے مصنّف میں روایت کیا، اور ابو عبید نے فضائل میں اس کا مفہوم نقل کیا ہے۔ت) اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا[4] رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف (ابن داؤد نے اسے مصاحف میں بیان کیا۔ت) درمختار میں ہے: **یکرہ تصغیر مصحف**[5] (قرآن پاک کو چھوٹی تقطیع میں لانا مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے: **ای تصغیر حجمہ**[6] (یعنی اس کا حجم چھوٹا کرنا۔ت) تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہوسکتا ہے اور وہ جری لوگ یہ فعل مردود نہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں اسے چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا ان کے اُس فعل کا باعث ہے اور اُس کے ترک میں اُس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونوجرافیا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبوعہ بولاق مصر ۱/۱۶۸

[2]

[3]

[4]

[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[6] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۷

فتاوٰی رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر "ف" کے تحت مبسوط فقہی مسائل

فوائدِ جلیلہ

ترتیب و تبویب

مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کتاب الطّھارۃ

باب الوضوء

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱	**مسئلہ:** وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائے گا	۴	۱۲
۲	**مسئلہ:** عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو وضو و غسل ہو جائیگا۔ ہاں جب اطلاع ہو چھڑا کر وہاں پانی بہادے۔	۱	۱۴
۳	**مسئلہ:** سُرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں رہ گیا اور اطلاع نہ ہُوئی تو ظاہرًا حرج نہیں اور بعد نماز کوئے میں محسوس ہوا تو اصلاً پاک نہیں۔	۲	۱۴
۴	**مسئلہ:** کاتب کے ناخن پر روشنائی کا جرم لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی تو ظاہرًا حرج نہیں۔	۳	۱۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵	مسئلہ: وضو وغسل میں پانی پہنچنا فرض ہے اگرچہ اپنے فعل سے نہ ہو مثلاً پھوہار برسی اور چوتھائی کو نم پہنچ گئی مسحِ سر کا فرض اُتر گے۔	۲	۱۵
۶	مسئلہ: پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے ایک جماعت قلیلہ کے سوا کسی نے پاؤں کے مسح کا قول نہیں کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ اس جماعت قلیلہ نے اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا۔	۱	۱۶
۷	مسئلہ: اگر لب خُوب زور سے بند کرکے وضو کیا اور کُلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	۲	۱۷
۸	مسئلہ: بھنّویں، مُونچھیں، بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے۔	۳	۱۷
۹	مسئلہ: وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔	۱	۱۸
۱۰	مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں اُن کا مسح کافی نہیں۔	۳	۱۸
۱۱	مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹا اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقینا پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔	۴	۱۸
۱۲	مسئلہ ضروریہ: مُنہ ہاتھ پاؤں کے ذرّے ذرّے پر پانی بہنا فرض ہے۔ فقط بھیگا ہاتھ پہنچنا فرض نہیں کم از کم ہر پُرزے پر سے دو قطرے بہیں۔	۱	۱۹
۱۳	مسئلہ: تحقیق جلیل کہ مواضع ضرورت میں جس طرح بے اطلاع مٹی گارے کا لگا رہ جانا مانع وضو وغسل نہیں یونہی سخت چیزوں مثلاً آٹے وغیرہ کا بھی۔	۳	۱۹
۱۴	مسئلہ: وضو وغسل میں ایسا واجب کوئی نہیں جس کے نہ کرنے سے گنہگار ہو مگر طہارت ادا ہو جائے۔	۳	۲۰
۱۵	مسئلہ: ہمارے مذہب میں بسم اللہ سے وضو کی ابتدا صرف سنّت ہے واجب نہیں اگرچہ امام ابن الہمام کا خیال وجوب کی طرف گیا۔	۴	۲۰
۱۶	مسئلہ: مسواک کا طول بالشت بھر سے زیادہ نہ چاہئے۔	۲	۲۴
۱۷	مسئلہ: وضو کا پانی روزِ قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائیگا۔	۱	۲۵
۱۸	مسئلہ: وضو یا غسل میں پانی سے ہاتھ نہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور اس بارے میں جو حدیث آئی ہے کہ وہ شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے۔	۴	۲۷
۱۹	مسئلہ: پانی سے استنجے کے بعد کپڑے سے خوب صاف کرلینا مستحب ہے کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ خشک ہو جائے۔	۵	۲۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۰	**مسئلہ:** جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اس سے باقی اعضاء نہ پونچھے۔	۶	۲۹
۲۱	**مسئلہ:** یہ یاد ہے کہ بیت الخلاء میں گیا اور قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ پیشاب وغیرہ کچھ ہوا یا نہیں تو یہی ٹھہرائیں گے کہ ہوا تھا وضو لازم ہے۔	۵	۱۳۲
۲۲	**مسئلہ:** وضو کیلئے پانی لیکر بیٹھنا یاد ہے مگر وضو کرنا یاد نہیں تو یہی قرار دیں گے کہ وضو کرلیا۔	۶	۱۳۲
۲۳	**مسئلہ:** جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہوگئے اسے جو ریح آئے احتیاطًا وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہو۔	۷	۱۳۲
۲۴	**مسئلہ:** وضو کی ابتدا میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں سنت یہ ہے کہ مُنہ دھونے کے بعد جو ہاتھ دھوئے اس میں پھر دونوں کفدست کو شامل کرلے سر ناخن سے کہنیوں کے اُوپر تک تین بار دھوئے۔	۵	۱۴۵
۲۵	**مسئلہ:** بدن پر کوئی نجاست ہو مثلًا تر خارش ہے یا زخم یا پھوڑا یا پیشاب کے بعد بے استنجا سو رہا کہ پسینہ آکر تری پہنچنے کا احتمال ہے جب تو گٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا سُنّتِ مؤکدہ ہے اگرچہ سویا نہ ہو جبکہ ہاتھ کا اس نجاست پر پہنچنا محتمل ہو اور اگر بدن پر نجاست نہیں تو ان کا دھونا سنت ہے مگر مؤکدہ نہیں اگرچہ سو کر اٹھا ہو یونہی اگر نجاست ہے اور اس پر ہاتھ نہ پہنچنا معلوم ہے یعنی جاگ رہا اور یاد ہے کہ ہاتھ وہاں نہ پہنچے تو اس صورت میں بھی سنتِ موکدہ نہیں، ہاں سنت مطلقا ہے	۱	۱۴۶
۲۶	**مسئلہ:** مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت وحصول ثواب کے لئے کافی نہیں، ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھرا کھرا کپڑا ادائے سنت کردے گا اور عورتوں کے لئے مسواک موجود ہو جب بھی مسی کافی ہے۔	۲	۱۴۸
۲۷	**مسئلہ:** مسواک دھو کر کی جائے اور کرکے دھولیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو۔	۱	۱۵۵
۲۸	**مسئلہ:** سب کے لئے غسل و وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے، ایک شخص دیو قامت ہے ایک نہایت نحیف دُبلا پتلا، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھِگنا، ایک بدن نرم ونازک وتر ہے دوسرا خشک کھرّا ایک کے تمام اعضاء پر بال ہیں دوسرے کا بدن صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی دوسرا بے ریشہ یا چند بال۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال انبوہ دوسرے کا سر مُنڈا ہوا، ان سب کے لئے ایک مقدار کیونکہ ممکن بلکہ شخص واحد کے لئے فصلوں اور شہروں اور عمر ومزاج کے تبدل سے مقدار بدل جاتی ہے۔ برسات میں بدن میں تری ہوتی ہے۔ پانی جلد دوڑتا ہے، جاڑے میں خشکی ہوتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔	۴	۱۶۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۹	مسئلہ: انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنّت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دیے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔	۴	۱۷۲
۳۰	مسئلہ: وضو میں منہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ ہے، بلکہ کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اُڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔	۵	۱۷۲
۳۱	مسئلہ: اعضاء کامل مل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنّت ہے۔	۶	۱۷۲
۳۲	مسئلہ: اعضاءِ وضو دھونے میں حدِ شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حدِ شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	۷	۱۷۲
۳۳	مسئلہ: وضو میں ہاتھ اور یونہی پاؤں بائیں سے پہلے دَہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتداء کرنا سنّت ہے، اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔	۱۲	۱۷۲
۳۴	مسئلہ: جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا یونہی مضمضہ واستنشاق میں بھی یعنی سنّت ہے کہ پہلے کلی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔	۱۳	۱۷۲
۳۵	مسئلہ: وضو میں کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے، اور اس کی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا۔ یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کُلیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جن کی ناک کو چھُو جاتا ہے سُونگھ کر اُوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار ہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سِرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔	۱	۱۷۴
۳۶	مسئلہ: وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہگار ہوگا اس میں نیت سنّت مؤکدہ ہے۔	۱	۱۷۷
۳۷	مسئلہ: طہارت میں ہر عضو کا پُورا تین بار دھونا سنتِ مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	۲	۱۷۷
۳۸	مسئلہ: پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی بہ جانا معتبر ہے مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کہ تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھیرا دوبارہ دوسری تہائی دُھلی سہ بارہ تیسری، تو یہ ایک ہی بار دھونا ہُوا ہر بار پورے ہاتھ پر کہنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا اور اگر سَو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصے پر کسی دفعہ نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔	۳	۱۷۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۹	مسئلہ: اگر پانی کم ہو یا سردی سخت ہو یا اور کسی ضرورت کے لئے پانی درکار ہے۔اس وجہ سے اعضاء ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔	۴	۱۷۷
۴۰	مسئلہ: بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدہ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لئے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کرچکا ہو بغیر اس کے تجدید وضو مکروہ ہے بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں، اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔	۱	۱۸۵
۴۱	مسئلہ: ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔	۴	۱۸۵
۴۲	مسئلہ: وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔	۵	۱۸۷
۴۳	مسئلہ: بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث وکلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔	۳	۱۸۹
۴۴	مسئلہ: وضو میں جلدی نہ چاہئے بلکہ درنگ واحتیاط کے ساتھ کرے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا، نماز بوڑھوں کی سی۔ یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔	۵	۲۰۸
۴۵	مسئلہ: مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصًا جاڑے میں۔	۱	۲۰۹
۴۶	مسئلہ: ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہئے کہ پانی کی بُوندیں ٹپکنا موقوف ہوجائیں تاکہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔	۳	۲۰۹
۴۷	مسئلہ: سنّت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخن کی طرف سے کُہنیوں اور گٹّوں کے اوپر تک ڈالے اُدھر سے اِدھر کو نہ لائیں۔	۴	۲۱۰

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۱۲	۲	مسئلہ: سنّت ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دے لے۔	۴۸
۲۱۴	۲	مسئلہ: دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اس کا دستہ تھامے اس کے مُنہ پر ہاتھ نہ رکھے۔	۴۹
۲۱۴	۳	مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے۔	۵۰
۲۱۴	۴	مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو مٹّی کے برتن سے کرے۔	۵۱
۲۱۹	۱	مسئلہ: مُنہ دھونے میں نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر، یہ سب افعال جُہّال کے ہیں بلکہ بآہستگی بالائے پیشانی سے ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔	۵۲
۲۱۹	۲	مسئلہ ضروریہ: خود پانی کا تمام عضو پر بہنا ضرور ہے اگر ہاتھ یا پاؤں کے نیچے پر پانی ڈالا کُہنیوں گٹّوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہُوا بلکہ چُپڑنا ہوا۔	۵۳
		مسئلہ: کھانے سے پہلے کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا، تین کُلیاں کرنا سنت ہے اگرچہ وضو ہو۔	۵۴
۲۳۹	۲	مسئلہ: وضو میں منہ سے گرتا ہوا پانی مثلاً کلائی پر لیا اور بہالیا اس سے وضو نہ ہوگا اور غسل میں مثلاً سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں گزرے گا پاک کرتا جائیگا وہاں نئے پانی کی ضرورت نہیں۔	۵۵
۲۴۸	۴	مسئلہ: آدمی وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کرسکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۵۶
۲۴۸	۵	مسئلہ: جس نے خود ہی قصد کیا کہ آدھا وضو کرے گا وہ ان افعال پر ثواب نہ پائیگا۔	۵۷
۲۴۸	۶	مسئلہ: یونہی جو وضو کرنے بیٹھا اور بلاعذر ناقص چھوڑ دیا وہ بھی جتنے افعال بجالایا اُن پر مستحقِ ثواب نہ ہونا چاہیئے۔	۵۸
۲۵۸	۴	مسئلہ: سارے سر کا مسح سنّت ہے اور اس کا جو یہ طریقہ بعض نے رکھا ہے کہ ہر ہاتھ کی تین [۳] انگلیاں سر کے اگلے حصّے پر رکھے انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی اور ہتھیلی نہ لگائے اُن چھ [۶] انگلیوں کو آگے سے گُدی تک وسطِ سر پر لے جائے اور ہتھیلیوں سے سر کی کروٹوں پر مسح کرے اور کانوں کے پچھلے حصے کو انگوٹھوں اور اگلے کو انگشتانِ شہادت کے پیٹ اور گردن کے پچھلے حصہ کو انگلیوں کی پشت سے مسح کرے۔ اس طریقہ کی کچھ حاجت نہیں اس میں تکلفات ہیں اور وہ بھی بلاوجہ بلکہ سارے ہاتھ سر کے آگے سے گُدی تک کھینچ لے جائے یوں کہ سر کے اگلے حصے میں وسطِ سر پر دونوں طرف انگلیاں رکھے اور سر کی کروٹوں پر ہتھیلیاں۔ اس میں سر کا استیعاب ہو جائیگا۔	۵۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۶۰	**مسئلہ**: ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی جائے کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔	۵	۲۵۸
۶۱	**مسئلہ**: یوں ہی دو انگلیوں سے بھی مسح نہ ہوگا۔ہاں تین انگلیاں رکھ کر اتنی کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہوجائے تو مسح ہوجائیگا۔	۱	۲۵۹
۶۲	**۶۲ مسئلہ**: تین انگلیوں کے پُورے سر کو لگائے اور اس قدر کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہوگئی تو مسح نہ ہوگا یعنی جبکہ تری چہارم سر تک پہنچنے سے پہلے فنا ہوگئی ہو۔	۲	۲۵۹
۶۳	**مسئلہ**: انگلیوں کے پورے سر پر رکھ کر کھینچے یہاں تک کہ چہارم سر کی مقدار تک پہنچ گئے۔اگر اخیر تک پوروں سے پانی ٹپکتا رہا تو بالاتفاق مسح ہوگیا اور بیچ میں تقاطر فنا ہوگیا جب بھی صحیح یہ ہے کہ مسح ہوجائیگا یعنی جبکہ تری اخیر تک رہی ہوا گرچہ بوندیں ٹپکنا موقوف ہوگیا ہو۔	۳	۲۵۹
۶۴	**مسئلہ**: اگر سر پر مینہ کی بُوندیں اتنی گریں کہ چہارم سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگرچہ اس شخص نے ہاتھ لگایا نہ قصد کیا۔	۶	۲۵۹
۶۵	**مسئلہ**: مسح کے لئے ہاتھ کی ضرورت نہیں اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہوگیا مسح ہوگیا۔	۱	۲۶۰
۶۶	**مسئلہ**: اگر ایک انگلی بھگو کر سر پر رکھے اور دوبارہ بھگو کر سر کی دوسری جگہ اور اس طرح مکرر کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو تری پہنچ گئی مسح ہوگیا۔	۵	۲۶۰
۶۷	**مسئلہ**: اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے چہارم سر کے قدر بھیگ گیا مسح ہوگیا۔	۳	۴۱۰
۶۸	**مسئلہ**: اتنے گرم یا اتنے سرد پانی سے وضو مکروہ ہے جو بدن پر اچھی طرح نہ ڈالا جائے، تکمیل سنّت نہ کرنے دے، اور اگر کوئی فرض پورا کرنے سے مانع ہوا تو وضو ہی نہ ہوگا۔	۱	۴۱۲

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۱۲	۵	مسئلہ: عورت نے جس پانی سے وضووغیرہ کوئی طہارت کی اس سے بچے ہوئے پانی سے طہارت مکروہ ہے۔	۶۹
۴۵۵	۳	مسئلہ: وضو میں مستحب ہے کہ اگر آفتابہ دستہ دار ہو دستہ تین پانیوں سے دھولے اور اعضا دھوتے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے آفتابہ کے سر پر نہیں۔	۷۰
۴۶۳	۱	مسئلہ: اگر سر پر تیل وغیرہ کوئی رقیق بے جرم دوالگی ہے تواُسی پر مسح جائز ہے۔اور اگر جرم دار ہے تو اس سے بچا کر چہارم سر کا مسح کرے اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔	۷۱
۴۶۴	۴	مسئلہ: گدھے کے جھُوٹے پانی کے سوااور پانی نہ ملے تواُس سے وضو بھی کرے اور تمیم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۷۲
۶۰۶	۲	مسئلہ: وضو کرنے بیٹھاچلّو میں پانی لیااُس کے بعد حدث واقع ہوا، یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کرسکتا ہے۔	۷۳
۶۰۶	۵	مسئلہ: وضو میں منہ دھولیا پھر لپ میں پانی کلائیاں دھونے کو لیا کہ حدث واقع ہوگیا منہ کی طہارت جاتی رہی مگر اس پانی کو کلائیاں دھونے میں استعمال کرسکتا ہے۔	۷۴
۶۰۶	۷	مسئلہ: ہاتھ دھولیے پھر پانی منہ دھونے کو لپ میں لیا کہ حدث ہوگیا یہ پانی منہ دھونے میں صرف ہوسکنا نہ چاہیے۔	۷۵
۶۴۷	۴	مسئلہ: غَسل یعنی دھونا اور مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنا جمع ہوسکتے ہیں کہ جس عضو کا دھونا مضر ہو مسح کرے اوروں کو دھوئے بلکہ ایک ہی عضو میں جتنے ٹکڑے کو پانی ضرر دیتا ہواُتنے پر مسح کرے باقی کو دھوئے۔	۷۶
۶۴۷	۵	مسئلہ: پاؤں دھونا اور مسحِ موزہ جمع نہیں ہوسکتے یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے اور ایک میں موزہ پر مسح کرے۔	۷۷
۶۴۷	۶	مسئلہ: دھونا اور پٹی کا مسح جمع ہوسکتے ہیں مثلًا ایک ہاتھ یا پاؤں پر پٹّی بندھی ہے اس کا مسح کریں اور دُوسرا دھوئیں یا ایک ہی عضو میں جہاں تک پٹی ہے اس پر مسح باقی کا غَسل۔	۷۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۹	**مسئلہ:** سردی وغیرہ سے اعضا پھٹ گئے دھوسکے دھوئے ٹھنڈا پانی نقصان کرے تو گرم پانی اگر کرسکتا ہو کرنا واجب، اگر گرم سے بھی نقصان ہو تو مسح کرے اگر مسح بھی نقصان دے تو اس پر جو پٹّی بندھی یا دوا کا ضماد ہے اُس پر پانی بہائے، یہ بھی ضرر دے تو اس پٹّی یا ضماد پُورے پر مسح کرے اس سے نقصان ہو تو چھوڑدے، معاف ہے۔	۴	۶۴۸
۸۰	**مسئلہ:** ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا مرہم گوند چِتّے کا پوست بندھا ہے اگر خود ناخن کا دھونا یا مسح کرنا مضر ہو، وہ تو مضر نہیں مگر دوا کا چھڑانا مضر ہے تو دوا پر پانی بہائے اس سے ضرر ہو تو دوا پر مسح کرے، اس سے نقصان ہے تو معاف۔	۶	۶۴۸
۸۱	**مسئلہ:** پانی بیکار صرف کرنا پھینک دینا حرام ہے۔	۱	۶۴۹
۸۲	**مسئلہ:** کافر وضو کرکے یا نہا کر اسلام لایا اور اس وضو یا غسل کے بعد حدث نہ ہوا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔	۳	۶۶۲
۸۳	**مسئلہ:** سر اور موزوں کے مسح میں بھی ایک بار مسح کرے تو اکثر کف سے ہونا شرط ہے مگر اگر ایک انگلی بار بار تر کرکے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہوگیا۔	۲	۷۲۲
۸۴	**مسئلہ:** وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی ساری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے تک تر کرے (لوگ جو فقط انگلیاں بھگو لیتے ہیں، نہ چاہیے) پھر دونوں انگوٹھے اور کلمے کی انگلیاں اور ہتھیلیاں جُدا رکھ کر باقی تین تین انگلیاں پُوری (نہ فقط پورے جس طرح جاہل کرتے ہیں) پیشانی پر رکھ کر آخر سر تک (ہاتھ جما کر) پھیرے (نہ جس طرح جاہل چھچھلتے ہوئے ہاتھ لے جاتے ہیں کہ کہیں لگے کہیں نہیں) پھر سر کی دونوں کروٹیں دونوں ہتھیلیوں سے مسح کرے اور کانوں کا پچھلا حصّہ دونوں انگوٹھوں کے پیٹ سے مسح کرے اور اگلا حصہ کلمے کی انگلیوں کے پیٹ سے اور ہتھیلیوں کی پشت گردن پر پھیرے۔	۵	۷۲۹
۸۵	**مسئلہ:** اگر سر کے مسح میں انگلیوں کی تری ختم ہوگئی کانوں کے مسح کو نئی تری لینی ہوگی۔	۱	۷۳۰
۸۶	**مسئلہ:** مسح سر میں ادائے سنّت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصّے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گُدّی تک کھینچتا لے جائے۔	۲	۷۳۰
۸۷	**مسئلہ:** وضو کیا لوٹے میں پانی بچ رہا وہ دوسرے وضو میں کام آسکتا ہے، لوگ جو اسے پھینک دیتے ہیں یہ حرام ہے۔		

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸۸	مسئلہ: مسح کہ وضو میں ہے، اُس سے مراد تری پہنچنا ہے کسی طرح ہو۔ اگر سر دھولیا یا غوطہ لگایا یا مینہ سر پر پڑا مسح ادا ہو گیا۔	۴	۸۱۶
۸۹	مسئلہ: وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا مکروہ خلافِ سنّت ہے اگرچہ فرضِ مسح ادا ہو جائیگا۔	۵	۸۱۶
	فصل فی النواقض		
۱	مسئلہ: وضو کرتے وقت ناقضِ وضو واقع ہو تو نئے سرے سے وضو کرے۔	۱	۳۱
۲	مسئلہ: پانی چلّو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنّف کی تحقیق کہ یہ خلاف صحیح ہے وہ چلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔	۲	۳۲
۳	مسئلہ: زکام کتنا ہی ہے وضو نہیں جاتا۔	۱	۳۴
۴	مسئلہ: بلغم کی قے کتنی ہی کثیر ہو وضو نہیں جائیگا۔	۲	۳۴
۵	مسئلہ: آنکھیں دُکھنے یا ڈھلکے میں جو آنسو بہے یا آنکھ، کان، چھاتی، ناف وغیرہ سے دانے ناسور خواہ کسی مرض کے سبب پانی بہے وضو جاتا رہے گا۔	۴	۳۴
۶	مسئلہ: یہ کلیہ ہے کہ جو رطوبت بدن سے بہے اگر نجس نہیں تو ناقضِ وضو بھی نہیں۔	۷	۳۵
۷	مسئلہ: شراب کی قے بھی اگر منہ بھر کر نہ ہو ناقضِ وضو نہیں۔	۳	۳۶
۸	مسئلہ: تحقیق یہ ہے کہ درد اور مرض سے جو کچھ بہے اُس وقت ناقض ہے کہ اُس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کا احتمال ہو۔	۲	۳۷
۹	مسئلہ: ناف سے زرد پانی بہ کر نکلے وضو جاتا رہے۔	۳	۳۷
۱۰	مسئلہ: دانے کا پانی اگرچہ صاف سُتھرا ہو صحیح یہ کہ وہ بھی ناپاک اور ناقضِ وضو ہے۔	۴	۳۷
۱۱	مسئلہ: اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے ناپاک و ناقضِ وضو ہے۔	۵	۳۷
۱۲	مسئلہ: تحقیق یہ ہے کہ درد یا علّت سے جو رطوبت بہے اس میں صرف احتمال خُون وریم ہونا ہی وجوب وضو کو کافی ہے اگرچہ فتح وحلیہ میں استحباب مانا۔	۱	۳۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۳	**مسئلہ:** دانے سے جو صاف ستھرا پانی نکلے متعدد روایات میں پاک ہے اور اس سے وضو نہیں جاتا۔ کھجلی والوں کو اس میں بہت وسعت ہے بحالِ ضرورت اس پر عمل کر سکتے ہیں اگرچہ قولِ صحیح اس کے خلاف ہے۔	۲	۳۹
۱۴	**مسئلہ:** بدن سے نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائے گا۔	۳	۳۹
۱۵	**مسئلہ:** نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہے گا اگرچہ صاف سفید پانی ہو۔	۴	۳۹
۱۶	**مسئلہ:** بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۳۹
۱۷	**مسئلہ:** جسے ناک سے خُون جاتا ہو اُسی حالت میں اُسے زکام ہو اور ریزش سرخی لیے نکلے اگرچہ اُس وقت خون بہنا معلوم نہیں ہوا اُس کی یہ ریزش بھی ناقضِ وضو ہے۔	۱	۴۰
۱۸	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ جو چیز عادتًا بدن سے بہا کرتی ہو اور اُس سے وضو نہ جاتا ہو، جیسے آنسو، پسینہ، دودھ، بلغم، ناک کی ریزش وہ اگرچہ کتنی ہی کثرت سے نکلے ناقضِ وضو نہیں اگرچہ اس کی یہ کثرت بجائے خود ایک مرض گنی جاتی ہو۔	۳	۴۰
۱۹	**مسئلہ:** خون چھنکا انگلی سے چھُوا اور اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت ماںجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا کوئی چیز دانت سے کاٹی اور اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سُرخی آگئی وہ خون آپ جگہ سے ہٹنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائیگا اور وہ خون بھی پاک ہے۔	۱	۴۱
۲۰	**مسئلہ:** خُون یا ریم آبلے کے اندر سے بَہ کر آبلے کے مُنہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائے گا۔	۲	۴۱
۲۱	**مسئلہ:** خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چپک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہوا نہ وضو گیا۔	۳	۴۱
۲۲	**مسئلہ:** یہی حکم چھنکے ہوئے خون کا ہے کہ نہ اُس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط۔	۴	۴۱
۲۳	**مسئلہ:** خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور دِرم بھر سے زائد ہو تو کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔	۵	۴۱
۲۴	**مسئلہ:** سُوئی چُبھ کر خواہ کسی طرح خون کی بُوند اُبھری اور بولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں، تو فتوٰی اس پر ہے کہ وہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔	۶	۴۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۵	**مسئلہ:** خُون یا ریم اُبھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اُسے کپڑوں سے پونچھ لیا دیر دیر کے بعد بار بار ایسا ہی ہوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا۔ ہاں اگر ایک ہی جلسے میں بار بار اُبھرا اور پُونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو تب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے۔	۷	۴۱
۲۶	**مسئلہ:** خون اُبھرا اور اس پر مٹی ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا اُبھرا کہ مل کر بہ جاتا۔	۱	۴۲
۲۷	**مسئلہ:** ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خُون اُبھرا یہ جمع ہو کر بہ جاتا ہے یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔	۲	۴۲
۲۸	**مسئلہ:** ناپاک سُرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے۔	۳	۴۲
۲۹	**مسئلہ:** خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اُسے کپڑے سے پُونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔	۴	۴۲
۳۰	**مسئلہ:** ناک سے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصّے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائیگا۔	۵	۴۲
۳۱	**مسئلہ:** زخم پر پٹّی بندھی ہے اُس میں خُون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی تو بہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹّی ناپاک۔	۶	۴۲
۳۲	**مسئلہ:** قطرہ اُتر آیا یا خُون وغیرہ ذکر کے اندر بہا جب تک اُس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائیگا، اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔	۱	۴۳
۳۳	**مسئلہ:** فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوّت مظنون نہ ہو۔	۲	۴۳
۳۴	**مسئلہ:** قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے پھر اگر چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے مُنہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو اور اگر متلی تھم گئی تھی اور پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔	۳	۴۶
۳۵	**مسئلہ:** فرج داخل میں خونِ حیض وغیرہ کوئی نجاست اتر آئے جب تک اس کے منہ سے تجاوز کرکے فرج خارج میں نہ آئے گی غُسل یا وضو کچھ واجب نہ ہوگا۔	۲	۵۴
۳۶	**مسئلہ:** نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔	۳	۵۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۷	**مسئلہ:** جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خُون چُوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چُوسا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا۔ یونہی کھٹمل یا مچھّر کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا۔	۱	۵۶
۳۸	**مسئلہ:** ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے اور اُسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور وہ اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا صحیح بدن کی طرف بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا وضو نہ گیا۔ اور مصنّف کی تحقیق یہ ہے کہ جاتا رہے گا، اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کر سکتے ہو تو بالاتفاق ناقضِ وضو ہوگا۔	۳	۵۷
۳۹	**مسئلہ:** زخم اگرچہ جسم کے اندر دُور تک پھیلا ہوا اور صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے گہراؤ میں خون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔	۵	۶۱
۴۰	**مسئلہ:** زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دُور تک پھیلا ہوا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی طرح دراز و باریک ہے کہ اُس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اُسی محض اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں اور اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں اور اگر اس کے بالائی کنارے تک اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے نہ بڑھے۔	۱	۶۲
۴۱	**مسئلہ:** کھُلا ہوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے۔ ظاہر یہ ہے کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے اگر اس کے اندر خُون وغیرہ اُبلے کہ اُس کے کناروں تک آجائے یا صرف اس کے بالائی حصّے پر اُبل کر اُس کے اندر اندر بہے باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائیگا نہ وہ خون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دَورہ کر رہا ہے۔	۲	۶۲
۴۲	**مسئلہ:** صاحبِ ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خُون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی دفعہ کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہ ہوا اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہو جائے اصلاً ناقضِ وضو نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلافِ مشہور ومخالف جمہور ہے۔ بے ضرورت اس پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خُون یا ریم قلیل نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسہ واحدہ کا جمع کئے سے ہو جاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیق کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک نہ پہنچا اس کے لئے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔	۳	۶۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۳	مسئلہ: گھٹنے یا اور ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔	۱	۶۶
۴۴	مسئلہ: دوڑنے یا کُودنے سے وضو نہیں جاتا۔	۳	۶۷
۴۵	مسئلہ: کتنی ہی بلندی پر سے گر پڑے وضو نہ جائیگا مگر یہ کہ خون وغیرہ کچھ خارج ہو یا بے ہوش ہو جائے۔	۴	۶۷
۴۶	مسئلہ: جب تک ہوش باقی ہیں طبیعت کسی قدر کسی کام میں مشغول ہو وضو نہ جائیگا جیسے کتاب کا مطالعہ یا یادِ الٰہی کا مراقبہ۔	۵	۶۷
۴۷	مسئلہ: بوجھ اٹھانے یا گر پڑنے یا کسی وجہ سے منی بے شہوت اپنے محل سے جُدا ہو کر نکل گئی وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔	۷	۶۷
۴۸	مسئلہ: پھُڑیا بالکل اچھی ہو گئی اور اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر منہ اور اندر خلا ہے، نہانے میں اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکال دیا وضو نہ جائے گا نہ وہ پانی ناپاک ہوا۔	۸	۶۷
۴۹	مسئلہ: پھُڑیا میں اگر ابھی خون وغیرہ رطوبت باقی ہے نہانے کا پانی اس میں بھرا اور بہہ کر نکلا وضو جاتا رہے گا کہ وہ پانی نجس ہو گیا۔	۲	۶۸
۵۰	مسئلہ: پانی پیا اور معدے میں اتر گیا اور معاً قے ہو کر ویسا ہی صاف نتھرا پانی نکل گیا وضو جاتا رہا جبکہ منہ بھر کر ہو اور وہ پانی بھی ناپاک ہے۔	۳	۶۸
۵۱	مسئلہ: اگر معاذاللہ کیڑے قے ہوئے یا سانپ، وضو نہ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر ہو۔	۶	۶۸
۵۲	مسئلہ: کُرسی مُونڈھے پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا سو گیا وضو نہ گیا مگر یورپین ساخت کی کرسی جس کی وسط نشست گاہ میں ایک بڑا سوراخ رکھتے ہیں اس پر سونے سے جاتا رہے گا۔	۳	۷۱
۵۳	مسئلہ: گھوڑے پر زین ہے اس کی سواری میں سو گیا وضو نہ جائے گا اگرچہ ڈھال میں اترتا ہو۔	۴	۷۱
۵۴	مسئلہ: ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور سو گیا تو اگر راستہ ہموار یا چڑھائی ہے وضو نہ جائے گا اُتار ہے تو جاتا رہے گا۔	۵	۷۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۵	**مسئلہ:** اگر دیوار وغیرہ سے تکیہ لگایا ہے اور اتنا غافل سوگیا وہ شَے ہٹالی جائے تو گر پڑے گا فتوی اس پر ہے کہ یوں بھی وضو نہ جائے گا جب کہ دونوں سرین خوب جمی ہوں۔	۶	۷۱
۵۶	**مسئلہ:** قیام، تعود، رکوع، سجود نماز کی کیسی ہی حالت پر سوجائے اگرچہ غیر نماز میں اس ہیات پر ہو وضو نہ جائیگا مگر قعود میں وہی شرط جو کہ دونوں سرین جمے ہوں اور سجود کی شکل وہ ہو جو مردوں کے لئے سنّت ہے کہ بازو پہلو سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ۔	۷	۷۱
۵۷	**مسئلہ:** ظاہراً کاٹھی کا حکم بھی ننگی پیٹھ کی طرح ہے اور یورپین ساخت کی کاٹھی جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اس پر سونے سے مطلقًا وضو جاتا رہے گا۔	۹	۷۱
۵۸	**مسئلہ:** خاص نماز کے سجدے میں بھی اگر اس وضع پر سویا کہ کلائیاں زمین پر بچھی ہیں پیٹ رانوں سے لگا ہے پنڈلیاں زمین سے ملی ہیں جیسے عورتوں کا سجدہ ہوتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اسے یوں بھی تعبیر کرسکتے ہیں کہ عورت سجدے میں سوئے تو وضو ساقط اور مرد سوئے تو باقی۔	۱۰	۷۱
۵۹	**مسئلہ:** گرم تنور کے کنارے اس پر پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سوگیا تو مناسب ہے کہ وضو کرے۔	۱	۷۲
۶۰	**مسئلہ:** بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وضو نہ رہا۔	۳	۷۲
۶۱	**مسئلہ:** نماز میں سونے کا کلیہ یہ ہے کہ اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو نہیں جاتا تو نہ وضو جائے نہ نماز فاسد ہو، ہاں اگر رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے اور جو جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن میں نیند آگئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا اگر وہ بقدر ادائے رکن تھا کافی ہے ان احکام میں قصداً سونا اور بلاقصد سوجانا برابر ہے۔ اور اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو جاتا رہتا ہے تو وضو تو گیا ہی پھر اگر قصداً سویا تو نماز بھی فاسد ہوگی ورنہ وضو کرے جہاں سویا وہاں سے باقی نماز ادا کرسکتا ہے۔	۴	۷۲
۶۲	مسئلہ: اُونگھنے سے وضو نہیں جاتا جبکہ ہوشیاری کا حصہ غالب ہو۔	۵	۷۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۶۳	مسئلہ: بیٹھے بیٹھے نیند کے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا اگرچہ کبھی ایک سرین اُٹھ جاتا ہو۔	۶	۷۲
۶۴	مسئلہ: جھُوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھُل گئی وضو نہ گیا۔	۷	۷۲
۶۵	مسئلہ: ان دسوں صورتوں میں جن سے وضو جاتا ہے یہی قید ہے کہ انہیں صورتوں پر سونا پایا جائے ورنہ اگر سویا اس صورت پر کہ وضو نہ جاتا اور نیند میں اس شکل پر آگیا جس میں جاتا ہے مگر معاً شکل پیدا ہوتے ہی بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ جائے گا۔	۸	۷۲
۶۶	مسئلہ: نیند خود ناقضِ وضو نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ سوتے میں خروج ریح کا ظن غالب ہے۔	۳	۹۰
۶۷	مسئلہ: جنون سے وضو جاتا رہتا ہے۔	۲	۹۲
۶۸	مسئلہ: نماز جنازہ کے سوا اور نماز میں بالغ آدمی جاگتے ہیں ایسا ہنسے کہ اوروں تک ہنسی کی آواز پہنچی تو وضو بھی جاتا رہے گا۔	۳	۹۲
۶۹	مسئلہ: بوہرا ہو جانا یعنی دماغ میں معاذاللہ خلل پیدا ہونے سے فاسد ہو جائے آدمی کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی پاگلوں کی سی مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالیاں دیتا نہ ہو تو اس حالت کے پیدا ہونے سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۹۲
۷۰	مسئلہ: غش وبیہوشی سے وضو جاتا ہے مگر یہ خود ناقض وضو نہیں بلکہ اُسی ظن خروج ریح وغیرہ کے سبب۔		
۷۱	مسئلہ: جسے ریح کا عارضہ حد معذوری تک ہو اس کا وضو سونے سے نہ جانا چاہئے۔	۸	۹۳
۷۲	مسئلہ: سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادہ وضو مستحب جب بھی ہے۔	۲	۱۹۲
۷۳	مسئلہ: بغل کھجانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اس میں بدبو ہو۔	۳	۱۹۲
۷۴	مسئلہ: جذامی یا برص والے سے مس کرنے میں بھی جدید وضو مستحب ہے۔	۴	۱۹۲
۷۵	مسئلہ: صلیب جسے نصارٰی پُوجتے ہیں اور ہنود کے بُت وغیرہ کے چھُونے سے بھی نیا وضو چاہئے۔	۵	۱۹۲
۷۶	مسئلہ: جن باتوں سے اعادہ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرنے میں واقع ہوں تو مستحب ہے ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔	۱	۱۹۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۷	مسئلہ: علماء کا اختلاف ہے کہ نواقضِ وضو میں بھی نجاست حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے۔شرع نے تخفیف کیلئے صرف وضو سے اس کا ازالہ مقرر فرمایا یہ نجاست فقط اعضاءِ وضو ہی میں ہوتی ہے راجح تر یہی قول دوم ہے۔(مصنّف کی اس مسئلہ میں تحقیق و تنقیح فتاوٰی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں)	۵	۲۵۴
۷۸	مسئلہ: راجح یہی ہے کہ حدث،اصغر صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تخفیف کے لئے شرع نے صرف چار عضووں کی طہارت کو کُل بدن کی تطہیر فرمادیا جیسے جنابت کا تمیم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے وضو میں ایسا نہیں ولہذا اگر کوئی شخص وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے عزیمت و باعثِ ثواب نہ ہوگا بلکہ بدعت و مورث مواخذہ وعتاب۔	۲	۲۵۷
۷۹	مسئلہ: نماز جنازہ میں اگرچہ قہقہہ سے ہنسے وضو نہیں جاتا۔	۴	۲۵۷
۸۰	مسئلہ: دانتوں میں سے خون نکلا اگر سُرخ ہے وضو جاتا رہا اور آبِ دہن کے خلط سے زرد ہے تو نہیں۔	۱	۵۲۲
۸۱	مسئلہ: نجاست کا اپنی قوّت سے بہہ کر نکلا ناقض وضو ہے اگرچہ اس کے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۱	۵۲۳
۸۲	مسئلہ: رقیق خون کی قے کی مطلقاً وضو جاتا رہے گا سر سے آیا ہو خواہ جوف سے، قلیل ہو یا کثیر۔	۲	۵۲۳
۸۳	مسئلہ: قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔	۳	۵۲۳
۸۴	مسئلہ: بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا خواہ کتنا ہی کثیر ہو۔	۴	۵۲۳
۸۵	مسئلہ: آمیزش آب دہن قلیل وکثیر یعنی رنگ کی زردی سرخی کا فرق اس خون میں ہے کہ خود منہ کے کسی حصّے سے آئے وہ خون کہ سینے یا معدہ سے قے میں آئے امام زیلعی کی تحقیق میں مطلقاً ناقضِ وضو ہے اگرچہ منہ میں آکر آمیزش آب دہن سے زرد ہو جائے۔	۵	۵۲۳
۸۶	مسئلہ: ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جب تک کوئی ناقضِ وضو نہ صادر ہو۔	۱	۵۸۳

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۱۱	۱۵	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہے نجاست نہیں وللہ الحمد۔	۸۷
۸۱۵	۵	مسئلہ: حدثِ اصغر وہی ہے جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	۸۸
۸۱۶	۳	مسئلہ: اس کی تحقیق کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو ہے۔	۸۹
		باب الغسل	
۱۵	۱	مسئلہ: عورت کو غسل میں گندھی چوٹی کھولنی ضرور نہیں بالوں کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہے، ہاں چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے گا تو کھولنا ضرور ہے۔	۱
۲۶	۴	مسئلہ: اگر اعضاء پونچھنے سے ضرر ثابت ہو تو پونچھنا واجب تک ہو سکتا ہے۔	۲
۲۹	۳	مسئلہ: غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلّے میں رکھا جانا ظاہر ہے۔	۳
۵۵	۱	مسئلہ: غسل میں عورت کو مستحب ہے کہ فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھولے ہاں واجب نہیں بغیر اس کے غسل اُتر جائے گا۔	۴
۹۵	۱	مسئلہ: دانتوں کی جڑ یا کھڑکی میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑا کر کلی کرنا لازم ورنہ غُسل نہ اُترے گا۔	۵
۹۵	۲	مسئلہ: چُونا یا مسی کی ریخیں جن کے چھڑانے میں ضرر ہو معاف ہیں۔	۶
۹۵	۳	مسئلہ: وضو و غسل میں غرغرہ سنّت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔	۷
۹۵	۴	مسئلہ: منہ کے ہر ذرہ پر حلق تک پانی بہنا اور دونوں نتھنوں میں ناک کی ہڈّی شروع ہونے تک پانی چڑھنا غسل میں فرض اور وضو میں سنّتِ مؤکدہ ہے۔	۸
۹۶	۱	مسئلہ: ناک میں کوئی کثافت جمی ہو تو پہلے اس کا چھڑا لینا غسل میں فرض اور وضو میں سنت ہے۔	۹
۹۶	۲	مسئلہ: وضو و غسل میں سنّت ہے کہ ناک کی جڑ تک پانی چڑھائے مگر روزہ دار اس سے بچے ہاں تمام نرم بانسے تک چڑھانا اسے بھی ضروری ہے۔	۱۰
۹۹	۱	مسئلہ: مواضع احتیاط میں پانی پہنچنے کا ظنِ غالب کافی ہے یعنی دل کو اطمینان ہو کہ ضرر پہنچ گیا مگر یہ اطمینان نہ بے پرواہوں کا کافی ہے جو دیدہ ودانستہ بے احتیاطی کر رہے ہیں نہ وہمی وسوسہ زدہ کا اطمینان ضرور جسے آنکھوں دیکھ کر بھی یقین آنا مشکل بلکہ متدین محتاط کا اطمینان چاہئے۔	۱۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۲	**مسئلہ:** ہلتا ہوا دانت چاندی کے تار سے باندھنا یا مسالے سے جمانا جائز ہے اور اس وقت غسل میں اس اتار یا مسالے کے نیچے پانی نہ بہنا معاف ہونا چاہئے۔	۳	۹۹
۱۳	**مسئلہ:** ناپاک سرمہ آنکھوں میں لگالیا آنکھیں اندر سے دھونے کا حکم نہیں۔	۱	۱۰۰
۱۴	**مسئلہ:** جب بدن کے بعض حصے پر پانی ضرر دیتا ہو بعض پر نہیں تو اکثر کا اعتبار ہے۔	۱	۱۰۱
۱۵	**مسئلہ:** بیماری وغیرہ سے غش آگیا یا معاذاللہ نشہ سے بیہوش ہُوا اس کے بعد جو ہوش آیا تو اپنے کپڑے یا بدن پر مذی پائی تو ~~اس پر سواءِ وضو کے غسل نہ ہوگا اس کا حکم سوتے سے جاگ کر مذی دیکھنے کے مثل نہیں کہ وہاں~~ غسل واجب ہوتا ہے۔	۱	۱۰۹
۱۶	**مسئلہ:** انزال ہوا اور نہالیا اس کے بعد پھر منی نکلی دوبارہ نہانا واجب ہوگا اگرچہ اس بار بے شہوت نکلی ہو مگر یہ کہ پیشاب کر چکا یا سولیا یا زیادہ چل لیا اس کے بعد منی بے شہوت نکلی تو غسل کا اعادہ نہیں۔	۴	۱۱۸
۱۷	**مسئلہ:** نماز میں احتلام ہُوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کرلی اس کے بعد اُتری تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہوگئی کہ اس وقت تک جنب نہ ہوا تھا۔	۵	۱۱۸
۱۸	**مسئلہ:** رات کو احتلام ہوا جاگا تو تری نہ پائی وضو کرکے نماز پڑھ لی اس کے بعد منی باہر آئی تو غسل اب واجب ہوا اور نماز صحیح ہوگئی۔	۶	۱۱۸
۱۹	**مسئلہ:** جاگا احتلام خوب یاد ہے مگر تری نہیں پھر مذی نکلی غسل نہ ہوگا۔	۱	۱۱۹
۲۰	**مسئلہ:** منی کو اپنے محل یعنی مرد کی پشت، عورت کے سینہ سے جُدا ہوتے وقت شہوت چاہئے پھر اگر بلاشہوت نکلے غسل واجب ہوگا مثلاً احتلام ہو یا نظر یا فکر یا کسی اور طریق سوائے ادخال کے منی بشہوت اُتری اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا کہ نہ نکلنے دی یہاں تک کہ شہوت جاتی رہی یا بعض لوگ سانس اوپر چڑھا کر اُترتی ہوئی منی کو روک لیتے ہیں یا بعض میں ضعفِ شہوت کے سبب منی خیال بدلنے یا کروٹ لینے یا اُٹھ بیٹھنے یا پشت پر پانی کا چھینٹا دے لینے سے رُک جاتی ہے غرض کسی طرح شہوت کے وقت اترتی ہُوئی منی کو روک لیا یا خود رُک گئی اور پھر جب شہوت جاتی رہی نکلی تو امام اعظم وامام محمد کے نزدیک غسل واجب ہوجائیگا کہ اترتے وقت شہوت تھی اگرچہ نکلتے وقت نہ تھی اور امام ابویوسف کے نزدیک نہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے ہاں جب تک نکلے گی نہیں غسل بالاتفاق واجب نہ ہوگا کہ نکلنا ضرور شرط ہے۔	۶	۱۱۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۱	**مسئلہ:** جماع یا احتلام پر سونے چلنے پھرنے یا پیشاب کرنے کے بعد جو اور منی بلاشہوت نکلے اس سے غسل نہ ہوگا۔ اور چلنے کی بعض نے چالیس قدم تعداد بتائی اور صحیح یہ ہونا چاہئے کہ جب اتنا چل لیا جس سے اطمینان ہوگیا کہ پہلی منی کا بقیہ ہوتا تو نکل چکتا اس کے بعد بلاشہوت نکلی تو غسل نہیں۔	۱	۱۲۱
۲۲	**مسئلہ:** پیشاب کے بعد مرد پر استبراء واجب ہے یعنی وہ افعال کرنا جس سے اطمینان ہوجائے کہ قطرات نکل چکے اب نہ آئیں گے مثلاً کھنکارنا یا ٹہلنا یا ران پر ران رکھ کر عضو کو دبانا وغیرہ ذلک۔ اس میں ٹہلنے کی مقدار بعض نے چالیس قدم رکھی بعض نے یہ کہ چالیس برس کی عمر تک اسی قدر اور زیادہ پر فی برس ایک قدم اور صحیح یہ کہ جہاں تک میں اطمینان حاصل ہو خواہ چالیس سے کم یا زائد۔	۱	۱۲۲
۲۳	**مسئلہ:** وہ جو مسئلہ گزرا کہ پیشاب کے بعد منی اُترے تو غسل نہیں اس میں یہ شرط ہے کہ اس وقت شہوت نہ ہو ورنہ یہ جدید انزال ہوگا۔	۳	۱۲۲
۲۴	**مسئلہ:** زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اس کے سبب غسل نہ ہوگا۔	۵	۱۲۲
۲۵	**مسئلہ:** چوٹ لگنے یا گرنے یا بوجھ اٹھانے سے منی بے شہوت نکل جائے تو غسل نہ ہوگا صرف وضو لازم ہوگا۔	۲	۱۲۵
۲۶	**مسئلہ:** عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتوی مگر بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں اگر خواب میں انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے بعض فرماتے ہیں اس وقت چت لیٹی ہو تو غسل واجب۔ لہٰذا ان صورتوں میں بہتر یہ ہے کہ نہالے۔	۶	۱۲۵
۲۷	**مسئلہ:** عورت کی ران پر جماع کیا اور منی اس کی فرج میں چلی گئی یا کنواری کی فرج میں جماع کیا اور اس کی بکارت زائل نہ ہوئی تو ان دونوں صورتوں میں عورت پر غسل نہ ہوگا، نہ اس کا انزال ثابت ہوا نہ اس کی فرج داخل میں حشفہ غائب ہُوا اور نہ بکارت جاتی رہتی، ہاں ان جماعوں سے اگر عورت کو حمل رہ گیا تو اب اس پر اسی جماع سے غسل واجب ہونے کا حکم دیں گے اور آج تک جتنی نمازیں قبل غسل پڑھی ہیں سب پھیرے کہ حمل رَہ جانے سے ثابت ہوا کہ عورت کو خود بھی انزال ہوگیا ورنہ حمل نہ رہتا۔	۸	۱۳۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۸	**مسئلہ:** بچّہ بالکل صاف پیدا ہوا جس کے ساتھ خون کا اصلاً نشان نہیں، نہ بعد کو خُون آیا پھر بھی زچہ پر احتیاطًا غسل واجب ہے۔	۸	۱۳۲
۲۹	**مسئلہ:** جائز ہے کہ زن وشوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسلِ جنابت کریں اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کرسکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔	۱	۱۴۱
۳۰	**مسئلہ:** مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو وغسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔	۱	۱۵۷
۳۱	**مسئلہ:** غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جب تک حدِ اسراف بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔	۲	۱۵۷
۳۲	**مسئلہ:** عورت کے بال گُندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔	۳	۱۹۵
۳۳	**مسئلہ:** میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔	۴	۲۳۸
۳۴	**مسئلہ:** جتنی جگہ کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے جب تک اس کا ایک ایک ذرّہ نہ دُھلے دھوئے ہُوئے عضو بھی باوضو یا بے جنابت نہ ٹھریں گے مثلاً پاؤں میں ایک ذرّہ دھونے سے باقی ہے اور ہاتھ منہ خوب دھولیے ہیں تو ابھی قرآن مجید نہ ہاتھ سے چھُوسکتا ہے نہ آستین یا دامن سے نہ جو جنب تھا ابھی تلاوت کرسکتا ہے جب تک پاؤں کا بھی وہ ذرّہ نہ دھولے۔	۴	۲۴۶
۳۵	**مسئلہ:** نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب۔ انہیں وضو وغسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔	۳	۲۴۷
۳۶	**مسئلہ:** ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسلِ جنابت نہیں اترتا اسلام لائیں تو قواعدِ غسل سکھا کر تصحیح غسل لازم ہے ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔	۱	۳۳۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۷	**مسئلہ:** کوئی شخص کہیں مہمان گیا صاحبِ خانہ کی عورتیں بھی اسی مکان میں ہیں رات کو اسے نہانے کی حاجت ہونے کو تھی کہ اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا اور منی نہ نکلنے دی جب شہوت جاتی رہی اس وقت چھوڑا کہ منی جو شہوت کے ساتھ اتری تھی بلا شہوت باہر ہوئی اس صورت میں مذہب یہ ہے کہ غسل فرض ہو گیا کہ منی کا شہوت کے ساتھ اُترنا ہی وجوبِ غسل کو کافی ہے اگرچہ نکلتے وقت شہوت نہ رہے مگر امام ابو یوسف اس صورت میں غسل واجب نہیں مانتے اگر مہمان کو ندامت ہو کہ اس وقت نہاؤں گا تو میری طرف بدگمانی ہوگی تو مذہب امام ابو یوسف پر عمل کرکے نماز پڑھ لے پھر وہ موقع نکل جانے پر نہا کر پھیرے۔	۱	۶۳۰
۳۸	**مسئلہ:** عورت کو سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے اور سارے سر پر مسح کرے۔	۱	۶۴۷
۳۹	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں جس عضو کے دھونے کا حکم ہے اگر دھونا مضر ہو تو اس کا مسح دھونے کے قائم ہے۔	۳	۶۴۷
۴۰	**مسئلہ:** ہر انزال میں پیشاب کرنے کے بعد نہانا چاہئے کہ منی کا بقیہ خارج ہو جائے۔	۱	۸۰۶
۴۱	**مسئلہ:** اگر بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا پھرا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہالیا اس کے بعد اسی منی کا بقیہ خارج ہوا جو بشہوت پشت سے جُدا ہوئی اور بعض نکل کر حسبِ عادت بعض باقی رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا لازم ہوگا۔	۲	۸۰۶
۴۲	**مسئلہ:** منی اپنے محل یعنی مرد کی پشت یا عورت کے سینے سے جُدا ہوتے وقت شہوت ضرور ہے اس وقت اگر شہوت نہ تھی غسل واجب نہ ہوگا مثلاً بھاری بوجھ اٹھانے سے اتر آئی یا معاذاللہ عارضہ جریان میں۔ ہاں جب شہوت سے جُدا ہوئی ہو تو سوراخ سے نکلتے وقت شہوت اگر نہ بھی ہو غسل واجب ہو جائے گا غرض انفصال محل کے وقت شہوت شرط ہے خروج کے وقت ضرور نہیں مگر بہرحال وجوبِ غسل کے لئے خروج ضرور شرط ہے اگر شہوت سے اُتری اور نہ نکلی تو جب تک نہ نکلے گی غسل واجب نہ ہوگا۔	۳	۸۱۲
۴۳	**ف:** ہر منی کہ شہوت سے نکلے اس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔	۳	۸۱۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۴	**مسئلہ:** عورت کا حیض ختم ہوااورا بھی نہائی نہ تھی کہ سوتے میں احتلام ہوادوبارہ غسل آیا۔سوتے سے اُٹھی ہی تھی کہ شوہر نے جماع کیا قدر حشفہ غائب ہوتے ہی تیسری بار وجوبِ غسل ہواآخر جماع میں عورت کو انزال ہوااب چوتھی بار وجوب ہوا۔یونہی اگر نہانے سے پہلے احتلام وجماع وانزال کتنی ہی بار واقع ہوں کہ سو۱۰۰ بار یاہزار۱۰۰۰ بار وجوبِ غسل ہو سب کے لئے ایک ہی نہانا کافی ہوگا۔اور اگر اسی حالت میں قبل غسل مرجائے توایک غسل میت سب کو کفایت۔	۵	۸۲۱
	باب المیاہ		
۱	**مسئلہ:** پانی چلّو میں لیااورابھی استعمال نہ کیا تو تھا کہ حدث واقع ہوابعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنّف کی تحقیق کہ یہ خلافِ صحیح ہے وہ چلّو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔	۲	۳۲
۲	**مسئلہ:** صحیح یہ ہے کہ جس بدن پر حدث ہو پانی کااسے چھُو کراس سے جُدا ہو نا ہی اس کے مستعمل کردینے کو بس ہے خود صاحب حدث کا پانی ڈالنا یااس کی نیت یااس بدن سے جُدا ہو کر دوسرے بدن یا کپڑے یازمین پر ٹھہر جانا کچھ شرط نہیں۔	۴	۳۲
۳	**مسئلہ:** وضو سے جو پانی برتن میں بچ رہااس سے وضو جائز ہے۔	۱	۲۳۴
۴	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا برتن کا پانی قابلِ طہارت رہے گا،ہاں اگر اتنا گراکہ برتن کے پانی سے زائد ہوگیا تواس سے وضو وغسل نہ ہوسکے گا۔	۲	۲۳۴
۵	**مسئلہ:** ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچّہ نے پیشاب کردیا ناپاک نہ ہوگا۔	۱	۲۳۶
۶	**مسئلہ:** حوض دَہ دردَہ نجاست سے اصلًا ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اس کا رنگ یامزہ یابُو بدل نہ جائے۔	۲	۲۳۶
۷	**مسئلہ:** وضو نہیں اور پانی کولی وغیرہ میں ہے جسے جھکا نہیں سکتا توکٹورے وغیرہ سے لیکر ہاتھ دھوئے یا کسی باوضو یا نابالغ بچّہ سے نکلوائے اور یہ بھی مہیا نہ ہو تو چلّو سے لیکر ہاتھ دھولے پانی اس ضرورت کے سبب مستعمل نہ ہوگا بے ضرورت ہوتا تو مستعمل ہوجاتا۔	۳	۲۳۷
۸	**مسئلہ:** جنب یا بے وضو کا اگر وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائیگا تو مذہب اصح میں پانی قابلِ طہارت نہ رہے گا۔	۴	۲۳۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	**مسئلہ:** لگن میں وضو کرکے یہ مستعمل پانی گھڑے بھر پانی میں ملادیا سب قابل وضو ہوگیا کہ مستعمل وغیر مستعمل پانی کے ملنے میں زائد کا اعتبار ہے۔	۱	۲۳۸
۱۰	**مسئلہ:** آبِ مطلق کے سوادُودھ گلاب کیوڑے وغیرہا کسی چیز سے وضو وغسل نہیں ہوسکتا۔	۱	۲۴۰
۱۱	**مسئلہ:** وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔	۲	۲۴۰
۱۲	**مسئلہ:** باوضو نے ماں باپ کے کپڑے یا ان کے کھانے کیلئے پھل یا مسجد کا فرش ثواب کیلئے دھویا پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ یہ افعال قربت کے ہیں۔	۴	۲۴۱
۱۳	**مسئلہ:** جس پانی سے قربت مطلوبہ شرعًا کی اقامت کی جاتی ہے وہ انسان کے گناہ دھوتا ہے گناہوں کی نجاست حکمیہ اس کی طرف منتقل ہوتی ہے لہٰذا مستعمل ہوجاتا ہے۔	۲	۲۴۲
۱۴	**مسئلہ:** اس کی ترجیح کہ مستعمل ہونے کیلئے صرف بدن سے جدا ہونا کافی ہے کہیں استقرار شرط نہیں۔	۴	۲۴۲
۱۵	**مسئلہ:** گرمی کے سبب عبادت یا مطالعہ کتاب میں دل نہیں جمتا اس نیت سے ٹھنڈک پہنچنے کو نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے تو قربت ضرور ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوگا اگر باوضو تھا۔	۲	۲۴۴
۱۶	**مسئلہ:** بدن ستھرا رکھا میل دُور کرنا شرع میں مطلوب ہے کہ اسلام کی بنا ستھرائی پر ہے۔ اس نیت سے باوضو نے بدن دھویا تو قربت بے شک ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوا۔	۴	۲۴۴
۱۷	**مسئلہ:** جمعہ یا عیدین یا عرفہ یا احرام وغیرہا کہ جو غسل سنت ومستحب ہیں صرف آبِ مطلق سے ادا ہوں گے گلاب کیوڑے سے ادا نہ ہوں گے۔	۵	۲۴۴
۱۸	**مسئلہ:** بے وضو نابالغ کا ہاتھ پانی میں ڈوب جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اس سے وضو روا ہے۔ ہاں نجاست کا شک ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے وضو نہ کرے۔	۵	۲۴۷
۱۹	**مسئلہ:** باطنِ حشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ جنب دھوئے۔	۱	۲۵۷
۲۰	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہوجاتا ہے۔ اور اس میں اوہام کا ازالہ۔	۵	۲۵۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۱	مسئلہ: بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگ گیا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔	۶	۲۵۷
۲۲	مسئلہ: نابالغ کا پاک ہاتھ یا بدن کا کوئی جزاگرچہ بے وضو ہو پانی میں ڈالنے سے قابلِ وضو رہے گا۔	۱	۲۶۱
۲۳	مسئلہ: میت کے بدن سے قبلِ غسل جو پانی اگرچہ بے قصدِ غسل مس کرے قابلِ وضو نہ رہے گا۔	۲	۲۶۲
۲۴	مسئلہ: حیض ونفاس ابھی ختم نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابلِ وضو رہے گا۔	۲	۲۶۳
۲۵	مسئلہ: بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کردے گا۔	۳	۲۶۳
۲۶	مسئلہ: ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا۔	۴	۲۶۳
۲۷	مسئلہ: جس طرح سارا ہاتھ پڑنے سے پانی مستعمل ہوتا ہے یوں ہی ناخن یا کوئی حصہ۔	۵	۲۶۳
۲۸	مسئلہ: مستعمل پانی پاک ہے اس سے کپڑا دھو سکتے ہیں مگر اس سے وضو نہیں ہوسکتا اور اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔	۲	۲۶۴
۲۹	مسئلہ: چالیس ائمہ وکتب کے نصوص سے اس مسئلہ کا اثبات کہ دَہ در دَہ سے کم پانی میں بے ضرورت کسی ایسے عضو کا پڑ جانا جس پر نجاستِ حکمیہ ہو یعنی وضو یا غسل میں اس کے دھونے کا حکم ہو اور ابھی نہ دھویا اس سبب پانی کو مستعمل و ناقابل وضو کردیتا ہے۔	۳	۲۶۴
۳۰	مسئلہ: جنب یا بے وضو کا پاؤں لگن میں پڑ گیا پانی مستعمل ہوگیا۔ یوں ہی اگر لگن میں سے بضرورت چلّو میں پانی لینا تھا کہ اور کوئی برتن پاس نہ تھا اور اسے جتنا ہاتھ چلّو لینے کیلئے داخل کرنا ہوتا اس سے زائد لگن میں ڈال دیا یا پانی طہارت کے قابل نہ رہا۔	۱	۲۶۵
۳۱	مسئلہ: پانی کی کَولی میں کٹورا گِر کر ڈوب گیا اور کوئی برتن موجود نہیں، نہ کہیں اور پانی ہے کہ اس سے ہاتھ دھو کر کَولی میں ڈالے اس ضرورت سے بے وضو یا جنب نے کَولی میں ہاتھ ڈال کر کٹورا نکال لیا تو پانی مستعمل نہ ہوا اگرچہ کُہنی یا بغل تک ہاتھ داخل کرنا پڑا ہو کہ جو بضرورت ہے معاف ہے۔	۲	۲۶۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۲	**مسئلہ:** ٹھنڈک لینے کو ہاتھ ایک پُورا ہی بے دُھلا ڈالے گا تو پانی وضو کے قابل نہ رہے گا کہ یہ بے ضرورت ہے۔	۳	۲۶۵
۳۳	**مسئلہ:** کنویں میں ڈول گر گیا اس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھُسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاستِ حقیقیہ نہ ہو رفع حدث کی نیت کرے۔	۱	۲۶۶
۳۴	**مسئلہ:** اگر غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائیگا۔	۲	۲۶۶
۳۵	**مسئلہ:** باوضو آدمی کُنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھُسا اور وہاں باقصد قربت نہانے کی نیت کرلی پانی مستعمل ہوگیا۔	۱	۲٦۷
۳٦	**مسئلہ:** مسئلة البئر حجط میں بکثرت اختلافات ہیں اور قول منقح ومعتمد یہ ہے کہ اگر جنب یا بے وضو کنویں میں گھُسے تو اس کے جتنے بدن پر پانی گزرا وہ تو پاک ہوگیا رہا کنویں کا پانی اگر بے ضرورت گھُسا تو مستعمل ہوگیا ورنہ نہیں۔ اور کنویں سے گرا ہوا ڈول نکالنے کی ضرورت امام اعظم رحمہ اللّٰہ کے نزدیک معتبر نہیں تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔	۲	۲٦۷
۳۷	**مسئلہ:** حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہُوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ ہنوز اس پر حکم غسل نہیں اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھُسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف بعد انقطاع کہ اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل ہو جائے گا۔	۳	۲٦۷
۳۸	**مسئلہ:** جنب نے دس ۱۰ کنوؤں میں نہانے کیلئے غوطہ لگایا پہلے تین کا پانی مستعمل ہوگیا کہ تین بار تک پانی ڈالنا سنّت ہے چوتھے کنویں سے آخر تک حکمِ استعمال نہ ہوگا مگر اس حالت میں کہ بقصد قربت نہانے کی نیت کرے یا تیسرے کنویں سے نکلنے کے بعد حدث واقع ہو جائے، رہا جنب اس کے جتنے بدن پر پانی پہنچا اتنا پاک ہوگیا یہاں تک کہ اگر غوطے میں تمام بدن پر پانی گزر گیا اور کُلّی کرلی ناک میں پانی پہنچا دیا غسل اتر گیا۔	۴	۲٦۷
۳۹	**مسئلہ:** جو احکام جنب کے دس کنوؤں میں نہانے کے گزرے ہیں وہی احکام محدث کے لئے ہیں جبکہ مثلاً دس کنوؤں میں اپنے اعضاء وضو کیلئے دھوئے۔	۵	۲٦۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۰	**مسئلہ**: دَہ دردَہ پانی کی سب جوانب یکساں ہیں۔ نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی خاص اس طرف سے بھی وضو جائز ہے۔	۱	۲۶
۴۱	**مسئلہ**: عورت کے پئے ہوئے یا اس کے وضو یا غسل سے بچے ہُوئے پانی سے مرد کو یوں ہی مرد کے بقیہ سے عورت کو وضو و غسل جائز ہے۔	۱	۲۷۰
۴۲	**مسئلہ**: تحقیق یہ ہے کہ ہمارے سب ائمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک آبِ مستعمل پاک ہے اور حدث سے پاک کرنے والا نہیں۔	۱	۲۷۳
۴۳	**مسئلہ**: تحقیق یہ ہی ہے کہ دَہ دردَہ پانی کا کوئی حصّہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ خاص اس کے پاس کا، اگرچہ نجاست نظر آنے کی ہو۔	۳	۲۸۱
۴۴	**مسئلہ**: تالاب یا جھیل دَہ دردہ ہے مگر اس میں نرکل یا کھیتی یا اور قسم کی اشیاء اُگی ہیں اگرچہ قریب قریب ہوں پانی کثیر ہی مانا جائیگا اور ان کے اگنے کی جگہ مستثنٰی ہو کر دہ دردہ سے کم نہ قرار پائے گا۔	۱	۲۸۶
۴۵	**مسئلہ**: حوض دہ دردہ ہے اور پانی پر کاہی جمی ہوئی ہے وضو میں پاؤں اس کے اندر ڈال کر دھوئے اگر کاہی اتنی سخت ہے کہ پانی کو ہلانے سے جنبش نہ کرے گی تو وضو نہ ہوگا اور اگر ایسی نہیں تو ہو جائے گا۔	۲	۲۸۶
۴۶	**مسئلہ**: برف سے دہ دردہ حوض کا پانی جم گیا اگر ابھی نرم ہے کہ جنبش دینے سے پھٹ جاتا ہے تو اعضاء وضو اس کے اندر ڈال کر دھونا جائز ہے وضو ہو جائے گا اور اگر سخت ٹکڑے ٹکڑے ہیں کہ ہلانے سے نہیں ٹوٹتے تو اعضاء اس کے اندر ڈال کر دھونے سے وضو نہ ہوگا اتنا پانی برف کے ٹکڑوں میں گھرا ہوا اس کے اندر عضو بے وضو ڈالا مستعمل ہو جائیگا، ہاں برتن پانی نکالنے کو نہیں چلّو لینے کو ہاتھ ڈالا تو یہ معاف ہے۔	۳	۲۸۶
۴۷	**مسئلہ**: حوض اوپر سے دہ دردہ ہے اور نیچے سے کم تو جب تک بھرا ہے نہ اس میں نہانے یا اعضاءِ وضو ڈالنے سے مستعمل ہوگا نہ نجاست پڑنے سے ناپاک اور جب پانی صرف نیچے اتنی جگہ رَہ جائے یا اوّل سے اتنا ہی بھرا ہو جہاں دہ دردہ سے کم ہے، تو وضو سے مستعمل ہو جائیگا اور نجس سے ناپاک۔	۳	۲۹۰
۴۸	**مسئلہ**: اگر حوض نیچے دہ دردہ اور اوپر کم ہے تو جب تک پانی نیچا دہ دردہ کی جگہ تک ہے نہ نجاست سے ناپاک ہوگا نہ وضو و غسل سے مستعمل اور اگر پورا بھر دیا جہاں بالائی سطح دہ دردہ سے کم ہے تو مستعمل بھی ہو جائے گا اور نجاست سے ناپاک بھی یعنی اوپر کا حصّہ جہاں تک دہ دردہ سے کم ہے نیچے کا حصّہ پاک رہے گا یہی اصح ہے ہندیہ عن المحیط۔	۴	۲۹۰

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۹۰	۵	**مسئلہ**: یہ فقہی چیستان ہے کہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے اس میں نہانے سے مستعمل ہوجائے گا اور نجاست پڑنے سے ناپاک، لیکن جب گھٹ جائے تو اب نہ مستعمل ہو نہ نجس۔	۴۹
۲۹۰	۶	**مسئلہ**: صحیح یہی ہے کہ پانی کا دہ دردہ مربع ہونا کچھ ضروری نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت میں ہونا درکار ہے اگر سو ہاتھ طول ایک ہاتھ عرض یا دو سو ہاتھ طول ایک بالشت عرض ہے تو وہ بھی دَہ دردہ ہے۔اور اس بارہ میں مصنّف کی تحقیقات۔	۵۰
۲۹۳	۱	**مسئلہ**: بڑے حوض یا تالاب یا دریا سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی جس کا احاطہ اس کے احاطہ سے جُدا ہے بظاہر یہ جدا پانی نہ سمجھا جائے گا کہ سب پانی ملا ہوا ہے، تو خود یہ حوض اگرچہ دہ دردہ نہ ہو نجاست سے ناپاک نہ ہونا چاہئے بے وضو اعضاء اس میں ڈالنے سے مستعمل نہ ہو کہ اسی بڑے پانی کا ٹکڑا ہے، مگر خانیہ میں اس کے خلاف ہے۔	۵۱
۲۹۳	۲	**مسئلہ**: ایک چھوٹے حوض میں پانی ایک طرف سے آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔وہ مطلقاً آب جاری ہے اگرچہ اتنا چوڑا ہو کہ پانی اس میں پھیلنے کے لئے رُکتا ہوا نکلے فوراً نکلا چلا نہ جائے بہر حال نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۵۲
۲۹۳	۳	**مسئلہ**: دہ دردہ سے کم ایک چشمہ میں سوت ہیں اور اس کے ڈھال کی طرف نالی ہے پانی ہر وقت سوتوں سے اُبلتا اور نالی سے نکلتا ہے۔تو یہ چشمہ جاری کے حکم میں ہے نجاست سے ناپاک نہ ہوگا یہی صحیح ہے اور خاص جہاں سے پانی کا نکاس ہے وہ تو بالاتفاق جاری ہے۔	۵۳
۳۰۱	۲	**مسئلہ**: کنویں میں وضو یا غسل کا پانی کتنا ہی ڈال دیا جائے اگر اس میں کچھ نجاست نہ ہو کُنواں پاک تو رہے گا ہی مستعمل بھی نہ ہوگا۔جب تک مستعمل پانی کنویں کے پانی سے مقدار میں زیادہ نہ ہو اور اس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں۔	۵۴
۳۰۸	۱	**مسئلہ**: بے وضو یا جنب کنویں میں گھسے پانی مستعمل ہوجائے گا اس کے مطہر کرنے کو بیس ۲۰ ڈول نکالے جائیں۔	۵۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۶	**مسئلہ:** عرب شریف میں بڑے بڑے حوض جنگل میں بنائے جاتے ہیں جو بارش کے پانی سے بھرتے اور خرچ کے لئے خزانہ رہتے ہیں ان کے حکم کی تحقیق کہ وہ کنویں کے حکم میں نہیں نجاست پڑے تو کنویں کی طرح کچھ ڈول نکالنا کافی نہ ہوگا مگر بحالت حرج۔	۲	۳۰۸
۵۷	**مسئلہ:** گولی اگرچہ کتنی بڑی ہو اگرچہ آدھی زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں ہو سکتی ناپاک پانی بے ڈھلا بے ضرورت پڑنے پر اسے پاک یا مطہر کرنے کیلئے کچھ ڈول کافی نہ ہوں گے بلکہ اس کا یہی طریقہ ہے کہ اچھے اچھے پانی سے لبریز کرکے ابال دیں۔	۵	۳۰
۵۸	**مسئلہ:** پانی میں نرکل یا کھیتی اگرچہ قریب قریب ہو اس کی مساحت کو دہ در دہ سے کم نہ کریں گے۔	۱	۳۱۵
۵۹	**مسئلہ:** آبِ کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا بُو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب یا سرکہ یا زعفران اس کے رنگ، بُو مزے کا اعتبار نہیں۔	۱	۳۲۰
۶۰	**مسئلہ:** حوض اگر مثلث متساوی الاضلاع ہو سوہاتھ مساحت ہونے کیلئے اس کی ہر ضلع 1/5 ۱۵ ہونی چاہئے۔	۴	۳۲۸
۶۱	**مسئلہ:** دوسرے قول پر حوض مثلث متساوی الاضلاع کے دہ در دہ ہونے کے لئے ہر ضلع 1/2 ۲۱ ہاتھ ۳/۸ گرہ ہونا چاہئے۔	۱	۳۲۹
۶۲	**مسئلہ:** شراب خور کی مونچھیں بڑی ہوں ان کو شراب لگ گئی جب تک مونچھیں پاک نہ ہوجائیں جو پانی پئے گا پانی اور برتن دونوں ناپاک ہوجائیں گے۔	۶	۳۳۲
۶۳	**مسئلہ:** نہر کے کنارے پانی لینے وضو کرنے کو تختہ بندی کرکے گھاٹ بنائے اگر وہ حصہ کو تختوں نے گھیرا دہ در دہ ہے یا نہر کا پانی تختوں سے نیچے ہے جب تو ظاہر ہے کہ ہر طرح آبِ کثیر ہے اور گر پانی تختوں سے آکر مل گیا اور یہ حصہ دہ در دہ سے کم ہے تو یہ جدا حوض مانا جائے گا اور نجاست سے نجس اور استعمال سے مستعمل ہو جائیگا ظاہراً یہ اشتراط ہر دو امتداد طول وعرض پر مبنی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔	۱	۳۴۱
۶۴	**مسئلہ:** بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا ایک جگہ سے برف توڑ کر کچھ کھول لیا اس کا بھی حکم اسی گھاٹ کی طرح ہے۔	۲	۳۴۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۶۵	**مسئلہ**: ان صورتوں میں مستعمل یا ناپاک ہوگا تو صرف وہی گھاٹ یا برف ہٹایا ہوا ٹکڑا جس میں استعمال یا وقوعِ نجاست ہوا برابر کا دوسرا گھاٹ یا برابر سے برف ہٹا کر جو پانی لیں طاہر مطہر ہے۔	۳	۳۴۱
۶۶	**مسئلہ**: بڑے حوض سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی تو یہ حوض جدا سمجھا جائیگا نجاست اور استعمال سے ناپاک و نامطہر ہوجائے گا ظاہرًا اس کی بناء بھی اسی اشتراط پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔	۴	۳۴۱
۶۷	**مسئلہ**: نہر یا تالاب یا حوض کلاں میں جو باہر نکلا ہوا کنج ڈھائی ہاتھ سے کم چوڑا ہو مستقل حوض نہ شمار کیا جائیگا اسی کبیر کا تابع رہے گا، ہاں ڈھائی ہاتھ چوڑا مستقل ہے۔	۱	۳۴۲
۶۸	**مسئلہ**: پانی دہ در دہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے کہ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوا یہی پانی نجاست پڑنے کے بعد اگر سمٹ کر تھوڑی جگہ میں ہوجائے جب بھی پاک ہی رہے گا بشرطیکہ نجاست باقی نہ رہی ورنہ اب ناپاک ہوجائے گا۔ مثلاً دہ در دہ حوض میں پانی نکال دینے کو ایک نالی ہے حوض میں مردہ چُوہا گر گیا ناپاک نہ ہوا کہ آبِ کثیر ہے اب وہ نالی کھول دی اور حوض کے برابر ایک کنواں ہے پانی نکل کر کنویں میں جمع ہوگیا اگر چُوہا نکال کر پھینک دیا یا پانی کے ساتھ کنویں میں نہ آیا کنواں پاک ہے اور چُوہا بھی کنویں میں آگیا تو اب ناپاک ہوگیا۔	۱	۳۴۳
۶۹	**مسئلہ**: کنویں میں نجاست گری برابر دہ در دہ حوض ہے پانی کھینچ کر حوض میں ڈال دیا کہ دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا اس سے پاک نہ ہوجائے گا اگرچہ نجاست نکال کر پھینک دی ہو۔	۲	۳۴۳
۷۰	**مسئلہ**: بڑے تالاب میں نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہُوا اب وہ کثرتِ خرچ یا شدّتِ گرما سے سُوکھ کر کتنا ہی کم رہ جائے ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست ہنوز باقی نہیں۔	۱	۳۴۴
۷۱	**مسئلہ**: بڑے تالاب کی تلی میں پانی ہے نجاست پڑی کہ ناپاک ہوگیا۔ اب چاہے نجاست نکال کر لبالب بھر بھی دیں عام کتبِ متداولہ کے حکم سے ناپاک ہی رہے گا جب تک چھلک کر اُبل نہ جائے۔	۲	۳۴۴
۷۲	**مسئلہ**: کلیہ یہ ہے کہ پانی کی کثرت وقلّت نجاست سے ملتے وقت دیکھی جاتی ہے اگر اس وقت کثیر تھا تو گھٹ یا سمٹ کر بھی ناپاک نہ ہوگا جبکہ نجاست اس وقت باقی نہ ہو اور اگر اس وقت قلیل تھا تو بڑھ یا پھیل کر بھی پاک نہ ہوگا جب تک پاک سے مل کر جاری نہ ہو۔	۳	۳۴۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۳	**مسئلہ:** ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہوجاتی ہے۔	۱	۳۴۵
۷۴	**مسئلہ:** اس بہنے میں طول عرض عمق کچھ شرط نہیں چھوٹی سی تھالی میں بھی ابالنے سے پاک ہوجائے گی۔	۲	۳۴۵
۷۵	**مسئلہ:** اس بہنے میں تین شرطیں ہیں ایک طرف سے پانی یا اسی ناپاک شدہ چیز مثلاً دُودھ یا تیل کی طاہر جنس اس ظرف میں داخل ہونا دوسری طرف سے اس کے بعض کا بہنا اور یہ دخول وخروج آخر میں ایک ساتھ ہونا۔	۳	۳۴۵
۷۶	**مسئلہ:** حوض یا کٹورے میں جو ناپاک پانی تہہ میں ہے اور پاک سے بھرا جب تک لبالب بھر جائے گا سب ناپاک ہوتا جائے گا۔ جب بھر کر اُبلے گا وہ پانی اور محل سب پاک ہوجائیگا۔	۴	۳۴۵
۷۷	**مسئلہ:** حمام کے حوض میں نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ برابر اس میں سے پانی لے رہے ہیں کہ پانی کی جنبش تھمنے نہیں پاتی اس حالت میں وہ نجاست سے وہ ناپاک نہ ہوگا کہ جاری ہے۔ ہاں جنبش تھمنے کے بعد نجاست پڑی یا پہلی نجاست باقی رہی تو اب ناپاک ہوجائیگا۔	۱	۳۴۶
۷۸	**مسئلہ:** وضو کا حوض جس میں نالی سے پانی آرہا ہو اور دُوسری طرف کوئی نہارہا ہو یا لوگ وضو کررہے ہیں کہ پانی کا ہلنا موقوف نہیں ہوتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا پانی تھم گیا اور نجاست پڑی یا رہی تو اب نجس ہوگا۔	۲	۳۴۶
۷۹	**مسئلہ:** کنویں میں سوت سے پانی آرہا ہے اور اوپر سے چرخ یا ڈول سے لیا جارہا ہے کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں تھمنے پر نجاست رہی تو ناپاک ہوجائیگا۔	۳	۳۴۶
۸۰	**۸۰ مسئلہ:** اس بہنے میں کہ اُبلنا شرط ہے اس کے لئے کوئی مقدار معین ضروری نہیں کہ اتنی دُور بہہ کر جائے، نہیں بلکہ اُبلتے ہی پاک ہوجائے گا کہ جاری ہوگیا۔ ہاں جب تک اُبلتا رہے گا جریان کا حاکم باقی رہے گا۔ کسی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب ابلنا تھمے گا اور دَہ دردَہ نہیں تو اب اگر نجاست پڑی یا پہلی ہی نجاست باقی ہو تو نجس ہوجائیگا۔	۴	۳۴۶

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۳۴۷	۱	**مسئلہ:** اس ابال میں برتن اور اندر کا پانی وغیرہ تو پاک ہو ہی گیا اُبل کر جب باہر نکلا وہ بھی پاک ہے جو کچھ بہتی چیز ہو دودھ یا گرم کیا ہوا گھی یا تیل وغیرہ اور اگر پانی ہے تو فقط پاک نہیں مطہر بھی ہے۔ اس سے وضو ہو سکتا ہے۔	۸۱
۳۴۷	۲	**مسئلہ:** ڈول اگر اندر سے ناپاک ہو جائے اور اسے پانی بھر کر ابال دیں پاک ہو گیا لیکن اگر باہر سے ناپاک ہے تو صرف ابال کافی نہ ہوگا جب تک بہتا ہُوا پانی خاص موضع نجس پر اتنی کثرت سے نہ گزرے کہ نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے اور اگر باہر سے تلا ناپاک ہو تو اُبال سے پاک نہ ہوگا کہ وہاں پانی نہ پہنچے گا۔ یہی حکم ہر برتن کا ہے۔	۸۲
۳۴۷	۳	**مسئلہ:** اُبالنے میں پانی جس طرف سے داخل ہوا اسی طرف لوٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔	۸۳
۳۴۸	۶	**مسئلہ:** برتن اگر جھکا ہوا ناہموار زمین پر رکھا ہے اُوپر سے پانی ڈالا کہ دوسری جھکی ہوئی جانب سے نکل گیا پاک ہو گیا، اور اگر جھکی ہوئی جانب میں پانی ڈالا کہ ادھر ہی کو لوٹ آیا تو پاک نہ ہوگا۔	۸۴
۳۴۸	۷	**مسئلہ:** کسی محل کے جوف میں پانی کی حرکت اس کے حق میں جریان نہیں جب تک باہر سے داخل ہو کر اسے اُبال نہ دے لیکن اس کے جوف میں اگر چھوٹا ظرف رکھا ہو اور وہ بھر کر اُبل گیا وہ پاک ہو جائیگا اگرچہ بڑا ظرف بھرے بھی نہیں۔	۸۵
۳۴۸	۸	**مسئلہ:** اگر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی اس کے بعد ابالا تو مطلقاً پاک ہو گیا اور اگر مرئیہ باقی رکھی اور اُبالا تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے ابال تھمتے ہی پھر ناپاک ہو جائیگا۔	۸۶
۳۴۹	۱	**مسئلہ:** اس کی تحقیق کی پانی جاری یا دہ در دہ کا کوئی حصہ کیسی ہی نجاست اس میں واقع ہو ناپاک نہ ہوگا جب تک اس سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے یہاں تک کہ جہاں نجاست مرئیہ پڑی ہے اس کا متصل حصّہ بھی پاک ہے۔ اگرچہ اکثر یا کل پانی اس نجاست پر ہو کر گزرے اسی پر فتوی ہے اور دوسرا قول اگرچہ بہت کتب میں ہے معتمد نہیں۔	۸۷
۳۴۹	۲	**مسئلہ:** جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست تہہ نشین ہو کر پانی صاف ہو گیا، اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہو گیا۔	۸۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	**مسئلہ :** نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہے اور اوپر پانی جاری ہے جب تک اس کا کوئی وصف نہ بدلے پانی پاک رہے گا اگرچہ پانی اتنا کم ہو کر تہہ کی نجاستیں نظر آتی ہوں۔	۳	۳۴۹
۹۰	**مسئلہ :** دہ دردہ پانی کہ جاری نہیں اگر نجاست سے اس کے اوصاف بدل گئے پھر مثلاً نجاست تہہ نشین ہو کر خود ہی سنبھل گئے تو یہ بھی مثل جاری کے پاک ہو جانا چاہئے مگر سیدی عبدالغنی نے اس کے خلاف فرمایا۔	۱	۳۵۰
۹۱	**مسئلہ :** پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں اسی پر فتوٰی ہے۔	۲	۳۵۰
۹۲	**مسئلہ :** بھنور کا پانی بھی آب جاری ہے اگرچہ چکّر کھا کر نکلتا ہے۔	۳	۳۵۰
۹۳	**مسئلہ :** گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہوگیا اس میں جانوروں نے گوبر کئے۔ آدمیوں نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا اگر یہ آنے والا پانی جس طرف سے تالاب میں داخل ہوا وہاں دہ دردہ کی مساحت تک جگہ صاف تھی کوئی نجاست نہ تھی پانی دہ دردہ ہونے کے بعد نجاستوں سے ملا پھر چاہے آخر تک نجاستیں ہوں سارا تالاب پاک رہے گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو اور اگر اس جانب اتنی جگہ نہیں پانی دہ دردہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملا تو اب سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔ اگرچہ اس کے بعد صد در صد ہو جائے۔ اور اگر برف سے اس کا کچھ حصّہ جم جائے تو وہ بھی ناپاک ہوگا۔ ہاں اگر آنے والا پانی اسے بھر کر ابال دے تو سب پاک ہو جائیگا۔ اکثر کتبِ معتمدہ میں یہی ہے۔ اور ایک قولِ بعض یہ بھی ہے کہ بڑا تالاب ہر طرح مطلقاً پاک رہے گا اگرچہ پانی تالاب میں داخل ہوتے ہی نجاستوں سے ملا اور بھر کر نہ اُبلا اس کا بیان تجدید النظر میں آتا ہے۔	۴	۳۵۰
۹۴	**مسئلہ :** تالاب سے باہر اس کے لب پر کتنی ہی نجاستیں ہوں پانی کہ بہتا ہوا اوپر گزرنے کے بعد تالاب میں داخل ہوگا صحیح مذہب میں مطلقاً پاک رہے گا جب تک متغیر نہ ہو جائے۔ اور اگر تالاب کے اندر کنارے پر یا دَہ دردہ سے پہلے نجاستیں ہیں اور ان پر یہ پانی گزرا تو جمہور کے نزدیک سارا تالاب ناپاک ہوگیا۔	۱	۳۵۱
۹۵	**مسئلہ :** بڑے تالاب کا پانی خرچ یا خشک ہو کر تھوڑا رہ گیا اور اب اس میں نجاست پڑی کہ ناپاک ہوگیا پھر بارش کے پانی نے اسے بھر دیا اس میں بھی وہی صورتیں ہیں اگر یہ پاک پانی تالاب کے اندر دہ دردہ ہونے کے بعد اس نجس پانی سے ملا تو سب پاک ہے ورنہ سب ناپاک جب تک اُبل نہ جائے اور دوسرے قول پر مطلقاً سب پاک ہے۔	۲	۳۵۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹۶	**مسئلہ:** کپڑے یا بدن کی نجاست کہ تین بارے دھونے سے پاک ہوئی یہ تینوں پانی ناپاک ہیں۔	۴	۳۵۱
۹۷	**مسئلہ:** نجاست دھونے میں جب تک پانی کپڑے یا بدن میں دورہ کررہا ہے پاک ہے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک کہا جائیگا۔	۵	۳۵۱
۹۸	**مسئلہ:** کپڑا اگر طشت میں تین پانیوں سے دھوئیں، بہتر یہ ہے کہ طشت میں پہلے کپڑا رکھیں اوپر سے پانی ڈالیں اگر عکس کیا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک طہارت نہ ہوگی۔	۶	۳۵۱
۹۹	**مسئلہ:** صحیح یہ ہے کہ کپڑے اور بدن کا ایک حکم ہے ہاتھ پاؤں ناپاک ہے طشت کے پانی میں ڈالا اور وہ بدل کر دوبارہ ڈالا پھر سہ بارہ تو پاک ہوگیا۔	۷	۳۵۱
۱۰۰	**مسئلہ:** طشت میں ناپاک کپڑا اور اس کے دھونے کو پانی ہے یہ پانی جب تک کپڑے سے جُدا نہ ہو ناپاک نہ کہا جائیگا مگر ظاہرًا یہ اسی کپڑے کے حق میں ہے دوسرا کپڑا اگر اس پانی میں پڑ جائے گا اور روپے بھر سے زیادہ بھر جائے گا بظاہر ناپاک ہوجانا چاہئے۔	۱	۳۵۲
۱۰۱	**مسئلہ:** استنجا کرنے کیلئے لوٹے سے ہاتھ پر دھار ڈالی یہ دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی آب جاری ہے اس حالت میں اگر پیشاب کی چھینٹ اس دھار پر پڑ جائے گی ناپاک نہ ہوگی۔	۲	۳۵۲
۱۰۲	**مسئلہ:** جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہونے سے باقی رہتی ہے ہاں ان میں اثر نہیں کرتی۔	۱	۳۵۳
۱۰۳	**مسئلہ:** جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے بالکل فنا و معدوم کردیگا۔	۲	۳۵۳
۱۰۴	**مسئلہ:** زمین پر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ بالکل جُدا کردی گئی اب موضع نجاست پر پانی ڈالا کہ اس ساری جگہ پر گزرتا ہوا ہاتھ بھر آگے بہہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور یہ بہایا ہوا پانی بھی پاک ہے، لیکن زمین پر نجاست کا اثر باقی رہے تو پاک نہ ہوگی، یونہی اگر پانی کا وصف اس سے بدلا تو ناپاک ہوجائیگا۔	۳	۳۵۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۵	**مسئلہ:** پانی یا دُودھ یا تپایا ہوا گھی یا تیل کوئی بہتی چیز ناپاک ہوجائے تو دوسرے برتن میں پانی یا اسی شے کی جنس طاہر لے کر تیسرے برتن میں اس طرح گرائیں کہ پاک ناپاک دونوں دھاریں ہوامیں ایک ہو کر اس میں پہنچیں ناپاک کی کوئی بوند جدا نہ گرے تو سب پاک ہوجائیگا۔	۴	۳۵۳
۱۰۶	**مسئلہ:** اسی صورت میں اگر پاک و ناپاک ملاکر مثلاً کسی کچّی چھت پر بہائیں کہ دونوں ایک ہو کر بہیں توسب پاک ہوگیا۔	۵	۳۵۳
۱۰۷	**مسئلہ:** بہتا پانی گوبر وغیرہ نجاستوں پر گزرااور وہ اس میں مخلوط ہو کر بے نشان محض ہو گئیں۔اب یہ پانی اگر دہ دردہ سے کم جگہ میں ٹھہرے گا ناپاک نہ ہوگا کہ نجاست غیر مرئیہ ہو گئی،اور ایسی نجاست پر پانی کاجریان اسے فنا کردیتا ہے۔	۶	۳۵۳
۱۰۸	**مسئلہ:** قلیل پانی میں نجاست مرئیہ تھی طول مدت سے مٹی کی طرف مستحیل ہو گئی اس کے بعد اس پانی کو بہایا پاک ہوگیا۔	۷	۳۵۳
۱۰۹	**مسئلہ:** سفر میں پانی کی کمی ہے چاہا یہ کہ پاس جو پانی ہے اس سے وضو کرلے اور پھر قابلِ وضو رہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر وسیع پر نالہ پاس ہے جس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو ہوسکتا ہے اسے اونچا رکھ کر اس میں پانی ڈلوائے اور دوسرے کنارے کے نیچے کوئی خالی برتن رکھ دے جب پانی اس پر نالے میں جاری ہو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضو کرے۔یہ بہتا پانی جو اس برتن میں جمع ہوگا پھر وضواور پینے کے قابل رہے گا۔	۴	۳۵۸
۱۱۰	**مسئلہ:** نہر کااوپر سے مینڈھا باندھ دیا گیا،نیچے پان بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۱	۳۵۹
۱۱۱	**مسئلہ:** حوض صغیر سے ایک نہر کھود کر اس میں پانی بہایااور اس بہتے کے اندر وضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی گڑھے میں جمع ہو تو دوبارہ اس سے وضو ہوسکتا ہے یونہی اس گڑھے سے نہر کھود کر کوئی وضو کرے تو سہ بارہ ہوسکتا ہے اسی طرح جہاں تک ہو۔	۴	۳۵۹
۱۱۲	**مسئلہ:** دو۲ چھوٹے حوض کچھ فاصلے سے ہیں ایک سے پانی نکل کر دُوسرے میں جاتا ہے وہ بیچ کے فاصلے میں جاری ہے اس کے اندر وضو سے مستعمل نہ ہوگا۔	۵	۳۵۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۳	**مسئلہ:** ان حوضوں میں مسافت کچھ نہیں ایک سے نکلتے ہی دوسرے میں پانی داخل ہو جاتا ہے اس حالت میں اس میں وضو کرنے سے مستعمل ہو جائے گا۔	۱	۳۶۰
۱۱۴	مسئلہ: ناپاک پانی خود کتنا ہی جاری ہو جائے پاک نہ ہوگا جب تک پاک کے ساتھ مل کر نہ بہے۔	۱	۳۶۲
۱۱۵	**مسئلہ:** اس کی مزید تحقیق کہ سوت والے کنویں کا پانی جب تک پانی لینے کی حرکت سے ہل رہا ہے جاری ہے۔	۴	۳۶۲
۱۱۶	**مسئلہ:** خلاصہ یہ کہ جریان تین قسم ہے جو مائع فضا میں بہہ رہا ہو اس میں صرف اسی قدر کافی ہو تعریف جریان میں ہم نے بیان کیا دوسرا جو کسی محل کے جوف میں ہو اس کے جریان کو اس محل سے باہر نکلنا ضرور تیسرا ملحق بالجاری اس میں یہ بھی لازم کہ پانی کی جنبش مستمر رہے۔	۲	۳۶۳
۱۱۷	**مسئلہ:** مینہ کا پانی جب تک چھت یا زمین پر بہہ رہا یا پرنالے سے گر رہا ہے جاری ہے۔	۴	۳۶۵
۱۱۸	**مسئلہ:** چھت پر کتنی ہی نجاستیں پڑی ہوں یا عین پرنالے میں ہوں اور مینہ کا پانی کہ چھت پر سے بہتا اس پرنالے سے گزرتا اترا ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست سے اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق نہ آئے۔ یہی صحیح اور معتمد ہے۔	۵	۳۶۵
۱۱۹	**مسئلہ:** مینہ برس رہا ہے اور چھت پر نجاستیں ہیں اور چھت ٹپکی تو یہ پانی پاک ہے جب تک بارش ہو رہی ہو اور اس ٹپکے ہوئے پانی کے رنگ مزے بُو میں فرق نہ آیا۔	۱	۳۶۶
۱۲۰	**مسئلہ:** بارش تھمنے کے بعد جو پانی ٹپکا اور چھت پر وہاں نجاست ہے یہ پانی ناپاک ہے اگرچہ اس کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔	۲	۳۶۶
۱۲۱	**مسئلہ:** نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اسے پاک نہ کردے گا جب تک نجس پانی پاک پانی کے ساتھ مل کر بہہ نہ جائے۔	۳	۳۶۶
۱۲۲	**مسئلہ:** آب واحد کی کثرت وقلّت میں صرف رُوئے آب کا اعتبار ہے۔	۲	۳۶۸
۱۲۳	**مسئلہ:** بڑے تالاب کا بالائی پانی برف سے جم گیا۔ ایک جگہ برف توڑ کر سوراخ کیا گیا پانی اس میں سے نکل کر برف کے اوپر دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا۔ اگر اس پانی کا اتنا دَل ہے کہ ہاتھ سے اٹھائیں تو نیچے کا برف نہ کھل جائے تو اس کے اندر اعضاء ڈال کر وضوء جائز ہے ورنہ نہیں۔	۱	۳۶۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۴	**مسئلہ:** جاری پانی میں جس طرح عرض شرط نہیں عمق بھی کچھ ضرور نہیں۔	۲	۳۷۵
۱۲۵	**مسئلہ:** مصنّف کی تحقیق اور توفیق کی فی نفسہٖ آبِ کثیر کے لئے کچھ عمق درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ سَو ہاتھ کی مساحت میں زمین کہیں کھُلی نہ ہو، ہاں پانی لیتے وقت کثیر رہنے کے لئے ضرور اتنا عمق درکار کہ اس لینے سے زمین نہ کھل جائے۔	۱	۳۷۸
۱۲۶	**مسئلہ:** مینہ جاری پانی ہے جنب کلی کرکے ناک میں نرم بانسے کی حد تک پانی چڑھا کر مینہ میں ننگا کھڑا ہو کہ پانی اس کے سب بدن پر پھر جائے غسل ہو جائے گا۔	۱	۳۷۹
۱۲۷	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق میں نہ چلّو کی خصوصیت چاہیے نہ لپ کی، بلکہ جس طرح پانی لیا گیا اس سے زمین نہ کھلی ہو چلّو تھا یا لپ یا برتن۔	۳	۳۷۹
۱۲۸	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق میں اتنا دَل صرف وہیں درکار ہونا چاہئے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی مساحت میں جو ہی بھر ہو۔	۴	۳۷۹
۱۲۹	**مسئلہ:** پانی اگر اتنا کثیر ہے کہ ہاتھ خواہ برتن سے پانی اٹھانے پر اگرچہ زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ٹکڑا مساحت میں سَو ہاتھ رہا تو ایسا کھلنا کچھ مضر نہیں۔	۱	۳۸۰
۱۳۰	**مسئلہ:** پانی اٹھانے سے زمین کھل کر ٹکڑے دہ در دہ نہ رہے تو اگر اس میں پہلے سے کوئی نجاست موجود تھی زمین کھلتے ہی ناپاک ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر پانی کامل جانا فائدہ نہ دے گا یوں ہی اگر بے ضرورت بے دُھلا ہاتھ ڈالا زمین کھلتے ہی پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یوں ہی اگر جس وقت زمین کھلی اسے حدث واقع ہوا مستعمل ہو جائیگا اور یہ صورتیں نہ ہوں تو طاہر مطہر رہے گا۔	۲	۳۸۰
۱۳۱	**مسئلہ:** اولٰی یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔	۶	۴۱۴
۱۳۲	**مسئلہ:** جس پانی میں بچّے نے ہاتھ پاؤں ڈال دیا اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست پر یقین نہ ہو۔ ہاں بچنا اولٰی ہے جب تک طہارت پر یقین نہ ہو۔	۲	۴۱۵
۱۳۳	**مسئلہ:** حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اس سے وضو جائز ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۵	۴۱۵
۱۳۴	**مسئلہ:** معاذاللہ جس زمین پر غضب اترا اس کے پانی کا کسی طرح استعمال اس کی مٹی سے تیمّم سب مکروہ ہے مگر زمین ثمود میں ناقہ صالح علیہ السلام کا کنواں۔	۶	۴۱۵

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۱۶	۳	**مسئلہ:** پرایا پانی بے اجازت لے لیا اگرچہ زبردستی یا چرا کر اس سے وضو ہو جائے مگر حرام ہے۔	۱۳۵
۴۱۶	۴	**مسئلہ:** کسی کے مملوک کنویں سے اس کی ممانعت پر بھی پانی بھر لیا اس کا استعمال جائز ہے۔	۱۳۶
۴۴۰	۲	**مسئلہ:** جس پانی میں مائے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح قطرے گرے اس سے وضو نہ کرنا بہتر۔	۱۳۷
۴۴۰	۳	**مسئلہ:** پانی میں ریت کیچڑ مل جائے تو جب تک رقیق رہے اس سے وضو جائز ہے اقول: مگر بلاضرورت کیچڑ ملے ہوئے سے وضو کرنا منع ہے کہ مثلہ یعنی صورت بگاڑنا ہے اور یہ شرعاً حرام ہے۔	۱۳۸
۴۴۲	۱	**مسئلہ:** حوض میں پتّے گر کر پانی کا رنگ اتنا بدل گیا کہ چلّو میں اٹھائے سے بھی سبزی معلوم ہوتی ہے تو صحیح مذہب میں اب بھی اس سے وضو جائز ہے مگر بوجہ خلاف مناسب نہیں۔	۱۳۹
۴۴۶	۱	مسئلہ: گھوڑے کا جھُوٹا پانی قابلِ وضو ہے۔	۱۴۰
۴۴۶	۲	**مسئلہ:** یوں ہی گائے بھینس بکری وغیرہا حلال جانوروں کا جھُوٹا جبکہ اس وقت ان کے منہ کی نجاست معلوم نہ ہو۔	۱۴۱
۴۴۶	۳	**مسئلہ:** بعض نے کہا ان کے نَر کا جھوٹا ناپاک ہے اور صحیح یہ کہ وہ بھی پاک ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۱۴۲
۴۴۷	۳	**مسئلہ:** اگر دیکھا کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سُونگھا یا بکرے نے آلہ تناسل مذی وغیرہ نکلتے میں چُوسا اور قبل منہ پاک ہوجانے کے پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔	۱۴۳
۴۴۷	۵	**مسئلہ:** جس پانی میں کوئی بدبُودار چیز مل جائے اس سے وضو مکروہ ہے خصوصاً اگر اس کی بدبو نماز میں باقی رہے کہ مکروہ تحریمی ہوگی۔	۱۴۴
۴۵۰	۴	**مسئلہ:** صرف نبیذ تمر پائے تو مستحب کہ اس سے وضو بھی کرے اور تیمّم بھی کرلے کہ بالاتفاق طہارت ہوجائے اور اگر صرف تیمم کیا جب بھی حرج نہیں۔	۱۴۵
۴۵۵	۱	**مسئلہ:** مسواک کرنے کے بعد اسے دھو کر رکھنا سنّت ہے نہ پانی قابلِ وضو رہے گا مگر اس سے وضو مکروہ ہے۔	۱۴۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۷	**مسئلہ:** مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھولینا سنّت ہے۔اس پانی سے وضو مکروہ بھی نہیں اگر مسواک نئی یا پہلے دُھلی ہُوئی ہے۔	۲	۴۵۵
۱۴۸	**مسئلہ:** دفعِ نظر کے لئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جس کی نظر لگی اس کے اعضاء وضو وغیرہ دھو کر وہ پانی چشم زدہ کے سر پر ڈالا جائے اور اُسے حکم ہے کہ جب اُس سے دھونے کو کہا جائے انکار نہ کرے۔	۴	۴۵۵
۱۴۹	**مسئلہ:** حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثارِ شریفہ مثل جُبّہ اقدس ونعل مبارک کا غسالہ شفاوبرکت قابل وضواور معطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔	۱	۴۵۶
۱۵۰	**مسئلہ:** ائمہ نے دوبارہ نبیذ تمر اقوال وروایات امام میں نہایت نفیس تطبیق فرمائی ہے کہ ایک بار سوال اس صورت سے تھا کہ چھوہارے ڈالے اور ہنوز پانی نبیذ نہ ہوا اگرچہ خفیف حلاوت اور رنگت آگئی۔فرمایا اس سے وضو جائز ہے دوسرا سوال اس صورت سے ہوا کہ پانی نبیذ ہوگیا فرمایا اس سے وضو جائز نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔ تیسرا سوال اس صورت سے تھا کہ نبیذ ہونے نہ ہونے میں شک یا تردّد ہے نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبیذ ہوگیا نہ یہ کہ نہ ہوا، فرمایا اس سے وضو بھی کرے اور تیمّم بھی کہ اگر ہنوز نبیذ نہ ہوا تو اس سے طہارت ہوجائے گی اور ہوگیا تو تیمّم سے امام سے اس اختلاف کی نظیر وہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال بوسہ صائم میں ابھی آتی ہے۔	۴	۴۸۴
۱۵۱	**مسئلہ:** پانی میں اگر ستّو وغیرہ کوئی چیز ڈالی جائے کہ تہہ نشین ہوجائے اوپر نتھرا پانی رہے یا کچھ خفیف آمیزش کے ساتھ جو مانع رقّت نہ ہو وہ کوئی چیز دگر ہوجائے تو اس سے وضو میں حرج نہیں۔	۱	۴۹۸
۱۵۲	**فائدہ:** معنی رقت کے انضباط کا شعر کہ اشعار تعریف مائے مطلق میں ضم کیا جائے۔ رقت آں واں کہ بسیلاں ہم یک سطح شود خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش	۲	۴۹۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۳	مسئلہ: پانی کی رقّت بعض بہتی چیزوں کے ملنے سے بھی جاتی رہتی ہے جیسے اتنا شہد کہ اُسے دَلدار کردے۔	۱	۴۹۹
۱۵۴	مسئلہ: تصریحاتِ متواترہ کہ پانی میں کسی شَے کا پکانا اسی وقت اسے آب مطلق نہ رکھے گا جب وہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جانے کے قابل ہو جائے۔	۲	۵۰۳
۱۵۵	مسئلہ: دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت ڈال کر پکایا تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔	۳	۵۰۸
۱۵۶	مسئلہ: جو چیز پانی میں پکائی جائے اگر پانی اس سے بالفعل گاڑھا ہو جائے کہ بہانے میں پُورا نہ پھیلے دَل باقی رہے تو مطلقاً قابلِ وضو نہ رہا اگرچہ اس چیز سے مقصود صابون وغیرہ کی طرح زیادت نظافت ہی ہو اور اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا تو اس سے وضو مطلقاً جائز ہے جبکہ وہ شَے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کیلئے ہو اور اگر وہ چیز ایسی نہیں اور پانی اس قابل ہو گیا کہ ٹھنڈا ہو کر دَلدار ہو جائے گا اگرچہ بالفعل نہیں تو اس سے وضو مطلقاً ناجائز ہے۔ اور اگر پانی اس قابل نہ ہوا تو اگر پک کر دوسری شیئ مقصود دیگر کیلئے ہو گئی تو اس سے وضو روا نہیں ورنہ ہے۔	۴	۵۰۸
۱۵۷	مسئلہ: مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے نکل کر مشک میں جارہا ہے جب تک دہانہ مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔ اس بیچ میں اگر کسی نجاست سے ملے گا ناپاک نہ ہوگا۔	۲	۵۵۵
۱۵۸	مسئلہ: گائے بکری کسی پاک جانور کا بچّہ پیدا ہوتے ہیں اسی تری کی حالت میں جو وقتِ پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔	۱	۵۶۳
۱۵۹	مسئلہ: لہنگے والی عورت اگر کنویں سے پانی بھرے پانی کی طہارت میں فرق نہ آئیگا جب تک معلوم وثابت نہ ہو کہ اس کے بدن سے کوئی ناپاک بُوند ٹپک کر پانی میں پہنچی۔	۱	۵۶۴
۱۶۰	مسئلہ: خچر جس کی ماں گھوڑی ہو گھوڑے کے حکم میں ہے اس کا جھُوٹا پاک ہے اور کھانا مکروہ ہے حرام نہیں۔	۲	۶۴۴
۱۶۱	مسئلہ: محدث جسے صرف حاجتِ وضو ہے اگر پانی کے برتن میں اپنا سر ڈالے گا مسح ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ مگر بے دھوئے انگلی یا ناخن کا کنارہ بھی دہ دردہ سے کم پانی کو لگ جائیگا سارا پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یوں ہی اگر جنب یا حائض بعد انقطاعِ حیض اگر اپنا سر بلکہ ایک بال ہی پانی سے چھُودیں سب مستعمل ہو جائے گا۔	۲	۷۲۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۲	**مسئلہ:** پٹّی جس پر بوجہ مرض مسح کرنا ہے یا پاؤں کا موزہ اگر بجائے مسح پانی میں ڈال دے مسح ادا ہوجائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۳	۷۲۶
	فصل فی البئر		
۱	**مسئلہ:** کنوں ناپاک ہوگیا اس کا گولا زمین سے اونچا ہے اور پانی یہاں تک بھرا ہے یا بھر دیا گیا ہے یہاں ایک سوراخ کرکے کچھ نکال دیا سب پاک ہوگیا اگرچہ کل پانی نکالنے کا حکم ہو۔	۷	۳۶۲
۲	**مسئلہ:** حوض یا گھرے سے گہرا کنواں جب اوپر تک بھر کر پاک پانی سے بہادیا جائے تہہ تک سب پاک ہوجائے گا۔	۱	۳۶۸
۳	**مسئلہ:** جس کنویں سے عورتیں بچّے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں۔	۸	۴۱۴
۴	**مسئلہ:** گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہو کنویں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۹	۴۱۴
۵	**مسئلہ:** لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں کنویں میں اس کے ڈالنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔	۱۰	۴۱۴
۶	**مسئلہ:** ہندو وغیرہ کافروں کے کنویں کا پانی اور ان کے برتن ناپاک نہ کہے جائینگے جب تک نجاست کا علم نہ ہو مگر کراہت ضرور ہے، یونہی ان کے کپڑے۔	۱۱	۴۱۴
۷	**مسئلہ:** بچّے کے نہالچے کا ٹکڑا کنویں میں گر گیا بے علمِ نجاست ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں مکروہ بیس ڈول نکالیں۔	۳	۴۱۵
۸	**مسئلہ:** یہی حکم استعمالی جوتے کا ہے (یعنی بے عِلم نجاست ناپاک نہ ہوگا احتیاطًا بیس ڈول نکالیں گے)	۴	۴۱۵
۹	**مسئلہ:** جب کل پانی نکالنے کا حکم ہو نجاست نکلنے کے وقت کنویں میں جتنا پانی ہے سب نکالا جائے گا اگرچہ دس ہزار ڈول ہو، دو سو ڈول کا تخمینہ بغداد شریف کے کنوؤں کے لئے تھا یہاں اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔	۱	۵۷۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۰	**مسئلہ:** مینگنی گوبر لید خشک یا تر ثابت یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائے اگر قلیل ہے جسے دیکھنے والا کم کہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا شہر میں ہو خواہ گاؤں میں، کنویں پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو، ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا۔	۵	۵۷۳
۱۱	**مسئلہ:** یہ حکم ضرورت کیلئے ہے جہاں ضرورت نہ ہو مثلاً گوبر کا سنا ہوا گھڑا کوئی شخص کنویں میں ڈال دے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جبکہ اس میں ابتلائے عام نہ ہو، ہاں اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار بھرنے اور اکثر گوبر کے سنے گھڑے ڈالتے ہیں تو یہ بھی محلِ ضرورت وحرج میں آگیا جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑیں۔	۶	۵۷۳
۱۲	**مسئلہ:** کُنویں کے پاس نجاست کا چہ بچہ ہے اگر نجاست اس سے کنویں تک سرایت کرے کہ کنویں میں اُس کا اثر رنگ یا مزہ یا بُو ظاہر ہو تو کنواں ناپاک ہو جائیگا اگرچہ وہ چہ بچہ کتنے ہی فاصلہ پر ہو۔	۱	۵۷۴
۱۳	**مسئلہ:** کل پانی خواہ کچھ ڈول جتنے نکالنے کا حکم ہو ایک ساتھ نکالنا ضرور نہیں اگر بتدریج نکالیں جب بھی کافی ہے مثلاً بیس ۲۰ ڈول کا حکم ہو ایک ایک ڈول روز نکالیں تو بیس ۲۰ دن میں پاک ہو جائیگا کل پانی نکالنے کا حکم ہے اور اس میں نجاست نکلنے کے وقت تین ہزار ڈول پانی تھا سَو سَو ڈول روز نکالے تو مہینہ بھر میں پاک ہو جائے گا۔	۱	۵۷۵
	بابُ التیمم		
۱	**مسئلہ:** تیمّم کی ضرب کی اور ابھی مُنہ یا ہاتھ پر نہ ملنے پایا تھا کہ حدث واقع ہوا تو از سرِ نو ضرب کرے۔	۱	۳۲
۲	**مسئلہ:** اگر تیمّم میں دو ۲ انگلیوں سے مسح کیا تیمّم نہ ہوگا اس میں تین انگلیاں ضرور ہیں۔	۴	۲۵۹
۳	**مسئلہ:** ایک یا دو انگلیوں سے تیمّم کیا اور بار بار انہیں مٹّی پر لگا کر بدن پر پھیرا جب بھی تیمم نہ ہوگا۔	۴	۲۶۰
۴	**مسئلہ:** اگر خاک میں بنیت تیمّم لَوٹا اور غبار منہ اور دونوں ہاتھوں کو بالاستیعاب پہنچ گیا تیمّم ہو گیا۔	۱	۲۶۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵	**مسئلہ:** سفر میں وضو کا پانی گھٹ گیا، حُقّہ کے پانی سے وہ کمی پُوری ہوسکتی ہے اس کی تکمیل فرض ہے اور تیمّم کی اجازت نہیں ہوسکتی۔	۲	۳۳۴
۶	**مسئلہ:** سفر میں اگر صحیح اندیشہ ہو کہ پانی جو ساتھ ہے اس سے وضو یا غسل کرے تو آپ یا دوسرا مسلمان یا اپنا خواہ اس کا جانور یہاں تک کہ وہ کتّا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے نماز جائز ہوجائے پانی نہ ملے گا تو ان سب صورتوں میں تیمّم کرے۔	۴	۴۲۰
۷	**مسئلہ:** اگر وضو یا غسل کا پانی جانور کے لئے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمّم جائز نہیں۔	۵	۴۲۰
۸	**مسئلہ:** کسی کافر ذمی مطیع الاسلام کی پیاس کیلئے بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ تیمّم کرے اور پانی اس کے لئے بچائے، ہاں کافر حربی کی پیاس کے لئے تیمّم کی اجازت نہیں۔	۳	۴۲۱
۹	**مسئلہ:** نمازِ جنازہ قائم ہوئی بعض کا وضو نہیں پانی موجود ہے، تندرست ہیں مگر وضو کریں تو نماز جنازہ فوت ہو تیمّم کرکے شامل ہوسکتے ہیں مگر اس تیمّم سے نہ دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں نہ قرآن مجید چھُوسکتے ہیں۔	۲	۵۸۲
۱۰	**مسئلہ:** مریض نے جس کو وضو مضر ہے یا تندرست نے جہاں پانی نہیں نمازِ جنازہ کے لئے تیمّم کیا اس تیمّم سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک پانی پر قدرت نہ ہو۔	۳	۵۸۲
۱۱	**مسئلہ:** زمین پر نجاست پڑ کر خشک ہوگئی کہ اس کا رنگ وبُو وغیرہ کوئی اثر اصلًا نہ رہا نماز کے حق میں پاک ہوگئی مگر اس سے تیمّم نہیں ہوسکتا جب تک دھو کر پاک نہ کرلی جائے۔	۸	۵۸۷
۱۲	**مسئلہ:** ہاتھ جو تیمّم کے ارادے سے زمین یا دیوار یا پتھّر غرض جنسِ زمین سے کسی شے پر مارے جاتے ہیں بحکم الٰہی یہ ہاتھ ہی خود جنسِ زمین کے حکم میں ہوجاتے ہیں کہ منہ اور ہاتھوں کا ان سے مسح وہی کام دیتا ہے جو جنسِ ارض سے مسح۔	۳	۵۹۱
۱۳	**مسئلہ:** ہتھیلیاں کہ نیت کے ساتھ جنس زمین سے ملائی گئیں ان کے بعد جنس زمین کی اصلًا حاجت نہیں رہتی بلکہ حکم ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر مار کر جھاڑلیں کہ جو گرد وغبار لگا بھی ہو جھڑ جائے نرے صاف ہاتھ منہ اور ہاتھوں پر پھیرے جائیں	۴	۵۹۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۴	**مسئلہ:** تیمّم کے لئے ہاتھ جنسِ ارض پر رکھے تو سنّت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر ملے آگے بڑھائے پھر اپنی طرف لائے۔	۴	۵۹۳
۱۵	**مسئلہ:** جائز ہے کہ دُوسرے سے کہے کہ مجھے تیمّم کرادے وہ اپنے ہاتھ جنس زمین پر مار کر اسکے مُنہ اور ہاتھوں پر مسح کرے اس صورت میں اس کہنے والے کی نیت شرط ہوگی جس سے کہا اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔	۱	۵۹۴
۱۶	**مسئلہ:** آندھی چلی غبار چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا۔اگر تیمّم کی نیت سے اس غبار پڑے ہونے کی حالت میں چہرے اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرے تیمّم ہو جائیگا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۴
۱۷	**مسئلہ:** آندھی کے سامنے کھڑا ہوا کہ غبار آکر پڑے یا دیوار ڈھائی کہ غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑا جب تک تیمّم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمّم نہ ہوگا۔	۱	۵۹۵
۱۸	**مسئلہ:** جھاڑو دی یا گیہوں تولے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑا وہی حکم ہے کہ تیمّم کی نیت سے اس پر ہاتھ پھیرے تیمّم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۵
۱۹	**مسئلہ:** تیمّم کی نیت سے خاک پر لوٹا اگر خاک چہرہ و ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمّم ہو گیا ورنہ نہیں۔	۳	۵۹۵
۲۰	**مسئلہ:** کسی غبار کی جگہ اپنا مُنہ اور دونوں ہاتھ تیمّم کی نیت سے داخل کیے کہ وہ غبار سارے مُنہ اور کُہنیوں سے اوپر تک ہاتھوں کو محیط ہو گیا تیمّم ہو گیا۔	۴	۵۹۵
۲۱	**مسئلہ:** دیوار گری اس سے گرد اُٹھی جو اس کے بدن کو محیط ہوئی اس نے اس غبار بلند میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو تیمّم کی نیت سے جنبش دی تیمّم ہو گیا۔	۵	۵۹۵
۲۲	**مسئلہ:** اپنے منہ اور ہاتھوں پر خاک یا ریت گرائی کہ سارے منہ اور ہاتھوں کے سب کروٹوں کو چھُو گیا تیمّم نہ ہوا،ہاں اگر گرد اس کے اعضاء پر ابھی موجود ہے اور اس حالت میں منہ اور ہاتھوں پر تیمّم کی نیت سے ہاتھ پھیرے تو تیمّم ہوگا۔	۶	۵۹۵
۲۳	**مسئلہ:** منہ اور ہاتھوں پر گرد گرائی اور اس کا غبار ان اعضاء کے گرد اڑ رہا ہے اس حالت میں اس غبار بلند میں بنیت تیمّم ہاتھ منہ کو جنبش دی تیمّم ہو گیا۔	۷	۵۹۵
۲۴	**مسئلہ:** جہاں غبار اُڑ رہا ہے راہ چلتا اس کے اندر ہو کر گزرا اگر اس حالت میں کہ گرد اعضاء پر بلند ہے اور اعضاء کو بہ نیت تیمم جنبش دی تیمّم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۸	۵۹۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۵	**مسئلہ:** تیمّم میں شرط یہ ہے کہ یہ شخص وہ فعل کرے جو بذاتِ خود اس کے اعضاء اور جنسِ زمین کے اتصال کا باعث ہو بالواسطہ باعث ہونا معتبر نہیں جیسے آندھی کے سامنے کھڑا ہوجانا کہ یوں غبار آکر اعضا پر پڑے گا۔اس کا فعل بذاتہٖ موجب اتصال نہ ہوا۔	۹	۵۹۵
۲۶	**مسئلہ:** غبار سے تیمّم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر گرد ہو اس پر ہاتھ مارے یا اُسے جھاڑ کر اس کا غبار اُٹھے اب اپنی ہتھیلیاں ہوا میں اس غبار کے نیچے رکھے کہ گرد ہتھیلیوں پر پڑے اس غبار سے منہ کا مسح کرے پھر اگر وہی غبار ابھی ہواء میں باقی ہو دوبارہ ہتھیلیاں اس کے نیچے کرے جب غبار ان پر پڑے اس گرد سے ہاتھوں کا مسح کرے اور اگر وہ غبار ہوا میں نہ رہا کپڑا دوبارہ جھاڑے کہ پھر اسی طرح غبار پیدا ہو اور طریق مذکور بجالائے۔	۲	۵۹۶
۲۷	**مسئلہ:** گرد اگر کسی ناپاک کپڑے وغیرہ پر اس حالت میں پڑی کہ وہ تر تھا تو اس غبار سے تیمّم جائز نہیں، ہاں ناپاک چیز خشک ہوجانے کے بعد اس پر غبار پڑا تو اس سے تیمّم روا۔	۳	۵۹۶
۲۸	**مسئلہ:** جس کے ہاتھ شل ہوں وہ ہاتھوں کو زمین پر رگڑے اور منہ کو دیوار پر، یوں بقدر امکان بجالائے جتنا حصّہ ہاتھ یا منہ کا جنس ارض پر مسح سے باقی رہ جائے معاف کیا جائے گا اسی قدر سے اس کا تیمّم صحیح ہوجائیگا۔ **اقول:** یعنی جبکہ کوئی دوسرا ایسا نہ ملے کہ تیمّم کرادے اگرچہ اُجرت لیکر، جبکہ یہ اجرت دے سکتا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔	۴	۵۹۶
۲۹	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کی تیمّم کی چار صورتیں ہیں اگر جنسِ زمین اپنے چہرہ ودست سے دُور ہو تو دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس سے اپنی ہتھیلیاں مسح کرکے اپنے چہرہ وہر دو دست پر پھیرے۔یہی طریقہ ماثور ومشہور ہے دوسرے یہ کہ یا تو اس جنس ارض کو اپنے اعضاء پر پھیرے مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا اٹھا کر یا اپنے اعضا کو اس سے ملے خواہ اوپر سے جیسے لنجھے کا منہ دیوار اور ہاتھ زمین پر ملنا یا کسی شخص کا بنیت تیمّم خاک پر لَوٹنا جس سے خاک سارے مُنہ اور کُہنیوں کے اُوپر تک ہاتھوں کو چھُوجائے خواہ اندر سے یوں کہ اپنے اعضا کو خاک یا ریتے یا غبار کے اندر بنیت تیمّم داخل کرے۔اور اگر جنس زمین دونوں عضووں سے متصل ہے تو اس کی دو۲ صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ وہ صرف اس کے عضووں سے لپٹی ہوئی ہو ان سے اوپر اس کا کثیر دَل نہ ہو جیسے گرد ہوا سے اُڑ کر آئی یا اس نے خود اڑائی، مثلاً دیوار ڈھائی یا جھاڑو دی یا گیہوں تولے یا کپڑے وغیرہ پر ہاتھ مارا یا اُسے جھاڑا بہر حال اب گرد بیٹھ گئی یا اپنے اعضاء پر اس طرح چھڑکی کہ اُڑی نہیں اعضاء پر گر کر ٹھہر گئی یا اُڑی تو اب بیٹھ گئی اس سے تیمّم یوں ہی ممکن ہے کہ بنیت تیمّم اپنے ان گرد آلود چہرہ ودست پر ہاتھ پھیرے دوسرے یہ کہ اعضاء کے اوپر اس کا کثیر دَل ہو مثلاً کوئی شخص کسی خوف سے ریتے کے اندر رہا ہو یا گرد اُڑ کر آئی ہو یا خود اُڑائی اور وہ ابھی ٹھہری نہیں اعضاء کے گرد اڑ رہی ہے بلند ہے تو اس ریتے یا غبار میں اگر اپنے منہ اور ہاتھوں کو بنیت تیمّم جنبش دے گا تیمّم ہوجائے گا۔	۵	۶۰۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۰	**مسئلہ:** کہیں بگولے وغیرہ سے غبار اڑ رہا ہے بنیت تیمّم اس کے اندر چلا گیا کہ غبار اس کے چہرہ و دست کو محیط ہوا تیمّم ہوگیا۔ اور اگر تیمّم کی نیت سے نہ گیا تھا یا غبار آندھی وغیرہ سے خود اڑ کر آیا ہے تو جب تک بلند ہے منہ اور ہاتھوں کو بنیت تیمّم اس میں جنبش دینا ہی تیمّم ہوجانے کو بس ہے اور اگر اعضاء پر بیٹھ گیا تو اب بنیت تیمّم اس پر ہاتھ پھیرنا ضرور ہے۔	۱	۶۰۳
۳۱	**مسئلہ:** مصنّف کی تحقیق کی اگر جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت تیمّم کی نیت ہونا شرط ہے اس وقت نیت نہ تھی تو بعد کو نیت کرلینا کافی نہ ہوگا۔	۴	۶۰۳
۳۲	**مسئلہ:** جس طرح وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنّت ہے تیمّم میں تکرار سنّت نہیں بلکہ ایک ایک بار مُنہ اور ہاتھوں کا مسح سنّت ہے۔	۶	۶۰۳
۳۳	**مسئلہ:** جنسِ زمین پر بنیت تیمّم ہاتھ مارتے ہی سے اتنے ہاتھوں کی طہارت ہوجاتی ہے ہاتھوں پر مسح کرنے میں اتنے ٹکڑے مثلاً ہتھیلیاں خالی چھوڑ دے کہ ان کا ایک بار مسح ہوگیا۔	۷	۶۰۳
۳۴	**مسئلہ:** سنّت ہے کہ جنسِ زمین پر ضرب ہتھیلیوں سے ہو نہ صرف پُشتِ دست سے۔	۱	۶۰۴
۳۵	**مسئلہ:** جتنے منہ اور ہاتھوں کا وضو میں دھونا فرض ہے تیمّم میں اتنوں کا مسح فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمّم نہ ہوگا ولہذا اگر صرف کفِ دست زمین پر مارے اور مسح کرنے میں پُشتِ دست پر ہاتھ نہ پھیرا تیمّم نہ ہوا۔	۲	۶۰۴
۳۶	**مسئلہ:** اگر ضرب میں پُشتِ دست بھی جنسِ ارض پر مارے اس کا بھی مسح ہوجائے گا دوبارہ انہیں مسح نہ کیا جائے گا۔	۳	۶۰۴

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۰۴	۴	**مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمّم کے لئے جنسِ ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔	۳۷
۶۰۴	۵	**مسئلہ:** جس طرح باوضو کو دوبارہ وضو کرنا ثواب ہے تیمّم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمّم کرنا کچھ ثواب نہیں بلکہ عبث اور مکروہ ہے۔	۳۸
۶۰۴	۶	**مسئلہ:** تیمّم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے یعنی ضرب جدید اور ضربِ واحد سے بھی عبث ہے **اقول** مگر جبکہ استیعاب میں شبہ ہو۔	۳۹
۶۰۴	۷	**مسئلہ:** تیمّم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ ذخیرہ وکافی میں یہ فرمایا کہ بائیں ہتھیلی اپنے داہنے پُشتِ دست پر رکھے اور انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چھوڑ کر باقی تین انگلیوں سے کلائی کی پشت پر کُہنیوں کے اُوپر تک مسح کرے نیچے سے پھر ان دو۲ انگلیوں سے کلائی کے پیٹ کا مسح کرے اوپر سے نیچے اترتا ہوا، پھر یوں ہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۴۰
۶۰۴	۸	**مسئلہ:** تحفہ، بدائع، وزادالفقہاء ومحیط سرخسی ومحیط رضوی میں اس کا بہتر طریقہ یہ فرمایا کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے داہنے ہاتھ کی پشت انگلیوں کے سروں سے کہنیوں کے اوپر تک مسح کرے، پھر اپنے بائیں ہتھیلی سے داہنی کلائی کے پیٹ کا کہنیوں کے اوپر سے ہتھیلی کے شروع تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے، پھر یونہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۴۱
۶۰۴	۹	**مسئلہ:** سنت یہ ہے کہ جنس ارض پر کفِ دست وپشتِ دست دونوں سے ضرب کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے پھر ان کی پیٹھ۔	۴۲
۶۰۵	۲	**مسئلہ:** اگر ہاتھ جنسِ ارض پر مارنے سے کچھ مٹی گرد غبار ہاتھ میں لگ جائے تو سنّت ہے کہ منہ سے پہلے انہیں جھاڑ لے جتنی بار جھاڑنے میں ہاتھ صاف ہو جائیں۔	۴۳
۶۰۵	۴	**مسئلہ:** زمین پر بے نیت تیمّم ہاتھ رکھے تھے اور ان میں اتنی مٹی لگ گئی کہ تیمّم کو کافی ہو اب تیمّم کی نیت کی تو انہی ہاتھوں کو مل سکتا ہے۔اس بار ضرب کی حاجت نہیں۔	۴۴
۶۰۵	۵	**مسئلہ:** مصنّف کی تحقیق کہ اگر جنسِ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد حدث ہو گیا وہ ضرب باطل ہو گئی اس سے مسح نہیں کر سکتا پھر ضرب کرے۔	۴۵

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۰۷	۲	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمّم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہوگیا علّامہ حدادی کی بحث میں یہ ضرب بیکار ہوگئی اور مصنّف کی تحقیق میں بیکار نہ ہوئی۔	۴۶
۶۰۷	۵	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمّم کرادے عمرو نے جنسِ ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد عمرو کو حدث ہوگیا علّامہ بحر کی بحث میں یہ ضرب بکار آمد ہے اور مصنّف کی تحقیق میں بیکار ہوگئی، پھر ضرب کرے۔	۴۷
۶۰۷	۸	**فائدہ:** مصنف کی تحقیق مفرد اور نزاعِ ہزار سالہ کا فیصلہ کہ دونوں ضربیں تیمّم معہود کے لئے رُکن ہیں غیر معہود کے لئے نہیں۔	۴۸
۶۰۸	۴	**مسئلہ:** تیمّم کی ضربوں سے صرف اس قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنسِ ارض کو مَس کرنا کچھ سختی سے مارنا ضرور نہیں، ہاں اولٰی ہے۔	۴۹
۶۱۲	۱ الف	**مسئلہ:** اگر خود اپنے شہر میں پانی میل بھر دُور ہو تیمّم کرسکتا ہے۔	۵۰
۶۱۲	۲ الف	**مسئلہ:** اگر مسافر کو امید ہو کہ آگے چل کر پانی مل جائے گا تو مستحب ہے کہ اتنی تاخیر کرے کہ وقتِ کراہت نہ آجائے اور اگر بلاانتظار ابھی تیمّم سے پڑھ لے جب بھی جائز ہے جبکہ پانی میل بھر دُور ہو۔	۵۱
۶۱۳	۱	**مسئلہ:** سفر میں پانی اگر اتنی قیمت کو ملے جتنی قیمت اس جگہ اس وقت بازار کا بھاؤ ہے اور اتنی قیمت حاجتِ ضروریہ سے زائد اس کے پاس ہے تو خریدنا واجب اور تیمّم ناجائز اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپے کو ہو جیسے موسم حج میں بعض مواقع پر ہو جاتا ہے۔	۵۲
۶۱۳	۲	**مسئلہ:** اگر قیمت پاس نہیں دوسری جگہ ہے اور بیچنے والا ادھار دینے پر راضی ہو جب بھی خریدنا واجب۔	۵۳
۶۱۳	۳	**مسئلہ:** اگر یہ قیمت نہیں رکھتا اور کوئی شخص قرض دینے کا کہتا ہے کہ مجھ سے دام قرض لے کر پانی خرید لے تو لینا واجب نہیں۔	۵۴
۶۱۳	۴	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں، نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا کافی، بلکہ تین دلائل شرعیہ سے ایک کا ہونا ضرور یا تو ظاہر واضح روشن علامت یا صحیح تجربہ یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کا بیان۔	۵۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۶	**مسئلہ :** کیسی ہی سخت سردی ہو اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست کو تیمّم جائز نہیں مگر جبکہ انہیں تین دلائل شرعیہ میں کسی دلیل سے ثابت ہو کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا۔	۵	۶۱۳
۵۷	**مسئلہ :** اگر پانی پر دشمن ہے اور وہ وضو وغسل کو منع کرتا اور ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے جس پر وہ قادر ہے جب تو تیمّم سے پڑھ لے اور پھر وضو سے اعادہ کرے اور اگر وہاں دشمن کے موجود ہونے سے خود اسے خوف واندیشہ ہے اس کی طرف سے ممانعت نہیں تو تیمّم کرے اور اعادہ نہیں۔	۱	۶۱۶
۵۸	**مسئلہ :** اگر مرد یا عورت کو نہانا ہے اور وہاں کچھ مرد خواہ عورتیں اور بھی ہیں یا عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم مرد ہیں اگر آڑ ممکن ہو غسل ووضو لازم ہے تیمّم کرنا جائز نہیں اور اگر آڑ ناممکن ہو تو دو صورتیں میں ایک یہ کہ وہ آڑ نہیں کرنے دیتے کہ اسے قید کر رکھا ہے یا آڑ کرنے میں ضرر رسانی سے دھمکاتے ہیں اس صورت میں تیمّم کرے اور بعد کو اعادہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ خود ہی آڑ پر قادر نہیں مثلاً بوجہ مرض یا اس لئے کہ وہاں آڑ کی جگہ ہی نہیں جیسے کشتی تو اس صورت میں یہ ان سے کہے کہ پیٹھ پھیر لیں یا آنکھیں بند کرلیں۔ اگر وہ مان لیں غسل ووضو کرے اور نہ مانیں تو تیمّم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اعادہ کا حکم ہو۔	۳	۶۱۶
۵۹	**مسئلہ :** جو تیمّم تنگی وقت کے لئے کیا ہو اس سے دوسری عبادت کے بے طہارت جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لئے تھا جہاں ضرورت نہیں اس کے لئے وہ تیمّم بھی باطل۔	۳	۶۱۸
۶۰	**مسئلہ :** ہبہ مالک کر دینے کو کہتے ہیں اور اباحت یہ کہ مِلک تو اپنی ہی رکھی مگر اسے برتنے خرچ کرنے کی اجازت دی مالک کر دینے سے ہر چیز پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے لیکن مباح کرنے سے پانی کے سوا کسی چیز پر قدرت نہ سمجھی جائے گی۔	۴	۶۳۰
۶۱	**مسئلہ :** اباحت درکنار فقط اتنا وعدہ کہ میں تجھے پانی دُوں گا ظاہراً پانی پر قادر کرتا ہے کہ ظاہر وفاءِ وعدہ ہے۔	۵	۶۳۰
۶۲	**مسئلہ :** کسی نے اسے وضو کیلئے پانی دینے کا وعدہ کیا یہ منتظر رہا جب دیکھا کہ اب انتظار میں وقت جائے گا نماز تیمّم سے شروع کردی اتنے میں وہ پانی لے آیا اگر جانے کہ نیت توڑ کر وضو کرکے وقت میں نماز پالوں گا تو تیمّم جاتا رہا وضو کرکے پڑھے اور اگر جانے کہ اب وضو کا وقت نہیں تو تیمّم باقی ہے نیت نہ توڑے نماز پوری کرے بعد کو وضو کرکے پھیرے۔	۶	۶۳۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۶۳	**مسئلہ:** پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہوگیا کہ وضو نقصان کرے گا اور پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمّم کرے کہ وہ تیمّم کہ پانی نہ ہونے کا تھا جاتا رہا۔	۱	۶۳۱
۶۴	**مسئلہ:** پانی نہ ہونے کے سبب تیمّم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اس پر دشمن یا درندہ وغیرہ ہے جس کے سبب پانی لے نہیں سکتا پہلا تیمّم نہ ٹوٹے گا۔	۳	۶۳۱
۶۵	**مسئلہ:** تیمّم کیلئے پانی معدوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور اس تک پہنچنے میں حرج وضرر ہو۔	۵	۶۳۱
۶۶	**مسئلہ:** پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا، تو وہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔	۶	۶۳۱
۶۷	**مسئلہ:** اقول اگر پانی سے عجز کا سبب تو نہ بدلے مگر سبب کا مسبّب بدل جائے تو اس سے پہلا تیمّم نہ ٹوٹے گا، مثلاً پانی پر دشمن تھا جس سے جان کا اندیشہ۔ وہ جانے نہ پایا تھا کہ چور آگیا جس سے مال کا اندیشہ تو اس کے آتے ہی دشمن چلا گیا تو وہ تیمّم جو خوفِ دشمن سے کیا تھا باقی رہے گا۔	۱	۶۳۲
۶۸	**مسئلہ:** جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہوگی اس کی تکلیف ہوگی مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں تو تیمّم کی اجازت نہیں۔	۵	۶۳۲
۶۹	**مسئلہ:** نہانے کی حاجت میں اگر پانی گرم کر سکتا ہے یا حمام کی اجرت حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہے تو سردی کے خوف سے تیمّم کی اجازت نہیں۔	۷	۶۳۳
۷۰	**مسئلہ:** جو تیمّم کہ مسجد سے نکلنے کے لئے کیا اس سے تلاوتِ قرآن مجید حلال نہیں ہوسکتی۔	۲	۶۳۷
۷۱	**مسئلہ:** اگر بوجہ عذر باہر نہ جاسکے اب نماز کے لئے ضرور تیمّم کرنا ہوگا۔ مگر وہ تیمّم کہ مسجد میں ٹھہرنے کیلئے کیا تھا کافی نہ ہوگا نماز یا تلاوت کے لئے دوبارہ تیمّم کرنا ہوگا مسجد کی زمین خواہ دیوار سے اور اب وہ شرطیں جلدی کیں اس میں نہ ہوں گی جو ہم نے نکلنے کے تیمّم میں بیان کیں۔	۳	۶۳۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۲	**مسئلہ:** نہانے کی حاجت ہے اور حوض دہ در دہ سے کم اور کوئی برتن پانی لینے کو نہیں حوض کے اندر جاکر نہائے تو تمام پانی قلیل ہونے کے سبب خراب و مستعمل ہو جائیگا اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں تو اس میں نہانا جائز ہے تیمّم کرے اور اگر مالک کی اجازت ہے یا پانی خود اس کی مِلک ہے یا جنگل کا مباح پانی ہے تو نہانا لازم اور تیمّم ناجائز۔	۱	۶۴۱
۷۳	**مسئلہ:** پانی موجود ہو صَرف پر ہر طرح قدرت ہو لیکن طہارت میں اسے خرچ کرنے سے شرع مطہر کی ممانعت ہو تو یہ بھی عجز کی صورت اور تیمّم کی اجازت ہے جیسے راہ میں پینے کی سبیل کہ اس سے وضو جائز نہیں یا پانی کسی کو ہبہ کر دیا اب اگرچہ اس کی رضا یا حاکم کے جبر سے واپس لے سکتا ہے مگر دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے اس لئے عجز ثابت ہے۔	۱	۶۴۳
۷۴	**مسئلہ:** اگر گدھے کا جھُوٹا پانی یا وہ نبیذ موجود ہے جس کے نبیذ ہو جانے یا ابھی پانی رہنے میں شبہ ہے اور ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ان پانیوں سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرے بہر حال اس وضو میں نیت شرط ہے جیسے اور وضو بے نیت بھی ہو جاتے ہیں کہ پانی اعضاءِ وضو پر بہہ جائے اگرچہ اس کا ارادہ وضو کرنے کا نہ ہو بلکہ اصلاً ارادہ نہ ہو جیسے مینہ میں بھیگ گیا یا دریا میں غوطہ لگایا یا کسی نے زبردستی اعضاء پر پانی بہا دیا ہر طرح وضو ہو گیا۔ان دو پانیوں میں ایسا نہیں بلکہ خاص نیت طہارت کے ساتھ وضو کرنا لازم ہے۔	۱	۶۴۴
۷۵	**مسئلہ:** یہ جو حکم ہے کہ وضو کے اکثر یا نصف اعضاء میں زخم ہو تو تیمّم کرے اور یہاں گنتی میں اکثر مراد ہے اس گنتی میں سر بھی داخل ہے **اقول:** مگر اور اعضا میں تو محلِ وضو سے کسی جگہ کوئی زخم یا دانہ ہونا کافی ہے۔سر میں ضرور ہے کہ تین چہارم سے زیادہ مجروح ہو کہ عضو وضو صرف رُبع سر ہے تو جب تک چہارم سر محفوظ ہے سر مجروح نہ ٹھہریگا جس طرح ہاتھ،اگر کہنیوں سے اُوپر بغلوں تک یا پاؤں گٹوں سے اوپر رانوں تک مجروح ہوں تو مجروح نہ ٹھہریں گے کہ محل وضو سالم ہے۔نیز لازم ہے کہ اسے مسح ضرر کرے اگر دھونا مضر ہو تو وضو میں سر مطلقًا صحیح ہے کہ وضو میں اس کا دھونا نہیں۔	۱	۶۴۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۶	**مسئلہ :** وضو میں اگر سر کا مسح نقصان کرتا ہو واجب ہے کہ سر پر پٹی باندھ کر اس کے اتنے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ پھیرے جو چہارم سر پر واقع ہے اگر اس سے بھی نقصان ہو تو مسح بالکل چھوڑ دے معاف ہے تیمّم کی اجازت نہیں اور غسل میں سر کا دھونا ضرر دیتا ہو تو سارے سر پر ایک ایک بال پر اوّل سے آخر تک مسح کرے۔ مسح بھی ضرر دے تو محلِ نقصان پر پٹّی باندھ کر اس سب پر پانی بہائے۔اس سے بھی نقصان ہو تو اس سب پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔اس سے بھی ضرر ہو تو گلے سے نہالے سر بالکل چھوڑ دے معاف ہے تیمّم روا نہیں۔	۱	۶۴۶
۷۷	**مسئلہ :** سر میں مرض ہے دھونا مضر ہے اور گلے سے نہانے میں بخارات جو اٹھ کر جائیں گے صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم مستور کے کہنے سے ضرر دیں گے تو گلے سے بھی نہ نہائے تیمّم کرے۔	۸	۶۴۷
۷۸	**مسئلہ :** اگر پانی معلوم تھا اور یہ سمجھا کہ خرچ ہوگیا، تیمّم سے نماز پڑھ لی، بعد کو معلوم ہوا کہ پانی باقی تھا بالاتفاق نماز نہیں ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اگرچہ قضا۔	۲	۶۵۰
۷۹	**مسئلہ :** پانی اگر بیٹے کی مِلک پر ہے اور اس حد تک پہنچنے سے پہلے باپ نے کہہ دیا تھا کہ وہ پانی میں لوں گا جب تو بیٹے کا اگر اس وقت تیمّم ہے اس پانی پر پہنچنے سے بھی نہ ٹوٹے گا کہ باپ کی ممانعت کے سبب اس پر قدرت نہیں اور اگر باپ نے ایسا نہ کہہ دیا تھا تو پانی پر پہنچ کر بیٹے کا تیمّم جاتا رہے گا اب اگر باپ اس پانی کو لے گا بیٹے کو دوبارہ تیمّم کرنا ہوگا۔	۳	۶۵۳
۸۰	**مسئلہ :** جنگل میں جنب وحائض ومحدث ومیت میں مباح پانی ملا کہ ایک کو کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اس سے نہالے باقیوں کے لئے تیمّم۔	۴	۶۵۳
۸۱	**مسئلہ :** اگر یہ پانی ان میں سے کسی ایک کی مِلک ہے جب تو ظاہر کہ وہی مستحق ہے اور اگر اس میں سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ سب اپنے حصّے میت کو دے دیں اسے نہلادیں اور آپ تیمّم کریں کہ اس کا حصّہ یہ اپنے صرف میں نہیں لاسکتے۔**اقول:** اگرچہ ان میں کوئی میت کا وارث بالحصر ہو کہ پانی ابھی خود میت کو درکار ہے اور اس کی حاجات غسل وکفن ودفن توریث کیا دیون پر بھی مقدم ہیں) اور یہ اپنا حصہ اسے دے سکتے ہیں **اقول:** اس لئے کہ محدث بھی نہیں ہوتا مگر بالغ،ہاں اگر نابالغ محدث فرض کیا جائے تو لاجرم میت واحیاء سب کو تیمّم ہوگا کہ حصہ نابالغ بھی دوسرے پر صرف نہیں ہوسکتا ہے۔		

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸۲	**مسئلہ:** جنب وحائض ومحدث تیمّم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک ہی کو کافی ہو سب کا تیمّم ٹوٹ گیا، جب مثلاً بوجہ اولویت جنب اس سے نہالے اس کے بعد باقی دوبارہ تیمّم کریں۔	۱	۶۵۴
۸۳	**مسئلہ:** مباح پانی اگرچہ کتنا ہی قلیل ہو جتنوں کو ملے گا سب جداجدا اس پر قادر سمجھے جائیں گے مثلاً سَو آدمی تیمّم سے تھے بعض کا تیمم غسل کا تھا بعض کا وضو کا بعض کو نہانے میں مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تھی جسے ایک چلّو پانی بس ہوتا بعض کو وضو میں بائیں پاؤں کا اتنا ہی حصّہ دھونے سے رہ گیا تھا۔ مثلاً ساٹھ ایسے تھے اور چالیس وہ جن کو وضو وغسل کے لئے پانی ملا ہی نہ تھا اب ایک چلّو پانی مباح پایا ان چالیس کا تیمّم باقی ہے، ان ساٹھ کا ٹوٹ گیا جب اُن میں سے ایک اسے استعمال کرے ۵۹ پھر تیمّم کریں۔	۲	۶۵۴
۸۴	**مسئلہ:** کچھ لوگ تیمّم سے ہیں ایک شخص وضو کے قابل پانی اپنی مِلک سے لایا اور کہا تم میں جو چاہے اس سے وضو کرلے یا کہا یہ پانی اس کے لئے ہے جو خواہش کرے جتنوں کا تیمّم وضو کا تھا سب کا ٹوٹ گیا جتنوں کا غسل کا تھا باقی رہا۔	۳	۶۵۴
۸۵	**مسئلہ:** باپ جس پانی کو لینا چاہے بیٹے کو اس کی مزاحمت نہیں پہنچتی یہ صورت بھی بیٹے کے لئے عجز کی ہوگی۔	۴	۶۵۴
۸۶	**مسئلہ:** ایک پانی چند شخصوں کی ملک فاسد تھا انہوں نے بخوشی اپنے میں ایک کو اس کے صرف کی اجازت دے دی اور یہ اُس کے وضو یا غسل کو کافی ہے اور وہ تیمّم سے ہے تیمّم نہ جائیگا اس اجازت سے پانی پر قدرت نہ ثابت ہوگی کہ وہ مِلک خبیث ہے اور اس میں تصرف شرعاً ممنوع۔	۵	۶۵۴
۸۷	**مسئلہ:** تیمّم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے مگر افضل عکس ہے۔ جبکہ وہ لائقِ امامت ہو۔	۷	۶۵۴
۸۸	**مسئلہ:** پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو سواء اُس عبادت فرض یا واجب یا سنّتِ مؤکدہ کے جو بلاعوض ہو باقی کسی شَے کے لئے تیمّم جائز نہیں اگر کرے گا لغو محض ہوگا۔	۳	۶۵۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	**مسئلہ:** جہاں پانی نامعلوم ہونے کے سبب تیمّم کی اجازت تھی وہاں شرط ہے کہ وہ جگہ نہ آبادی[۱] ہو نہ آبادی[۲] کے قریب یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر نہ وہاں[۳] ظاہر علامتیں ایسی ہوں جن سے پانی کا قرب معلوم ہو جیسے ہری دوب یا پرندوں چرندوں کا ہجوم یا کسی[۴] ثقہ کا کہنا کہ پانی یہاں میل سے کم پر موجود ہے ان باتوں کے ہوتے ہوئے پانی بے تلاش کیے تیمّم کرلیگا تو باطل ہوگا نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ واقع میں پانی وہاں سے قریب نہ تھا۔ہاں جہاں یہ چاروں باتیں نہ ہوں اور پانی بے تلاش کیے تیمّم سے نماز پڑھ لی نماز ہوگئی اگرچہ بعد کو ظاہر ہو کہ پانی وہیں موجود تھا۔	۴	۶۵۹
۹۰	**مسئلہ:** جنگل میں جہاں مظنہ آب ہے پانی صرف اس حد تک طلب کرنا واجب ہے جس میں نہ اسے ضرر ہو نہ انتظار میں اس کے رفیقوں کو۔	۱	۶۶۲
۹۱	**مسئلہ:** جہاں پانی نہیں کافر نے اسلام لانے کیلئے تیمّم کیا پھر مسلمان ہوا اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی ایسا فعل کرسکتا ہے جس کے لئے طہارت ضروری ہو بلکہ اس کے لئے بعد اسلام پھر تیمّم کرے۔	۴	۶۶۲
۹۲	**مسئلہ:** پانی نہ ہونے کی حالت میں جوازِ تیمّم کیلئے دو میں سے ایک شرط ہے یا تو مطلق تطہیر ورفع حدث کہ یہ نیت تو عام وتام ہے یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت اگرچہ نہ مقصودہ ہو نہ مشروطہ۔	۲	۶۶۴
۹۳	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے صرف اسی عبادت مؤکدہ کے لئے تیمّم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلابدل فوت ہوتی ہو۔	۳	۶۶۴
۹۴	**مسئلہ:** بے وضو شخص جسے نہانا نہیں مسجد میں ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمّم کرے مگر اس تیمّم سے نماز نہ ہوگی۔	۴	۶۶۴
۹۵	**مسئلہ:** مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اس کے لئے تیمّم محض لغو وباطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو، ہاں اگر جنب کسی خوف کی ضرورت سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے اور پانی نہ پائے تیمّم کرے کہ یہ تیمّم بنیت تطہیر بغرض قرار فی المسجد ہوگا۔ولہذا اس سے نماز جائز نہ ہوگی کہ قرار فی المسجد کوئی عبادت مقصودہ نہیں۔	۵	۶۶۴
۹۶	**مسئلہ:** پانی ہوتے ہوئے مسِ مصحف یا تلاوت کے لئے تیمّم کیا تو لغو وباطل ہوگا نہ اس سے مصحف شریف کا چھُونا حلال ہوسکے گا نہ جنب کو تلاوت۔	۶	۶۶۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹۷	**مسئلہ:** پانی ہوتے صرف تنگی وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کیلئے تیمّم لغو و باطل ہے اس سے یہ نمازیں جائز نہ ہو سکیں گی۔	۷	۶۶۴
۹۸	**مسئلہ:** پانی ہوتے ہوئے زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا سونے کیلئے تیمّم باطل ہے۔	۸	۶۶۴
۹۹	**مسئلہ:** صرف اتنی نیت کہ تیمّم کرتا ہوں صحتِ تیمم کو کافی نہیں۔	۱	۶۶۶
۱۰۰	**مسئلہ:** حدث وجنابت میں تمیز کی نیت کچھ ضرور نہیں مجمل کافی ہے۔	۲	۶۶۶
۱۰۱	**مسئلہ:** جنب اگر وضو کی نیت سے تیمّم کرے جب بھی صحیح ہے تو اگر وضو کا تیمّم غسل کی نیت سے کرے تو بدرجہ اولٰی۔	۳	۶۶۶
۱۰۲	**مسئلہ:** دفنِ میت مسلم بھی منجملہ عباداتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہئے پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔	۴	۶۶۶
۱۰۳	**مسئلہ:** تیمّم وضو و غسل ہر طہارت غیر معذور کے لئے اُس وقت ہونے کا محل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض ونفاس، حدث وخون وغیرہ منقطع ہولیں حدث باقی ہونے کی حالت میں طہارت فضول ولغو ہے۔	۵	۶۶۶
۱۰۴	**مسئلہ:** دسوں ۱۰ نیتوں میں سے پچھلی دو ۲ نیتوں سے جو تیمّم کیا جاتا ہے اس سے بھی نجاست حکمیہ دُور ہوتی ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ خاص اس شے کے حق میں جس کی نیت سے تیمّم کیا مثلاً پانی نہ ہونے کی حالت میں دخولِ مسجد یا مسِ مصحف یا زیارتِ قبور یا عیادتِ مریض یا دفنِ میت یا سلام یا جوابِ سلام کے لئے تیمّم کیا ان چیزوں کے حق میں طہارت حاصل ہوگئی یوں ہی اگر پانی موجود ہونے کی حالت میں نماز جنازہ یا عید یا سلام یا جواب سلام وغیرہا ان چودہ اشیاء کے لئے تیمم کیا جن کا ذکر نمبر ۸۷ میں گزرا تواُن اشیاکے لئے طہارت ہو گئی۔	۴	۶۶۷
۱۰۵	**مسئلہ:** جس چیز میں اجزائے ارضیہ وغیر ارضیہ کا خلط ہو اس میں اگر اجزائے ارضیہ غالب ہیں جنسِ ارض سے ہے ورنہ نہیں۔	۲	۶۸۵
۱۰۶	**ف:** پِسے ہوئے سُرمہ سے بے ضرورت تیمّم منع ہے اگرچہ صحیح ہو جائے گا۔	۱	۶۹۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	**مسئلہ:** کھرنجے اور سڑک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پر لید گوبر پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کر پاک کرگیا یا دھو کر پاک کرلی۔	۱	۶۹۷
۱۰۸	**ف:** ناہموار پتھّر دیوار زمین وغیرہا جنسِ ارض جس پر ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح اس سے نہ لگے اس پر ضرور ہے کہ ہاتھ آگے پیچھے اس طرح پھریں کہ پُورے کفِ دست یا اس کے اکثر حصّے کو اُس سے مس ہوجائے ورنہ تیمّم صحیح نہ ہوگا۔	۱	۶۹۸
۱۰۹	**مسئلہ:** اگر پُورے کف دست کا جنس ارض سے مس ہوگیا جب تو اس کے اکثر سے چہرہ وہر دو دست کا مسح کافی ہے اور اگر اکثر کف کا مسح ہوا تو لازم ہے کہ یہی اکثر یا اس کا اتنا حصّہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و دست کا مسح کرے ورنہ تیمّم نہ ہوگا۔	۲	۶۹۸
۱۱۰	**مسئلہ:** اگر ضرب میں پُوری ہتھیلیاں جنسِ ارض سے مس نہ کریں تو واجب ہے کہ ہتھیلیوں کی باقی پر بھی ہاتھ پھیرے اور اگر باقی حصہ متعین نہیں تو کلائیوں کے ساتھ ساری ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے ورنہ تیمّم نہ ہوگا۔	۳	۶۹۸
۱۱۱	**مسئلہ:** کہربا پتھّر نہیں اس پر تیمّم نہیں ہوسکتا۔	۱	۷۰۱
۱۱۲	**مسئلہ:** سنگِ بصری پتھر نہیں اس پر تیمّم نہیں ہوسکتا۔	۳	۷۰۱
۱۱۳	**مسئلہ:** اگر کیچڑ کے سوا تیمّم کو کچھ نہ ملے تو اگر وقت میں وسعت ہے کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے جب خشک ہوجائے تو اس سے تیمّم کرے۔	۵	۷۰۴
۱۱۴	**مسئلہ:** کیچڑ سکھا کر تیمّم کا حکم اس وقت ہے کہ وقت میں گنجائش ہو ورنہ گیلے ہی سے تیمّم واجب۔	۱	۷۰۵
۱۱۵	**مسئلہ:** بضرورت کیچڑ سے تیمّم کرے تو واجب ہے کہ دونوں ہتھیلیاں خُوب ملے کہ کیچڑ چھُوٹ جائے اور خشکی آجائے ہاں وقت میں اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو یونہی تیمّم کرکے پڑھے۔	۲	۷۰۵
۱۱۶	**مسئلہ:** وقت میں گنجائش ہو تو وہ ترکیب کہ کیچڑ خشک کرکے تیمّم کی بتائی گئی صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے۔	۳	۷۰۵
۱۱۷	**مسئلہ:** اگر مٹی میں گوبر ملا تھا اور مٹّی غالب اور اس قدر دیر تک جلایا کہ گوبر بالکل فنا ہوگیا یا کچھ اجزاء اس کی راکھ کے رہے تو مٹی سے مغلوب رہے اس صورت میں اُس مٹّی پر تیمّم جائز ہوگا۔	۳	۷۰۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۱۸	**مسئلہ:** یہ حکم کہ تیمّم غیر جنس ارض پر اس وقت روا ہے جب اس پر ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بنے صرف مسئلہ غبار میں ہے جو غیر جنس ارض پر پڑا ہو ورنہ اگر اس پر مثلاً مٹی کا باریک لیس خشک ہو جس پر ہاتھ پھیرے سے نشان نہ بنے گا اس پر جواز تیمّم میں شبہہ نہیں۔	۵	۷۱۴
۱۱۹	**مسئلہ:** تیمّم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمّم کرے نہ اس وقت اس کی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو۔	۱	۷۱۹
۱۲۰	**مسئلہ:** جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہے جیسے بیت الخلاء کی زمین اُس پر تیمّم نہیں ہوسکتا اگرچہ اس وقت اس کی نجاست اس کے علم میں نہ ہو۔	۲	۷۱۹
۱۲۱	**مسئلہ:** کسی شے پر تیمّم کیا بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل نے خبر دی کہ وہ شے نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اس کے دل پر اس کا صدق جما تو وہ تیمّم صحیح نہ ہوا اس سے نماز پڑھی ہو تو پھیرے اور دل پر نہ جما ہو تو اس کا لحاظ ضرور نہیں اور اگر کسی کافر نے خبر دی اگرچہ کلمہ گو ہو تو وہ مطلقاً مردود ہے۔	۱	۷۲۰
۱۲۲	**مسئلہ:** جس چیز پر تیمّم کیا نہ وہ مظنہ نجاست تھی نہ بعد کو اس کا نجس ہونا ثابت ہوا تیمّم صحیح ہوگیا اگرچہ واقع میں وہ نجس تھی۔	۲	۷۲۰
۱۲۳	**مسئلہ:** دوسرے سے اپنا تیمّم کرانا بلاضرورت مکروہ ہے۔	۴	۷۲۰
۱۲۴	**مسئلہ:** ضرور ہے کہ دوسرا اس کے حکم سے اسے تیمّم کرائے اگرچہ وہ حکم صراحۃً نہ ہو دلالۃً ہو جس کی تفصیل آتی ہے۔	۵	۷۲۰
۱۲۵	**مسئلہ:** جس وقت وہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اس وقت نیت کرے اس دوسرے کی نیت کافی نہ ہوگی۔	۶	۷۲۰
۱۲۶	**مسئلہ:** اگر تیمّم میں حصولِ طہارت یا رفعِ حدث یا جوازِ نماز کی نیت نہ کی بلکہ صرف اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمّم کی نیت کی تو تیمّم نہ ہوگا۔	۴	۷۲۱
۱۲۷	**مسئلہ:** تیمّم معہود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے اگر ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا اگرچہ انہیں بار بار ضرب کرکے سارے چہرے و دست کا استیعاب کرلیا تیمّم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۲
۱۲۸	**مسئلہ:** تیمّم معہود میں خاص ہاتھ کی ضرب اور اس سے چہرہ و دست کا مسح شرط ہے اگر لکڑی یا کپڑے یا کاغذ کو جنسِ ارض پر مَس کرکے منہ اور ہاتھوں پر پھیرے گا تیمّم نہ ہوگا۔	۴	۷۲۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۹	**مسئلہ:** کاغذ کپڑا کوئی چیز جنسِ ارض پر پھیری کہ اُس میں مٹّی خُوب بھر گئی اب اسے بہ نیت تیمّم چہرہ ودست پر پھیرا کہ سارے محل تیمّم پر خود مٹّی لگ گئی تیمّم ہوگیا۔	۵	۷۲۲
۱۳۰	**مسئلہ:** اگر دستانے پہنے ہُوئے جنسِ ارض پر ہاتھ مار کر چہرہ ودست پر پھیرا تیمّم ہوجانا چاہئے جس طرح میت کو تیمّم کرانے میں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرانا نمبر ۱۶۴تا۱۶۶میں گزرا۔	۷	۷۲۲
۱۳۱	**مسئلہ:** ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور وہ خشک ہوگیا اور اُس کا چھڑانا مضر ہے اسی حالت میں ہتھیلیاں جنسِ ارض پر مار کر تیمّم کرے۔	۲	۷۲۳
۱۳۲	**مسئلہ:** ہتھیلی ایک ضرب سے ایک ہی عضو کو مسح کرسکتی ہے خواہ منہ ہو یا داہنا ہاتھ یا بایاں دو عضووں کو ایک ہتھیلی کی ضرب واحد کافی نہیں۔	۳	۷۲۳
۱۳۳	**مسئلہ:** میت یا مریض کو تیمّم کرایا پہلی ضرب سے دو ہتھیلیاں اس کے چہرے پر پھیریں، دوسری سے دونوں ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کو مسح کیا اب دوسرے ہاتھ کیلئے جدید ضرب ضرور ہے یہ صورت وہ ہے کہ تیمّم دو۲ ضربوں سے نہیں ہوسکتا۔	۴	۷۲۳
۱۳۴	**مسئلہ:** تیمّم میں ترتیب شرط نہیں چاہے پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا ہر طرح تیمّم ہوجائے گا۔	۵	۷۲۳
۱۳۵	**مسئلہ:** تیمّم معہود میں ترتیب سنّت ہے۔	۷	۷۲۳
۱۳۶	**مسئلہ:** تیمّم میں چہرہ وہر دو دست جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہیں ان میں ایک رونگٹے کی نوک بھی اگر تیمّم معہود میں ہاتھ پھیرنے یا غیر معہود میں جنس ارض پہنچنے سے رہ جائے گی تیمّم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۴
۱۳۷	**مسئلہ:** لازم ہے کہ انگوٹھی چھلّے انگلیوں کلائیوں کے ہر گہنے کو اتار کر تیمّم کیا جائے یا انہیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں۔	۲	۶۲۴
۱۳۸	**مسئلہ:** آدمی نے جہاں سے تیمّم کیا اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کرے یا جہاں سے ایک شخص نے تیمّم کیا اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمّم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنسی ارض سے تیمّم سے مستعمل نہیں ہوتی۔	۱	۷۲۵
۱۳۹	**مسئلہ:** تیمّم کرنے والوں کے مُنہ اور ہاتھوں کو جو مٹّی تیمّم میں لگ کر چھوٹی اگر جمع کرنے سے اتنی ہوجائے کہ اس پر ضرب ہوسکتی ہے تو اس پر بھی ہزاروں بار تیمّم ہوسکتا ہے کہ جنسِ ارض کتنی ہی استعمال کی جائے کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔	۴	۷۲۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۰	**مسئلہ:** ایک عضو کو ایک ہی ضرب سے مسح کرے عضو واحد کے لئے متعدد ضربیں بالاجماع مکروہ ہیں۔	۴	۷۲۹
۱۴۱	**مسئلہ:** کسی دیوار پر تیمّم دیوار میں کوئی تصرف نہیں۔	۴	۷۳۴
۱۴۲	**مسئلہ:** تیمّم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا، نماز ہو گئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لئے تیمّم ٹوٹے گا۔	۱	۷۵۰
۱۴۳	**مسئلہ:** نماز میں پانی پایا تیمّم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اگرچہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے پائے۔	۲	۷۵۰
۱۴۴	**مسئلہ:** ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہو گئی۔	۳	۷۵۰
۱۴۵	**مسئلہ:** سو آدمی تیمّم سے نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے تو اسی کی گئی اور ان کی ہو گئی۔ ہاں اگر وہ امام ہے تو سب کی گئی اور اگر یوں کہا کہ جس کے جی میں آئے یہ پانی لے تو سب کی گئی۔	۴	۷۵۰
۱۴۶	**مسئلہ:** اگر کافر کہے تو اس کا اعتبار نہیں نماز پڑھ کر پانی مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔	۵	۷۵۰
۱۴۷	**مسئلہ:** اگر کسی وجہ سے کسی کافر کی نسبت معلوم ہو کہ یہ تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہئے۔	۷	۷۵۰
۱۴۸	مسئلہ: اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ یہ براہِ تمسخر کہتا ہے نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔	۸	۷۵۰
۱۴۹	**مسئلہ:** نماز میں معلوم ہُوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔	۹	۷۵۰
۱۵۰	**مسئلہ:** نماز پڑھتے میں سراب پر نظر پڑی اگر گمان غالب ہوا کہ یہ پانی ہے نیت توڑے اگر دیکھے کہ پانی نہیں تیمّم باقی ہے نماز پھر پڑھے اور اگر پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو نیت توڑنا جائز نہیں بعد نماز دیکھے اگر پانی ہے نماز پھیر ورنہ نماز ہو گئی اور تیمّم باقی ہے۔	۱	۷۵۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۵۱	**مسئلہ:** جب گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑنا واجب ہے	۲	۷۵۱
۱۵۲	**مسئلہ:** تیمّم سے نماز کامل ہے، تیمّم بھی ہمارے نزدیک طہارت کاملہ ہے	۴	۷۵۱
۱۵۳	**مسئلہ:** وضو والے کو تیمّم والے کی اقتدا میں اصلاً کراہت نہیں اگرچہ عکس افضل ہے۔ اقول یعنی جبکہ تیمّم والا اعلم وافضل واحق بالامامۃ ہو۔	۵	۷۵۱
۱۵۴	**مسئلہ:** جب ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔	۶	۷۵۱
۱۵۵	**مسئلہ:** اگر ظن غالب ہو کہ پانی یہاں کہیں قریب ایک میل سے کم فاصلے پر ہے تو تلاش کرنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۷	۷۵۱
۱۵۶	**مسئلہ:** نماز میں پانی دوسرے کے پاس معلوم ہوا اور ظن غالب ہوا کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑ کر مانگنا واجب ہے مگر فقط اس غلبہ ظن سے نہ تیمّم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر اُس نے خلاف حکم کرکے نماز پوری کرلی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی اور تیمّم باقی ہے۔	۸	۷۵۱
۱۵۷	**مسئلہ:** ایک جماعت تیمّم سے ہے ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا انہوں نے اس پر قبضہ کرلیا تیمّم کسی کا نہ گیا اقول یعنی اگر وہ پانی سب کو کافی نہ ہو مثلاً دس ۱۰ شخص ہیں اور پانی صرف نو کو کافی، تو بالاتفاق، اور اگر سب کو کافی بلکہ کافی سے بھی زائد ہے تو امام رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ان کا تیمّم نہ ٹوٹے گا صاحبین کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، اور فتوٰی قولِ امام پر ہے۔	۳	۷۵۲
۱۵۸	**مسئلہ:** اگر اُن میں ایک شخص کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ صرف اسی کا تیمّم گیا اوروں کا باقی ہے، اور اگر جماعت ہورہی ہے اور امام کو ہبہ کیا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمّم نہ گیا۔ اقول اور اگر چند کو ہبہ کیا اور اُتنوں کے لیے پانی کافی تھا تو صاحبین کے نزدیک بشرطِ قبضہ اُتنوں کا تیمّم جاتا رہا اور امام کے نزدیک سب کا باقی ہے مگر وہ جس کا حصہ تقسیم کرکے قبضہ دے۔	۴	۷۵۲
۱۵۹	**مسئلہ:** تیمّم سے جماعت ہورہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۵	۷۵۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	**مسئلہ:** شروع نماز سے پہلے اگر دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمّم سے نماز پڑھنا منع ہے۔اور اگر شک ہو تو مانگنا مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۵	۷۵۳
۱۶۱	**ف:** یہ جو کہا جاتا ہے کہ پانی عادۃً مبذول ہے یعنی اُس کے دینے میں کسی کو تکلیف نہی ہوتی پینے کے پانی میں ہے خصوصًا جائے اقامت میں طہارت خصوصًا غسل کا پانی سفر میں مبذول نہیں بلکہ اس کے دینے میں بہت اشیائ سے زیادہ تکلف ہوتا ہے۔	۱	۷۵۸
۱۶۲	**ف:** دس ۱۰ صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے کہ جس کے پاس پانی ہے اس کی اولاد ہو یا سگا بھائی یا دوست یا نوکر یا رعیت یا اس سے ڈرتا یا کچھ طمع رکھتا ہو یا اسے معلوم ہو کہ یہ شخص نہ تو بخیل ہے نہ پست خیال نہ میرا مخالف اور اس کے پاس اتنا پانی ہے کہ مجھے دے کر منزل تک پہنچنے تک اس کی حاجتوں کے لیے کافی پانی بچ رہے گا یا یہ بیمار لنجھا یا ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر کھڑا ہے یا اسے معلوم ہے کہ وہ کریم النفس ہے سوال رَد کرتے شرماتا ہے۔	۱	۷۵۹
۱۶۳	**مسئلہ:** جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمّم نہ کر سکتا ہو تیمّم کی حالت میں جب وہ شَے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔	۲	۷۶۲
۱۶۴	**مسئلہ:** یہاں اصل اعتبار واقع کا ہے اگر اسے گمان ہو کہ نہ دے گا اور بے مانگے تیمّم سے پڑھ لی بعد نماز اس نے خود یا اس کے مانگے سے دے دیا نماز نہ ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اور اگر گمان تھا کہ دے دے گا اور بے مانگے تیمّم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی تیمّم باقی رہا۔ہاں اگر اصلًا نہ مانگا نہ اس نے آپ دیا نہ اور طرح حال کھلا تو گمان پر حکم رہے گا اگر دینے کا گمان تھا اور نہ مانگا نماز نہ ہوئی ورنہ ہو گئی۔	۱	۷۶۳
۱۶۵	**مسئلہ:** جنگل میں ہے اسے پانی کا حال معلوم نہیں کہ دور ہے یا نزدیک،اور وہاں کوئی ایسا موجود ہے جس کی نسبت پانی کا حال جاننا مظنون ہو اُس سے پوچھا اُس نے نہ بتایا اس نے تیمّم سے پڑھ لی اس کے بعد اس نے بتایا نماز ہو گئی آئندہ نماز کیلئے وضو کرے۔	۲	۷۶۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۶	**مسئلہ:** بتانے والا موجود تھااور اس نے نہ پوچھااور نماز پڑھ لی، پھر دریافت کیااور اس نے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی۔	۳	۶۶۳
۱۶۷	**مسئلہ:** اس نے پوچھااور اس نے سنااور کچھ نہ بولا بعد نماز بتایا نماز ہو گئی۔	۴	۶۶۳
۱۶۸	**مسئلہ:** ان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمّم سے پڑھ لی اُتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آگیااور دے دیا اگر وہ نہ دینے کا گمان بربنائے قلّت آب تھا تو بعد کثرت دینے سے اُس کی غلطی ثابت نہ ہونی چاہیے اور اگراور وجوہ مثل رنجش وغیرہ کی بناپر تھاتو اُس کی غلطی ضرور ثابت ہوئی نماز پھیرے۔	۵	۶۶۳
۱۶۹	**مسئلہ:** گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کردیا یا اس لیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا اگریہ خرچ خود اس نے اپنی حاجت میں کیا تو ظاہر اُس گمان کی غلطی ثابت ہوئی اعادہ نماز کی حاجت نہیں اور اگر دوسرے کو دے دیا تو اُس ظن کی خطا ثابت ہوئی نماز کا اعادہ چاہیے۔	۶	۶۶۳
۱۷۰	**مسئلہ:** نماز میں کسی کے پاس پانی دیکھااور دینے کا گمان غالب نہ ہوا نماز کے بعد مانگا اُس نے کہا پانی خرچ ہو گیا پہلے مانگتے تو میں دے دیتا اس کہنے کا اعتبار نہیں نماز ہو گئی۔	۴	۶۶۴
۱۷۱	**مسئلہ:** نماز سے پہلے پانی دیکھااور دینے کا گمان غالب نہ ہوا تیمّم کرلیا یا پہلے کر چکا تھا کچھ دیر بعد مانگا اُس نے وہی جواب دیا کہ ہو چکا پہلے مانگتے تو مجھے دینے میں عذر نہ ہوتا اس کہنے سے بھی تیمّم نہ جائے گا اُسی تیمّم سے نماز پڑھے۔	۵	۶۶۴
۱۷۲	**مسئلہ:** پانی اس کے پاس تھااور اُس نے غلط حیلہ کردیا کہ نہ رہا پہلے مانگتے تو دے دیتا تو اس کا بھی نماز پر کچھ اثر نہیں، نہ تیمّم جائے اگرچہ معلوم ہی ہو جائے کہ اُس نے جھوٹ حیلہ کہا۔	۱	۶۶۵
۱۷۳	**مسئلہ:** پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت تک کیلئے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا اثر نہ ہوگا۔	۲	۶۶۵
۱۷۴	**مسئلہ:** ظاہراً وعدے سے قدرت وقت وعدہ سے ثابت ہو گی پہلے سے نہیں۔	۱	۶۶۶
۱۷۵	**مسئلہ:** اول وقت ہے اور پانی ایک میل ہے اور امید واثق ہے کہ اوسط وقت میں وہاں تک پہنچ جائے گا جب بھی اس پر تاخیر واجب نہیں جائز ہے کہ ابھی تیمّم سے پڑھ لے۔ہاں تاخیر مستحب ہے جبکہ جانے کہ پانی ملنے اور طہارت کرنے میں وقت مکروہ نہ آجائے گا۔	۱	۶۶۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۶	**مسئلہ:** پانی پر قدرت کہ مانع تیمّم ہے اور تیمّم کے بعد حاصل ہو تو مبطل تیمّم ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ پانی اگرچہ حاضر نہ ہو اُس کا حاصل کرنا بلاحرج اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو حاصل کرلے اور اس تحصیل میں اسے کوئی حرج لاحق نہ ہو جیسے پانی ایک میل سے کم دور ہو اور یہ چل سکتا ہے اور نہ راہ میں جان یا مال کا کوئی خطرہ ہے نہ پانی پر اور اگر وہ کنویں میں ہے تو رسّی ڈول موجود ہے اور کوئی مرض بھی نہیں کہ پانی مضر ہو تو یہ پانی پر قدرت ہے اگرچہ یہاں سے سترہ سو ۱۷۰۰ گز دور ہو۔	۱	۷۶۸
۱۷۷	**مسئلہ:** آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ ۱۴ صورتیں جن میں حکم ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ انتظار نہ کرے اور ابھی تیمّم سے پڑھ لے۔ (۱) سیاہ گھٹا اُٹھی اور امید غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں پانی ہی پانی ہو جائے گا۔ (۲) پانی میل بھر سے دور ہے کسی کو لینے بھیجا اور غالب ظن ہے کہ وقتِ مستحب کے اندر لے آئے گا اب بھی انتظار ضرور نہیں۔ **اقول:** لیکن اگر ظن غالب ہے کہ وہ پانی لے کر روانہ ہو گیا اور اب میل بھر سے کم فاصلے پر ہے تو انتظار واجب ہے تیمّم سے نماز نہ ہو گی۔ہاں اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو تیمّم کرکے پڑھ لے پھر پھیرے۔(۳) کنواں موجود ہے رسّی یا ڈول نہیں، نہ کوئی ایسی چیز کہ ان کا کام دے سکے مگر غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں رسّی ڈول مل جائے گا۔(۴) معلوم ہے کہ پانی یہاں کہیں قریب ہے یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر مگر اسے جگہ معلوم نہیں چاروں طرف تلاش کرنے کا حکم ہے اور یہ بوجہ ضعف چار طرف جانے آنے پر قادر نہیں دو ایک طرف گیا اور نہ پایا واپس آیا اور تھک گیا اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی ایسا آجائے گا جو پانی لادے یا جگہ بتادے۔(۵) پانی قیمت مثل کو بک رہا ہے دام پاس نہیں وہ ادھار دیتا نہیں اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں دام مل جائیں گے		

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	(۶) پانی موجود ہے مگر پینے کے لئے رکھا ہے وضو کر لیا تو پینے کو نہ رہے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر میں اور فاضل پانی مل جائے گا۔ (۷) پانی پر رہزن یا دشمن یا درندہ ہے اور گمان غالب ہے کہ جلد چلا جائے گا۔ (۸) سخت اندھیری ہے پانی تک راہ نہ سوجھے گی اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں اُجالا ہو جائے گا یا روشنی کا سامان مل جائے گا۔ (۹) مریض یا لُنجھا یا لُولا ہے یا ہاتھ شل ہیں یا نہایت بوڑھا ہے غرض کوئی عارضہ ایسا ہے کہ خود پانی بھرنے یا وضو کرنے پر قادر نہیں اور اپنے بیٹے یا نوکر کو کسی کام کیلئے بھیجا ہے اور گمان غالب ہے کہ ایسے وقت واپس آئے گا کہ پانی بھر کر مجھے وضو کرادے اور میں نماز پڑھ لوں۔ (۱۰) باری سے جاڑا آتا ہے اور ہمیشہ گھنٹا دو گھنٹے رہ کر اُتر جاتا ہے اس وقت پانی بھرنے، وضو کرنے یا نہانے پر قادر ہو جائے گا ابھی نہیں۔ (۱۱) دوسرے کے پاس پانی موجود ہے وہ کہیں کام کو گیا ہوا ہے اور امید ہے کہ مانگے سے دے دے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں واپس آئے گا۔ (۱۲) نہانا یا عورت کو وضو کرنا ہے لوگ موجود ہیں آڑ نہیں اور گمان غالب ہے کہ چلے جائیں گے اور وقت مل جائے گا۔ (۱۳) مال یا بچہ پاس ہے اسے چھوڑ کر پانی لینے جا نہیں سکتا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی رفیق آ جائے گا جو اس کی حفاظت کرے یا پانی لا دے۔ (۱۴) پانی مسجد میں ہے اور اسے نہانا ہے اور گمان غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی ایسا مل جائے گا کہ پانی لا دے مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمّم کرکے پانی مسجد یں سے لے آیا اور نہا لیا کچھ مضائقہ نہیں۔	۳	۷۷۲
۱۷۸	**مسئلہ:** جنگل میں ہے اور معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دور ہے یا کم اور تیمّم کرکے نماز پڑھ لی نماز ہو گئی خواہ آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہو یا نہ ہو اس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم ہونے کا ظن نہ ہو۔	۱	۷۷۵
۱۷۹	**مسئلہ:** معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقتِ مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمّم کرکے پڑھ لے پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہو گئی۔ ہاں اگر یہ ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمّم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دور ہونا ظاہر ہو۔	۳	۷۷۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۰	**مسئلہ:** یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دوں گا کچھ مؤثر نہیں۔	۱	۷۷۷
۱۸۱	**مسئلہ:** وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہو امطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	۲	۷۷۷
۱۸۲	**مسئلہ:** وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو پھر وقت کے اندر ہی دے دے ضرور نماز پھیرنی ہو گی اور اگر وقت میں کسی عذر سے نہ دے جب بھی پھیرنہ ہوگی اور بلاعذر نہ دے توظاہرًا پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۱	۷۷۸
۱۸۳	**مسئلہ:** دینے سے انکار کبھی صراحۃً ہوتا ہے مثلاً نہ دوں گا کبھی دلالۃً مثلاً اس نے مانگا اس نے پانی اپنے خرچ میں کرلیا یا پھینک دیا اگرچہ اتنا باقی رہا کہ اس کی طہارت کو کافی نہیں۔	۱	۷۷۹
۱۸۴	**مسئلہ:** اگر اس نے مانگا اور اس نے پانی دوسرے کو بطور اباحت دے دیا مالک نہ کیا تو یہ بھی دینے سے انکار ہے اور اگر دوسرے کو مالک کردیا تو اگرچہ اس کی طرف سے انکار ہو گیا مگر اب وہ دوسرا پانی کا مالک ہے وہی مسائل اس کی طرف متوجہ ہوں گے کہ اس کے مانگے سے اس کا دے دینا مظنون ہے تو مانگنا واجب وغیر ذلک۔	۲	۷۷۹
۱۸۵	**مسئلہ:** مانگے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو۔	۳	۷۷۹
۱۸۶	**مسئلہ:** اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	۶	۷۷۹
۱۸۷	**مسئلہ:** پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد، اور اسے وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نمازیں پھیرنا چاہیے۔	۱	۷۸۱
۱۸۸	**مسئلہ:** اُس نے پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمّم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا توظاہرًا اب بھی اعادہ نماز چاہیے۔	۱	۷۸۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۸۹	**مسئلہ:** دینے سے انکار کرکے دینا کچھ مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے پہلے دے دے تو تیمّم و نماز جاتے رہیں گے۔	۱	۷۸۳
۱۹۰	**مسئلہ:** جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جاتا ہے موجود تھا اور بے پوچھے تیمّم سے پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی میل بھر سے کم دور بتایا نماز نہ ہوئی خواہ اس کے پوچھنے پر بتائے یا آپ ہی۔	۵	۷۹۳
۱۹۱	**قاعدہ۱:** اگر اس نے اسے بے مانگے پانی دیا اگرچہ وقت کے بعد یا اس کے مانگنے پر نہ وعدہ کیا نہ منع نہ سکوت بلکہ فوراً پانی دے دیا خواہ تیمّم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد خواہ قبل سوال اسے تیمّم سے پڑھتے دیکھا اور خاموش رہا یا نہ دیکھا بہر حال اسے گمان غالب اُس کے دینے یا نہ دینے کا تھا یا شک تھا عام ازیں کہ یہ نماز میں اس کے پاس پانی ہونے پر مطلع ہوا یا پہلے ان سب صورتوں میں وہ دینا موثر ہے یعنی تیمّم سے پہلے دیا تو تیمّم جائز نہیں اور تیمّم کرچکا تھا تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں دیا یا بعد تو نماز و تیمّم دونوں گئے بہر کیف وضو کرکے اس نماز کو پڑھے۔	۱	۷۹۹
۱۹۲	**قاعدہ۲:** تیمّم سے پہلے یا بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں اسی وقت میں پانی دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی بمعنی مذکور مطلقاً موثر ہے یعنی تیمّم کا ناقض ومانع اور نماز میں ہو تو اس کا قاطع عام ازیں کہ اس نے پانی نماز میں دیکھا یا اُس سے پہلے اور اس نے خود وعدہ کیا یا اس کے مانگنے پر اور بعد کو وقت میں دے یا بعد وقت یا اصلا نہ دے خواہ کسی عذر سے یا بالقصد وعدہ خلافی سے اور عام ازیں کہ اس وعدے سے پہلے اسے دینے یا نہ دینے کا ظن ہو یا نہ ہو بہر حال موثر ہے۔	۲	۷۹۹
۱۹۳	**قاعدہ۳:** یہ تیمّم سے نماز پڑھ چکا اس کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ پانی وقت میں دے گا اور پھر بلاعذر نہ دیا یا دیا تو وقت گزر جانے پر دیا اس صورت میں نماز ہو گئی خواہ یہ وعدہ اس نے خود کیا ہو یا بعد نماز اس کے سوال پر اور اس پانی پر اطلاع اسے نماز میں ہوئی ہو یا پہلے عام ازیں کہ اس نے اسے نماز مذکور تیمّم سے پڑھتے دیکھا ہو یا نہیں اور اسے پیش از وعدہ کوئی ظن ہو یا شک۔	۳	۷۹۹
۱۹۴	**قاعدہ۴:** اس کے نماز پڑھ لینے کے بعد وعدہ کیا اور وقت میں دے دیا یا نہ دینا کسی وجہ سے ہوا نہ وعدہ خلافی سے اس میں مطلقاً نماز کا اعادہ کرنا ہوگا صور مذکورہ قاعدہ سوم سے کوئی بھی صورت واقع ہو۔	۴	۷۹۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۵	**قاعدہ۵:** اس نے مانگا وہ چپ رہا مگر وقت میں پانی دے دیا اور اسے تیمّم سے نماز پڑھتے دیکھ کر خاموش نہ رہا تھا تو یہ دینا بھی مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمّم کا ناقض یا مانع یا نماز کا مبطل یا قاطع خواہ اس کا مانگنا اور اس کا دینا تیمّم سے پہلے ہو یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد بھی بعد وقت نماز میں عام ازیں کہ اسے نماز میں پانی پر اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہو یا شک۔	۱	۸۰۰
۱۹۶	**قاعدہ۶:** اس کے مانگنے پر چپ رہا اور پھر پانی اصلًا نہ دیا یا وقت کے بعد دیا یا اسے تیمّم سے نماز پڑھتے دیکھا اور بعد نماز وقت ہی میں دیا عام ازیں کہ اسے نماز میں اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور تیمّم سے پہلے مانگا یا بعد، نماز سے پہلے یا نماز میں یا بعد اور کوئی ظن تھا یا شک، بہر حال نماز پوری ہو گئی اعادہ کی حاجت نہیں۔	۲	۸۰۰
۱۹۷	**قاعدہ۷:** مانگنے پر انکار کر دیا مگر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ دینا مطلقاً بمعنی مذکور قاعدہ دوم مؤثر ہے وضو کرکے یہ نماز پڑھنی یا پھیرنی ہو گی خواہ یہ مانگنا اور دینا تیمّم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہو اور اطلاع نماز میں ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہوا ہو یا شک۔	۳	۸۰۰
۱۹۸	**قاعدہ۸:** اس نے تیمّم یا نماز سے پہلے یا نماز میں یا اس کے بعد مانگا اور اس نے انکار کرکے اصلًا نہ دیا یا وقت گزرنے پر دیا یا وقت ہی میں مگر نماز کے بعد دیا خواہ تیمّم سے نماز پڑھتے دیکھا یا نہیں بہر حال نماز ہو گئی خواہ اطلاع کبھی ہوئی اور ظن ہوا یا شک۔	۴	۸۰۰
۱۹۹	**قاعدہ۹:** نہ اس نے مانگا نہ اس نے وقت میں دیا نہ بعد مگر نماز میں خواہ اس سے پہلے پانی پر مطلع ہو کر اسے ظن غالب ہوا تھا کہ مانگے سے دے دے گا نماز نہ ہوئی پھر پڑھے۔	۵	۸۰۰
۲۰۰	**قاعدہ۱۰:** صورتِ مذکورہ میں اسے دینے کا گمان نہ ہوا بلکہ نہ دینے کا ظن غالب یا شک تھا تو نماز ہو گئی۔	۶	۸۰۰
۲۰۱	**قاعدہ۱۱:** خود یا اس کے مانگنے پر کہا پانی ختم ہو چکا پہلے کہتے تو دے دیتا پھر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ بدستور مؤثر ہے وضو کرکے نماز پڑھے یا پھیرے کبھی مطلع ہوا اور کوئی ظن یا شک کیا۔	۱	۸۰۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۰۲	**قاعدہ ۱۲:** یہی کہا اور پانی اصلًا نہ دیا یا بعد وقت خواہ وقت میں یا بعد نماز نماز پر مطلع ہو کر یا بے اطلاع دیا انہیں تعمیموں پر مطلقًا مؤثر نہیں نماز ہو گئی ہاں پانی دے دے تو آئندہ کے لیے وضو کرے۔	۲	۸۰۱
۲۰۳	**قاعدہ ۱۳:** وعدہ وقت کے بعد دینے کا کیا مگر وقت میں نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا تو حکم مثل قاعدہ ۱۱ ہے۔	۳	۸۰۱
۲۰۴	**قاعدہ ۱۴:** اسی قسم کے وعدہ میں پانی ختم نماز سے پہلے نہ دیا تو حکم و تفصیل مثل قاعدہ ۱۲ ہے۔	۴	۸۰۱
۲۰۵	**قاعدہ ۱۵:** ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی مِلک پر باقی ہے کہ اس نے منع کر دیا اس میں صدہا صورتیں ہیں بہر حال حکم یہی ہے کہ اب اس کا استعمال ناجائز ہو گیا تیمّم کرے۔	۱	۸۰۲
۲۰۶	**قاعدہ ۱۶:** وعدہ کرکے انکار کر دیا اگر وعدہ تیمّم سے پہلے تھا جس کے باعث تیمّم ناجائز ہو گیا تھا اب انکار کر دینے سے جائز ہو گیا اور اگر تیمّم کے بعد وعدہ تھا تو تیمّم ٹوٹ گیا انکار اسے جوڑ نہ دے گا دوبارہ تیمّم کرے یوں ہی اگر عین نماز میں وعدہ کیا نماز و تیمّم دونوں گئے انکار انہیں پھیر نہ لائے گا پھر تیمّم کرکے نماز پھیرے اور اگر وعدہ بعد نماز تھا نماز پوری ہو گئی اور اس انکار نے اس کے پورا ہو جانے کو اور مضبوط کر دیا۔	۱	۸۰۳
۲۰۷	**قاعدہ ۱۷:** پانی مانگنے پر انکار کر دیا تھا اس کے بعد اب وعدہ کر لیا کہ وقت میں دے دے گا اگر یہ وعدہ تیمّم سے پہلے ہے تو تیمّم ناجائز ہو گیا اور تیمّم کے بعد ہے تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں ہے تو نماز و تیمّم دونوں گئے بہر حال آخر وقت تک انتظار کرے اگر پانی مل جائے تو وضو کرکے نماز پڑھے نہ ملے اور وقت جاتا دیکھے تو تیمّم کرکے پڑھ لے پھر پھیر لے اور اگر بعد انکار یہ وعدہ نماز پڑھ لینے کے بعد کیا تو نماز ہو گئی اس پر اس کا کچھ اثر نہیں۔	۲	۸۰۳
۲۰۸	**قاعدہ ۱۸:** مانگنے پر خاموش ہو رہا پھر انکار کر دیا نماز و تیمّم سب جائز ہیں انکار بعد نماز کیا ہو خواہ پہلے۔		
۲۰۹	**قاعدہ ۱۹:** سوال پر سکوت کے بعد وقت میں دینے کا وعدہ کر لیا اگر یہ وعدہ تیمّم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہے یا نماز کے بعد مگر اس حال میں کہ اسے تیمّم سے نماز پڑھتے نہ دیکھا تو ان صورتوں میں یہ وعدہ مؤثر ہے تیمّم کا ناقض یا مانع اور نماز کا مبطل یا قاطع اور اگر تیمّم سے نماز پڑھنے پر مطلع ہوا جب بھی ساکت رہا اس کے بعد وعدہ کیا تو نماز ہو گئی۔	۴	۸۰۳

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۸۰۴	۱	**مسئلہ:** جسے نہانے کی حاجت ہو اور اس کے ساتھ کوئی حدث موجبِ وضو بھی ہو مثلاً سویا پھر احتلام ہوا یا انزال کے بعد پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ نہا نہیں سکتا اور وضو کر سکتا ہے مگر پانی صرف وضو کے لائق موجود ہے یا نہانا مضر ہے وضو میں ضرر نہیں یا صبح کو اتنے تنگ وقت میں اُٹھا کہ فقط وضو کرکے نماز مل جائے گی نہانے سے نہ ملے گی تو ان سب صورتوں میں حکم ہے کہ وضو اصلاً نہ کرے صرف تیمّم کرے وہی جنابت وحدث دونوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔	۲۱۰
۸۰۴	۲	**مسئلہ:** تنگیِ وقت کے لئے تیمّم کہ مذہب امام زفر ہے معتمد کتابوں سے اس کی تائید مزید۔	۲۱۱
۸۰۴	۳	**مسئلہ:** ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً وضو کی حاجت ہے اور پانی اتنا ہے کہ سارا وضو ایک ایک بار ہو جائے گا ایک پاؤں کا حصہ بچ رہے گا تو کچھ نہ دھوئے صرف تیمّم کرے؛ یونہی نہانے کی حاجت میں پانی فقط وضو کے قابل ہو وضو نہ کرے یا سارا بدن دھو لینے کے قابل ہو مگر چند انگل جگہ باقی رہ جائے گی جب بھی کچھ نہ دھوئے صرف تیمّم کرے۔	۲۱۲
۸۰۴	۴	**مسئلہ:** ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا، آتا ہے تو ایک ساتھ، جاتا ہے تو ایک ساتھ، اس میں ٹکڑے نہیں۔	۲۱۳
۸۰۴	۵	**مسئلہ:** اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں صرف تیمّم کرے، یونہی نہانے میں اکثر بدن پر پانی نہیں ڈال سکتا تو جتنے پر ڈال سکتا ہے اس پر بھی نہ ڈالے فقط تیمّم کرے۔	۲۱۴
۸۰۴	۶	**مسئلہ:** وضو کیا یا نہایا اور کچھ جگہ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا تیمّم کرے یہ تیمّم ہی اس کی طہارت ہوگا جتنا بدن دھویا تھا بیکار ہوگیا۔ **اقول:** یعنی اس سے رفع حدث نہ ہوا نماز جائز نہ ہوئی ورنہ جتنے بدن پر پانی گزر گیا اس پر سے فرض ضرور ساقط ہوگیا یہاں تک کہ اگر مثلاً نہانے میں ایک بالشت جگہ بچ رہی تھی اور تیمّم کیا اب جو اتنا پانی ملے گا کہ اس بالشت بھر جگہ پر بہہ سکے تیمّم ٹوٹ جائے گا اور جب وہاں اسے بہالے گا اسی قدر سے پورا غسل اُتر جائے گا یوں ہی وضو میں اگر اس دھونے کے بعد حدثِ جدید نہ ہوا ہو۔	۲۱۵
۸۰۶	۵	**مسئلہ:** جنب کے پاس صرف وضو کے قابل پانی تھا اور اس نے حسب الحکم فقط تیمّم کر لیا اب کوئی حدث واقع ہوا تو وضو کرے اگلا تیمّم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا۔	۲۱۶

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۸۰۷	۱	**مسئلہ:** نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمّم کرے اس کے بعد اگر حدث ہو تو اس کے لئے دوسرا تیمّم کرے جیسے نہانے کے بعد حدث واقع ہو تو پھر وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔	۲۱۷
۸۰۸	۳	**مسئلہ:** نہایا اور مثلاً پیٹھ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا اب اتنا پانی پایا کہ نصف پیٹھ دھولے تو مناسب ہے کہ دھولے کہ جنابت جتنی کم ہو بہتر ہے آئندہ تھوڑا ہی پانی کافی ہو جائے گا۔	۲۱۸
۸۰۸	۴	**مسئلہ:** نہانے میں مثلاً پیٹھ کا حصہ اور اعضائے وضو باقی رہ گئے تیمّم کرلیا اب اتنا پانی ملا کہ چاہے پیٹھ دھولے چاہے وضو کرلے تو اسے اختیار ہے جس میں چاہے صرف کرے اور بہتر یہ کہ وضو کرے کہ اس میں سنت وفرض دونوں کی ادا ہے۔	۲۱۹
۸۱۴	۳	**مسئلہ:** اگر جنب وضو کرلے اتنے اعضا کی طہارت ہو جائے گی جب تک دوبارہ کوئی حدث نہ ہو، اب اگر پانی ملے جب بھی ان اعضاء کا دھونا ضرور نہ ہوگا صرف باقی بدن دھونے سے جنابت زائل ہو جائے گی، ان کی طہارت اسی معنی پر ہے نہ یہ کہ ان اعضاء سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے اس وضو سے قرآن مجید نہیں چھو سکتا اگرچہ ہاتھ دھل گئے، قرآن مجید پڑھ نہیں سکتا اگرچہ زبان دھل گئی مسجد میں قدم نہیں رکھ سکتا اگرچہ پاؤں دھل گئے یہ سب باتیں تو اسی وقت جائز ہوں گی جب پورا غسل کرلے ایک رونگٹا بھی دھونے سے رہ جائے گا تو ان میں سے کچھ نہیں کرسکتا۔	۲۲۰
۸۲۲	۶	**مسئلہ:** جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا کہ پانی نہ رہا اب حدث ہوا دونوں کیلئے ایک ہی تیمّم کرے اس کے بعد اگر [1] پانی اتنا ملا کہ وضو اور اس کا بقیہ دونوں کو کافی ہے تو یہ تیمّم دونوں کے حق میں ٹوٹ جائے گا وضو بھی کرے اور بقیہ بھی دھوئے اور [2] کسی کو کافی نہ ہو تو تیمّم دونوں کے حق میں باقی ہے اور [3] خاص ایک کو کافی ہے تو اسی کے حق میں تیمّم ٹوٹا اس میں پانی صرف کرے دوسرے کے حق میں تیمّم باقی ہے اور [4] اگر ان میں ہر ایک کو کافی ہو مگر دونوں نہ ہوسکیں تو جنابت کا بقیہ دھوئے اور امام محمد کے نزدیک حدث کا تیمّم دوبارہ کرے۔	۲۲۱
۸۲۳	۱	**مسئلہ:** جس چیز کا ہونا تیمّم سے مانع ہو اگر بعد تیمّم پائی جائے گی تیمّم ٹوٹ جائے گا اور جس کا ہونا تیمّم سے مانع نہ ہو اگر بعد تیمّم پائی جائے گی ناقض بھی نہ ہوگی۔	۲۲۲

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۸۲۴	۱	**مسئلہ:** جس چیز کے پائے جانے سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے اگر تیمّم کے وقت وہ موجود تھی تیمّم صحیح نہ ہوگا اور جس سے تیمّم نہیں ٹوٹتا وہ اگر وقتِ تیمّم ہو منع نہ کرے گی۔	۲۲۳
۸۲۴	۲	**مسئلہ:** نہانے میں پیٹھ کا حصہ رہ گیا پھر حدث ہوا اور تیمّم کیا اب پانی اتنا ملا کہ ان میں جسے چاہے دھوئے دونوں کو کافی نہیں اس صورت میں اسے حکم تھا کہ جنابت کا بقیہ دھولے اگر اس نے ان کا خلاف کرکے وضو کرلیا تو وہ تیمّم جنابت کے حق میں بھی بالاتفاق ٹوٹ گیا دوبارہ تیمّم کرے۔	۲۲۴
۸۲۵	۳	**مسئلہ:** جنب نے ابھی کوئی عضو نہ دھویا نہ تیمّم کیا کہ حدث ہوا اب نہائے خواہ تیمّم کرے ہر ایک سے جنابت وحدث دونوں زائل ہوجائیں گے لیکن اگر جنب اعضائے وضو دھو چکا اور باقی کل یا بعض بدن میں جنابت باقی ہے اس کے بعد حدث ہوا اب جتنا بدن جنابت میں دھونے سے رہ گیا تھا اتنا ہی دھونے سے غسل اُتر جائے گا مگر حدث نہ زائل ہوگا اس کیلئے وضو کرے یا پانی نہ رہے تو تیمّم۔	۲۲۵
۸۲۵	۴	**مسئلہ:** پانی مطہر مقتصر ہے یعنی جتنی جگہ گزرے گا اسی قدر کو پاک کرے گا مگر مٹّی مطہر شامل ہے کہ تیمّم میں ہاتھ صرف چہرہ وہر دودست پر گزرنے سے سارا بدن پاک ہوجاتا ہے۔	۲۲۶
۸۲۵	۵	**مسئلہ:** مٹی اگرچہ مطہر شامل ہے مگر جب جنابت کے ساتھ مستقل حدث موجود ہو جس کے محل کو جنابت محیط نہیں تو ان میں تیمّم اسی کیلئے مطہر ہوگا جس میں اس کی شرط یعنی پانی سے عجز متحقق ہو ورنہ نہیں مثلاً جنب نے وضو کرلیا باقی بدن کل یا بعض باقی رہا پھر حدث ہوا اب جنابت کیلئے تیمّم کیا اگر وضو کے قابل بھی پانی نہیں تو تیمّم سے جنابت وحدث دونوں اُتر جائیں گے اور اگر وضو کے لائق پانی موجود ہے بقیہ جنابت کے لائق نہیں تو تیمّم صرف جنابت کو زائل کرے گا حدث کیلئے وضو کرنا لازم ہوگا کہ یہ حدث محلِ جنابت سے جدا ہے لہٰذا اس کا تابع نہیں ہوسکتا۔	۲۲۷
۸۲۶	۱	**مسئلہ:** جنابت کے لئے تیمّم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔	۲۲۸
۸۲۶	۲	**مسئلہ:** صورتِ مذکورہ میں جنابت لوٹ آنے کے بعد اگر اسے پھر حدث ہو خواہ دوبارہ تیمّم جنابت سے پہلے یا بعد اور وضو کے قابل پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا یہ تیمّم جنابت اس حدث کو زائل نہ کرے گا کہ یہ حدث محل جُدا میں ہے تابع جنابت نہیں۔	۲۲۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۰	**مسئلہ:** اس صورت میں اگر وضو کے قابل بھی نہ ملے اور جنابت کیلئے تیمّم کرے حدث بھی اٹھ جائے گا مگر اسی وقت تک کہ وضو کے قابل پانی نہ ملے اگر ملے گا اور جنابت دھونے کے قابل نہ ہوگا تو وضو کرنا ہوگا جنابت کے حق میں تیمّم باقی رہے گا۔	۳	۸۲۶
۲۳۱	**مسئلہ:** جب حدث کا کوئی ذرہ محلِ جنابت سے جدا ہو تو وہ حدث مستقل ہے جنابت کا تابع نہیں جس کے قابل پانی موجود ہوگا اسے دھونا لازم ہوگا دوسرے کے قابل نہ ہوا تو اس کیلئے تیمّم کرے گا اور اگر کسی کے قابل نہیں تو دونوں کیلئے ایک تیمّم کافی تو ہوگا مگر یہ تیمّم ظاہراً ایک اور بلحاظ معنٰی دو تیمّم ہوں گے ایک جنابت کا ایک حدث کا ان میں جس کے قابل پانی پائے گا اس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے قابل نہ ہوا تو اس کے حق میں باقی رہے گا۔	۴	۸۲۶
۲۳۲	**مسئلہ:** جنابت جبکہ تمام موضع حدث کو شامل ہو وہ حدث تابع جنابت ہے اس کیلئے کوئی مستقل حکم نہیں اگر پانی غسل کو کافی نہیں اور وضو کو کافی ہے جب بھی وضو کی حاجت نہیں صرف تیمّم کافی ہے اور تیمّم کے بعد صرف وضو کے قابل پانی ملا جب بھی تیمّم نہ جائے گا نہ وضو ضرور ہوگا۔	۵	۸۲۶
۲۳۳	**مسئلہ:** جنب نے تیمّم کیا پھر حدث ہوا اور اس کیلئے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کرکے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔	۶	۸۲۶
۲۳۴	**مسئلہ:** صورتِ مذکورہ میں بعد عود جنابت بھی کتنے حدث ہوں سب کو وہی تیمّم جنابت رفع کردے گا وضو کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں اگر جنابت عود کرنے کے بعد تیمّم یا وضو کرلیا اور پھر حدث ہوا تو وضو لازم ہوگا۔	۱	۸۲۷
۲۳۵	**مسئلہ:** جنب نے تیمّم سے پہلے نماز پڑھ لی پھر حدث ہوا اور وضو کے لائق پانی ہے آئندہ نماز کیلئے وضو کرے اب اگر اس نے وضو کرکے موزے پہن لیے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے چھوڑ کر ایک میل یا زیادہ چلا گیا کہ پھر بے آب ہوگیا اب نماز کا وقت آیا اور وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کیلئے تیمّم کرے اس تیمّم کے بعد اگر حدث ہو تو وضو کرے اور اب موزوں پر مسح نہیں کرسکتا، موزے اتار کر پاؤں دھوئے اس لیے کہ اسے جنابت لاحق ہے اور جنابت میں موزوں کا مسح نہیں ہاں اگر اس بیچ میں پانی پر نہ گزرا جس سے جنابت عود کرتی تو مسح موزہ جائز ہے جب تک اس کی مدت باقی ہو۔	۳	۸۲۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۶	**مسئلہ:** جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کے لیے تیمّم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمّم کافی نہ ہوگا۔	۲	۸۳۳
۲۳۷	**مسئلہ:** جنب کو حدث بھی ہو اور نہانا مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو صرف تیمّم کافی ہے لیکن اگر تیمّم کرلیا پھر حدث ہوا تو وضو ضرور ہوگا۔	۳	۸۳۳
۲۳۸	**مسئلہ:** محدث اگر اتنا پانی پائے کہ منہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے، اور سر کا مسح کرلے نہ تین تین بار دھوسکے گا نہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بچے گا تو اسے تیمّم جائز نہیں ہوسکتا اُسی قدر کرے وضو ہوگیا اور اگر تیمّم سے تھا اور اتنا پانی پایا تیمّم جاتا رہا۔	۱	۸۳۴
۲۳۹	**مسئلہ:** حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمّم ان میں سے جس کی نیت سے چاہے کرلے کافی ہے کچھ تخصیص ضرور نہیں کہ حدثِ اصغر رفع کرتا ہو یا اکبر۔	۱	۸۳۵
۲۴۰	**مسئلہ:** سفر میں ہے وضو کی حاجت اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست ہے اور پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے، اس پر لازم ہے کہ نجاست دھوئے اور حدث کیلئے تیمّم کرے۔	۱	۸۴۶
۲۴۱	**مسئلہ:** اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا آٹا گوندھنے تک کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمّم کرلو دھیلے کا پانی پیسے کو ملتا ہے تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمّم کرلو۔	۷	۸۴۸
۲۴۲	**مسئلہ:** وضو کرنا ہے اور نجاست دھونا اور پانی ایک ہی کو کافی ہے تو نجاست دھوئے اور حدث کیلئے تیمّم کا اختیار ہے چاہے نجاست دھونے سے پہلے کرے مگر زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بعد کو کرے اور اگر پہلے کرچکا ہے تو بعد کو پھر کرلے۔	۱	۸۴۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۳	**مسئلہ:** وضو کرنا ہے اور جنابت کا کچھ حصہ باقی ہے وہ بھی دھونا ہے اور پانی ایک ہی کے قابل ہے جنابت کا حصہ دھوئے اور لازم ہے کہ حدث کیلئے تیمّم اس کے بعد کرے پہلے کرلیا تو جائز نہ ہوگا پانی خرچ ہونے کے بعد دوبارہ کرے۔	۲	۸۴۹
۱	**مسح الخفین**		
۱	**مسئلہ:** مسح موزہ کے عوض موزہ پہنے ہوئے پاؤں برتن میں ڈال دیا کہ پشت موزہ کو پانی پاؤں کی تین چھنگلیا کی قدر پہنچ گیا یا جس کے ہاتھ وغیرہ پر پٹی بندھی ہے اس نے ہاتھ برتن میں ڈال کر پٹی کو تر کرلیا اور اس کے سوا کوئی حصہ ہاتھ کا جس کا دھونا ہنوز اس پر لازم تھا داخل نہ ہوا تو مسح ادا ہوگیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔	۲	۲۵۸
۲	**مسئلہ:** دھونے کی بچی ہوئی تری سے مسح ہوسکتا ہے اور مسح کرلیا مسح نہ ہوا اور اگر عضو دھونے کے بعد جو تری ہاتھ میں رہی اس سے کیا تو ہوگیا۔	۳	۲۵۸
۳	**مسئلہ:** مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر مسح نہ کرنے پر اس پر خارجی ہونے کا گمان ہوتا ہو کہ وہ مسح جائز نہیں جانتے تو مسح ہی افضل ہے۔	۱	۳۳۰
۴	**مسئلہ:** شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہوجائے گا جبکہ اس مقدار تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں درکار ہے۔	۴	۴۱۹
۵	**مسئلہ:** غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔	۱	۵۷۹
۶	**مسئلہ:** موزہ اتارنے سے موزے کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث نہ ہوا اور موزہ خود ہی اتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے، ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔	۸	۸۱۵
	حیض و جنب		
۱	**مسئلہ:** زنِ حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغ حیض جب غسل کرے ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کرلے۔	۳	۵۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲	**مسئلہ**: جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دعا و ثنا ہو جنب وحائض بے نیت قرآن صرف دعا و ثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔	۴	۲۲۲
۳	**مسئلہ**: کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن پڑھنا جنب وحائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	۱	۲۲۳
۴	**مسئلہ**: صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب وحائض کو اجازت نہیں۔	۴	۲۲۳
۵	**مسئلہ**: تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب وحائض کو کافی نہیں۔	۳	۲۲۶
۶	**مسئلہ**: جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	۱	۲۳۲
۷	**مسئلہ**: جن آیات دعا و ثنا کے اول میں قل ہے ان میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	۲	۲۳۲
۸	**مسئلہ**: اسے حروفِ مقطعات والی دعا کی اجازت نہیں۔	۲	۲۳۲
۹	**مسئلہ**: جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں انہیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۶	۲۳۲
۱۰	**مسئلہ**: صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب وحائض خالص آیاتِ دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔	۶	۲۳۲
۱۱	**مسئلہ**: دَم کرنے کیلئے بھی جنب وہی خالص آیاتِ دعا و ثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔	۷	۲۳۲
۱۲	**مسئلہ**: فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔	۱	۲۳۳
۱۳	**مسئلہ**: لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مثلاً سورہ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرلے کہ یہ ایک دعا ہے اور اسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔	۵	۲۳۳
۱۴	**مسئلہ**: آیاتِ دُعا و ثنا کو بہ نیتِ دُعا و ثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے نہ لکھے جس میں آیات قرآنیہ ہوں۔	۶	۲۳۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۵	**مسئلہ:** حیض ونفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے وضو کرکے نمازکے اوقات پر تسبیح وتہلیل درود شریف پڑھ لیا کرے تہجد کی عادت ہو تواس وقت بھی۔	۲	۲۳۸
	انجاس		
۱	**مسئلہ:** نجاست کہ تین پانیوں سے دھوئی جاتی ہے۔پہلا پانی جس چیز کو لگے وہ تین بار دھونے سے پاک ہوگی اور دوسرا پانی لگے تو دوبار اور تیسرا تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہوجائے گی۔	۱	۳۳
۲	**مسئلہ:** ناپاک بُوندیں برتن کے اوپر گریں اور اندر پانی ہے یا اندر ہی بوند گری مگر جہاں پانی تھا اس جگہ سے اوپر گری تو پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں اندر کی بوند پر نہ گزرے۔	۲	۳۳
۳	**مسئلہ:** سوتے میں جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئی اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے۔	۱	۳۵
۴	**مسئلہ:** بدن مکلّف سے جو چیز نکلے اور وضو نہ جائے وہ ناپاک نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ناپاک نہ ہو اس سے وضو نہ جائے۔	۴	۳۵
۵	**مسئلہ:** صحیح یہ ہے کہ ریح جو انسان سے خارج ہوتی ہے پاک ہے۔	۵	۳۵
۶	**مسئلہ:** صحیح یہ ہے کہ آب بنی پاک ہے۔	۶	۳۵
۷	**مسئلہ:** خون پیشاب وغیرہ فضلات جب تک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں۔	۲	۳۶
۸	**مسئلہ:** میت کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔	۴	۳۶
۹	**مسئلہ:** نجس چیز دوبارہ نجس ہوسکتی ہے ولہٰذا اگر شراب پیشاب میں پڑجائے پھر سرکہ ہوجائے پاک نہ ہوگی۔	۵	۳۶
۱۰	**مسئلہ:** : بچے نے دودھ پیا اور معدے تک پہنچا ہی تھا کہ فوراً ڈال دیا وہ دودھ نجس ہے جب کہ منہ بھر کر ہو روپے بھر جگہ سے زیادہ جس چیز پر لگ جائے گا ناپاک کردے گا۔	۴	۶۸
۱۱	**مسئلہ:** پانی پیا اور ابھی سینے ہی تک پہنچا تھا کہ اوچھو سے نکل گیا وہ ناپاک نہیں نہ اس سے وضو جائے یوں ہی دودھ۔	۵	۶۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۲	**مسئلہ:** ہر جاندار کا پِتّا اس کے پیشاب کے حکم میں ہے مثلاً آدمی کے پِتّے نجاستِ غلیظہ ہیں، گھوڑے گائے کے نجاست خفیفہ۔	۷	۶۸
۱۳	**مسئلہ:** ہر جانور کی جگالی اس کے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے مثلاً اونٹ، گائے، بھینس، بکری کی نجاست خفیفہ اور جلّالہ کی غلیظہ۔	۸	۶۸
۱۴	**مسئلہ:** سوئی کی نوک کے برابر باریک باریک بُندکیاں نجس پانی یا پیشاب کی کپڑے یا بدن پر پڑ گئیں معاف رہیں گی اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں ہو جائیں مگر پانی پہنچا اور نہ بہا، یا غیر جاری پانی میں وہ کپڑا گر گیا تو نجس ہو جائے گا اور اب اس کی نجاست سے کپڑا بھی ناپاک ٹھہرے گا۔	۶	۱۳۵
۱۵	**مسئلہ:** جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے اسے نکال کر آس پاس سے تھوڑا گھی پھینک دیں جہاں تک اس کی نجاست سرایت کرنے کا ظن ہو باقی پاک ہے۔	۲	۲۷۷
۱۶	مسئلہ: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا یا پاک میں ناپاک اور اس ناپاک میں صرف سیل باقی تھی وہ سیل پاک میں بھی آجائے تو اس سے ناپاک نہ ہوگا، ہاں تری آجائے تو ناپاک ہو جائے گا۔	۲	۲۷۸
۱۷	**مسئلہ:** چُونا اگرچہ ناپاک مٹی میں بجھایا گیا ہو تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اگرچہ چُونا مرئی ہے۔	۲	۳۲۰
۱۸	مسئلہ: شیرہ انگور نچوڑتا اور وہ بہہ رہا ہے کہ خون وغیرہ کی چھینٹ اس میں پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہوا شیرہ پاک و حلال رہے گا۔	۵	۳۶۰
۱۹	**مسئلہ:** بہتی چیز ناپاک ہو کر جم گئی دھونے سے پاک ہو جائے گی اقول ظاہراً یہ اس شے میں ہو کہ جمنے کے بعد پھر سیلان کی طرف اس کا اعادہ دشوار ہو ورنہ جاڑے میں تایا ہوا گھی ناپاک ہو کر جم گیا اس کا ٹکڑا لے کر اُوپر سے پانی بہائیں یا ناپاک پانی سے برف جما کر دھولیں، اور اندر تک پاک ہو جائے یہ محلِ تامل و محتاج تصریح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔	۴	۳۶۶
۲۰	**مسئلہ:** بکری کا شیر خوار بچہ مر گیا اس کے پیٹ میں جو دودھ ہے پاک رہے گا اس کی موت سے ناپاک نہ ہوگا۔ یہی صحیح مذہبِ امام ہے اور صاحبین کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا لیکن جب جم جائے اوپر سے دھوڈالیں پاک ہو جائے گا۔	۱	۳۶۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۱	**مسئلہ:** نجاست دھونے میں ضرور ہے کہ دھونے والا پانی زائل ہو جائے اور نجاست کے زوال کا ظن غالب ہو جائے جسے غیر مرئیہ میں تین بار دھونے سے مقدر کیا ہے۔	۲	۳۶۷
۲۲	**مسئلہ:** ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔	۳	۴۱۱
۲۳	**مسئلہ:** نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے قلبِ ماہیت سے نجاست نہ رہی ہاں اس کے بدن پر جو نجاست کا اثر ہے اس سے ناپاک ہے یہاں تک کہ اگر اسے دھودیں پھر پانی میں گرے حرج نہ کرے گا اور قدرے درم کپڑے سے زیادہ اگر کپڑے میں بندھے ہوئے نماز پڑھے مضائقہ نہیں۔	۴	۴۱۱
۲۴	**مسئلہ:** دائیں چلانے میں بیل پیشاب گوبر کردیں ناج کا حصہ کچھ ضرور ناپاک ہو جاتا ہے مگر تمیز نہ رہی محل مجہول ہو گیا اب اگر وہ ناج بٹ گیا دونوں حصے پاک ہو گئے یا اس میں سے کچھ کسی کو ہبہ کردیا یا فقیر کو دے دیا جب بھی دونوں جانب طہارت کا حکم ہے جو حصہ نکل گیا اس کے لئے پاک ہے اور جو باقی رہا اس کے لئے پاک ہے۔	۳	۴۳۸
۲۵	**مسئلہ:** کپڑا ناپاک ہو گیا اور جگہ یاد نہ رہی کہیں سے پاک کرلیا جائے پاک ہو جائے گا، ہاں اگر بعد کو یاد آیا کہ ناپاکی دوسری طرف تھی تو پھر پاک کرنا ہوگا اور جو نمازیں پڑھی ہیں پھیری جائیں گی۔	۴	۴۳۸
۲۶	**مسئلہ:** ریشم کا کیڑا اور اس کا تخم اور بیٹ اور کیڑا کہ زخم وغیرہ نجاستوں سے پیدا ہو سب پاک ہیں۔	۱	۴۴۵
۲۷	**مسئلہ:** جو جانور بہتا خون نہ رکھتا ہو پانی اس کے مرجانے سے ناپاک نہ ہوگا اگرچہ ریزہ ریزہ ہو جائے، ہاں جب اس کے اجزا جدا کرنا ممکن نہ رہے گا تو اسے پینا یا اس کا شوربا بنانا حرام ہو جائے گا صرف دو جانوروں میں یہ بھی حلال رہے گا ٹیری اور وہ مچھلی کہ خود مر کر نہ اترا آئی ہو۔	۲	۴۴۵
۲۸	**مسئلہ:** جانور کا منہ ناپاک ہو گیا تھا اس نے چار برتنوں میں منہ ڈالا، پہلے تین ناپاک ہو گئے چوتھا پاک رہا۔	۴	۴۴۷
۲۹	**مسئلہ:** گوشت کا خون کہ رگوں کا خون نکل جانے کے بعد خود گوشت میں باقی رہتا ہے پاک ہے اور حلال جانور ہو تو حلال بھی ہے۔	۶	۴۴۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۰	**مسئلہ:** دودھ، گھی، تیل، روغنِ زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہیں کرتا۔	۳	۴۸۶
۳۱	**مسئلہ:** سرکہ یا چنے یا باقلا کا پانی جبکہ گاڑھانہ ہوگیا ہو نجاست کو پاک کردے گا اقول: مگر بلاضرورت ایسی اشیاء سے دھونا جائز نہیں کہ مال ضائع کرنا ہے اور چنے وغیرہ میں رزق کی بے ادبی بھی، زرقانی علی المواہب میں روایت میں ہے کہ ہر دانے پر قلمِ قدرت سے اتنی عبارت لکھی ہوتی ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا رزق فلان بن فلان۔ بسم اللہ شریف کے بعد یہ دانہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے۔ وہ دانہ اس کے سوا کسی دوسرے کے پیٹ میں نہیں جاسکتا۔ فقیر کہتا ہے بہت دانے ایسے ہوتے ہوں گے کہ آٹا پس کر اس کے کچھ اجزا ایک روٹی میں گئے کہ زید نے کھائی کچھ دوسری میں کہ عمرو نے، تو ایسے دانے کے اس حصے پر زید کا نام مع ولدیت لکھا ہوگا اور اس حصے پر عمرو کا، یوں ہی اگر وہ دانہ چار شخصوں میں منقسم ہوا تو چاروں حصوں پر چاروں نام درج ہوں گے اور بعض دانے یونہی ضائع ہوجاتے ہیں ان پر کسی کا نام نہ ہوگا۔ فسبحٰن اللہ القدیر علٰی مایشاء عز جلالہ وعم نوالہ ۱۲ اغفرلہ وحفظہ ربہ تبارک وتعالٰی۔	۴	۴۸۶
۳۲	**مسئلہ:** دَلدار نجاست غلیظہ میں ساڑھے چار ماشے وزن معتبر ہے کہ اس سے زائد میں نماز باطل ہوگی اس کا دھونا فرض ہے اور اس قدر میں مکروہ تحریمی اور دھونا واجب اور کم میں اساءت اور دھونا سنت، اور رقیق میں روپے بھر کی مساحت کا اعتبار ہے کہ اتنی جگہ میں پھیلی ہوئی نہ ہو اور زائد ومساوی وکم میں وہی احکام۔	۲	۴۸۷
۳۳	**مسئلہ:** ناپاک تیل کپڑے پر پڑا اس وقت روپے بھر نہ تھا پھر پھیل کر زیادہ ہوگیا تو صحیح تر یہ ہے کہ مانع جوازِ نماز ہوگا یہاں تک کہ اگر دو رکعتیں پڑھیں اس وقت تک اتنا نہ پھیلا وہ نماز ہوگئی مثلاً دو ۲ رکعتیں اور پڑھیں اور ان میں سلام سے پہلے پھیل کر روپے بھر سے زیادہ ہوگیا یہ نماز نہ ہوئی۔	۳	۴۸۷
۳۴	**مسئلہ:** رقّت اور سیلان اور جامد ہونے کی اصل حقیقت میں مصنّف کی تحقیق کہ اس فتاوٰی کے سوا کہیں نہ ملے گی۔	۴	۴۸۷
۳۵	**ف:** عرف فقہاء میں رقیق وبے جِرم کے ایک معنی ہیں اور کثیف وغلیظ وثخین وذی جِرم کے ایک۔	۱	۴۹۱

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۹۱	۲	**مسئلہ:** موزے یا جوتے میں کوئی جِرم دار نجاست مثل لید گوبر کے لگ جائے یا پیشاب وغیرہ رقیق نجاست مٹی یا ریت سے جِرم دار ہوجائے تو اتنا رگڑ دینے سے کہ اس کا اثر زائل ہوجائے طہارت ہوجائے گی ولہٰذا جوتے کے تلے کہ موضع نجاست پر گزر کر پاک زمین یا ریتے پر چلے اور مٹی یا ریت اس سے مل کر سوکھ کر جھڑ گئی جوتا پاک ہوگیا۔	۳۶
۴۹۲	۱	**مسئلہ:** موزے یا جوتے پر اوپر کی جانب پیشاب کی چھینٹیں پڑیں کہ وہاں ریتا مٹی نہ پہنچایا۔ تَلا پیشاب سے ناپاک ہوا اور بغیر مٹی وغیرہ سے دَلدار ہوئی سوکھ گیا تو اب بے دھوئے طہارت نہ ہوگی۔	۳۷
۴۹۲	۲	**مسئلہ:** ذی جِرم وہ ہے کہ سوکھنے کے بعد اس کا اُبھرا ہوا دَل باقی رہے اور بے جِرم وہ کہ بالکل پھیل جائے دل اصلاً نہ رہے خشک ہونے پر اُبھار نظر نہ آئی اگرچہ رنگ باقی رہے۔	۳۸
۵۵۵	۱	**مسئلہ:** شریعت کا قاعدہ کُلیہ ہے کہ دربارہ نجاست شک وظن کا اعتبار نہیں اور اس کی مفید مثالیں۔	۳۹
۵۶۳	۲	**مسئلہ:** رِحم کی رطوبت پاک ہے۔	۴۰
۵۶۳	۵	**مسئلہ:** شہید کا خون جب تک اُس پر ہے پاک ہے اگر اسے اٹھا کر نماز پڑھی صحیح ہے، ہاں اگر اس سے جدا ہوکر مصلّی کے بدن یا کپڑے کو درم بھر سے زائد لگ جائے نماز نہ ہوگی کہ شہید سے جدا ہونے کے بعد اُسے حکمِ نجاست دیا جاتا ہے۔	۴۱
۵۷۵	۲	**مسئلہ:** زمین پر پیشاب پڑ کر خشک ہوگیا اثر نہ رہا پاک ہوگئی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر تیمّم نہیں ہوسکتا۔	۴۲
۵۷۶	۱	**مسئلہ:** گائے، بکری، گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو پیشاب کرنے میں چھینٹیں پڑتی ہیں یا دھار پڑے بہرحال خشک ہوکر ان کا بدن پاک ہوجاتا ہے۔	۴۳
۵۷۶	۲	**مسئلہ:** جُوتے میں کوئی جِرم دار نجاست لگے اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہوکر جھڑ جائے جوتا پاک ہوجائے گا۔	۴۴
۵۷۶	۳	**مسئلہ:** گائے، بکری، گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو لید گوبر مینگنیاں لگ جاتی ہیں جب سوکھ کر لیٹنے، لوٹنے، بدن کھجانے سے جھڑ کر صاف ہوجائیں ان کا بدن پاک ہوجاتا ہے۔	۴۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۶	**مسئلہ:** مثلاً گھوڑے کو نہلایا اُس کی چھینٹیں اس کے کپڑوں یا بدن پر پڑیں کچھ حرج نہیں جب تک نجاست ثابت نہ ہو۔	۴	۵۷۶
۴۷	**مسئلہ:** گھوڑے کا پسینہ پاک ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس کے بدن پر خاص اس جگہ نجاست ہے۔	۵	۵۷۶
۴۸	**مسئلہ:** سوار نے گھوڑا پانی میں اتارا اس نے بھیگی دُم ہلائی جس کی چھینٹیں اس کے بدن اور کپڑوں پر آئیں کچھ مضائقہ نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس وقت اس کی دم ناپاک تھی اور اتنے پانی پر گزرنے سے پہلے جس سے پاک ہو جاتی اس کی چھینٹیں آئیں۔	۶	۵۷۶
۴۹	**مسئلہ:** بکری کا بچہ اس وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبتِ رحم سے گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں اور اگر پانی میں گر گیا پانی ناپاک نہ ہوگا کہ فرج کی رطوبت پاک ہے اور خشک ہونے کے بعد اسے اٹھا کر نماز پڑھی یا پانی میں گرا تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں کہ صاحبین کے نزدیک اگرچہ رحم کی رطوبت ناپاک تھی خشک ہونے سے اس کا بدن پاک ہو گیا۔	۷	۵۷۶
۵۰	**مسئلہ:** زمین خشک ہونے سے نجاست سے بالکل صاف نہیں ہو جاتی خفیف نجاست باقی رہتی ہے جو غیرِ تیمّم مثل نماز وغیرہ میں عفو ہے۔	۱	۵۸۸
۵۱	**مسئلہ:** کسی شے کا کسی شخص یا شے کے حق میں نجس ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ بوجہ نجاست اس شخص کے لیے یا اس شے میں جائز الاستعمال نہیں اور اس کے حق میں پاک ہونا یہ کہ ایسی نجاست نہ رہی کہ اس کو یا اُس میں استعمال ناروا ہو اگرچہ واقع میں کچھ نجاست باقی ہو۔	۲	۵۸۸
۵۲	**مسئلہ:** نجاست غیر مرئیہ مثل پیشاب وغیرہ میں تین بار دھونے اور ہر بار اتنا نچوڑنے کا حکم ہے کہ بوند نہ ٹپکے اب اگر ایک کپڑا زید نے نچوڑا کہ اسکے نچوڑنے سے اب اس میں سے بوند نہ ٹپک سکی لیکن عمرو کہ زید سے زیادہ قوی ہے۔ اگر نچوڑتا تو ابھی اور ٹپکتی اس صورت میں وہ کپڑا زید کے حق میں پاک ہو گیا اسے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر عمرو کے حق میں ناپاک ہے اسے جائز نہیں۔	۳	۵۸۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	**مسئلہ:** جو چیزیں کہ بے دھوئے پاک ہوجانے کا حکم دیا ہے جیسے خشک ہونے سے زمین، جھاڑنے سے منی، رگڑنے سے جوتا، دباغت سے کھال، پونچھنے سے چھری، ان میں اختلاف ہے کہ پانی پڑنے سے ناپاک ہوں گی یا نہیں اور صحیح سب میں یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوں گی۔	۸	۵۸۸
۵۴	**مسئلہ:** تحقیق یہی ہے کہ خشک ہونے سے زمین، جھاڑنے سے منی، رگڑنے سے جوتا، دباغت سے کھال اگرچہ ایسی پاک ہوجاتی ہیں کہ پانی پڑنے سے بھی نجاست عود نہیں کرتی مگر یہ حقیقۃً کمال طہارت وزوال جملہ اجزائے نجاست نہیں بلکہ خفیف اجزاء باقی رہتے ہیں جو پانی کے حق میں بھی معاف ہیں۔	۱	۵۸۹
۵۵	**مسئلہ:** موت سے بدن میت میں نجاست حقیقیہ پیدا ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک حکمیہ، زیادہ قرین قیاس وہ ہے اور زیادہ مناسب یہ۔	۱	۶۱۱
۵۶	**ف:** معاصی ومکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ لاتا ہے اگرچہ ان سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۶۱۱
۵۷	**مسئلہ:** غسل سے پہلے اگر میت کا کوئی عضو آب قلیل میں پڑ جائے تو احتیاطًا پانی غیر طاہر کہا جائے گا۔	۱۷	۶۱۲
۵۸	**مسئلہ:** کافر کا مُردہ یقینا نجس خبیث ناپاک نجاست عین ہے لاکھ دریاؤں سے نہلائیں پاک نہیں ہوسکتا ع ہرچہ شوئی پلید تر باشد اس کا رونگٹا بھی اگر دہ دردہ سے کم پانی میں پڑ جائے گا پیشاب کی طرح سب کو نجس کردے گا۔	۱۸	۶۱۲
۵۹	**مسئلہ:** نجاست تین بار خوب دھولی اور کپڑا ہر بار پورا نچوڑ لیا مگر نجاست کا دھبّا یا بُو یا نجس شدہ تیل کی چکنائی نہیں جاتی تو یہ معاف ہے کپڑا پاک ہوگیا اور صابُون یا گرم پانی سے دھونے یا کھٹائی وغیرہ لگانے کی ضرورت نہیں۔	۶	۶۳۲
۶۰	**مسئلہ:** نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے نجاست حقیقیہ اگر غلیظ ہو تو درم بھر اور خفیفہ ہو تو ربع ثوب سے کم معاف ہے اور حکمیہ کا ذرہ بھی معاف نہیں۔	۱	۶۴۸

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۷۰۷	۵	**مسئلہ:** گوبر وغیرہ نجاسات جب جل کر بالکل راکھ ہوجائیں جس میں اصلاً جان نہ رہے تو وہ راکھ پاک ہے۔ **تنبیہ ضروری: اقول:** جب تک آگ ہے راکھ نہ ہوئی ضرور اس میں جان باقی ہے اس وقت تک وہ ہرگز پاک نہیں بعض جاہلان بدایوں کو دیکھا گیا کہ ایک پیالی میں اُپلے کی آگ پر لوبان ڈال کر مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم قبر پر رکھی اول تو معاذاللہ قبر اور آگ اور وہ بھی اُپلے کی نجس ناپاک۔ غنیمت ہے کہ منع کئے سے اُٹھالی۔ ۱۲ محی الدین عفاعنہ	۶۱
۷۴۷	۲	مسئلہ: جانور کے بدن کو جو نجاست لگی سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہوجاتی ہے۔	۶۲
		استنجاء	
۵۵	۴	**مسئلہ:** بڑے استنجاء میں سنت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے نیچے کو زور دے کہ جتنے حصہ مخرج کاظاہر ہوسکے ظاہر ہو کہ سب نجاست دھل جائے۔	۱
۵۵	۵	**مسئلہ:** یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجاء میں مذکور ہوا روزہ دار کے لیے نہیں وہ ایسا نہ کرے۔	۲
۵۵	۶	**مسئلہ:** بڑا استنجاء ڈھیلوں سے کرکے وضو کرلیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجاء اس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کرلے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔	۳
۱۴۵	۴	**مسئلہ:** استنجاء سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ اٹھا ہو، ہاں سوتے سے اُٹھا اور بدن پر کوئی نجاست تھی تو زیادہ تاکید یہاں تک کہ سنت مؤکدہ ہے۔	۴
۳۱۶	۱	**مسئلہ:** استنجاء کرنے کے لئے خاص پانی شرط نہیں ہر چیز پاک کہ نجاست کاازالہ کردے کافی ہے۔	۵
۴۰۸	۵	**مسئلہ:** ڈھیلے سے استنجاء پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو۔	۶
۵۶۵	۱	**مسئلہ:** اگر نجاست موضع بول وبراز سے آگے نہ بڑھی ہو تو ڈھیلا لینے سے پاک ہوجاتی ہے اس کے بعد جو پانی سے استنجاء کریں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا ہاں اگر اس موضع سے کچھ آگے بڑھی تھی تو اتنی جگہ ڈھیلے سے پاک نہ ہوگی صرف خشک ہوجائے گی استنجاء کا پانی ناپاک ہوجائے گا اور اگر درم بھر سے زیادہ اس موضع سے جدا پھیلی تھی اور بغیر پانی سے پاک کی نماز پڑھے نماز نہ ہوگی اور پورے درم بھر لگی تھی تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور اس سے کم تھی تو پھیرنا بہتر ہے۔	۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	مسائل نماز		
۱	**مسئلہ:** صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع و سجود وغیرہ کسی حالت میں زانو کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں۔	۳	۲۶
۲	**مسئلہ:** ایسے جبّے کا گریبان اتنا وسیع ہے کہ اس کے اندر سے اپنے ستر تک نظر جاپڑی کچھ حرج نہیں، ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے نماز میں یا وضو فاسد جب بھی نہ ہوں گے۔	۴	۲۶
۳	**مسئلہ:** عورت کو طلاق رجعی دی تھی یہ نماز پڑھ رہا تھا اتفاقاً عورت کی فرج داخل پر نظر بشہوت جاپڑی رجعت ہوگئی اور نماز و وضو میں کچھ خلل نہیں، ہاں قصداً ایسا کرے تو کراہت ہے۔	5	۲۶
۴	**مسئلہ:** مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی اگرچہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو عورت کی نماز نہ جائے گی۔	۱	۲۷
۵	**مسئلہ:** نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جاپڑی جب بھی نماز وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہوجائیں گی جبکہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔	۲	۲۷
۶	**مسئلہ:** نماز میں منہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔	۲	۱۵۶
۷	**مسئلہ:** خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔	۲	۱۵۸
۸	مسئلہ: نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے اِدھر اُدھر دیکھے تو مکروہ نہیں، ہاں بے حاجت ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔	5	۱۷۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	مسئلہ: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنّتِ مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔	۷	۱۷۶
۱۰	مسئلہ: نماز میں مٹی سے بچانے کیلئے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔	۲	۲۰۲
۱۱	مسئلہ: نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پوچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۳	۲۰۲
۱۲	مسئلہ: گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کیلئے کپڑا دہنے بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلاحاجت کراہت۔	۴	۲۰۲
۱۳	مسئلہ: نمازی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز وغیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ وخلاف اولٰی ہے۔	۶	۲۰۲
۱۴	مسئلہ: سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے جب تو مطلقاً اسے پونچھنے میں حرج نہیں اور نہ اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔	۷	۲۰۲
۱۵	مسئلہ: اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کیلئے یا خالص ریشمی عورت کیلئے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے واللہ تعالٰی اعلم۔	۱	۲۰۳
۱۶	مسئلہ: مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلاحائل ہو۔	۹	۲۰۳
۱۷	مسئلہ: شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہہ ہو جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھاسکے اس پر لحاظ نہ کرے شیطان کہے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے لے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔	۱	۲۱۲

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۲۲۶	۵	**مسئلہ:** نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔	۱۸
۲۲۶	۶	**مسئلہ:** نمازی نماز میں ہے اس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ، اس نے اس کا کہنا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔	۱۹
۲۲۷	۵	**مسئلہ:** نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہو جائے گی۔	۲۰
۲۳۰	۳	**مسئلہ:** نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمدلله، رنج کی خبر پر انّاللّٰہ وانّاالیه راجعون کہا نماز جاتی رہے گی، ہاں اگر کسی نے پکارا اسے یہ جتانے کیلئے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحان اللّٰہ یا لاالٰہ الااللّٰہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔	۲۱
۲۵۵	۶	**مسئلہ:** ناپاک زمین پر پاک جوتا یا موزے پہن کر کھڑا ہو اور نماز پڑھے نماز نہ ہوگی، ہاں جوتے اتار کر ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو ہو جائے گی۔	۲۲
۳۹۸	۹	**مسئلہ:** درباره وقت عشاء جو قول صاحبین پر بعض نے فتوٰی دیا علامہ نوح نے فرمایا اس پر اعتماد جائز نہیں۔	۲۳
۴۰۳	۷	**مسئلہ:** نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہہ لے۔	۲۴
۵۸۲	۱	**مسئلہ:** دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام وگناہِ کبیرہ ہے۔	۲۵
۵۸۴	۳	**مسئلہ:** جب جانے کے اب سویا تو نماز جاتی رہے گی اس وقت سونا حلال نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو۔	۲۶
۵۸۴	۴	**مسئلہ:** ایسے وقت میں سویا کہ عادۃً وقت میں آنکھ کھل جاتی اور اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔	۲۷
۶۱۱	۱۶	**مسئلہ:** پیش از غسل اگر کسی مردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی احتیاطاً فساد نماز کا حکم دیا جائے گا۔	۲۸
۶۱۲	۲ب	**مسئلہ:** جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اس پر سے جمعہ وجماعت ساقط ہیں۔	۲۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۰	**مسئلہ:** بوڑھا ضعیف شخص گھوڑے یا اُونٹ پر سوار ہے اور خود اترنے چڑھنے پر قادر نہیں اور کوئی مدد دینے والا نہیں یا وہ اُجرت مانگتا ہے اور یہ دے نہیں سکتا یا اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا نقد چاہتا ہے اور یہاں اس کے پاس نہیں ان سب صورتوں میں سواری ہی پر نماز پڑھے۔	۱	۶۱۷
۳۱	**مسئلہ:** عورت سواری پر ہے اور چڑھانے اتارنے کو نہ شوہر نہ محرم سواری ہی پر نماز پڑھے۔حج میں شقدف نشین عورتوں کو یہ صورت اکثر پیش آتی ہے یہ بھی ایک مصلحتِ شرع ہے جس کیلئے اس نے بغیر محرم کے عورت پر سفر حرام فرمایا۔	۲	۶۱۷
۳۲	**مسئلہ:** سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے اُتر کر چڑھنے نہ دے گا اسی پر نماز پڑھے۔	۶	۶۱۷
۳۳	**مسئلہ:** اُترنے چڑھنے میں مرض بڑھے گا سواری ہی پر نماز پڑھے۔	۱	۶۱۸
۳۴	**مسئلہ:** کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھ کر نماز پڑھنی لازم ہے۔	۲	۶۱۸
۳۵	**مسئلہ:** فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب،ہاں اگر جمعہ شہر میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے اور اس کا امام فاسق ہے تو بمجبوری اس کے پیچھے پڑھے کہ دوسری جگہ جمعہ نہ مل سکے گا اور اگر جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو تو اسے بھی فاسق کے پیچھے پڑھنا منع۔اقول: مگر اس صورت میں کہ صالحین کی امامت سے جمع پہلے ہو چکا اب دوسری جگہ نہ ملے گا یا اسے بوجہ مرض وغیرہ اور جگہ جانے کی طاقت نہیں۔	۶	۶۱۸
۳۶	**مسئلہ:** عیدین کی نماز ہر امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں بھی مثل جمعہ لازم کہ امام خود سلطانِ اسلام یا اس کا نائب یا ماذون ہو اور اُن میں کوئی نہ ہو تو بمجبوری جسے مسلمانوں نے امامِ جمعہ مقرر کیا ہو۔	۷	۶۱۸
۳۷	**مسئلہ:** سورج گہن میں بھی صرف امام معیّن جمعہ امامت کرسکتا ہے۔	۸	۶۱۸
۳۸	**مسئلہ:** سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں صرف مستحب ہے جبکہ امامِ جمعہ حاضر ہو۔یہ بھی جائز کہ ہر شخص اپنے گھر یا مسجد میں تنہا پڑھے۔	۹	۶۱۸
۳۹	**مسئلہ:** گہن چھوٹ جائے تو اس کے بعد گہن کی نماز نہیں۔	۱۱	۶۱۸
۴۰	**مسئلہ:** ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا تو جب تک وقت باقی ہے ان کی قضا کا حکم ہے بعد وقت نہ ہوسکے گی۔	۱۲	۶۱۸
۴۱	**مسئلہ:** نمازِ تہجّد مستحب ہے۔	۴	۶۱۹

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۱۹	۵	**مسئلہ:** صبح کی سنتیں قضاہو جائیں تو بلندی آفتاب کے بعد ضحوہ کبرٰی سے پہلے تک ان کی قضا صرف مستحب ہے۔	۴۲
۶۲۰	۱	**مسئلہ:** مصنّف کی تحقیق کہ مستحب نماز کاوقت جاتاہو تواس کیلئے تیمّم روانہیں۔	۴۳
۶۲۱	۲	**مسئلہ:** چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنّتِ مؤکدہ قریب بواجب۔	۴۴
۶۲۲	۳	**مسئلہ:** سورج گہن کی نماز میں مناسب یہ ہے کہ عیدگاہ میں پڑھیں یا مسجدِ جمعہ میں۔	۴۵
۶۲۲	۷	**مسئلہ:** معاذاللہ جو بات ہولناک ہو جیسے سخت آندھی، کڑک، زلزلہ، مینہ یا برف لگاتار برسے جانا دن کو اندھیری رات کو خوفناک روشنی ان سب میں مستحب ہے کہ مسلمان نفل نماز سے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔	۴۶
۶۲۳	۱	**مسئلہ:** شہر سے باہر سواری پر نمازِ نفل اشارے سے جائز ہے مگر چڑھنا اترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دور ہو تو تیمّم اجازت نہیں۔	۴۷
۶۲۳	۳	**مسئلہ:** اگر پانی سے طہارت کرکے وقت میں فرض پاسکتاہے سنتیں یاوتر نہ ہوسکیں گے تو تیمّم کی اجازت نہیں پانی سے طہارت کرکے تنہافرض پڑھ لے اور وتروں کی قضاپڑھے سنتیں گئیں۔	۴۸
۶۲۴	۳	**مسئلہ:** مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہوئی اور ناپاک ہے کہیں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں اگر جلدی کرکے وہاں سے نکل سکتااور پاک زمین نماز کیلئے پاسکتاہو تو ایسا ہی کرے اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتارہے گا تو وہیں اشارے سے پڑھ لے اور اس نماز کا پھیرنا بھی ضرور نہیں۔	۴۹
۶۲۶	۴	**مسئلہ:** سفر قلیل یا کثیر کافرق تین مسئلوں میں ہے قصر نماز وافطار صوم و مسح موزہ۔ باقی پانی میل بھر دور ہونے کیلئے تیمّم یاآبادی سے باہر سواری پر نفل پڑھنے میں کچھ مدّت سفر درکار نہیں اپنے شہر سے باہر سیر وشکار یا کسی کام کو گیاہو جب بھی یہ اجازتیں ہیں۔	۵۰
۶۲۷	۳	**مسئلہ:** چندآدمی برہنہ ہیں ان کے پاس ستر عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ ایک اسے باندھ کرپڑھ لیتاہے تو دوسرے کو دیتاہے ان میں جو یہ جانے کہ مجھ تک باری اس وقت پہنچے گی کہ وقت جاتارہے گا وہ اخیر وقت کے قریب انتظار کرکے یونہی پڑھ لے پھر پھیرے۔	۵۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۲	**مسئلہ:** کشتی یا ریل یا کسی تنگ مکان میں لوگ جمع ہیں کہ کھڑے ہو کر نماز کی گنجائش نہیں جب وقت جاتا دیکھے بیٹھ کر پڑھ لے پھر پھیرے۔	۴	۶۲۷
۵۳	**مسئلہ:** کپڑا ناپاک ہے اور اس کے سوا ستر عورت کے قابل پاک کپڑا نہیں اور پانی دھونے کو موجود ہے مگر جتنی دیر میں اسے پاک کرے وقت جاتا رہے گا یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔	۵	۶۲۷
۵۴	**مسئلہ:** مریض اس وقت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا مگر ظن غالب ہے کہ کچھ دیر کے بعد قیام پر قادر ہو جائے گا لیکن انتظار میں وقت جاتا ہے بیٹھ کر پڑھ لے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔	۶	۶۲۷
۵۵	**مسئلہ:** مریض اس وقت وضو یا غسل سے عاجز ہے مگر جانتا ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد قادر ہو جائے گا۔ مثلاً صبح کو نہانے کی حاجت ہے ٹھنڈے وقت میں اسے پانی سے ضرر ہوتا ہے دن چڑھے نقصان نہ ہوگا تو وقت میں تیمّم سے پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۷	۶۲۷
۵۶	**مسئلہ:** کپڑے والے نے برہنہ سے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو تجھے کپڑا دے دوں گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۸	۶۲۷
۵۷	**مسئلہ:** آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارے سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۳	۶۲۸
۵۸	**مسئلہ:** اگر نماز صبح یا جمعہ یا عیدین میں وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز میں سنتیں مثلاً رکوع سجدہ کی تسبیحیں تین تین بار سبحانک اللّٰھم اعوذ درود دعا بجالانے سے وقت نکل جائے گا تو صرف واجبات پر قناعت کرے اور اگر واجبات مثلاً قراءت فاتحہ وسورت کے قابل بھی وقت نہیں تو صرف فرض یعنی ایک آیت پر اقتصار کرے بعد کو نماز پھیرے۔ **اقول:** یہاں ترک التحیات کی صورت نہ نکلے گی کہ یہ چاروں نمازیں دو رکعتی ہیں اور قعدہ اخیرہ میں اگرچہ التحیات پڑھنی واجب نہیں مگر اتنی دیر بیٹھنا جس میں پوری التحیات پڑھی جائے فرض ہے توجب اس فرض کو ادا کرے گا تو اُسی کے ساتھ یہ واجب بھی ادا ہوسکے گا تو اس کا ترک جائز نہیں۔	۸	۶۲۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۹	**مسئلہ:** ٹھنڈے وقت نہانے سے مرض کی زیادت یا بیمار پڑجانے کا صحیح اندیشہ ظن غالب تجربے یا طبیب مسلم حاذق غیر فاسق کے بیان سے ہے اور دن چڑھے نہائے تو نقصان نہ ہوگا اب یہ صبح کو جنب اٹھا تیمّم سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۳	۶۲۹
۶۰	**مسئلہ:** پانی پر دشمن یا چور یا درندہ یا سانپ یا آگ لگی ہوئی ہے تیمّم سے پڑھ لے اُن کے چلے جانے یا آگ بجھ جانے کا انتظار فرض نہیں، ہاں جلد زوال کی امید ہو تو اخیر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے بہر حال اعادہ کی حاجت نہیں۔	۴	۶۲۹
۶۱	**ف:** آدمی جب وقت پر نماز کا ارادہ کرے منع نہ کیا جائے گا اور اس وقت جس طرح قادر ہے اسی قدر کا حکم دیا جائے گا اگرچہ دیر کے بعد اس سے بہتر حالت ملنے کا گمان ہو، ہاں اگر وقت مستحب کے اندر بہتر حالت ہو جانے کی امید ہو تو انتظار بہتر ہے۔	۵	۶۲۹
۶۲	**مسئلہ:** ننگے سے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا آخر وقت مستحب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۲	۶۳۰
۶۳	**مسئلہ:** اگر رات اتنی اندھیری ہے کہ مسجد تک راستہ نظر نہیں آتا یا صبح کو سیاہ بدلی محیط ہونے سے یا کسی وقت سیاہ آندھی چل چکنے سے ایسی تاریکی ہے تو یہ جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر ہے۔ **اقول:** یوں ہی یہ صورت اخیرہ ترکِ جمعہ کیلئے عذر ہے لکونہ فی معنی الاعمی وانما لم یذکروہ فیھا لان الغالب وجود مثل الظلمۃ باللیل دون النھار (کیونکہ وہ نابینا کے حکم میں ہے اور علماء نے اس صورت کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس طرح کی تاریکی عموماً رات کے وقت پائی جاتی ہے دن کو نہیں۔ت)	۲	۶۳۲
۶۴	**مسئلہ:** اگر کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر میں اچھا ہو یا درد شدید ناقابل تحمل ہو تو بیٹھ کر نماز کی اجازت ہوگی خالی تکلیف ہو نا عذر نہیں۔	۴	۶۳۲
۶۵	**مسئلہ:** چراغ یا لالٹین مہیا ہو جسے مسجد تک لے جاسکے یا مہیا کرنے میں دقّت نہیں مثلاً تیل دیا سلائی موجود ہے تو کیسی ہی اندھیری ہو ترکِ جماعت کیلئے عذر نہیں ہو سکتی۔	۲	۶۳۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
٦٦	**مسئلہ:** جس کے پاس روشنی کاسامان نہیں مثلاً ایک ہی چراغ ہے اور گھر میں اہل وعیال ہیں کہ یہ مسجد میں لے جائے تو وہ کاموں سے معطل رہ جائیں یا بچے اندھیرے میں ڈریں یا عورت اکیلی ہے اسے خوف آئی تو ایسی حالت میں وہ سخت اندھیری کہ مسجد تک راستہ نہ سوجھے ترکِ جماعت کیلئے عذر ہے۔	٣	٦٣٣
٦٧	**مسئلہ:** اندھیری مسجد کو جانا بڑی فضیلت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "جو اندھیریوں میں حاضری مسجد کے عادی ہیں انہیں بشارت دو روز قیامت کامل نور کی۔"	٤	٦٣٣
٦٨	**مسئلہ:** شارع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت کی اس درجہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک نابینا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا نہیں کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آیا کرے مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت عطاہو، اجازت فرمائی جب وہ چلے پھر بلایا اور ارشاد فرمایا: اذان کی آواز تمہیں پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ یہ بھی آنکھوں سے معذور تھے حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مدینہ طیبہ میں سانپ بچھو بھیڑی بہت ہیں، کیامجھے اجازت ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: کیا تمہیں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ نابینا کہ اٹکل نہ رکھتا ہو نہ کوئی لے جانے والا ہو خصوصاً جب سانپ بھیڑیوں کااندیشہ ہو تو ضرور رخصت ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کہ لوگ سبق سیکھ لیں جو بلاعذر گھر میں پڑھتے اور مسجد میں حاضر نہ ہو کر ضلالت وگمراہی میں پڑتے ہیں کہ ان ترکتم سنۃ نبیّکم لضللتم وفی ابی داود لکفرتم والعیاذباللہ تعالٰی (اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑوگے تو گمراہ ہوجاؤگے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے تو کافر ہوجاؤگے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ت)	۵	٦٣٣
٦٩	**مسئلہ:** تڑاقے کی دھوپ ناقابلِ برداشت اور ایسی ہی شدت کی ٹھٹھر یا ہولناک آندھی زلزلہ بجلیاں تڑپ کر گرنا، کثرت کااَولا، بشدّت کیچڑ اندھن یہ سب چیزیں جمعہ وجماعت میں عذر ہیں۔	١	٦٣٤

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۰	**مسئلہ:** جو مسجد تک نہ جاسکے جیسے لنجھا اپاہج یا وہ مفلوج مریض نقیہ بوڑھا کہ چل نہیں سکتے اندھا کہ اٹکل نہیں رکھتا رات کو رتوندوالا یا دردِ کمر وغیرہ باعث چلنے سے معذور، ان لوگوں پر جمعہ وجماعت واجب نہیں۔	۲	۶۳۶
۷۱	**مسئلہ:** پانی کسی کے پاس معلوم ہوا اور نہ مانگا تیمّم سے نماز پڑھ لی اب مانگا تو اگر اس نے دے دیا نماز جاتی رہی اگرچہ پہلے سے یہی ظن تھا کہ نہ دے گا اور اگر نہ دیا نماز ہو گئی اگرچہ اسے یہ گمان تھا کہ دے دے گا۔	۵	۶۶۱
۷۲	**مسئلہ:** جنگل میں ہے اور کوئی سمتِ قبلہ بتانے والا نہیں تحرّی کرے یعنی جس طرف دل جمے کہ ادھر قبلہ ہو گا اس طرف پڑھے اگر بعد پڑھنے کے معلوم ہو کہ جہت غلط تھی کچھ مضائقہ نہیں نماز ہو گئی۔	۶	۶۶۱
۷۳	**مسئلہ:** اس حالت میں اگر جس طرف دل جمتا تھا اس کے خلاف طرف میں نماز پڑھی نماز باطل ہوئی اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ قبلہ اسی طرف ٹھیک تھا جدھر اس نے پڑھی کہ اس کا قبلہ وہی ہے جس طرف دل جمے۔	۷	۶۶۱
۷۴	**مسئلہ:** جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت ادا کرے حقیقۃً نماز کی نیت نہ ہو پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔	۳	۷۰۲
۷۵	**مسئلہ:** صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ اسے پڑھ کر وقت کی پڑھتا باوجود اس کے اس نے خلاف حکم کرکے وقت کی پڑھ لی اس نماز کو ابھی نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہوئی نہ یہ کہ ہو گئی بلکہ دیکھیں گے اگر اسی طرح قضا شدہ کے پڑھنے سے پہلے چار نمازیں وقت کی اور پڑھ لے گا اور اُن میں پچھلی کا وقت ختم ہو جائے گا تو حکم دیں گے کہ یہ سب نمازیں ہو گئیں اور اگر اس بیچ میں اس قضا شدہ کو پڑھ لے گا تو اس کے پڑھنے سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنے وقت کی پڑھی تھیں سب کی قضا پھیرنی ہو گی وہ نمازیں نری نفل رہ گئیں۔	۱	۷۸۶
۷۶	**مسئلہ:** جو شخص محلِ اقامت یعنی شہر یا گاؤں میں چار رکعتی نماز پڑھائی اور دو پر سلام پھیر دے تو ضرور ہے کہ مقتدی کو امام کا حال معلوم ہو کہ مسافر ہے یا مقیم خواہ مقتدی خود مقیم ہو یا مسافر۔ اگر امام نے نہ نماز سے پہلے اپنا مسافر ہونا بتایا نہ بعد کو اور چلا گیا اور اس کا حال سفر و اقامت معلوم نہ ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہ ہو گی پھر پڑھیں۔ ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر دو پڑھ کر چلا گیا تو ان کی نماز بھی ہو جائے گی یہی سمجھا جائے گا کہ مسافر تھا۔	۳	۷۹۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷۷	**مسئلہ:** تیمّم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۲	۷۵۰
۷۸	**مسئلہ:** ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	۳	۷۵۰
۷۹	**مسئلہ:** محل اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دوپڑھ کر چلاگیااور مقتدیوں کواس کاحال معلوم نہ ہوا کہ مقیم ہے یامسافران کی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہوں، ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا توان کی بھی ہوگئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرلے۔	۳	۷۹۰
	احکام مسجد		
۱	**مسئلہ:** مسجد میں مسواک نہ کرنی چاہئی، مسجد میں کلی کرنا حرام ہے مگر یہ کہ کسی برتن میں ہو یا بانی مسجد نے وقت بنائے مسجد اس میں کوئی جگہ خاص اس کام کیلئے بنادی ہو ورنہ اجازت نہیں۔	۴	۱۵۲
۲	**مسئلہ:** منہ میں بدبو ہو توجب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یانماز پڑھنا منع ہے۔	۳	۱۵۵
۳	**مسئلہ:** جب تک بدن یا کپڑے میں کوئی بُو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شریک ہونا منع۔	۱	۳۳۴
۴	**مسئلہ:** جو مسجد ویران ہو اور اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہوسکے تواب فتوٰی اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جاسکتے ہیں۔	۱	۳۹۳
۵	**مسئلہ:** غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے۔	۳	۶۳۶
۶	**مسئلہ:** جس طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی مسجد میں گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔	۱	۶۳۷
۷	**مسئلہ:** جنب کو اپنا جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں جانا چاہا ایک قدم رکھا تھا کہ یاد آگیا فوراً وہ قدم باہر کرلے یہاں تیمّم کاانتظار نہ کرے۔	۴	۶۳۷
۸	**مسئلہ:** ایک شخص کے مکان کادروازہ مسجد میں ہے کہ آتے جاتے مسجد میں گزرنا پڑتا ہے اور نہ دوسری طرف دروازہ پھیر سکتا ہے نہ اور مکان رہنے کو پاتا ہے اسے بھی بحالِ جنابت مسجد میں گزرنا جائز نہیں اگر پانی نہ پائی توآنے جانے کے لیے تیمّم ضرور ہے۔	۳	۶۳۸

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۳۹	۱	**مسئلہ:** مسجد میں غسل کرنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک تو یہ کہ بانی مسجد نے مسجد کردینے سے پہلے وہاں کوئی جگہ غسل کیلئے بنادی ہو تو اس میں نہا سکتا ہے، دوسرے کسی ایسے بڑے برتن میں کہ سب پانی اسی کے اندر گرے کوئی چھینٹ اڑ کر مسجد میں نہ جائے، تیسرے لحاف توشک وغیرہ بہت بھاری روئی کے کپڑے بچھا کر اُن پر اس طرح نہانا کہ نہ کوئی چھینٹ باہر جائے نہ پانی کپڑوں کو توڑ کر مسجد کی زمین تک پہنچے۔	۹
۶۳۹	۲	**مسئلہ:** جمعہ کے دن خطبہ سن رہا تھا کہ وضو جاتا رہا اگر نکلنے کا راستہ پائے تو نکل جائے اور وضو کرکے پھر حاضر ہو اور اگر راستہ نہ ملے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جانے کی اجازت نہیں اگر مسجد میں پانی ملے اور کوئی کپڑا ایسا ہو کہ پانی جذب کرلے گا اور اس سے چھن کر مسجد میں کوئی بوند نہ جائے گی تو اسے بچھا کر وضو کرے۔	۱۰
۶۳۹	۳	**مسئلہ:** مسجد میں وضو بھی حرام ہے اور اس کے جواز کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو غسل میں گزریں۔	۱۱
۶۳۹	۴	**مسئلہ:** بحرالرائق وغیرہ میں برتن میں وضو کرنے کی صرف معتکف کو اجازت دی غیر معتکف نہیں کرسکتا۔ مصنف کے نزدیک اس کی تحقیق یہ ہے کہ برتن اگر ایسا چھوٹا ہو کہ چھینٹیں ضرور مسجد میں پڑیں گی جب تو معتکف کو بھی اجازت نہیں ہوسکتی اور اگر اتنا بڑا ہے کہ یقینا کوئی چھینٹ باہر نہیں جاسکتی تو غیر معتکف کو بھی اجازت ہے اگر حالت ایسی ہے کہ چھینٹ باہر نہ جانے کا ظن غالب ہے تو معتکف کو جائز غیر معتکف نہ کرے۔	۱۲
۷۳۳	۵	**مسئلہ:** مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے اگرچہ پاک ہو جیسے لعابِ دہن آب بینی آبِ وضو۔ **تنبیہ:** بعض لوگ کہ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے ہیں محض حرام اور ناجائز ہے۔	۱۳
۷۳۴	۱	**مسئلہ:** گرد وغبار وغیرہ کہ ہوا باہر سے لاکر مسجد میں ڈالے اجزائے مسجد سے نہ ہو جائے گا اسے صاف کرنے کا حکم ہے۔	۱۴
۷۳۴	۲	**مسئلہ:** مسجد کی زمین پر جو گرد پھیلی ہے اس سے یا مسجد کی دیوار یا ستون خشتی خواہ چوبی سے کیچڑ پونچھنا اگرچہ پاک کیچڑ ہو ممنوع وناجائز ہے۔	۱۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۶	**مسئلہ:** مسجد سے گرد جھاڑ کر کسی گوشہ میں جمع کر دی ہے اس سے کیچڑ کے سنے پاؤں پوچھنے میں حرج نہیں۔	۳	۷۳۴
۱۷	**مسئلہ:** مسجد میں نمازیوں کیلئے چراغ روشن ہے اس سے کتاب دیکھنا پڑھنا پڑھانا سب رواہے اور اگر نمازی نماز پڑھ گئے جب بھی تہائی رات تک اس سے کام لے سکتاہے کہ اتنے وقت تک مسجد ہی کیلئے چراغ روشن رہنا ہوگا اس کے بعد جائز نہیں کہ مسجد کا تیل بتی اپنے کام میں صرف کرنا ہوگا۔ **اقول:** یہ وہاں کہ اس سے زیادہ وقت تک مسجد میں روشنی کی عادت نہ ہو اور اگر ساری رات روشنی رہتی ہے جیسے تینوں مسجد کریم میں، تو رات بھر اس کی روشنی سے فائدہ لے سکتا ہے۔	۵	۷۳۴
	جنائز		
۱	**مسئلہ:** میّت کے سب بدن پر پانی کسی طرح گزر جائے وہ پاک ہو جائے گا اور اس پر نماز جنازہ جائز لیکن زندوں پر جو اسے غسل دینا فرض ہے وہ بے ان کے بالقصد فعل کے نہ اُترے گا اس لیے اگر مردہ دریا میں ملے لازم ہے کہ اسے بقصد غسل جنبش دے لیں کہ ان پر سے فرض ساقط ہو۔	۲	۲۶۲
۲	**مسئلہ:** غسل میت سکھانے کے لیے مردہ کو نہلایا اور اسے غسل دینے کی نیت نہ کی وہ بھی پاک ہو گیا اور زندوں پر سے بھی فرض اُتر گیا کہ فعل بالقصد کافی ہے، ہاں بے نیت ثواب نہ ملے گا۔	۳	۲۶۲
۳	**مسئلہ:** میّت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ پاک صابون سے۔	۱	۴۴۸
۴	**مسئلہ:** پانی نہ ہو یا کوئی ایسا نہ ہو جسے میّت کا نہلانا شرعاً جائز ہو تو اسے بھی تیمّم کرائیں۔	۱	۶۰۹
۵	**مسئلہ:** جب میّت کو تیمّم کرایا جائے تیمّم کرنے والے کی نیت شرط ہے بلانیت نہ ہوگا۔	۸	۶۱۱
۶	**مسئلہ:** میّت کا غسل ایک بار فرض ہے اور تین بار پانی بہانا سنّت۔	۹	۶۱۱
۷	**مسئلہ:** نمازِ جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔	۵	۶۱۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸	**مسئلہ:** نماز جنازہ جب ولی پڑھ لے دوبارہ نہیں ہوسکتی سورج گہن کی نماز سَو بار ہوسکتی ہے۔	۱۰	۶۱۸
۹	مسئلہ: خود اپنی کنیز شرعی کہ اُم ولد تھی یعنی اس کے نطفے سے اس کے اولاد ہوئی جسے اس نے اپنی اولاد تسلیم کیا اس کی موت کے بعد اس کا ہاتھ نہیں چھوسکتی کہ وہ مرتے ہی آزاد واجنبیہ ہوگئی۔	۵	۶۵۹
۱۰	**مسئلہ:** میّت نے اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اس کا نفقہ واجب تھا اس کا کفن دفن بھی اسی پر واجب ہے۔		
۱۱	**مسئلہ:** عورت اگرچہ کتنا ہی مال چھوڑے اس کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے۔	۹	۶۵۹
۱۲	**مسئلہ:** اگر میّت کے نہ مال ہے نہ کوئی ایسا جس پر اس کا نفقہ واجب تھا تو اس کا کفن دفن بیت المال سے واجب ہے۔ اگر بیت المال نہ ہو جیسے یہاں تو جن مسلمانوں کو اطلاع ہو ان پر واجب ہے خواہ ایک شخص کرے یا چندہ سے، اگر کوئی نہ کرے گا تو جن جن کو خبر تھی سب سخت گنہگار رہیں گے۔	۱۰	۶۵۹
۱۳	**مسئلہ:** میّت کو جب تک غسل نہ دے لیں اگر اس کا سارا بدن کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو تو اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت عام مشائخ کے نزدیک منع ہے۔ اگر تلاوت چاہیں تو اس کا سارا جسم چادر سے ڈھانک دیں۔	۱	۶۶۳
۱۴	**مسئلہ:** زیارتِ قبور وعیادتِ مریض بھی عبادتِ الٰہی ہیں ان کا باوضو ہونا مستحب ہے پانی قادر نہ ہو تو تیمّم کرے اگرچہ اس تیمّم سے نماز نہ ہوگی۔	۹	۶۶۳
۱۵	**مسئلہ:** دفنِ میّتِ مسلم بھی منجملہ عبادتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہی، پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔	۴	۶۶۶
۱۶	**مسئلہ:** اگر وضو کرتا نماز جنازہ ہوچکتی اس ضرورت سے تیمّم کرکے پڑھی کہ اتنے میں اور جنازہ آگیا اور اس میں اتنی مہلت تھی کہ وضو کرلیتا مگر یہ نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی تو اس کیلئے دوبارہ تیمّم کرے پہلا جاتا رہا۔	۲	۶۶۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	مسئلہ: ایک جنازہ تیمّم سے پڑھا تھا کہ دوسرے کی نماز تیار ہوگئی دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کرلینے کی مہلت نہ تھی تو پہلا ہی تیمّم باقی ہے اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔	۳	۶۶۷
	مسائل زکوٰۃ		
۱	مسئلہ: جس کے عزیز محتاج ہوں، اسے منع ہے کہ انہیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔	۳	۱۸۲
	مسائل روزہ		
۱	مسئلہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ روزہ دار اپنی عورت کا بوسہ لے ایک بار اجازت فرمائی اور ایک بار منع۔ دیکھیں تو جِن کو اجازت فرمائی وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا جوان۔	۶	۴۸۴
۲	مسئلہ: دانتوں سے خون نکلا روزہ میں اسے نکل گیا اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔	۲	۵۲۲
۳	مسئلہ: کلی کے بعد جو خفیف تری منہ میں رہ جاتی ہے کہ تنہا حلق میں جانے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ چلی جائے روزہ میں خلل نہ آئے گا۔	۶	۵۲۳
۴	مسئلہ: منہ میں کھانے یا پان کا ایسا ہلکا اثر رہ جائے کہ آپ حلق میں اترنے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اُتر جائے گا روزہ نہ جائے گا۔	۷	۵۲۳
۵	مسئلہ: کھانے وغیرہ کے اس اثر کی قلّت وکثرت کی معیار امام محقق علی الاطلاق کی تحقیق میں یہ ہے کہ اگر اُترتے وقت حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا تو کثیر ہے روزہ جاتا رہے گا ورنہ نہیں۔	۸	۵۲۳
۶	مسئلہ: جو چیز آپ حلق میں اُترسکے کثیر و ناقض صوم ہے اور جو آب دہن کے ساتھ اس کی مدد سے اُتر جائے خود اُترنے کے قابل نہ ہو قلیل ہے روزہ نہ جائے گا۔	۹	۵۲۳
۷	مسئلہ: تل کا ایک دانہ روزہ دار نے قصداً نگلا روزہ جاتا رہا اور اگر منہ میں رکھ کر چبایا تو نہیں اگرچہ آب دہن کے ساتھ اُتر جائے، ہاں اس صورت میں اگر حلق میں اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ جاتا رہے گا۔	۱۰	۵۲۳

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۴۰	۳	**مسئلہ:** روزے میں بھول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا، یارات سے مشغول ہوا اور اسی اثنا میں صبح صادق چمک آئی اگر یاد آتے ہی یا صبح ہوتے ہی معًا فورًا جُدا ہوگیا تو روزہ ہوجائے گا اگرچہ جدا ہونے کے بعد انزال بھی ہوجائے اور اگر یاد آنے یا صبح چمکنے پر ایک لحظہ بھی توقف کیا تو روزہ گیا اسے پورا کرے اور قضا رکھے۔	۸
		مسائل حج	
۲۴۲	۳	**مسئلہ:** حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی اور اس نجاست حکمیہ سے ملوث ہوجاتی ہیں لہٰذا ماری ہوئی کنکری دوبارہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو تین بار دھولے بلکہ مطلقًا کنکریاں دھو ہی کر کام میں لانا مستحب ہے کہ شاید کوئی نجاست حکمیہ یا حقیقیہ ہو۔	۱
۵۲۷	۴	**مسئلہ:** اگر احرام میں زعفران ملا ہوا پانی مثلًا نہانے میں استعمال کیا اگر زعفران قلیل ہے غسل ہوگیا اور کفارہ نہ آئے گا ورنہ غسل نہ ہوگا اور کفارہ دے گا۔	۲
۵۲۷	۶	**مسئلہ:** کھانے میں کیسی ہی خوشبو پکی ہو احرام میں اس کے کھانے میں حرج نہیں جرمانہ کچھ نہ آئے گا اور بغیر پکائی پڑی ہو اور خوشبو کے اجزا غالب ہوں تو قربانی لازم آئے گی اور کھانے کے اجزا غالب ہوں تو کچھ نہیں، ہاں خوشبو آتی ہے تو مکروہ ہے۔	۳
۵۲۷	۷	**مسئلہ:** کھانے کے سوا اور کسی طرح جو چیزیں بدن میں استعمال کی جاتی ہیں جیسے پٹنا صابون وغیرہ، اس میں اگر خوشبو اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے اسے خوشبو کہے تو احرام میں اس کے استعمال سے قربانی دینی ہوگی ورنہ صدقہ۔	۴
		مسئلہ: خوشبو اگر پینے کی چیز میں پڑی ہو اگر وہ خوشبو سے غالب ہے احرام میں پینے سے قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ مگر یہ کہ بارہا پئے تو اب بھی قربانی۔	۵
۵۲۸	۲	**مسئلہ:** کھانے خواہ پینے کی چیز میں زعفران پکتے میں ملائیں تو اس کے کھانے پینے میں محرم پر کچھ نہیں اور بے پکائی تو قربانی یعنی جبکہ زعفران غالب ہو۔	۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ:** کسی نے فقیر سے کہا میں نے تجھے اپنا مال حج کیلئے مباح کیا یعنی تجھے اجازت دی کہ تو صرف حج کے لائق میرا روپیہ لے کر حج کر آ اس سے حج اس پر واجب نہ ہوگا نہ اُسے اس اباحت کا قبول ضرور۔	۳	۶۳۰
	مسائل نکاح		
۱	**مسئلہ:** جب دُلہن کو بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔	۵	۴۵۵
۲	**مسئلہ:** عورت کا دودھ دوا میں ملا کر شیر خوار بچہ کو دیا امام ابو یوسف کے نزدیک اگر دودھ کا مزہ یا رنگ باقی تھا حرمتِ رضاعت ثابت ہو گئی اور اگر دوا کے سبب دونوں جاتے رہے تھے تو حرمت نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اگر دوا اسے اس قدر بدل دے کہ دودھ نہ رہے بچہ کی غذا نہ ہو سکے تو حرمت نہ ہوگی ورنہ ہوگی اگرچہ رنگ، مزہ، بُو سب بدل جائیں اور یہی راجح ہے۔	۳	۵۲۲
۳	**مسئلہ:** حرمتِ رضاعت کیلئے بچے کا پستان سے پینا ہی ضرور نہیں بلکہ جس طرح منہ یا ناک کے ذریعہ سے دودھ اس کے جوف میں پہنچ گیا حرمت آ آئے گا۔	۴	۵۲۲
۴	مسئلہ: کھانے میں عورت کا دودھ ملایا وہ کھانا شیر خوار بچہ کو کھلایا حرمتِ رضاعت مطلقًا ثابت نہ ہوگی۔	۱	۵۲۴
۵	**مسئلہ:** نماز کا وقت اتنا ہے کہ بیوی سے صحبت کے بعد نہا کر وقت نہ ملے گا تو صحبت جائز نہیں۔	۱	۵۸۴
۶	**مسئلہ:** بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔	۲	۵۸۴
۷	**مسئلہ:** نکاح یوں کیا کہ مَیں تجھے ایک مہینے یا ایک سال یا دو سو ۲۰۰ برس کیلئے نکاح میں لایا نکاح نہ ہوا اور اگر نکاح خالص طور پر کیا اور دل میں یہ ارادہ ہے کہ ایک مہینے یا ایک دن یا منٹ ہی بھر بعد چھوڑ دوں گا تو جائز ہوا۔	۶	۶۴۳
۸	**مسئلہ:** عورت کے جب باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا اور چچا نہ ہوں تو چچا کا بیٹا اس کا ولی ہے اگر اس نے اس سے کہا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور وہ چپ رہی اس نے دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ میں اُسے اپنے نکاح میں لایا نکاح ہو گیا اقول: یعنی جبکہ یہ اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا چال چلن یا پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح ہونا عرفًا معیوب سمجھا جائے۔	۸	۷۲۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	**مسئلہ:** زید سے کہا نہ سنا عمرو نے بطور خود اس کا نکاح ہندہ سے کر دیا نکاح صحیح ہوگیا مگر اجازتِ زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیا خواہ صراحۃً مثلاً میں اس نکاح پر راضی ہوا یا دلالۃً مثلاً کسی نے مبارک باد دی اسے قبول کیا یا منکوحہ کو کچھ حصہ مہر کا بھیجا تو جائز ہوگیا، رد کر دیا تو باطل۔	۳	۷۲۱
	مسائل طلاق		
۱	**مسئلہ:** اب فتوی اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذاللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔	۳	۳۹۳
۲	**مسئلہ:** کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی طلاق ہوگئی اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، نہ ہوگی۔	۱	۷۸۰
۳	**مسئلہ:** عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اُس نے پھر کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی اور نرم آواز سے کہا تو ہوگئی۔ **تنبیہ:** یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی درکنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔	۲	۷۸۰
	مسائل عتق		
۱	**مسئلہ:** زید کی چار بیبیاں اور دس یا زیادہ غلام ہیں اس نے کہا میں ان میں سے ایک کو طلاق دوں تو میرا ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو، تین کو تو تین، چار کو تو چار۔ پھر چاروں کو طلاق دے دی ایک ساتھ خواہ کسی طرح۔ ہر طرح سے دس ۱۰ غلام آزاد ہوئے کہ ۱ + ۲ + ۳ + ۴ = ۱۰	۶	۵۱۲
	مسائل قسم		
۱	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ آج وقتِ ظہر سے پہلے کوئی نماز پڑھے گا دس بجے کوئی جنازہ آیا اس کی نماز پڑھی قسم پوری نہ ہوئی دو رکعت نفل پڑھنے سے پوری ہوگی، یوں ہی اگر گہن پڑا اور اس کی نماز پڑھی تو پوری ہوگئی۔	۱	۴۸۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲	**مسئلہ:** گوشت کھانے کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی۔	۱	۴۸۲
۳	**مسئلہ:** قسم کھائی پانی نہ پیے گا پھر وہ پانی پیا جس میں زعفران مل گیا ہے اگر خلط قلیل ہے کہ رنگنے کے قابل نہ ہوا قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔	۳	۵۲۷
۴	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس نے مانگی اس نے وعدہ کیا تو قسم نہ ٹوٹی جبکہ وہ وعدہ ایسے وقت کیلئے نہ ہو جس تک اس کی حاجت فوت ہو جائے گی۔	۲	۷۷۸
۵	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی اس پر وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں۔	۳	۷۷۸
۶	**مسئلہ:** قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پانچ مسکینوں کو دے سکتا ہے صرف تین روزے رکھے نصف کھانا دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔	۳	۸۰۷
۷	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا۔	۲	۸۱۴
	مسائل حدود		
۱	**مسئلہ:** شراب میں پانی یا پانی میں شراب ملا کر پی حرام مطلقاً ہے۔ مگر اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے حد نہ لگے گی مگر یہ کہ نشہ آجائے۔	۱۱	۵۲۳
	مسائل سیر		
۱	**مسئلہ:** جتنے لوگ کلمہ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل کافر حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔	۵	۴۲۱
۲	**مسئلہ:** لشکر اسلام نے کسی قلعہ کفار کا محاصرہ کیا اور معلوم ہے کہ اس میں کوئی کافر ذمی بھی ہے اس قلعہ والوں کا قتل حرام ہے کہ قتل ذمی کا اندیشہ ہے ہاں اس میں سے بعض لوگ نکل گئے یا نکال دئے گئے یا ناجائز طور پر قتل ہی کر دئے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہے کہ ذمی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا۔	۵	۴۳۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳	مسئلہ: عالمِ دین سنّی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	۱	۵۷۰
	مسائلِ شرکت		
۱	مسئلہ: باپ کے بعد سب بھائی ترکہ میں کام کرتے رہے اور مال بڑھا تو وہ سب کا برابر ہے اگرچہ بعض نے کام کم کیا ہو بعض نے زیادہ، بعض نے تدبیریں اچھی بتائی ہوں جن سے نفع ہوا بعض نے نہیں۔	۷	۴۲۸
۲	مسئلہ: بیٹا باپ کے کام میں اسے مدد دیتا ہے دونوں کے کام سے اموال پیدا ہوئی تمام اموال کا مالک صرف باپ ہے باپ فقط مددگار سمجھا جائے گا یونہی اگر زن وشو میں کام مرد کا ہے اور عورت مدد دیتی ہے مال میں حصہ دار نہ ٹھہرے گی۔	۸	۴۲۸
۳	مسئلہ: مباح چیز کے حاصل کرنے میں اگر بیٹے نے باپ کے ساتھ کام کیا تو مددگار نہ ٹھہرے گا بلکہ جو کچھ یہ مال حاصل کرے گا اس کا یہی مالک ہوگا اگرچہ اس کا کھانا پینا باپ ہی کے ذمّے ہو۔	۱۰	۴۲۸
۴	مسئلہ: مباح لکڑی آدھی کاٹ کر چھوڑ دی دوسرے نے کاٹ کر جدا کی یا کوئی مباح پیڑ جڑ سے اکھیڑنے کیلئے دونے مل کر زور کیا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ایک کی طاقت سے اُکھڑ آنے کے قابل ہوگیا اب ان میں ایک الگ ہوگیا دوسرے نے اُکھیڑا ان صورتوں میں اس لکڑی اور پیڑ کا تنہا یہ دوسرا ہی مالک ہوگا پہلے کا حصہ نہ ہوگا پھر اگر دونوں نے شرکت چاہی تھی تو پہلا اپنے اتنے کام کی مزدوری پائے گا اور اگر اس نے صرف اسے مدد دی تھی تو اُجرت بھی نہیں۔	۱۲	۴۲۸
۵	مسئلہ: کنویں سے پانی ایک نے بھرا ابھی پانی باہر نہ نکالا تھا کہ دوسرے نے ڈول لے کر کنویں سے باہر نکال لیا اس پانی کا مالک بھرنے والا نہ ہوگا بلکہ یہ باہر نکالنے والا۔	۱۳	۴۲۸
٦	مسئلہ: ایک نے شکار کو اُبھارا اور گھیر کر لایا دوسرے نے پکڑ لیا یہ دوسرا مالک ہوگا نہ پہلا۔	۱۴	۴۲۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ:** مباح لکڑی ایک نے کاٹی دوسرے نے اکٹھی کی یا اس نے کاٹ کر اکٹھی کر دی تھی یہ اٹھا کر لایا دونوں صورتوں میں لکڑی کا مالک پہلا شخص ہوگا اور یہ دوسرا مزدوری پائے گا اگر بطور اعانت نہ تھا۔	۱	۴۲۹
۸	**مسئلہ:** سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملالیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائے گا دوسرا کم۔	۳	۴۳۰
	مسائل وقف		
۱	**مسئلہ:** وقف کا پانی جس لیے واقف نے معین کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام ہے حتّٰی کہ خود واقف کو	۷	۴۱۷
۲	**مسئلہ:** وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اگر وضو کیلئے ہے تو عضو پر تین بار ڈالنا جائز ہے چوتھی بار حرام، جبکہ دو یا تین میں شبہہ ہوا اور واقع میں تین بار ڈال چکا تھا تو دفع شبہہ کو ایک بار اور ڈالنا جائز ہے۔	۱	۴۱۸
۳	**مسئلہ:** جو سبیل کسی نے وضو کیلئے لگائے ہو تو اس سے پینا جائز ہے جبکہ وہ پانی کسی کی مِلک ہو اور اگر واقف کا پانی ہے تو ضرور ہے کہ وقتِ وقف واقف نے پینے کی بھی نیت کی ہو یا اس وقت اسے معلوم ہو کہ سبیل وضو کا پانی لوگ عادۃً پیا بھی کرتے ہیں ورنہ پینا جائز نہ ہوگا۔	۲	۴۱۸
۴	**مسئلہ:** اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہوسکتی ہیں جن کے وقف کرنے کا رواج ہو۔	۴	۴۱۸
۵	**مسئلہ:** اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہوسکتے ہیں یوں کہ محتاجوں کو تجارت کیلئے دئے جائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائیں پھر صرف یا نفعِ تجارت میں شرکت قرار پائی ہے تو مع نفع ان سے لے کر اور محتاجوں کو دیں یوں ہی الٹ پھیر کرتے رہیں۔	۵	۴۱۸
۶	**مسئلہ:** رواج ہو تو مثلًا اتنے من گیہوں یوں وقف ہوسکتے ہیں کہ حاجت مند کو بیج کیلئے قرض دئے جائیں اس کی پیداوار سے اتنے گیہوں لے کر اور کو بیج کیلئے دئے جائیں یوں ہی کرتے رہیں۔	۶	۴۱۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ:** رواج ہو تو گائے بھینس بکری یوں وقف ہوسکتی ہے کہ دودھ دہی مکھن گھی محتاجوں کو دیا جایا کرے۔	۷	۴۱۸
۸	**مسئلہ:** جنازہ کیلئے چارپائی چادر، پڑھنے کیلئے قرآن مجید، مطالعہ کیلئے کتابوں کا وقف جائز ہے۔	۸	۴۱۸
۹	**مسئلہ:** پل اور سقائی کا وقف صحیح ہے۔	۹	۴۱۸
۱۰	**مسئلہ:** جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اس کے توابع منقولات بغیر رواج بھی وقف ہوسکتے ہیں مثلاً زمین کے ساتھ ہل بیل۔	۱۰	۴۱۸
۱۱	**مسئلہ:** پانی کسی طرح وقف نہیں ہوسکتا۔	۱	۴۱۹
۱۲	**مسئلہ:** وقف خود کسی کی مِلک نہیں ہوسکتا، ہاں وقف کا محاصل موقوف علیہم کو دئے جانے کے بعد ان کی ملک ہوجائے گا اور وقف علی الاولاد میں پھل وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں حسب حصص ان کی مِلک ہوجائیں گے اگر قبل تقسیم ان میں کوئی مرجائے اس کا حصہ اس کے وارثوں کو پہنچے گا۔	۴	۴۱۹
۱۳	**مسئلہ:** مساجد، مدارس، وقفی سقایوں، حوضوں میں جو پانی زرِ وقف سے بھرا گیا وہ حکمِ وقف میں ہے اس کا کوئی مالک نہیں اور واقف نے جس غرض کیلئے رکھا ہے اس کے غیر میں صرف نہیں ہوسکتا۔	۵	۴۱۹
۱۴	**مسئلہ:** آدمی اپنی مِلک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اسی کی ملک رہتا ہے ہاں لوگوں کو اس کا صرف ہونا مباح ہے وہ بھی اسی طور پر جو مالک نے رکھا یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں۔	۶	۴۱۹
۱۵	**مسئلہ:** مسجد کے حوض یا سقائی جو نمازیانِ مسجد کے وضو کو بھرے جاتے ہیں ان کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے اگرچہ وضو کو مگر باجازت مالک اگر کسی نے اپنی مِلک سے بھروائی یا اول روز سے اجازت واقف ہوا گر زرِ وقف سے بھرے گئے۔	۷	۴۱۹
۱۶	**مسئلہ:** جاڑے میں مسجد کے سقائی گرم کی جاتے ہیں بعض لوگ پانی گھر کو لے جاتے ہیں یہ بلا اجازت مذکورہ حرام ہے بہت احتیاط چاہئے۔	۱	۴۲۰
۱۷	**مسئلہ:** پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کو گھروں میں لے جانے کی اجازت ہے تو جائز ہے۔	۲	۴۲۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۸	**مسئلہ:** سبیل اگر خاص راہگیروں کیلئے ہے اس میں سے گھروں کو لے جانا حرام ہے بلکہ اگر خاص ایک قسم کے راہگیروں کیلئے ہے تو صرف اُنہیں کیلئے جائز ہے جیسے بعض جاہل لوگ عشرہ محرم خاص ہمراہیان تعزیہ کیلئے شربت کرتے ہیں دوسرے اس میں سے بے اجازت نہیں پی سکتے بلکہ اگر خاص ایک تعزیہ والوں کیلئے کیا، تو دوسرے تعزیہ والوں کو پینا جائز نہیں اگرچہ تعزیہ خود بدعت وناجائز ہے۔	۳	۴۲۰
	مسائل بیع		
۱	**مسئلہ:** بیع تعاطی سے جائز ہے کہ بائع ومشتری زبان سے کچھ نہ کہیں یہ چیز لے لے وہ ثمن لے لے مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہے زید عمرو کی دکان پر آیا چار پیسے اس کے سامنے رکھے اور چار روٹیاں لے لیں عمرو نے کچھ نہ کہا بیع ہو گئی۔	۱	۷۲۱
۲	**مسئلہ:** زید کی نیت سے کوئی چیز خریدنا زید کو اس کا مالک نہیں کرتا یہ خریدنے والا ہی مالک ہوگا جب زید کو دے گا اس وقت زید کی ملک ہو گی اور اگر چاہے نہ دے تو اس پر کچھ الزام نہیں ہاں اگر عقد بیع میں زید کی طرف اضافت ہو مثلاً مشتری کہے یہ چیز زید کے ہاتھ بیع کر دے بائع کہے میں نے بیچی مشتری کہے میں نے زید کے واسطے قبول کی یا بائع کہے میں نے زید کے ہاتھ بیچی مشتری کہے میں نے قبول کی تو البتہ یہ بیع زید کیلئے ہو گی اگر وہ جائز رکھے گا چیز کا مالک وہی ہوگا نہ جائز رکھے گا تو بیع رَد ہو جائے گی۔	۲	۷۲۱
۳	**مسئلہ:** اگر کوئی چیز بیچے اور بائع زیادہ سے زیادہ تین دن تک کیلئے اپنا اختیار شرط کرے کہ چاہوں تو اس مدت میں بیع قائم رکھوں یا نہ رکھوں اس صورت میں مدت مذکورہ تک بیع ملک بائع ہی پر رہے گی اور مشتری کو اس میں تصرف جائز نہ ہوگا اگرچہ بائع نے بیع اس کے قبضے میں دے دی ہو۔	۳	۷۸۳
۴	**مسئلہ:** کسی نے کہا میری طرف سے اپنا غلام اتنے روپوں کے بدلے آزاد کر دے اس نے کر دیا اس بیع میں نہ ایجاب وقبول کی حاجت ہے نہ یہ ضرور ہے کہ مولی وہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو نہ یہ اُسے کسی عیب کے سبب یا اس بنا پر کہ میں نے بے دیکھے خریدا تھا واپس کر سکتا ہے کہ یہاں بیع آزاد کر دینے کے ضمن میں پائی گئی ہے نہ اصالۃً۔	۷	۸۲۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	مسائل شہادت		
۱	**مسئلہ:** تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔	۳	۱۵۸
	مسائل وکالت		
۱	**مسئلہ:** کسی کو سو روپے دئے کہ گھوڑا مجھے خرید دے کسی خاص گھوڑے کیلئے نہ کہا وکیل نے ایک گھوڑا سَو روپے کو خریدا اور عقد میں مؤکل کا نام نہ لیا کہ اس کیلئے خریدا نہ زرِ مؤکل پر عقد وارد کیا کہ اس مال کے بدلے خریدا نہ قیمت میں خاص وہ روپے دئے یا مؤکل نے روپے دئے ہی نہ تھے اس صورت میں اگر وکیل اقرار نہ کرے کہ یہ گھوڑا میں نے مؤکل کیلئے خریدا ہے تو گھوڑا وکیل ہی کی مِلک ٹھہرے گا مؤکل کو اس پر دعوی نہیں پہنچتا اور عنداللہ نیت کا اعتبار ہے اگر اس کیلئے خریدا اس کا ہے اگرچہ بعد کو منکر ہو جائے۔	۴	۴۲۶
۲	**مسئلہ:** کسی کو غیر معین چیز خریدنے کا وکیل کیا مثلاً ایک تھان زربفت کا لے آ، اگر اس نے عقد مؤکل کی طرف اضافت کیا کہ فلاں کے ہاتھ بیع کردے اس نے کہا میں نے فلاں کے ہاتھ بیع کی جب تو ظاہر ہے کہ مؤکل مالک ہوگا اور اگر مطلق خریدا تو اگر مال موکل کی طرف عقد اضافت کیا کہ اس روپے کے بدلے دے دے تو موکل مالک ہے اور اپنے مال کی طرف تو خود مالک ہے اور کسی خاص مال کی طرف اضافت بھی نہ کی تو نیت پر مدار ہے اپنی نیت سے خریدا تو خود مالک ہے اور موکل کی نیت سے تو وہ، اور خرید کے وقت نیت بھی کچھ نہ تھی نیت میں اختلاف پڑا مثلاً کہتا ہے میں نے اپنے لی خریدا موکل کہتا ہے میرے لی خریدا یا بالعکس تو قیمت میں جس کا مال دیا وہی مالک ٹھہرے گا۔	۱	۴۳۲
۳	**مسئلہ:** پانی مول لینے کے لئے وکیل کیا وکیل نے زعفران ملا ہوا پانی خریدا اگر ہنوز اسے پانی ہی کہا جائے گا موکل کا ٹھہرے گا اور رنگ کہلائے گا تو موکل پر لازم نہ ہوگا وکیل اپنے لیے خریدنے والا ٹھہرے گا۔	۵	۵۲۷

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	مسائل دعوی		
۱	**مسئلہ:** مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مدعاعلیہ کاحلف چاہا حاکم نے اس سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ سکوت بھی انکار ہے جبکہ گونگا یابہرہ نہ ہو۔	۴	۷۷۹
۲	**مسئلہ:** اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کوکہے اگرسکوت کرے انکار ٹھہرا کرمدعی کو ڈگری دے دے۔	۵	۷۷۹
	مسائل ہبہ		
۱	**مسئلہ:** کھانے پینے کی چیز جوبچوں کانام کرکے بھیجتے ہیں اس میں سے ماں باپ کھاسکتے ہیں کہ اصل مقصود ماں باپ کو بھیجنا ہوتاہے اور چیز تھوڑی سمجھ کربچوں کانام لیاجاتاہے۔	۲	۴۲۹
۲	**مسئلہ:** اگرمعلوم ہو کہ دینے والے نے واقعی بچے ہی کودی ہے ماں باپ کودینا مقصود نہیں توماں باپ کواس میں سے کھاناحرام ہے مگر یہ کہ محتاج ہوں۔	۴	۴۲۹
۳	**مسئلہ:** مال جس میں تصرف اس کامالک کسی شخص یاجماعت کو مباح کردے جیسے سبیل کاپانی یادعوت کاکھانا یاجس نے کہہ دیا ہوکہ میرے باغ کے پھل جوچاہے کھائے وہ مال تصرف کے وقت بھی مالک ہی کی مِلک ہوتاہے لینے والوں کی ملک نہیں ہوجاتا ولہٰذا مہمان کو جائز نہیں کہ جو کھانا اس کے سامنے رکھاگیا یااس کے کھانے سے بچ رہااس میں سے بےاجازت مالک کسی فقیر کو کوئی ٹکڑادے، ہاں اجازت دلالۃً بھی کافی ہے جب یقینا معلوم ہوکہ اتنا تصرف وہ روارکھے گااسے ناگوار نہ ہوگا۔	۳	۴۳۵
۴	**مسئلہ:** ولی نے جوچیز بچے کو کھانے پینے کیلئے اپنے مال سے دی اور اسے مالک نہ کردیا اس میں سے ولی کوجائز ہے کہ دوسرے کو دے دے اور اگرنابالغ ہی کے مال سے تھی یا اسے دے کر مالک کردیا تواب کسی کو نہیں دے سکتا۔	۱	۴۳۸
۵	**مسئلہ:** دی ہوئی چیز پھرلیناگناہ ہے اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیردے۔	۵	۶۴۳
۶	**مسئلہ:** شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کہ تونے مہربخش دیا اس نے دوبار کہاہاں بخش دیا۔ گواہوں نے کہاہم گواہ ہوجائیں اس نے دوبار کہاہاں ہوجاؤ۔ قرینہ وحالت سے معلوم ہوگاکہ اُس کا یہ کہناواقعی ہے یاطنز سے۔	۳	۷۸۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	مسائل اجارہ		
۱	مسئلہ: جس اجیر کا وقت مول لیا مثلاً اتنے ماہوار پر خدمت گار وہ اجیر خاص کہلاتا ہے وہ اس وقت میں دوسرے کا کام نہیں کرسکتا اور اس کی تنخواہ کام پر موقوف نہیں اگر اس نے وقت دیا اور اسے کام نہ ملا خالی بیٹھا رہا تنخواہ پائے گا اور اگر اسے جو کام بتایا تھا اس نے کیا اور کسی نے آکر بگاڑ دیا جب بھی اسے تنخواہ ملے گی اور اس کے کام کرنے میں جو چیز ٹوٹے بگڑے اس پر اس کا تاوان نہیں۔	۱	۴۲۴
۲	مسئلہ: کسی کو مثلاً ایک دن یا دس دن کیلئے نوکر رکھا کہ جنگل کی مباح چیز مثلاً لکڑی پھول پھل پتّے پالا پانی وغیرہ اس کیلئے جمع کرکے لائے یہ جائز ہے جو اجرت اس کی ٹھہری اسے ملے گی اور شے کا مالک یہ نوکر رکھنے والا ہوگا۔	۲	۴۲۴
۳	مسئلہ: اگر وقت مقرر نہ کیا بلکہ چیز معیّن کی مثلاً یہ لکڑی تو اجارہ فاسد ہے دونوں گنہگار ہوں گے اور اجیر اجرت مقررہ سے اس قدر پائے گا جو معمولی نرخ سے زیادہ نہ ہو وہ شے اب بھی اسی نوکر رکھنے والے کی ملک ہوگی۔	۳	۴۲۴
۴	مسئلہ: اگر وہ لکڑی اس نوکر رکھنے والے کی مِلک ہے اور اس کیلئے وقت مقرر نہ کیا بلکہ لکڑی معیّن کردی جیسے لکڑی چیرنے والوں کے ساتھ معمول ہے تو یہ جائز ہے اور اجیر اُجرت مقررہ پائے گا۔	۴	۴۲۴
۵	مسئلہ: کسی سے کہا کہ اس شیر یا بھیڑی کو قتل کرو تجھے ایک روپیہ دوں گا اور وہ جانور چھوٹا ہوا ہے بند نہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے ایسا کام اگر ایک روپے یا زیادہ کے قابل ہے تو اسے ایک ہی روپیہ ملے گا اور کم کے قابل ہے تو کم اور وہ شکار اس اجیر کرنے والے کی مِلک ہوگا۔	۱	۴۲۵
۶	مسئلہ: اگر کسی کو شکار کرنے یا کاتنے یا مقدمہ لڑانے یا اپنے دین کا تقاضا کرنے یا قبضہ کرنے پر اجیر کیا اور وقت بیان کیا کہ ایک دن یا ایک مہینہ مثلاً تو اجارہ صحیح ہے جب اُجرت مقرر کردی جائے گی ورنہ فاسد ہے اجرت مثل و اجرت مقررہ میں جو کم ہوگا وہ دیا جائے گا یہ مسئلہ ضرور حفظ کرنے کا ہے کہ آج کل وکیلوں کا تقرر بلا تعیّنِ مدت ہوتا ہے سوا ان کے جن کا ہر پیشی پر محنتانہ قرار پاتا ہے۔	۷	۴۲۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ:** نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے دن کیلئے اس پر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپے اجرت پر لگادے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا۔	۸	۴۲۵
۸	**مسئلہ:** اگر نان بائی سے یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کیلئے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکادے یا یوں کہا جیسا یہاں معمول ہے کہ یہ آٹا آج پکادے ایک روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے کہ اجارہ فقط عمل پر ہوا۔	۱	۴۲۶
۹	**مسئلہ:** جسے کسی چیز مباح کے لانے پر اجیر کیا اور نہ وقت اجارہ مقرر کیا نہ وہ شے معیّن کی تو اس مباح کو اگر اپنی نیت سے لے گا خود مالک ہوگا مستاجر کی نیت سے لے گا تو وہ مالک ہوگا اور اگر کوئی نیت نہ تھی یا نیت میں اختلاف پڑا یہ کہتا ہے میں نے اپنے لی لی مستاجر کہتا ہے میرے لی لی تو جس کے برتن میں لی اس کیلئے ہوگی۔	۶	۴۳۱
۱۰	**مسئلہ:** شرع میں دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو دلالت معتبر نہیں مثلاً قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت لینی منع ہے لوگ جو مقرر کرتے ہیں اور اُجرت کا نام درمیان میں نہیں آتا بعد کو لیتے دیتے ہیں یہ بھی اجرت ہی ہے کہ عادۃً معلوم ہے کہ وہ لینے ہی کو پڑھتے ہیں اور یہ پڑھنے ہی پر دیتے ہیں، ہاں اگر صاف کہہ دیں کہ دیا کچھ نہ جائے گا پھر دیں تو حرج نہیں کہ تصریحًا نفی اس عادت کی دلالت پر مقدم ہے۔	۵	۷۸۰
	مسائل حجر		
۱	**مسئلہ:** غلام کو تجارت کا اذن دیا تو جو دعوت تاجروں کا دستور ہے غلام بھی اس مال سے کر سکتا ہے۔	۱	۴۳۰
۲	**مسئلہ:** سمجھ وال بچہ اگر ماذون ہے یعنی اس کے ولی شرعی نے اسے خرید وفروخت کی اجازت دی ہے اس کا پانی یا اسی قسم کی اور چیز جو اس کی ملک ہو پورے داموں کو اس سے خرید سکتے ہیں۔	۳	۴۳۳
۳	**مسئلہ:** نابالغ اگرچہ قریب بلوغ ہو وہ اپنی ملک سے ایک گھونٹ پانی نہ کسی کو مفت دے سکتا ہے نہ کوئی چیز بازار کے بھاؤ سے ایسی کمی پر بیچ سکتا ہے جسے صریح غبن کہیں، نہ اس کے ولی کو اس کے مال میں ان دونوں صورتوں کا اصلاً اختیار۔	۴	۴۳۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴	**مسئلہ:** معتوہ یعنی بوہرے کی تعریف اور یہ کہ اس کااور سمجھ وال بچے کا ایک حکم ہے اس کا بھرا پانی بھی وہی حکم رکھتا ہے جو نا بالغ کا۔ یوں ہی اس کی ہر مِلک مثل مِلک نا بالغ ہے۔ یہاں تک کہ اس پر نماز فرض نہیں پڑھے گا تو نفل ہوگی۔ عاقل بالغ فرض و واجب وتراوتح بلکہ نفل میں بھی اس کی اقتدا نہیں کرسکتا۔	۵	۴۳۴
۵	**مسئلہ:** جو تصرف خالص نفع ہے جیسے ہبہ قبول کرنا وہ صبی عاقل بے اذن ولی کرسکتا ہے اور جس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید وفروخت وہ ولی کی اجازت سے کرسکتا ہے اور جو محض ضرر ہے جیسے عورت کو طلاق دینا غلام آزاد کرنا کسی کو کچھ مال بخش دینا یہ نہ خود کرسکتا ہے نہ ولی اجازت دے سکتا ہے۔	۸	۴۳۷
	مسائلِ غصب		
۱	**مسئلہ:** گمان ہوا کہ فلاں چیز باپ کے پاس زید کی امانت تھی اس گمان پر زید کے وارثوں کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کے باپ ہی کی تھی ان سے واپس لے گا اور اگر وہ خرچ کرچکے تاوان لے گا۔	۳	۴۲۳
۲	**مسئلہ:** حساب کتاب میں غلطی سے گمان ہوا کہ زید کے سو ۱۰۰ روپے مجھ پر آتے ہیں پھر ظاہر ہوا کہ حساب برابر ہوچکا تھا وہ روپے اس سے واپس لے گا۔	۴	۴۲۳
۳	**مسئلہ:** پانی میں اختلاف ہے کہ مثلی ہے یا قیمی، مثلاً اگر کسی کا مشک بھر پانی کسی نے خرچ لیا یا پھینک دیا۔ تو اس مشک بھر پانی اسے دینا ہوگا یا اس کی قیمت اور مصنّف کی تطبیق کہ پانی بایں معنی مثلی ہے کہ اس کے حصوں کی یکساں حالت ہوتی ہے ایک گھڑے سے دو لوٹوں میں پانی لو تو دونوں پانی ایک سے ہوں گے جیسے سیر بھر گیہوں کے دو حصے کرو تو ایک دوسرے کے مثل ہوگا اسی کو مثلی کہتے ہیں اور اسے بایں معنی قیمی کہا گیا ہے کہ وہ ماپا یا تولا نہیں جاتا۔	۴	۴۳۹

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
		مسائل قسمت	
۴۳۹	۲	**مسئلہ:** روپیہ اشرفی غلّہ جو چیزیں مثلی ہیں ان میں سے بالغ وارث بطور خود اپنا حصہ نابالغوں کے حصے سے جدا کر سکتے ہیں اور یہ تقسیم مقبول رہے گی اگر نابالغوں کا حصہ ان کیلئے سلامت رہے اگر وہ تلف ہو جائے تو تقسیم کالعدم ہو کر یہ ٹھہرائیں گے کہ جو جاتا رہا وہ بالغ نابالغ سب کے حصوں میں سے گیا باقی میں سے نابالغوں کو حصہ دیا جائے گا۔	۱
۴۳۹	۳	**مسئلہ:** یہی حکم ایسی چیزوں میں شریک حاضر وغائب کا ہے جو شریک موجود ہے اپنا حصہ بطور خود لے سکتا ہے اور یہ تقسیم صحیح رہے گی اگر شریک غائب کا حصہ اس کیلئے سلامت رہے ورنہ جو گیا دونوں کا تھا اور جو باقی رہا دونوں کا ہے۔	۲
		مسائل حظر واباحت	
۳۰	۱	**مسئلہ:** اپنے دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرعًا منع نہیں مگر دامن سے ہاتھ منہ پونچھنے سے اہل تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔	۱
۳۰	۳	**مسئلہ:** کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پونچھنا نہ چاہیے۔	۲
۳۰	۴	**مسئلہ:** کھانے کے بعد اپنے عمامہ وغیرہ لباس سے ہاتھ پونچھنا منع ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ ممانعت اس وقت ہے کہ ابھی ہاتھ نہ دھوئے ہوں یا دھونے کے بعد چکنائی یابُو باقی ہو جس سے کپڑا خراب ہو۔	۳
۱۵۸	۳	**مسئلہ:** تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔	۴
۱۷۱	۸	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔	۵
۱۷۱	۹	**مسئلہ:** مطلقًا حروف کی تعظیم چاہیے خواہ کچھ لکھا ہو۔	۶
۱۷۲	۱	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کچھ لکھا ہوا سے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔	۷
۱۷۲	۲	**مسئلہ:** تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں۔ پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔	۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	**مسئلہ:** طلوعِ صبح صادق سے طلوع شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔	۲	۱۹۷
۱۰	**مسئلہ:** نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔	۳	۱۹۷
۱۱	**ف:** لعب ولہو وہزل ولغو و باطل وعبث متقارب المعنٰی ہیں۔	۵	۲۰۰
۱۲	**۱۲مسئلہ:** عبادت ومحنت دینیہ کے بعد دفع کلال وملال وحصول تازگی وراحت کیلئے احیاناً کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کاپڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔	۱	۲۰۱
۱۳	**مسئلہ:** صلہ رحم اور اپنے اقرباء کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت بوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت امور طبعی محبت کا تقاضا، تواس سے عنداللہ کچھ فائدہ نہیں۔	۲	۲۰۱
۱۴	**مسئلہ:** نماز میں انگلی چٹکانا گناہ وناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کیلئے جارہا ہے اور ان کے سوا اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہوا تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلافِ اولٰی وترکِ ادب ہے۔	۱	۲۰۵
۱۵	**مسئلہ:** یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔	۲	۲۰۵
۱۶	**مسئلہ:** ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نَورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور مُوئے زیر ناف پر بھی استعمال نَورہ آیا ہے۔	۳	۲۱۰
۱۷	**ف: تنبیہ ضروری بہت ضروری:** آریوں پادریوں وغیر ہم کے لکچر ندائیں سننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔	۶	۲۱۴
۱۸	**مسئلہ:** بلاضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔	۱	۲۲۱
۱۹	**مسئلہ:** بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چُھونا حرام ہے ہاں جزدان میں ہو تو جُزدان کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔	۱	۲۲۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲۰	**مسئلہ:** قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگرجدا لکھا ہو اسے بھی بے وضو چھونا منع ہے	۲	۲۲۲
۲۱	**مسئلہ:** کتب تفسیر وحدیث وفقہ میں جہاں آیت لکھی ہو خاص اس جگہ بے وضو ہاتھ لگانا حرام ہے باقی عبارت میں افضل یہ ہے کہ باوضو ہو۔	۳	۲۲۲
۲۲	**فائدہ ضروریہ:** تلاوت قرآن یا قراءت حدیث کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ کسی نبی کو معصیت کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔	۷	۲۳۳
۲۳	**مسئلہ:** کھانا کھا کر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا مسنون ہے۔	۱	۲۴۳
۲۴	**مسئلہ:** بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مَس نہیں کرسکتا۔	۳	۲۵۵
۲۵	**مسئلہ:** بے وضو کی گردن پر لمبی چادر کا ایک کونا پڑا ہوا ہے اور وہ اس کے دوسرے کونے کو ہاتھ پر رکھ کر مصحف شریف چھونا چاہے اگر چادر اتنی لمبی ہے کہ اس شخص کے اُٹھنے بیٹھنے سے اس دوسرے گوشہ تک حرکت نہ پہنچے گی تو جائز ہے ورنہ نہیں۔	۴	۲۵۵
۲۶	**مسئلہ:** پانی میں پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا میں ہو۔	۳	۲۷۶
۲۷	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصرانی کے یہاں کا کھانا کھانے سے ممانعت فرمائی۔	۱	۳۳۲
۲۸	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بنے نصارٰی کے برتنوں سے دور رہو اور برتن نہ ملیں تو پہلے انہیں دھو کر پاک کرلو اس کے بعد استعمال میں لاؤ۔	۴	۳۳۲
۲۹	**مسئلہ:** تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث میں ممانعت ہے۔	۲	۳۳۳
۳۰	**مسئلہ:** بکثرت حدیثیں اس بارے میں کہ بلاوجہ شرعی وہ بات نہ کی جائے جو سننے سے بری معلوم ہو عذر کی حاجت پڑے مسلمانوں کو نفرت دلائے۔	۳	۳۳۳
۳۱	**مسئلہ:** بلاوجہ شرعی وہ بات کرنی مکروہ ہے جس سے اس کی غیبت کا دروازہ کھلے۔	۴	۳۳۳
۳۲	**مسئلہ:** یہاں نصارٰی کے کھانے پینے سے بہ نسبت ہنود کے بہت زیادہ بچنے کا حکم ہے۔	۵	۳۳۳
۳۳	**مسئلہ:** رات ہو یا دن عورت جوان ہو یا بوڑھی جمعہ ہو یا عید یا جماعت پنجگانہ یا مجلس وعظ مطلقاً عورتوں کا جانا منع ہے۔	۲	۳۸۶

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۴	**ف:** بے کسی صحیح وجائز حاجتِ شرعی کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے کہ اس کے نیچے آگ ہے۔	۱	۴۰۹
۳۵	**مسئلہ:** ہنود ونصارٰی کے برتن اگر خریدے یا کسی طرح ملے ان میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۱	۴۱۵
۳۶	**مسئلہ:** ائمہ فرماتے ہیں اگر جنگل میں ایک کتا ایک حربی کافر پاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک کی پیاس کے قابل پانی ہے کتے کو پلائے اور حربی کو نہ دے۔	۴	۴۲۱
۳۷	**مسئلہ:** سوال جو بے ضرورتِ شرعیہ حرام ہے کچھ مال ہی مانگنے پر موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی کام یاخدمت کو کہنا بھی سوال میں داخل ہے خصوصًا دوسرے کے نابالغ بچے یا کنیز وغلام سے اقول: یونہی کسی کے نوکر سے کام لینا جبکہ باہم انبساط وبے تکلفی اس حد تک نہ ہو۔	۹	۴۳۷
۳۸	**مسئلہ:** رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے۔	۲	۵۷۴
۳۹	**مسئلہ:** جوابِ سلام میں دیر جائز نہیں۔	۱	۶۱۹
۴۰	**مسئلہ:** سلام شروع ملاقات کے وقت ہے دیر کے بعد یا کچھ کلام کرکے خلاف سنت ہے۔	۲	۶۱۹
۴۱	**مسئلہ:** بچے نے جب تک بات نہ کی ہو اسے مرد وعورت سب بے پردہ نہلا سکتے ہیں یہی وہ عمر ہے جس تک سترِ عورت کی اصلًا حاجت نہیں۔	۲	۶۵۶
۴۲	**مسئلہ:** بدن یا بال دیکھنے یا چھونے میں جو حکم زندے کا تھا وہی مردے کا ہے اقول: بلکہ بعض جگہ زائد کہ شوہر حیات میں مس کرسکتا ہے اور بعد موت اس کے بدن کو اصلًا ہاتھ نہیں لگا سکتا۔	۴	۶۵۶
۴۳	**مسئلہ:** دوسرے کی کنیز شرعی کا حکم مثل اپنی محرم عورت کے ہے کہ پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو کے نیچے تک دیکھنا جائز نہیں اس کے سوا میں جائز ہے بلکہ خوف فتنہ نہ ہو یا حاجتِ شرعیہ ہو تو چھونا بھی۔	۱	۶۵۸
۴۴	**مسئلہ:** اجنبی آزاد عورت کے منہ کی صرف ٹکلی جس میں کان یا گلے یا بالوں کا کوئی ذرہ داخل نہیں اور ہتھیلیاں اور تلوے دیکھنا اگرچہ حرام نہیں، ہاں مکروہ تحریمی ہے کہ ترک واجب ہے مگر اس کے اُن مواضع کا بھی چھونا مطلقًا حرام ہے ولہٰذا شیخ کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے۔	۲	۶۵۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴۵	**مسئلہ:** دوسرے کی کنیز شرعی اگر اس کے سر میں تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلانے میں اس کا پیٹ پیٹھ ملے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو۔	۳	۶۵۸
۴۶	**مسئلہ:** مسئلہ ضروریہ اشد ضروریہ: آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی نامحرم مرد کے بدن کو ہاتھ لگائے اگرچہ ہاتھ پاؤں کو، اور مرد پر حرام ہے کہ اسے اِس کی اجازت دے، یہاں سے مشائخ زمانہ سبق لیں کہ اجنبی جوان مریدات اور وہ خود بھی ضعیف نہیں پھر یہ ان کے قدم لیتیں اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں آنکھوں سے لگاتی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُنہیں ان حرکات سے بشدّت روکیں، یوں ہی بعض لوگ نہانے میں نائن یا اصیل سے ہاتھ پاؤں یا پیٹھ ملواتے ہیں یہ بھی حرام ہے اور احتراز فرض لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ البتہ اگر عورت بہت ضعیفہ بڑھیا ہے کہ محل فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف بوڑھا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے۔ **اقول:** تو یونہی اس کے پاؤں چھونے سے اس عورت کو ممانعت نہ کی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو واللہ تعالٰی اعلم۔	۴	۶۵۸
۴۷	۴۷ **مسئلہ:** جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے۔	۲	۶۶۳
۴۸	**مسئلہ:** اگر کوئی جنب یا حیض یا نفاس والی عورت پاس موجود ہو تو قرآن عظیم کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اپنی عورت حائضہ یا نفساء کی گود میں سر رکھے لیٹا ہو اس وقت بھی تلاوت کرسکتا ہے۔	۳	۶۶۳
۴۹	**مسئلہ:** کپڑے میں بانے کا اعتبار ہوتا ہے تانے کا لحاظ نہیں، بانا اگر ریشم ہو مرد کو ناجائز ہے اگرچہ تانا سُوت ہو اور بانا سُوت ہے تو جائز اگرچہ تانا ریشم ہو۔	۲	۶۷۹
۵۰	**مسئلہ:** مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہے خاکِ شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چونا، کما فی نصاف الاحتساب۔	۳	۶۹۶
۵۱	**مسئلہ:** سیپ کا چُونا حرام ہے جس پان پر وُہ چُونا لگا ہو ہو اس کا کھانا حرام ہے۔	۲	۷۰۱
۵۲	**مسئلہ:** بلاضرورت دوامنہ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔	۲	۷۰۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	**مسئلہ:** جہاد میں حربی کافروں کے ساتھ بھی مثلہ کرنا یعنی قتل کے بعد ناک، کان کاٹنا حرام ہے۔ ہاں عین قتال میں جہاں بھی ضرب ہو جو کچھ بھی قطع کیا جائے کمال اجر ہے۔	۳	۷۰۴
۵۴	**مسئلہ ضروریہ:** بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر کالک لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے۔	۴	۷۰۴
۵۵	**مسئلہ:** جس طرح بے وضو کو قرآن مجید کے حرفوں کو چھونا حرام ہے یونہی اس کے حاشیہ کی سادہ بیاض کو، یونہی اس کی جلد کو، یونہی چولی کو جو پٹھوں پر چڑھی ہوئی ہے، ہاں جزدان یا مقوے میں ہو تو ان کا چھونا جائز ہے۔	۱	۷۲۳
۵۶	**مسئلہ:** مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے مثلاً خدمت گاری کافر کی نوکری حدیث میں اس سے منع فرمایا۔	۳	۷۵۵
۵۷	**مسئلہ:** اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔	۸	۷۵۵
۵۸	**مسئلہ:** پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۸	۸۰۷
۵۹	**مسئلہ:** مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۱	۸۰۸
	مسائل احیاء موات		
۱	**مسئلہ:** خودرَو گھاس مالک کی مِلک نہیں ہوتی جو کاٹ لے اسی کی ہے مگر اگر زمین جوتی اسے پانی دیا کہ گھاس اُگے تو اب یہ گھاس اس کی مِلک ہو گی دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۱	۸۱۷
۲	**مسئلہ:** مباح چیز جیسے دریاؤں کا پانی جنگل کا خودرَو پھل پھول ان پر جس کا ہاتھ پہلے پہنچ جائے اور قبضہ کرلے وہی مالک ہو جاتا ہے اس تفصیل پر جو آگے مذکور ہے۔	۲	۸۲۲
۳	**مسئلہ:** کسی مباح چیز کے لانے کیلئے دوسرے کو اپنا نائب یا وکیل یا خادم یا مددگار بنانا صحیح نہیں جسے وکیل کیا جب وہ قبضہ کرے گا وہی مالک ہو جائے گا۔	۴	۸۲۲

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴	**مسئلہ:** کسی سے بلااجرت کہا جنگل سے میرے لئے لکڑیاں یا پتے وغیرہ لے آؤ یا مثلاً ہرن یا مچھلی شکار کرلاؤ اس نے کیا لکڑیوں پتوں شکار کا خود ہی مالک ہوا یوں ہی جنگل میں جو برف آسمان سے گرا وہ منگوایا تو اٹھانے والا ہی مالک ہوگا۔	۱	۴۲۳
۵	**مسئلہ:** مباح چیزوں کی تحصیل، جیسے غیر مملوک جنگل سے گھاس لکڑی شکار یا دریا یا نہر کنویں سے پانی لینا اس میں شرکت نہیں ہوسکتی کہ ایک کرے اور دونوں کی ملک ہو بلکہ جو جتنی چیز لے گا وہی تنہا اس کا مالک ہوگا اور جو چیز دونوں نے مل کر حاصل کی مثلاً ایک لکڑی دونوں نے کاٹی تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرا مددگار تھا تو چیز قابل کی ہوگی اور مددگار کو مزدوری ملے گی جو کچھ ایسے کام پر ملتی ہو۔	۲	۴۲۸
۶	**مسئلہ:** جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اس کے گرد چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔	۴	۵۷۳
	مسائل شرب		
۱	**مسئلہ:** کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خالص مِلک خدا ہے۔	۵	۴۱۶
۲	**مسئلہ:** مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بھر جائے برتن والا اس کا مالک نہ ہوگا جو لے لے اسی کا ہے۔ ہاں اس کا برتن بے اس کی اجازت استعمال نہیں کرسکتا۔	۲	۴۱۷
۳	**مسئلہ:** اگر کسی نے برتن اسی غرض سے رکھا کہ اس میں مینہ کا پانی آئی تو اس پانی کا وہی مالک ہوگا دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۳	۴۱۷
۴	**مسئلہ ضروریہ:** بہشتیوں کے بچے اکثر کنووں پر پانی بھرتے اور لوگ ان سے پینے یا وضو کو پانی لیتے ہیں یہ حرام ہے۔	۲	۴۳۴
۵	**مسئلہ:** سقا جب تک کسی کے برتن میں نہ ڈال دے پانی کا خود مالک ہے اگر زید کے گھر لے جانے کو مشک بھری اور اس کے برتنوں تک لے گیا اور اس وقت بھی اسے اختیار ہے کہ وہاں نہ ڈالے دوسری جگہ لے جائے یا جو چاہے کرے، ہاں جب اس کے برتن میں ڈال دیا اب بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۴	۴۳۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
٦	**مسئلہ:** بوہرے کے بھرے ہوئے پانی سے جو اس کی مِلک ہو بے حالتِ احتیاج اس کے ماں باپ کو انتفاع میں بھی دقّت ہے۔	٦	۴۳۴
٧	**مسئلہ بغایت مشکلہ:** بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ اگر نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لے کر کچھ حصہ اس میں ڈال دیا اب اس حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہوگیا۔	١	۴۳۵
٨	**مسئلہ:** نابالغ کا مملوک پانی اگر اس کے گھر سے لاکر بھی کوئی شخص کنویں یا مباح حوض میں ڈال دے گا اس کا استعمال بھی اسی طرح حرام ہوجائے گا۔	۴	۴۳۵
٩	**مسئلہ:** یہ پانی اس نابالغ کے والدین بشرط احتیاج بالاتفاق استعمال کرسکتے ہیں اور ایک روایت پر بلا احتیاج بھی۔	۵	۴۳۵
١٠	**مسئلہ:** نابالغ کی مِلک کا یہ پانی کہ کنویں یا مباح حوض میں مل گیا کسی طرح کتنے ہی داموں کو خریدا بھی نہیں جاسکتا نہ اس کی بیع سے نہ اس کے ولی کی۔	١	۴۳٦
١١	**مسئلہ:** نابالغ کی مِلک کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے گا مثلاً کھڑے وغیرہ میں تو اس پانی کا استعمال بھی یونہی حرام ہوجائے گا حتی کہ اس کے مالک کو۔	٢	۴۳٦
١٢	**مسئلہ:** کچھ پانی وغیرہ کی خصوصیت نہیں نابالغ کی مِلک کی کوئی چیز جب دوسری چیز میں اس طرح مل جائے گی کہ تمیز ناممکن ہو مثلاً کسی کے دودھ میں نابالغ کا پانی یا پانی میں عرق یا گیہوں میں گیہوں یا چاول میں چاول جب بھی یہی حکم ہے کہ وہ چیز خود مالک پر بھی حرام ہوگئی۔	٣	۴۳٦
١٣	**مسئلہ:** کسی کے غلام یا کنیز شرعی نے جو پانی کنویں یا مباح حوض سے بھرا وہ مالک عاقل بالغ کی اجازت سے جائز ہوسکتا ہے اب اجازت دے یا غائب ہے اور اسے خبر پہنچے اس وقت اجازت دے اور اگر اس کا مالک نابالغ یا معتوہ ہے تو عاقل بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت درکار ہے۔	٦	۴۳٦
١۴	**مسئلہ:** یہ احکام ٹھہرے ہوئے پانی میں ہیں اگرچہ دَہ دردَہ یا زائد ہو جاری پانی میں اگر نابالغ کی مِلک کا پانی مل جائے تو اس کا استعمال ناجائز نہ ہوگا۔	٩	۴۳٦

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۵	**مسئلہ:** جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے جس طرح صرف میں نہیں لاسکتے یوں ہی پھینک بھی نہیں سکتے اُبال بھی نہیں کر سکتے۔ اقول مگر جبکہ کنواں ناپاک ہوجائے اس وقت کل یا بعض جتنے ڈول نکالنے کا حکم ہو بظاہر اس کی اجازت ہونی چاہئے فان القصد فیه الی الاصلاح دون الافساد الاتری اذاکان حوضًا مملوکا لصغیر فیه ماؤہ فتنجس فانه یطهر بالاجزاء ولایترک فاسدًا علی الصبی فلیتأمل (کیونکہ اس میں مقصود پانی کی اصلاح ہے پانی کا فساد مقصود نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب حوض بچے کی ملکیت ہو اور اس میں پانی ہو پھر نجس ہوجائے تو پانی جاری کرکے اسے پاک کیا جاتا ہے اور فاسد پانی کو بچے کیلئے نہیں چھوڑا جاتا، غور کرو۔ ت) اور اسلم یہ ہے کہ اس نابالغ کی مِلک کا اگر کوئی جانور ہو جتنا پانی اس نے ڈالا تھا اس جانور کو پلادیں یا اس کی کوئی عمارت بنتی ہو اس کے گارے میں ڈال دیں یا ڈول بھی محسوب رکھیں جو باقی رہے کنویں سے اور نکال لیں هذا ماعندی والله اعلم (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور اللہ تعالٰی زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ ت)	۲	۴۳۷
۱۶	**مسئلہ:** اگر مینہ یا سیل نے اسے ابال دیا تو بلا دقّت جواز ہوگیا۔	۳	۴۳۷
۱۷	**مسئلہ:** الحمدللہ مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈالا ہے اتنا یا اس سے زائد بھر کر اسے دے دیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا۔	۱	۴۳۹
۱۸	**مسئلہ:** یہاں جواز کیلئے پانی کا جریان نہ مطلقًا کافی نہ ہمیشہ ضرور بلکہ اتنا پانی نکل جانا چاہی جتنا نابالغ نے ڈالا تھا۔	۲	۴۳۹
	مسائل دیت		
۱	**مسئلہ:** ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں ولہذا اگر کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پُورے ہاتھ کی دیت لازم آئی گی۔	۵	۲۵۹
۱	**مسائل مداینات**		
	مسئلہ: جس کے کسی پر مثلًا سو۱۰۰ روپے آتے ہوں کہ اس نے دبالئے یا اور کسی وجہ سے ہوئی اور اسے اس روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سو روپے کی مقدار تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آج کل اس پر فتوی دیا گیا ہے مگر سچے دل سے بازار کے بھاؤ سے سو ہی روپے کا مال ہو زیادہ ایک پیسہ کا ہو تو حرام در حرام ہے۔	۲	۳۹۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲	**مسئلہ:** مدیون پر ڈگری ہوئی اس کامال ادائی دین میں لیا جائے گا مگر پہننے کے ضروری کپڑے نہیں لی جاسکتے۔	۷	۶۵۹
	مسائل وصی		
۱	**مسئلہ:** ماں باپ محتاج ہوں تو اپنے بچے کامال بقدرِ حاجت بلا قیمت لے سکتے ہیں اور غنی ہیں لیکن اس وقت اپنے مال پر ہاتھ نہیں پہنچتا مثلاً سفر میں ہیں اور بچہ کامال موجود ہے تو بقیمت لے کر خرچ کر سکتے ہیں جب اپنا مال ملے قیمت ادا کریں۔	۱	۴۲۷
۲	**مسئلہ:** باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بچہ کو استاد کی خدمت کیلئے دے کہ یہ مفت اس کاکام کاج جو اس کے قابل ہے کرے اور وہ اسے تعلیم کرے اگرچہ کسی جائز پیشہ ہی کی۔	۱	۴۲۸
۳	**مسئلہ:** باپ اور دادا اور ان کے وصی کو اختیار ہے کہ نابالغ سے اسے ادب دینے اور کام کی عادت ڈالنے کیلئے اس کے لائق کی خدمت لیں۔	۲	۴۲۸
۴	**مسئلہ:** ماں نے اپنا مال اپنے یتیم بچے کے ساتھ ملالیا اور دونوں ساتھ کھاتے ہیں، اگر ماں کے حصہ میں معتدبہ زیادت آتی ہے تو یہ اسے جائز نہیں۔	۴	۴۳۰
۵	**مسئلہ:** نابالغ یتیم کما کرماں کو دیتا ہے ماں اس پر خرچ کرتی ہے اس میں سے ایک دو لقمے کھاسکتی ہے۔	۱	۴۳۱
۶	**مسئلہ:** دوسرے کے بچے سے سہل معمولی کام لینا مثلاً محلّہ میں سے فلاں کو بلالا یا یہ بات کہہ آ اس قدر میں حرج نہیں۔	۲	۴۳۱
۷	**مسئلہ:** جس سے جتنی بے تکلفی ہو اس کے مال میں تصرف کرنا اس کے غلام یا نوکر سے اتنا کام لینا بے اس کے پوچھے بھی جائز ہے جہاں تک معلوم ہو کہ وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ گزرے گا۔	۱	۴۳۳
۸	**مسئلہ:** استادوں کو اختیار ہے کہ باپ دادا یا ان کے وصی کی اجازت سے اپنے شاگردوں سے معمولی کام، خدمت لیں، جہاں تک عام دستور ہے اور اس میں بچہ کو ضرور نہ ہو ان کا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں نہ ان سے بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں۔	۵	۴۳۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۹	**مسئلہ:** استاد جسے بچہ سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ بچے سے پانی بھرنے کو کہے جبکہ وہ ہوشیار ہو اور اس برتن مثلاً ڈول یا گھڑے کو بھر کر کنویں سے نکالنے کی طاقت رکھتا ہو جب وہ اسے بھر کر کنویں تک لائے اس وقت استاد اس کے ہاتھ سے لے کر کنویں سے باہر خود نکال لے یا کسی بالغ شاگرد وغیرہ سے نکلوالے اب اس پانی کا استعمال جائز ہوگا۔	۱	۴۳۴
۱۰	**مسئلہ:** ماں باپ دادا دادی اپنے بچے سے کام لے سکتے ہیں یا تو یوں کہ محتاج ہیں یا نوکر رکھنے کی طاقت نہیں یا بچے کو ادب دینے کام سکھانے کی عادت ڈالنے کیلئے	۱۰	۴۳۷
۱۱	**مسائل فرائض**		
	مسئلہ: غسل کفن دفن کی حاجت تقسیم ترکہ بلکہ ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جب تک اس سے فراغ نہ ہولے کوئی قرض خواہ بھی کچھ نہ پائے گا، نہ کوئی وصیت نافذ کی جائے گی نہ کسی وارث کو کچھ دیا جائے گا۔	۲	۶۵۹
	مسائل فقہیّہ		
۱	**مسئلہ:** زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقہ فطر و فدیہ روزہ نماز و کفارہ قسم وغیرہ میں نیم صاع گیہوں جو کے پیانے سے دئے جائیں یعنی جس برتن میں ایک سو چوالیس روپے بھر جو ٹھیک ہموار سطح سے آجائیں کہ نہ اُونچے رہیں نہ نیچے اس برتن بھر کر گیہوں کو ایک صدقہ سمجھا جائے ہم نے تجربہ کیا پیمانہ نیم صاع جو میں بریلی کے سیر سے کہ سَو روپے بھر کا ہے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر گیہوں آتے ہیں فی کس اتنے دئے جائیں۔	۱	۱۴۴
۲	**مسئلہ:** تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے کہ چھیانوے ۹۶ روپے بھر کا ہے تقریباً آدھ پاؤ اوپر سیر بھر ہے اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر کے قریب مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔	۱	۱۴۵
۳	**مسئلہ:** حکم حکمت کیلئے ہوتا ہے مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا بندہ کو حکم کا اتباع چاہی حکمت جو اسے معلوم ہے موجود ہو یا نہیں، جیسے سفر میں دو ۲ رکعت کی تخفیف اس حکمت کیلئے ہے کہ سفر مشقت ہے اور مشقت طالب آسانی۔ پھر اگر بادشاہِ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے بلکہ سیر و شکار سے اور زیادہ راحت و فرحت ہو جب بھی قصر کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ حکمت سے۔	۲	۲۴۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۴	**ف:** محدث جب مطلق ہو تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔	۲	۲۵۵
۵	**مسئلہ:** امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں مثلاً سو روپے زید کے پاس امانت رکھے زید کو حرام ہے کہ ان روپوں کو دوسرے سو روپوں سے بدلے یا کسی کی اشرفی چھینی خاص وہی اشرفی اسے پھیر کر دینا فرض ہے دوسری بدل کر نہیں دے سکتا اگرچہ بعینہٖ وہی سکہ وہی حالت ہو۔	۳	۴۱۹
۶	**مسئلہ:** مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ مثل وہم نامعتبر۔	۷	۴۲۱
۷	**ف:** استار ایک تولہ ۸ ماشے دو رتی ہے اور رطل ۳۳ تولے ۹ ماشے۔	۳	۵۶۰
۸	**مسئلہ:** شریعت مطہرہ جو رخصتیں عطا فرماتی ہے مثلاً مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے چار رکعتیں فرض کی دوپڑھے گا پانی میل بھر دور ہو تو نمازی تیمّم کرے اُن میں مطیع عاصی سب شریک ہوتے ہیں اگر کسی نے کسی ناجائز کام کیلئے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ قضا کر سکے گا اور جو معاذاللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تیمّم کرے گا۔	۶	۶۳۶
۹	**مسئلہ:** ہمیشہ یاد رہے کہ احکام الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہو سکتی مشقت شدید عذر ہے۔	۳	۶۳۲
۱۰	**مسئلہ:** ثواب کی بات میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینی کہ اس کے کرنے کیلئے آپ چھوڑنی یہ نہ چاہئے **اقول:** مگر محل ادب میں کہ یہاں اسے ترجیح دینا ہی بڑی قربت ہے جیسے نماز جنازہ میں حکم ہے کہ باپ کو مقدم کرے اگرچہ بیٹے کا حق ہے بدائع میں ہے: منع التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم۔	۵	۶۵۵
۱۱	**مسئلہ:** عبادت کی چار قسمیں مقصودہ مشروط بطہارت، مقصودہ غیر مشروط، مشروط غیر مقصودہ، غیر مقصودہ وغیر مشروط اور ان کی مثالیں۔	۹	۶۶۴
۱۲	**مسئلہ:** اختلاف ائمہ سے حتی الامکان بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے مثلاً باوضو نے اپنے عضو مخصوص کو کھجانے میں ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک وضو نہ گیا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جاتا رہا تو مستحب ہے کہ وضو کرلے لیکن اگر وضو کرکے وہیں بیٹھا ہے اور کھجایا تو وہیں دوبارہ وضو نہ کرے کہ بے مجلس بدلے دوبارہ وضو مکروہ ہے بلکہ مجلس بدل کر وضو کرنا چاہے۔	۵	۸۰۸

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
		رسم المفتی	
۲۱	۲	**فائدہ ضروریہ:** خلاف مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جبکہ خلاف اختلافِ زمانہ سے ناشئی نہ ہو۔	۱
۱۸۸	۳	**ف:** کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتبِ فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔	۲
۱۹۰	۷	**ف:** شئی اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب وشروط واحکام وآثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔	۳
۲۰۲	۱	**ف:** شرعی کے دو معنی ہیں مقبول فی الشرع ومطلوب فی الشرع۔	۴
۳۸۵	۳	**ف:** چھ۶ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں ۱۔ضرورت، ۲دفع حرج، ۳عرف، ۴تعامل، ۵دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، ۶کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ ان سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔	۵
۳۸۶	۱	**ف:** انہیں وجوہ سے صحیح ومؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت وجمعہ وعیدین میں حاضر ہونا کہ زمانہ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقاً منع ہے۔	۶
۳۸۸	۷	**ف:** علامہ شامی فرماتے ہیں: ہم نے صرف تقلید امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے نہ کسی اور کی ولہذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے، نہ یوسفی وغیرہ امام ابویوسف وغیرہ کی نسبت سے۔	۷
۳۸۹	۲	**ف:** امام سے مسائل منقول ہین دلائل مشائخ نے استنباط کی ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قول امام کا ضعف لازم آنا درکنار دلیل امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔	۸
۴۰۰	۶	**مسئلہ:** جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابویوسف کے قول پر عمل ہو ان کے بعد امام محمد پھر امام زفر پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم مثل امام عبداللہ بن مبارک وامام اسد بن عمرو وامام زاہد ولیث بن سعد وامام عارف داؤد طائی وغیرہم اکابر اصحاب امام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کے اقوال پر عمل ہو۔	۹

صفحہ نمبر	فائدہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۰۸	۳	**فائدہ:** مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔	۱۰
۴۸۴	۳	**فائدہ:** ایک ہی چیز میں اختلاف سوال سے مفتی کا فتوی مختلف ہو جاتا ہے اسی چیز کو پوچھیں کہے گا جائز، اسی کو پوچھیں کہے ناجائز، اختلاف احوال سے یہ اختلاف پیدا ہوتا ہے۔	۱۱
۵۸۱	۱	**فائدہ:** کسی مسئلہ میں کوئی امام معتمد جو قید زیادہ فرمائی اور اوروں سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو واجب القبول ہے اقول صورتیں چار ہیں دوسروں کے یہاں اس کی نفی اثبات کچھ نہیں یہی وہ صورت مذکور ہے بعض دیگر نے خلاف کیا اور ترجیح اسے ہے جب بی حکم وہی ہے اور ترجیح اسے ہے تو بالعکس اور کسی کو ترجیح نہ دی گئی تو حسب دستور احوط یا ایسر یا اوفق یا اوفق ملحوظ و منظور۔	۱۲
۵۸۱	۲	**فائدہ:** تقید شراح اطلاق متون کی مخالفت نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔	۱۳
۸۲۰	۹	**فائدہ:** افاداتِ علماء میں تکرارِ مسائل معیوب نہیں امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی کتب میں مسائل مکرر ذکر فرمائی کہ لوگوں کو خود ہی خواہی نخواہی حفظ ہو جائیں۔	۱۴
		عقائد	
۲۴۴	۷	**فائدہ جلیلہ:** ہر نیک کام سے گناہ دھلتے ہیں مگر جو چیز قربت میں صرف کی گئی اس کی طرف گناہوں کی نجاست حکمیہ منتقل ہونا صرف اس چیز میں ہے جسے بالخصوص شرع مطہر نے اس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو جیسے وضو وغسل میں پانی یا زکوۃ میں مال۔ یہ حکم مطلق ہو تو نیکی الٹی بدی ہو جائے مثلاً پانی پلانا ضرور کار ثواب ہے اب جو پانی پلانے کیلئے لیا اگر گناہوں کی نجاست اس میں آجائے تو پانی ناپاک یا خراب ہو جائے تو نجس یا مکروہ پانی پینے کو دینا ٹھہرے اور یہ نیکی نہیں بدی ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہابیہ مخذولین کا زکوۃ پر قیاس کرکے نیاز اولیاء کے کھانے کو معاذاللہ بلفظ خباثت تعبیر کرنا کہ صدقہ کی وجہ سے اس میں خباثت آگئی جیسا کہ وہابیہ کی براہین قاطعہ وغیرہا میں ہے یہ محض ان خبیثوں کی خباثت وحماقت ہے نیاز اولیاء سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے ہاں خبیثوں کیلئے خباثت ہے کما قال اللہ تعالٰی: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ (گندیاں گندوں کیلئے ہیں اور گندے گندیوں کیلئے اور ستھریاں ستھروں کیلئے ہیں اور ستھرے ستھریوں کیلئے، ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں) والحمدللہ ۱۲۔	۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۲	**مسئلہ:** ایمان ہے کہ اللہ تعالٰی فاعل مختار ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شیئ موثر حقیقی نہیں، نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اسباب ومسببات میں ربط فرمادیا ہے کہ وہ بھی اسی کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو چیز پانی سے جل جائے آگ سے بجھ جائے آنکھیں سنیں کان دیکھیں وغیر ذلک۔ چاہے تو اسباب کو معطل کردے لاکھ سبب موجود ہوں اور مسبّب نہ ہوسکے چاہے تو اسباب کو معزول فرمادے کوئی سبب نہ ہو اور مسبّب موجود ہوجائے اعلم ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر۔ (جان لو بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ت)	۱	۴۹۰
۳	**فائدہ:** جہنم کی آگ سخت اندھیری کی طرح کالی تاریک اندھیری ہے اس کی لپٹ میں اصلاً روشنی نہیں۔	۳	۵۵۰
۴	**مسئلہ:** مسلمان جو جانور نیازِ اولیا ذبح کرتے ہیں حلال ہے اور ان پر یہ بدگمانی کہ وہ معاذاللہ غیر خدا کی عبادت چاہتے ہیں سخت حرام۔	۱	۵۵۸
۵	**مسئلہ:** اگر کوئی جاہل ایسی ملعون نیت کرے بھی اور ذابح تکبیر کہہ کر ذبح کرے جانور حلال ہے کہ یہاں ذابح کی نیت کا اعتبار ہے اور اسے حرام کہنا قرآن عظیم کے خلاف ہے۔	۲	۵۵۸
۶	**مسئلہ:** اگر کوئی مرتد یا مشرک بُت پرست کوئی جانور ذبح کرے تو اس ذبح سے اس کی کھال پاک ہوجانے میں دونوں قول باقوت ہیں اور احتیاط اس میں ہے کہ ناپاک سمجھیں۔	۳	۵۵۹

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۷	**مسئلہ**: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حالِ حیات وحالِ وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیّب وطاہر ہیں۔	۲	۶۱۱
۸	**مسئلہ عقائد**: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کاجداہونا صرف ایک آن کیلئے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہوجاتے ہیں جیسے حیات ظاہری میں تھے جسم وروح سے معًا ولہٰذاان کاترکہ نہیں بٹتانہ ان کے بعدان کی ازواج سے نکاح جائز۔	۳	۶۱۱
۹	**مسئلہ**: انبیاء علیہم الصلوٰۃوالسلام کو مردہ کہنا حرام بلکہ بطور توہین ہو توصریح کفر ہےاللہ عزوجل نے شہید کو مردہ کہنے سے منع فرمایا۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اُن سے بدرجہازائد ہے شہید کی حیات احکام دنیامیں نہیں۔اس کاترکہ بٹے گااس کی بی بی عدت کے بعد نکاح کرسکے گی بخلاف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۴	۶۱۱
۱۰	**مسئلہ**: تمام کافراگرچہ بظاہر کلمہ گو نماز گزار ہوں جیسے وہابیہ وغیرہم یہ سب اللہ عزوجل سے محض جاہل ہیں جواللہ ہے اسے جانتے نہیں اور جسے اپنے زعم میں اللہ کہہ رہے ہیں وہ اللہ نہیں۔	۵	۶۶۲
۱۱	مسلمانوں کے سوااللہ تعالٰی کو کوئی نہیں جانتا کلمہ گومرتد اگرچہ نمازیں پڑھیں قال اللہ تعالٰی قال الرسول کہیں اللہ عزوجل کوہرگز نہیں جانتے۔	۳	۷۳۵
۱۲	**مسئلہ**: جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلئے لازم ذات ہیں اور جملہ عیوب ونقائص کذب جہل وغیرہ وغیرہ سب اس پر محال بالذات ہیں کہ اصلاً کسی طرح امکان نہیں رکھتے وہابی کہ ان کو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے۔	۲	۷۳۶
۱۳	**عقیدہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پران کی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔	۴	۷۵۵
۱۴	**عقیدہ**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے جان ومال کے مالک ہیں اگروہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذاللہ سوال نہیں بلکہ یقینا ایسا ہے جیسے مولٰی اپنے غلام سے اس کی کمائی کاکچھ حصہ لے کہ غلام اوراس کی کمائی سب مولٰی کی ملک ہےاسی لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی ھل انا ومالی الالک یارسول اللہ میں اور میرامال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یارسول اللہ!	۱۰	۷۵۵

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	ردِّ بدمذہباں		
۱	**فائدہ:** امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفتِ مذہب کی جرأت نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں یوں دونوں قولوں میں اتفاق کراتا کہ نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ۔ مسلمانو! انصاف! ان اکابر کی تو یہ کیفیت اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلہ کو طیار۔	۷	۳۹۸
۲	**مسئلہ:** تقلیدِ شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو عمل کرو باطل ہے اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب غیر مقلد وہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا۔	۱	۴۰۱
۳	**ترجمہ فائدہ جلیلہ:** بعض علماء بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کہنے کی بات ہے دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے بلکہ بُرا جانتے ہیں جابجا جس کسی مسئلہ میں بیقیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف فرمادیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرأت نہ کریں پھر یہی علماء عمر بھر اپنے کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہتے کہلاتے رہے کبھی مذہب سے بیقیدی نہ برتی عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علمائے امت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور آدمی کو عمل کیلئے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزارہا کتابیں اور ائمہ واکابر کی عمروں کی کارروائیاں سب لغو و فضول میں وقت و عمر و مال برباد کرنا ہوتا اس سے بدتر کون سی شناعت ہے۔	۲	۴۰۱
۴	**فائدہ:** نصارٰی صراحۃً تثلیث کے قائل ہیں مگر تاویل کے ساتھ لہٰذا شرع مطہر نے انہیں مشرک نہ ٹھہرایا اور ان کے اور مشرکوں کے احکام میں فرق فرمایا مگر وہابیہ اللہ و رسول سے آگے بڑھتے اور پوری توحید لا الٰہ الا اللہ ماننے والے مسلمانوں کیلئے بات بات پر مشرک کا لفظ گھڑتے ہیں **وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ﴿۲۲۷﴾** (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت)	۱	۷۳۸

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	فوائد حدیثیہ		
۱	**ترجمہ اصل عبارت:** حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ سنیت۔	۱	۱۱
۲	**فائدہ:** حدیث ضعیف استحباب واباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔	۱	۲۶
	فضائل ومناقب		
۱	**مسئلہ:** انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو سونے سے نہیں جاتا۔	۱	۹۱
۲	**فائدہ:** انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔	۲	۹۱
۳	**فائدہ:** ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی نے فرمایا اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی یہ مرتبہ حاصل تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا۔ اور ایسے ہی اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور سیدنا غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔	۴	۹۱
۴	**مسئلہ:** نیند کے سوا باقی اور نواقض سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا، اور مصنف کی تحقیق کہ نواقض حکمیہ مثل خواب وغشی سے نہ جاتا اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا۔	۱	۹۲
۵	**ف:** بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے یوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔	۴	۹۲
۶	**ف:** غشی بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسم ظاہر پر طاری ہوسکتی ہے دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار وخبر دار رہتا۔	۳	۹۳
۷	**مسئلہ:** حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طیّب طاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال وباعث شفا وسعادت مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت شان کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم میں حکمِ نجاست رکھتے۔	۵	۹۳

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۸	**فائدہ:** حدیثوں میں جوارشاد ہوا کہ وضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں اہل کشف اسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔	۱	۹۳
۹	**فائدہ:** ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔	۲	۲۴۵
۱۰	**فائدہ:** اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم وامام ابویوسف سرداران اہل کشف ومشاہدہ ہیں۔	۳	۲۴۵
۱۱	**مسئلہ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو بلکہ غسلِ جنابت کا بھی پانی ہمارے حق میں طاہر ومطہر ہے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۳	۲۵۴
۱۲	**فائدہ جلیلہ:** اجلہ اکابر ائمہ دین معاصرانِ امام اعظم وغیرہم رضی اللہ عنہ وعنہم کی تصریحات کہ امام ابوحنیفہ کے علم وعقل کو اوروں کا علم وعقل نہیں پہنچتا جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔	۵	۳۸۹
۱۳	**فائدہ:** استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستاد امام اعظم نے امام سے کہا اے گروہِ فقہاء تم طبیب ہو ہم محدثین عطار، اور اے ابوحنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے لیے۔	۶	۳۸۹
۱۴	**فائدہ:** امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابوحنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔	۷	۳۸۹
۱۵	**فائدہ:** امام شافعی نے فرمایا تمام جہاں میں کسی کی عقل ابوحنیفہ کی مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا: اگر ابوحنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل غالب آئی۔ امام بکر بن جیش نے کہا: اگر ان کی عقل کا تمام اہل زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ واکابر و مجتہدین ومحدثین وعارفین سب کی عقل پر غالب آئی۔	۸	۳۸۹
۱۶	**فائدہ:** امام شعرانی شافعی اپنے پیرومرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابوحنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔	۱	۳۹۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	**مسئلہ:** زمزم شریف سے غسل ووضو بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجاء مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۱	۴۰۸
۱۸	**فائدہ جلیلہ:** ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیامیں آخرت میں روزِاول سے آج تک آج سے ابدالاباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضوراقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزّوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔	۳	۵۳۵
۱۹	**۱۹ فائدہ:** اللہ اکبر کاشانہ نبوت میں دودو مہینے آگ روشن نہ ہوتی صرف خُرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۲	۵۵۰
۲۰	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اسے شرف مل گیا۔	۳	۵۵۲
۲۱	**مسئلہ:** اللہ عزوجل نے غیر افضل اشیا کو بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے تاکہ ان اشیا کو فضل حاصل ہو لہٰذا ولادتِ اقدس ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی نہ ماہِ مبارک رمضان میں اور روز جانِ افروز دوشنبہ ہوئی نہ روز مبارک جمعہ اور مکان مولدِ اقدس میں ہوئی نہ کعبہ معظّمہ میں۔	۴	۵۵۲
۲۲	**دلائل افضیلت کوثر:** (۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عنداللہ افضل ہے اور جو عنداللہ افضل ہے فی نفسہٖ افضل ہے اور جو فی نفسہٖ افضل ہے جہاں ہو افضل ہے توجو آخرت میں افضل ہے وہی دنیامیں افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے تواب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔ (۲) زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخر کا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔ (۳) کوثر کا پانی جنت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: کوثر میں جنّت سے دوپر نالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا۔ اور فرماتے ہیں: سن لو اللہ کا مال بیش بہا ہے، سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔ (۴) کوثر کا پانی اُمتِ مرحومہ کیلئے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا ابداآباد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا نہ کبھی اس کے چہرے پر سیاہی آئے۔		

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	(۵) اللہ عزوجل نے عطائے کوثر سے اپنے حبیب افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان عظیم رکھا کہ انّا اعطینٰک الکوثر۔ بیشک ہم نے کہ عظمت والے ہیں تم کو کہ بے مثل ویکتا ہو کوثر عطافرمایا۔ اسی طرف اِنّا میں ضمیر جمع اور اعطینٰک میں کاف مفرد کا اشارہ ہے تو کوثر کی عظمت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے اللہ عزوجل ہم فقرائے بے قدر کو بھی اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کفِ کرم سے اُس میں سے پینا نصیب فرمائے۔ آمین!	۶	۵۵۲
۲۳	**فائدہ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وسلم تمام جہان کیلئے نعمت الٰہیہ ہیں۔	۵	۷۳۷
	فوائد اصُولیہ		
۱	**مسئلہ:** سنّت مؤکدہ کے ترک عادت سے گنہ گار و مستحق عذاب ہوتا ہے۔	۵	۹۵
۲	**فائدہ:** حتی الامکان اختلافِ علماء سے بچنا مستحب ہے جب تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے۔	۱	۹۸
۳	**فائدہ:** سنتِ ہُدٰی سنّتِ مؤکدہ کا نام ہے اور سنت زائدہ سنّت غیر مؤکدہ کا۔	۲	۱۷۴
۴	**مسئلہ:** سنتِ مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار مورثِ عتاب ہے مگر گناہ نہیں، ہاں ترک کی عادت کرے تو گنہ گار ہوگا اور اس بارے میں دفعِ اوہام وتوفیق اقوالِ علمائے کرام۔	۲	۱۷۶
۵	**فائدہ:** اگرچہ فقہاء خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں سے عام پر اطلاقِ کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اس کے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔	۲	۱۷۸
۶	**فائدہ:** مکروہِ تنزیہی لغۃً وشرعًا منہی عنہ نہیں اگرچہ نحویوں کے طور پر اس میں صیغہ نہی ہو۔	۲	۱۷۹
۷	**مسئلہ:** اسراف کہ ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔	۱	۱۸۴
۸	**فائدہ:** مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	۴	۱۸۷
۹	**مسئلہ:** جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آئے اور اماموں کے مذہب کی رعایت مستحب ہے۔	۳	۴۱۴

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۰	**مسئلہ:** مستحب کاترک مکروہ نہیں	۴	۴۱۴
۱۱	**مسئلہ:** جو یقین کسی مجہول میں ہو شک سے زائل ہو جاتا ہے۔	۲	۴۳۸
۱۲	**مسئلہ:** ائمہ متقدمین کے عرف میں حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں۔	۴	۴۴۵
۱۳	**مسئلہ:** فرض عین فرض کفایہ سے قوی تر ہے۔	۴	۶۵۵
۱۴	**مسئلہ:** جو بات شرعًا واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کرسکتا ہو اس وقت گمان وظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔		
۱۵	**فائدہ:** قرآن کریم کی سنت کریمہ ہے کہ بعض جگہ کلیہ کو اکثریہ سے تعبیر فرماتا ہے۔	۱	۷۳۷
۱۶	**فائدہ:** جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے یونہی اکثر سے کل۔	۲	۷۳۷
۱۷	**فائدہ:** کبھی قلّت بولتے ہیں اور مراد عدم۔	۳	۷۳۷
۱۸	**مسئلہ:** جب تک دلیل قطعی بآسانی ملے یا دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں۔اقول اسی لیے غیر مجتہد پر ائمہ مجتہدین کی تقلید فرض اور اسے چھوڑ کر عمل بالحدیث حرام ہے کہ یہ حدیث کو نہ سمجھے گا نہ اس کے راجح مرجوح ناسخ منسوخ صحت اسناد صحت متن صحت فقہی پر مطلع ہوسکے گا تو اسے حکم الٰہی پر ظن بھی نہیں مل سکتا اپنے وہم کو ظن سمجھ لینا دوسری بات ہے اور امام کے قول پر عمل کیا تو قطعًا حکم الٰہی پر ظن بھی نہیں مل سکتا اپنے وہم کو ظن سمجھ لینا دوسری بات ہے اور امام کے قول پر عمل کیا تو قطعًا حکم الٰہی بجالایا کہ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو، تو قطع ویقین کو چھوڑ کر شک ووہم میں پھنسنا حرام ہے۔	۲	۷۸۶
۱۹	**فائدہ:** فقہائے کرام احکام میں نادر صورتوں کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے۔	۳	۸۰۶
۲۰	**مسئلہ:** قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو نکسیر سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا۔	۲	۸۱۴
	طبعیات		
۱	**فائدہ:** رنگتیں تاریکی میں بھی موجود رہتی ہیں نہ جیسے فلاسفہ وابن سینا کا زعم ہے کہ اندھیرے میں رنگ معدوم ہو جاتا ہے جب روشنی ہو پھر موجود ہوتا ہے۔	۲	۵۵۰
۲	**فائدہ:** ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہوسکتا۔	۳	۶۸۰

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
۳	**فائدہ:** لین وذوبان دو طرح ہیں ایک گرہ کھل کر دوسرے بے کھلے آثار اصلیہ نار میں یہی ہے	۱	۶۸۲
۴	**فائدہ:** اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں۔	۴	۶۸۵
۵	**فائدہ:** کان کی ہر چیز گندھک پارے کے نکاح کی اولاد ہے گندھک نر ہے اور پارہ مادہ۔	۱	۶۹۰
	متفرقات		
۱	**فائدہ:** بچے کیلئے بھی اس کے قابل گناہ ہیں اسے جو تکلیف پہنچتی ہے انہیں گناہوں کا عوض ہے۔	۶	۶۱۲
۲	**فائدہ:** کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا، کوئی پیڑ کاٹا نہیں جاتا، کوئی پتّا نہیں گرتا مگر جب کہ تسبیح الٰہی میں غفلت کرتا ہے۔	۷	۶۱۲
۳	**فائدہ:** ابرک کی نسبت تحقیق کہ وہ بھی پتھر ہے، چُونے کا پتھر بھی ایک قسم کی ابرک ہے۔	۴	۶۹۸
۴	**فائدہ:** تحقیق اطلاق رصاص اور یہ کہ وہ رانگ اور سیسے دونوں کو کہتے ہیں، ہاں ابیض کہیں تو خاص رانگ مراد ہے اور اسود تو خاص سیسا رانگ کا خاص نام قلعی و قصدِیر ہے اور سیسے کا اُسرب۔	۱	۶۹۹
۵	**فائدہ:** اجساد سبعہ یا فلزات سعہ یا معادن سبعہ یا منطرقات سبعہ یعنی ساتوں دھاتیں یہ ہیں: ۱۔ سونا، ۲۔ چاندی، ۳۔ تانبا، ۴۔ لوہا، ۵۔ سیسا، ۶۔ رانگ، ۷۔ جست اس جست کو روئی توتیا، روح توتیا خار صینی کہتے ہیں پیتل ان میں نہیں کہ مصنوع چیز ہے تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں۔	۱	۷۰۰
۶	**فائدہ:** زاج پھٹکری نہیں۔	۲	۷۰۰
۷	**فائدہ:** اس کی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔	۳	۷۱۱
۸	**فائدہ:** کھجور کا درخت ایک حصہ جانداری وحیوانیت کا رکھتا ہے جس طرح مونگا ایک حصہ شجریت کا۔	۵	۷۱۱

نمبر شمار	عنوانات	فائدہ نمبر	صفحہ نمبر
	فائدہ: بے تاسیس قافیہ دلیل وتاسیس والے قافیوں کے ساتھ لانا جیسے بسمل و قاتل فارسی میں معیوب نہیں اور اردو بھی بے تکلف رائج ہے لیکن نظم عربی میں اصلاً جائز نہیں طوسی معیار ہیں بیان مذہب عرب میں کہتا ہے اعتبار تاسیس در ہمہ قصیدہ و در ہر شعر بریک قافیہ بود واجب باشد قادیانی مرتد نے جوایک قصیدہ لکھایا نورالدین کالکھا ہوا اپنی طرف نسبت کیا بہر حال اسے اپنا معجزہ قرار دیا اور قرآن عظیم کے مثل بتایا کہ جیسے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن معجزہ ملا تھا مجھے یہ قصیدہ معجزہ ملا ہے۔ قال اخذہ اللہ اخذ عزیز مقتدر ؎ وکان کلام معجزاٰیۃ لہ کذلک لی قول علی الکل یبھر اس کی بنا قوافی بے تاسیس پر ہے مطلع یہ ہے: ایا ارض مد قد دفاک مدمر وارداک ضلیل واغراک موغر اس کے قوافی میں جابجا قوافی موسسہ لایا ہے مثلاً: ع　غبار عظامی قد سفتھا صراصر ع　لدینا معین لایحا کیہ اٰخر ع　والقی من سب الی الخناجر ع　فھل بعدہ نحو الظنون تبادر ع　فطوبی لقوم طاوعولی واٰثروا ع　وانکان عیسی اومن الرسل اٰخر اور اس کی کیا شکایت ابلیس [3] نے مرزا کو مسخرہ بنا کر اسی قصیدہ میں ۱۶۹ نمبر کا یہ شعر القاء کیا ؎ ولاتحسب الدنیا کناطف ناطفی اتدری بلیل مسرۃ کیف تصبح یہ بھی تمیز نہ ہوئی کہ روی رہے یا ح اور اس کی بھی کیا شکایت قصیدے [4] بھر میں کم کوئی شعر یا مصرع وزن میں ٹھیک ہوگا اکثر اس بے بہرے کیلئے بے بحرے ہیں ہزاراں ہزار لعنت قہار ایسے اعجاز اور ملعون دعاوی دراز پر۔ تمّت بالخیر واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین	۱	۷۲۷

مآخذومراجع

	نام	مصنف	سن وفات ہجری
	ا		
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعّۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔	الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۸۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

ب

۲۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱۔	البدایۃ(بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵۔	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔	البنایۃ شرح الھدایۃ	امام بدرالدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷۔	تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰۔	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲۔	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳۔	تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵۔	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶۔	تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷۔	تفسیر البیضاوی	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸۔	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی	٩١١۔٨
۳۹۔	تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰۔	تفسیر القرطبی	ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱۔	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التهذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللّٰه بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الصّلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الهدایة	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقه	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقه (جوامع الفقه)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللّٰه بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲۔	الجواہر الزکیة	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوہرۃ النیّرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۶۷۔	حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸۔	حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹۔	حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰۔	حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۷۱۔	حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علّامہ سفطی	۰
۷۲۔	الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعداللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳۔	الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴۔	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵۔	حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶۔	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۷۷۔	حلیۃ المجلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸۔	خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹۔	خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰۔	خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱۔	خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲۔	خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴۔	الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۸۶۔	الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷۔	الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸۔	ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹۔	ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰۔	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱۔	الرحمانیۃ		
۹۲۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴۔	رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹
۹۵۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶۔	رد علی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷۔	زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸۔	زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۱۰۲۔	السنن لابن ماجۃ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	۲۷۳
۱۰۳۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵۔	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶۔	السنن للبیھقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷۔	السنن للدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸۔	السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیّہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲۔	شرح الاربعین للنووی	علّامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵۔	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶۔	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸۔	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰۔	شرح الغریبین		
۱۲۱۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴۔	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵۔	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷۔	شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰۔	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

۱۳۱۔	شرح الهداية	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲۔	شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴۔	شرح الجامع الصغير	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵۔	شرح الجامع الصغير	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶۔	صحاح الجوهری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸۔	صحیح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	۳۱۱
۱۳۹۔	الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲۔	الطريقة المحمدية	محمد بن بیر علی المروف بیرکلی	۹۸۱
۱۴۳۔	طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴۔	عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵۔	العناية	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶۔	عناية القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷۔	عيون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸۔	عقود الدريّة	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹۔	عدّة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰۔			

غ

۱۵۱۔	غایۃالبیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲۔	غررالاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۵۳۔	غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴۔	غمزعیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	۱۰۹۸
۱۵۵۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام	۸۶۱
۱۵۹۔	فتاوٰی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰۔	فتاوٰی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱۔	فتاوٰی حجّہ		
۱۶۲۔	فتاوٰی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳۔	فتاوٰی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴۔	فتاوٰی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵۔	فتاوٰی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶۔	فتاوٰی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷۔	فتاوٰی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸۔	فتاوٰی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹۔	فتاوٰی الولوالجیہ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰۔	فتاوٰی الکبرٰی	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱۔	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲۔	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

www.dawateislami.net

۱۷۳۔	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴۔	الفتوحات المکّیة	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵۔	فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶۔	الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷۔	فوائد المخصّصة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹۔	فوائد سمویة	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰۔	القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲۔	القنیة	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳۔	القرآن		

ک

۱۸۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵۔	الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸۔	کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰۔	کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱۔	کتاب الهدیة لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲۔	کتاب الطهور	لابی عبید	
۱۹۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقه	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵۔	کتاب الوسوسة	ابو بکر بن ابی داؤد	

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷۔	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکّی	۹۷۳
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
	ل		
۲۱۰۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱۔	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱
	م		
۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳۔	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسٰی بن عیسٰی	۵۵۰
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۲۲۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶۔	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰۔	المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱۔	المستصفی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲۔	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳۔	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴۔	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵۔	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶۔	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷۔	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸۔	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹۔	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰۔	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱۔	المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲۔	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳۔	مصنّف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴۔	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

۲۴۵۔	معرفۃ الصحابۃ	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹۔	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰۔	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲۔	المغرب	ابو الفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳۔	مختصر القدوری	ابو الحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶۔	المقدمۃ العشماویۃ	ابو العباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۲۵۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱۔	المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲۔	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵۔	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۶۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷۔	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸۔	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

۲۷۰۔	المسندالکبیر	یعقوب بن شیبۃالسدوسی	۲۶۲
۲۷۱۔	منیۃالمصلی	سدیدالدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲۔	موطاامام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳۔	مواردالظمأن	نورالدین علی بن ابی بکرالہیثمی	۸۰۷
۲۷۴۔	مشکلات	احمد بن مظفرالرازی	۶۴۲
۲۷۵۔	مھذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶۔	میزان الشریعۃالکبرٰی	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷۔	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸۔	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹۔	مکارم اخلاق	محمد بن جعفرالخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰۔	النقایۃمختصرالوقایۃ	عبداللّٰہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱۔	نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللّٰہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲۔	نورالایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳۔	النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴۔	النہایۃلابن اثیر	مجدالدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵۔	النہرالفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶۔	نوادرفی الفقہ	ہشام بن عبیداللّٰہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷۔	نورالعین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸۔	النوازل فی الفروع	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹۔	نوادرالاصول فی معرفۃاخبارالرسول	ابوعبداللّٰہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawateislami

و

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹

www.dawateislami.net I.T. Majlis of DawateIslami

ڈائمنڈ اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

※ ۔ ڈائمنڈ اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں

※ ۔ یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ

※ ۔ پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی

※ ۔ ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی

※ ۔ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت

※ ۔ ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیئے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں

※ ۔ ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے

※ ۔ قادیانی مرتد ، گستاخ انبیا ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کردیا جائے گا

※ ۔ واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیئے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثیرا ◆◆

ڈائمنڈ اردو بکس ٹیم

شاہ زر خان 03176699066

ایڈمن cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیئے ہمارے ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیئے